U 8257 3-12-05

Title - KULLIYAAT NAZM VILA

Creator - Nawab Aziz Jang Bahadur Vila.

Publisher - Matabeg Azizul Matabe (Hyderabad).

Date - 1337 H

Pages - 2 + 4 + 66 + 392

Subjects - Urdu Shayari - Kulliyaat-e-Dawaween

To Lytton Library.

نواب عزیز جنگ بہادر مؤلف

کلیات نظم ولا
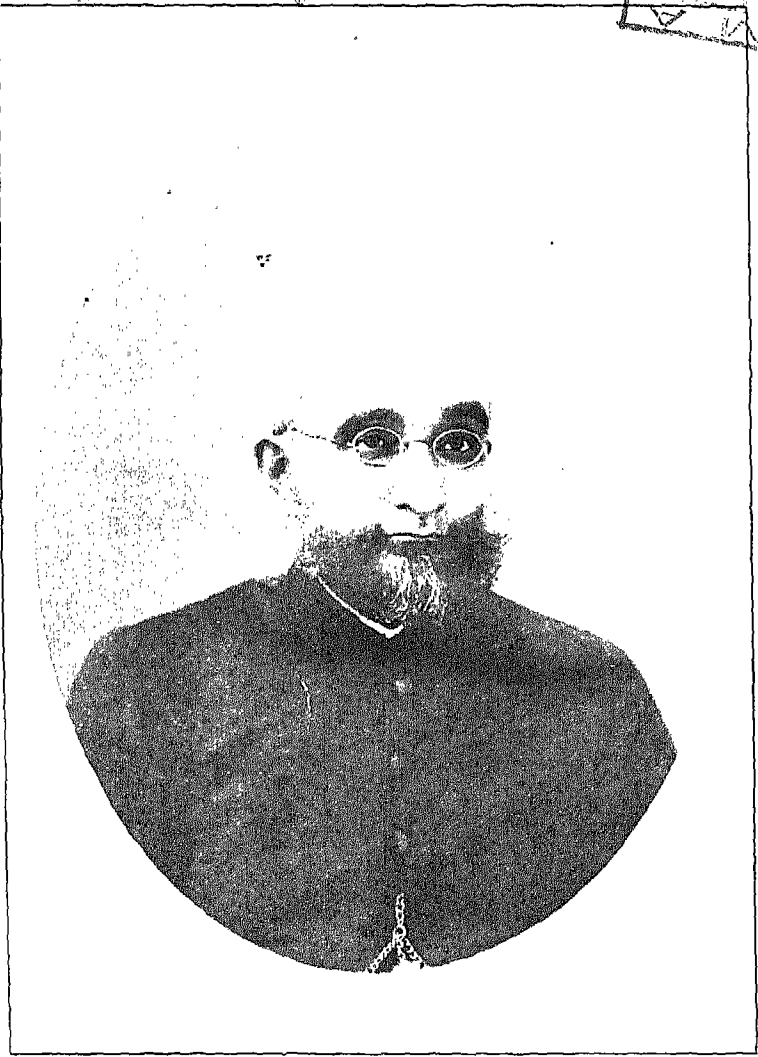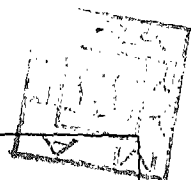
جسمین زبان اردو کے قصائد - دیوان غزلیات -
رباعیات - قطعات تاریخی اور متفرق نظمین مدون ہین

طبعزاد

شمس العلما خان بہادر نواب عزیز جنگ بہادر ولا تخلص

جسکی

مطبوعہ عزیز المطابع حیدرآباد دکن
۱۳۲۸ ف

تصحیح الاغلاط

(۱) ذیل مین اون لفظی بدیہی غلطیون کی صراحت کی گئی ہے جو طبع کتاب مین کاتب نے کی ہین (۲) ایسے معروف و مجہول کی کتابت مین جو غلطی ہوئی ہے اسکو معزز ناظرین خود سمجھ جائین گے (۳) ہمزے اور نقطون اور مرکز کے ترک یا اضافہ تشدید و اعراب بے محل اور بعض الفاظ اُردو مین ہائے ہوّز کا اضافہ غلط کو مین نے فہرست ذیل سے خارج رکھا ہے جس کو معزز ناظرین خود سمجھ جائین گے (۴) غزلون کے نشان شمار مین آخر دیوان پر پانچ ہندسون کی زیادتی صفحہ ۳۱۳ سے آغاز ہوئی جو لائق اصلاح ہے

نام باب	نشان صفحہ	نشان سطر	نشان مصرع	غلط طبع شدہ	صحیح۔ قابل اصلاح
۱	۲	۳	۴	۵	۶
حیوۃ العزیز	۴	۹	۰	چھیّون	چھُوَن
قصائد	۴۶	۱۶	۲	اس	اسکا
دیوان	۱۲	۱	۱	صحف	مصحف
〃	۱۶	۱۲	۱	اوّل ما	اوّل ماہ
〃	۲۷	۴	۱	زاہد	واعظ
〃	۵۷	۴	۱	ہواہ	ہوا
〃	۵۹	۱۹	۱	دختر ز	دختر رز
〃	۶۹	۱۴	۲	ہہین	ہین
〃	۷۰	۱	۱	اناالبحر	انا البحر
〃	۱۰۷	۶	۲	رسد	رصد

نام باب	نشان صفحہ	نشان سطر	نشان مصرع یا کالم	غلط طبع شدہ	صحیح قابل اصلاح
دیوان	۱۱۵	۱۲	۱	نغزل	غزل
״	۱۲۱	۷	۲	پہ	پرسے
״	۱۲۳	۱۶	۱	تو	جو
״	۱۶۱	۱۸	۱	زاہد	ملّا
״	۱۶۹	۱	۱	ہو	جو
״	۲۱۰	۱۳	۱	تیرے	ترے
״	۲۳۰	۱	۲	ہین	مین
״	۲۵۷	۶	۲	مردا	مرد
״	۲۸۹	۱۵	۲	سے	ہے
״	۳۲۸	۱۶	۱	ہوے	ہوتے
رباعیات	۳۵۸	۱۲	۲	گھٹلیون	گٹھلیون
قطعات تاریخی	۳۶۸	۱۸	۰	نوآب	بہ نوآب
متفرقات	۳۸۱	۳	۱	آنکھون	آنکھون سے
معیار فصاحت	۹	۶	۱	اپنے	بنے
״	۲۱	۱۴	۱	یار	مار
״	۲۷	۹	۲	قدر	قد
״	۴۳	۱۵	۱	ماتار	اتار
״	۶۶	۱۳	۲	آفتاب	آسیاب

صدر فہرست مجموعہ ہذا یعنی کلیات نظم ولا

نمبر شمار	صدر ابواب	ابواب ذیلی	نمبر صفحہ
۱	۲	۳	۴
۱	حیوۃ العزیز	مختصر سوانح عمری مؤلف	۱
۲	نیرنگ سخن	(۱) قصائد	۳۵
	"	(۲) دیوان	۱
	"	(۳) رباعیات بالتزام مثل یعنی کہاوت	۳۵۳
	"	(۴) قطعات تاریخی	۳۶۱
	"	(۵) متفرقات	۳۷۶
۳	معیار فصاحت	ترک الفاظ غیر فصیح و غلط کا فرہنگ	۱
۴	توسیع اللسان	نئے الفاظ کا فرہنگ جن کا استعمال کلیات ولا میں ہوا ہے۔	۱۶۵
۵	خاتمہ	قطعات تاریخ کلیات ہذا	۱۸۵
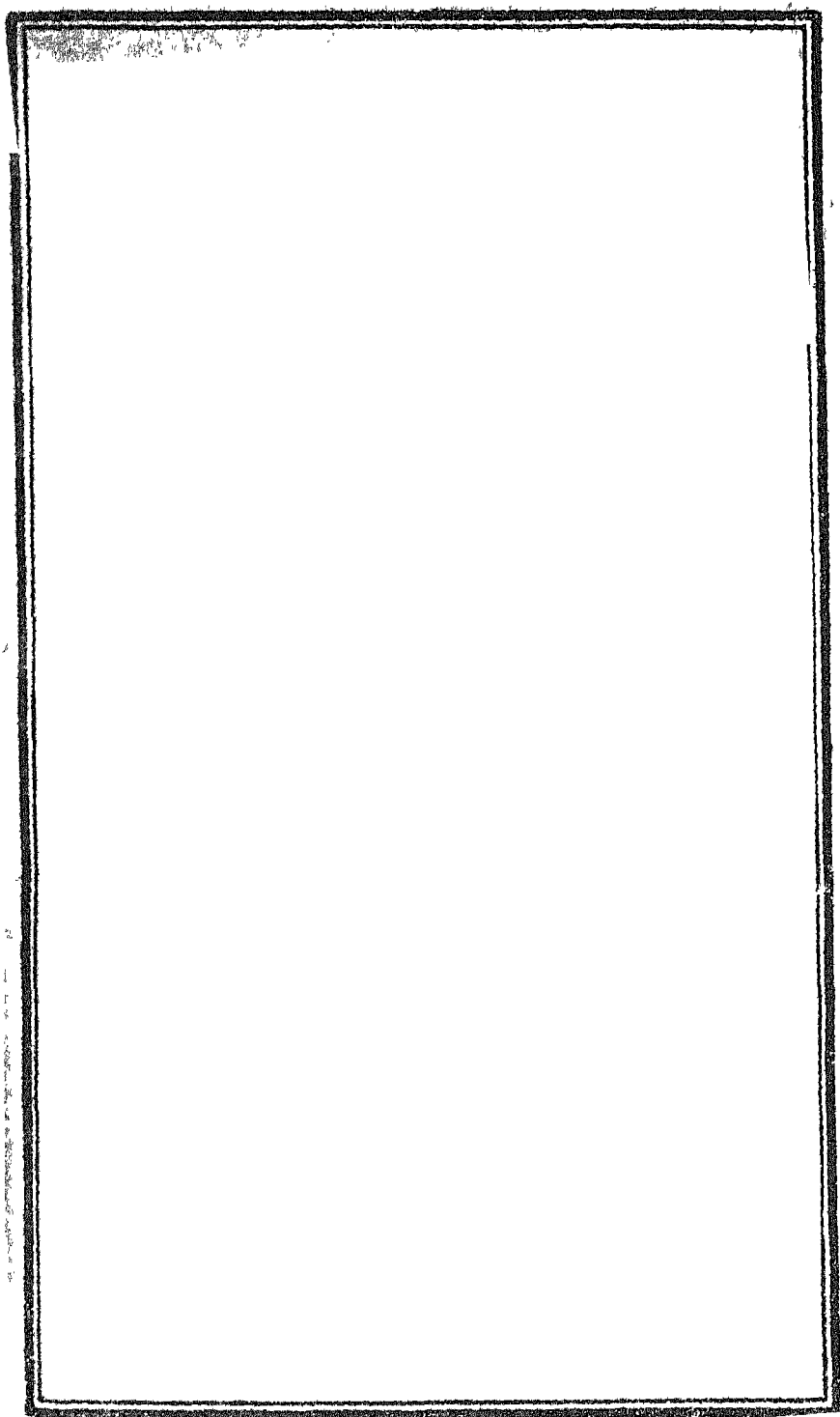
فہرست حیوۃ العزیز

نشان سلسلہ	باب	ابواب ذیلی	نشان صفحہ
۱	۲	۳	۴
۰	دیباچہ	حمد و نعت	۱
۱	قوم	نائطی یا نوائت	۱
۲	حسب و نسب	سلسلہ تا جعفر طیارؓ رضی اللہ عنہ	؍؍
۳	ولادت	مقام و تاریخ ولادت و زائچہ	۳
۴	تعلیم و تربیت	تعلیم و تربیت کی صراحت	؍؍
۵	ملازمت	(۱) ملازمت کے چودہ منازل	۵
؍؍	؍؍	(۲) افسران اعلیٰ	۷
؍؍	؍؍	(۳) ماتحتین	؍؍
؍؍	؍؍	(۴) عام رائے	۸
۶	پبلک خدمات	پبلک خدمات کے ۸ مراتب	؍؍
۷	علمی خدمات	(۱) ترتیب و تدوین کتب کا عام بیان	۱۱
؍؍	؍؍	(۲) تالیفات	۱۲
؍؍	؍؍	(۳) تصنیفات	۱۳
؍؍	؍؍	(۴) علمی سرپرستو نکا بیان	۱۴
۸	اعزازات	(۱) سرکار عالی کے خطابات	؍؍
؍؍	؍؍	(۲) گورنمنٹ آف انڈیا کے معطیہ اعزازات	۱۵

۸	"	(۳) دیگر اعزازات معطیہ سرکار عالی	۱۵
"	"	(۴) اعزازات متفرق	"
۹	یادگارین	مقامی اور علمی یادگارین	"
۱۰	اولاد و طبعزاد	(۱) صالح اولاد	۱۶
"	"	(۲) طبعزاد	"
۱۱	شاعری	(۱) تمہید	۱۷
"	"	(۲) ترک الفاظ کی بحث	۱۸
"	"	(۳) اضافۂ الفاظ کا بیان	۱۹
"	"	(۴) ہندی الفاظ کا بیان	۲۰
"	"	(۵) اسم فاعل ترکیبی اردو کا بیان	۲۲
"	"	(۶) جمع اردو بقاعدۂ عربی کا بیان	"
"	"	(۷) مصادر اردو بقاعدۂ عربی کا بیان	۲۳
"	"	(۸) مفردات و مرکبات فارسی میں اردو کا تصرف	"
"	"	(۹) اردو کی اضافت	۲۴
"	"	(۱۰) فارسی الفاظ سے مخالفت	۲۵
"	"	(۱۱) عربی رنگ کی اردو شاعری	۲۸
"	"	(۱۲) الفاظ مختلف فیہ۔	۲۹
"	"	(۱۳) دکن کے محاورات	"
"	"	(۱۴) ایک نئی بحر اور خاتمہ	۳۰

ختم شد

حیوۃ العزیز

سوانح عمری مؤلف کا خلاصہ جسمین اولاد کے ساتھہ طبغرا وبہی ہے

مؤلفہ

شمس العلما خان بہادر نواب عزیز جنگ ولا تخلص جس کا

ضمیمہ

کلیات نظم ولا ہے جسمین اردو کے قصائد اور غزلیات وغیرہ ہین۔

مطبوعہ عزیز المطابع

۱۳۳۷ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس پروردگار عالم کا ہزار ہزار شکر ہے جس نے مجھ کو اپنے ایسے نبی برحق کی اُمّت مین پیدا کیا جس کا درجہ اسکے تمام انبیا پر فائق ہے اور ایسے خاندان سے متعلق کیا جو عرب مین شریف مانا گیا ہے۔ اور ایسی ساعت مین عدم سے وجود مین لایا جو مبارک مانی جاتی ہے۔ اور ایسے بادشاہ کے ظلّ عاطفت مین جگہ دی جس کا نام عثمان غنی اور جس کا لقب محی الملتہ والدین ہے (ہو مستغنٍ عن الخطاب والالقاب) دام اقبالہٗ۔ اور مجکو ایسی دولت عطا فرمائی جو دنیا کی سب دولتوں سے مرجح ہے اور ایسی عزّت عنایت کی جو مماثلین مین ممتاز ہے اور ایسی توفیق مرحمت فرمائی جس نے راہ راست پر قائم رکھا ہے۔ اور ایسی اولاد نصیب کی جو اقبالمند اور صالح ہے (جلّ جلالہ وعمّ نوالہ) جس واہب العطایا نے دنیا مین ایسی ایسی نعمتین عطا فرمائی ہین کیا اس سے یہ توقع نہین کیجا سکتی کہ وہ عاقبت بھی بخیر کرے (کیون نہین) انہ علی کل شئی قدیر ([illegible]) رحمت حق بہانہ می جوید نہ رحمت

او بہانہ می جوید نہ

(۱) میری قوم

مین عرب کی قوم قریش سے کہاجاتا ہون اور بقول محققین۔ قریش عرب کے ایک مشہور اور ذی عزت قبیلے کا لقب ہے۔ جس کے مورث اعلیٰ نضر ابن کنانہ تھے جن کی اولاد مین پیمبر آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام ہین وجہ تسمیہ یہ ہے کہ قریش۔ قرش کی تصغیر اور قرش ایک ایسی مچھلی کا نام ہے جو سمندر کی سب مچھلیون پر غالب رہتی ہے۔ چونکہ قبیلۂ قریش عزت شرافت اور خوبی زبان عربی مین تمام قبیلون پر فوقیت اور غلبہ رکھتا ہے لہذا یہ قبیلہ ملقب بہ قریش ہوا۔ اسی قبیلہ کے چند افراد جو ۲۰۰ھ ہجری مین بصرہ سے کوکن آگئے اون کو اہل ہند نے نوآئتہ یا نائطی سے موسوم کیا۔ وجہ تسمیہ کی کافی صراحت میری تالیف (تاریخ النوائط) مین ہوئی۔

(۲) میرا حسب ونسب

(۱) احمد عبد العزیز مؤلف کتاب ہذا ابن (۲) مولوی حاجی محمد نظام الدین مرحوم۔ (ناظم سوم دیوانی بلدہ حیدرآباد) ابن (۳) مولوی محمد حسین ابن (۴) محمد عبد اللہ (قلعدار سرکار دونگول صوبۂ ارکاٹ) ابن (۵) محمد ادریس ابن (۶) محمد عبد اللہ ابن (۷) حافظ محمد عبد القادر ابن (۸) ابو رجال حافظ احمد درویش ابن (۹) ابراہیم ابن (۱۰) احمد ابن (۱۱) عبد اللہ ابن (۱۲) داؤد ابن (۱۳) محمد العالم ابن (۱۴) جعفر السید ابن (۱۵) ابراہیم الاعرابی ابن (۱۶) محمد الادریس ابن (۱۷) علی الزینبی ابن (۱۸) عبد اللہ الاکبر الجواد ابن (۱۹) سیدنا جعفر الطیار رضی اللہ عنہ۔

میری والدۂ مکرمہ کا سلسلۂ نسب میرے جد نمبر (۴) محمد عبد اللہ قلعدار ابن محمد ادریس سے ملتا ہے۔

(۳) میری ولادت

میری ولادت بمقام قصبہ نلور (مستقر ضلع) (صوبہ مدراس) بتاریخ دوازدہم شہر ربیع الاول ۱۲۷۷ھ م ۲۸ ستمبر ۱۸۶۰ء روز جمعہ صبح کے ۵ گھنٹے ۲۰ منٹ پر واقع ہوئی۔ میری بعض تالیفات مین سنہ ولادت غلط طبع ہوا ہے۔ اور اس زائچہ کی رو سے جو میرے والد مغفور کی رحلت کے بعد اونکے کاغذات سے مجکو دستیاب ہوا سنہ مذکورہ بالا صحیح ہے۔ مین نے اس زائچے کی نقل ذیل مین کر دی ہے۔

نقل زائچہ

آسریشا	اوتراشاڑھا	پچھا	آسریشا	آسریشا	ہستا	سروانا	پوروابھادو	ہستا
۱	۳	۱	۳	۴	۳	۱	۱	۱
ذنب	راس	زحل	زہرہ	مشتری	عطارد	مریخ	قمر	شمس

۰	عطارد	مریخ-قمر-شمس	زہرہ مشتری	جوزا	ثور	حمل	حوت
۰	نوین حصہ کا زائچہ		راس	ذنب مشتری سرطان لگن	زائچہ پیدائش		قمر
زحل-ذنب			۰	زحل اسد			راس مریخ جدی
۰	۰	۰	۰	شمس طالع عطارد سنبلہ	میزان	عقرب	قوس

پیدائش کے وقت مشتری کا دشا (۱۶ سال کی مدت) ۱۵۔سال ۳۔مہینہ ۱۸ دن باقی

سرطان زہرہ۔مشتری ذنب
اسد زحل
طالع سنبلہ۔شمس عطارد
میزان
عقرب
جوزا
قوس
ثور
حوت
مریخ جدی۔راس
حمل
قمر

۴ میری تعلیم و تربیت

میری ابتدائی تعلیم میرے نانا مولوی غازی الدین صاحب مغفور نے کی۔ چو برس

کی عمر میں میں اپنے والد ماجد کے ساتھ جن کو نواب سالار جنگ مختار الملک بہادر مدار المہام سلطنت آصفیہ نے طلب فرمایا تھا حیدرآباد آیا۔ فارسی کا آغاز مولوی سید شجاعت علی صاحب سے ہوا۔ اور پھر مولوی حبیب اللہ صاحب ذکا تخلص سے تلمذ رہا اور فارسی کی تکمیل مولوی محمد حسین خان راقم تخلص المخاطب بشیرین سخن خان بہادر سے ہوئی اور عربی کا آغاز اپنے والد محترم سے اور تکمیل مولوی سید وجیہ الدین صاحب مدراسی اور مولوی محمد شہاب الدین صاحب سے۔ فارسی شاعری میں میرے استاد سخن استاد ذکا۔ منتی۔ راقم۔ افضل اور سنجر طہرانی تھے۔ اور عربی نظم میں سیدنا ابوبکر ابن شہاب اور اردو شاعری میں کامل لکھنوی۔ قدر بلگرامی۔ سالک۔ داغ۔ جلیل اور اختر مینائی۔ ان چھیوں استادان زبان اردو سے حضرات کامل لکھنوی۔ قدر بلگرامی۔ سالک و داغ مغفور کے ملاحظہ سے میرا بہت تھوڑا کلام فیضیاب ہوا۔ اور حضرت اختر مینائی اور جلیل ناسور کے کرم نے قریب قریب میرے تمام کلام کو نظر اصلاح سے فیضیاب فرمایا۔

بلند اختر، جلیل الشان، مرے استاد ہیں دونوں — کسی شاگرد خوش طالع کی قسمت ہو تو ایسی ہو
خطاب انکا فصاحت جنگ وہ ہیں ناظم دولت — نظامت ہو تو ایسی ہو فصاحت ہو تو ایسی ہو
امیر نامور کی یادگار و جانشین دونوں — صدارت ناز کرتی ہے امارت ہو تو ایسی ہو
خیال انکا ہے عالی حاکم مضمون کمال انکا — حکومت اسکو کہتے ہیں بلاغت ہو تو ایسی ہو
عجب لطف زبان دونوں کے ہے اشعار شیریں ہیں — فصاحت نام ہے اسکا لطافت ہو تو ایسی ہو
سپہر نظم پر فکر بلند انکی کمند افگن — اسی کا ہے رسائی نام رفعت ہو تو ایسی ہو
چمکتے ہیں ضیائے طبع انور سے زمانے میں — فروغ فکر سے روشن طبیعت ہو تو ایسی ہو

خیال نازک انکا موشگافی مین کمر بستہ	عجب باریک بین ہین یہ نزاکت ہو تو ایسی ہو
سخندانان عالم مین انھین کا بول بالا ہے	زباندانی کا کیا کہنا طلاقت ہو تو ایسی ہو
سراپا جامع علم و کمال و فضل ہین دونون	وِلاؔ شعر و سخن مین جامعیت ہو تو ایسی ہو

(۵) میری ملازمت

(۱) میری ملازمت کی ۱۴ منازل

(۱) فارسی زبان اور خوش قلمی کی بدولت میرا تقرر ابتدائی عدالت دیوانی خورد مین سما ہوار سے سکہ چلنی ہوا (۲) فن حساب کی خاص مہارت کی وجہ سے محکمہ صدر المہام عدالت مین سے ماہوار پر تبادلہ ہوا۔ اور حسابات دفتر قحط کی امداد کے صلہ مین سے روپیہ کی مستقل ترقی اسی محکمہ مین ملی (۳) تنقیح حسابات بندوبست و جمعبندی کی ضرورت پر سے ماہوار سے دفتر معتمد مالگزاری مین تبادلہ ہوا اور اسی دفتر مین سے روپیہ کی مستقل ترقی ملی۔ (۴) تہذیب حسابات تعلقات صرفخاص مبارک مفوضہ دیوانی کی ضرورت پر دفتر مجلس مالگزاری مین ماہ سے ماہوار سے تبادلہ ہوا اور پھر اسی دفتر مین ماہ سے ماہوار سے محاسبی دفتر مجلس مالگزاری کی خدمت ملی (۵) تخفیف مجلس مالگزاری کی وجہ سے پیشکاری صوبہ داری ورنگل پر ماہ سے تنخواہ سے تقرر ہوا (۶) انتخاب احکام مالگزاری کے صلہ مین ماہ سے ماہوار سے میرا تقرر تحصیلداری تعلقہ کھم مٹھ پر ہوا (۷) سررشتہ مالگزاری کے کام کی واقفیت نے مجکو بالا تنخواہ سے مجلس انتظام صرف خاص مبارک کے عہدہ منتظمی پر پہنچا دیا (۸) تخفیف مجلس صرفخاص مبارک کے بعد دفتر معتمد پولٹیکل و فینانس پر باغراض اصلاح دفتر اُسی تنخواہ پر تبادلہ ہوا اور اس خاص کام کے صلہ مین (۹) میرا تقرر بعہدہ صدر منتظمی دفتر صدر محاسب سرکار عالی پر بالا سے ماہوار سے ہوا اور اسی دفتر مین (خزینہ حساب و فینانس) کی تالیف کے صلہ مین بمعہ تنخواہ سے عہدہ پرسنل اسسٹنٹ عطا ہوا اور بصلہ تالیف (عمدۃ القوانین) اسی دفتر

مین اللعہ تنخواہ سے مددگاری کا عہدہ ملا۔ اور بصلہ کارگزاری انتظام دفتر اسی عہدہ پر صہ
روپیہ کی مستقل ترقی ملی اور ۱۲۹۸ فصلی کے موازنہ سلطنت کی ترتیب کے صلہ مین بہ ترقی صہ
صما تنخواہ سے اول مددگار صدر محاسب سرکار مقرر کیا گیا (۱۰) مجموعہ قوانین مالگزاری کی
ترتیب کے صلہ مین میرا تبادلہ صماصہ ماہوار سے دفتر معتمد مالگزاری کی سوم مددگاری پر ہوا
اور بصلہ کارگزاری سررشتہ عطیات (۱۱) سما ماہوار سے عہدۂ اول تعلقداری ضلع بیڑ
پر تبادلہ ہوا اور اسی عہدہ پر للعہ تنخواہ کی تکمیل ہوئی۔ اور اسی آخری منزل ست نصف ماہوار کا
اللعہ وظیفہ عطا ہوا (۱۲) عطاے وظیفہ سے پہلے ہی میری خدمات پایگاہ نواب سر [illegible]
مرحوم مین منتقل ہو گئین اور للعہ ماہوار سے معتمد صدر محکمہ اور پھر الف ماہوار سے صدر
تعلقدار و معتمد صدر محکمہ و میر مجلس عدالت علاقہ ممدوح قرار پایا۔ اور تقریباً ۲ سال کی ملازمت
کے بعد علاقہ ممدوح سے بصلۂ خدمات ماصہ ماہانہ کا وظیفہ عطا ہوا (۱۳) اس کے بعد
چند مہینون تک دفتر معتمد فینانس مین للعہ ماہوار سے مددگار معتمد رہا۔ اور (۱۴) حسب
فرمان خداوندی دام اقبالہ پانسو روپیہ ماہوار سے تقریباً ۳ مہینہ تک صدر محاسب
صرف خاص مبارک اور رکن معتمد کمیٹی صرف خاص مبارک رہا۔ یہ وہ زمانہ تھا جس مین علمی
کامون کا سلسلہ استقلال کے ساتھ جاری ہو چکا تھا۔ پس اسی کے ساتھ ساتھ صرف خاص
مبارک کی دو خدمات کی عہدہ برائی نہایت مشکل نظر آئی اور کثرت کار کی وجہ سے میری صحت
نے جواب دیدیا یعنی مین شدید علالت مین مبتلا ہوا۔ اور کمال عاجزی اور مجبوری کی وجہ
سے مین نے خدمات مذکورہ سے معافی چاہی میرے آقاے ولی نعمت کی عمر دراز ہو آپ نے
میری استدعا کی منظوری عطا فرمائی اور نہ صرف اسی قدر کرم پر قناعت ہوئی بلکہ اس
واقعہ کے چند ہی مہینے قبل میرے نام علمی خدمات کے صلہ مین للعہ کی ماہوار خاص

علاوہ وظائف حسن خدمت عطا ہوئی۔ اب میں اپنی موجودہ صحت کو سنبھالے ہوئے
اور ۱۲۵ روپیہ ماہانہ کے وظائف پاتے ہوئے اپنی علمی خدمات سے دعائے دولت و
اقبال خداوندی کا وظیفہ پڑھا کرتا ہوں اور اپنے اولوالعزم پادشاہ کی علمدوستی
اور قدردانی کا دم بھرتا ہوں۔

تری دولت سے پاتا ہوں وظیفہ حسن خدمت کا ۔۔۔ نمک پروردہ دولت ہوں میں تیری ریاست کا

(۲) میرے افسران اعلیٰ — میری ملازمت کی ان ۴۴ امنازل میں میرا پانچ مدار المہاموں سے تعلق رہا۔ (۱) سر سالار جنگ اول نواب مختار الملک مرحوم (۲) سر سالار جنگ ثانی نواب عماد السلطنت مرحوم (۳) نواب سر آسمانجاہ مرحوم (۴) نواب سر وقار الامرا مرحوم (۵) مہاراجہ یمین السلطنت سر کشن پرشاد بہادر۔ ہر ایک عہد وزارت میں میرا شمار اپنے ہم چشموں سے ممتاز رہا۔ پہلے عہد میں شمار نایاب تھا۔ دوسرے عہد میں کارگزار۔ تیسرے اور چوتھے عہد میں تجربہ کار اور پانچویں عہد میں خادم علم وظیفہ خوار۔

میرے افسران اعلیٰ جنکی ماتحتی کا مجھکو فخر ہے (۱) مولوی حمید الدین مرحوم ناظم عدالت دیوانی (۲) خان بہادر مولوی محمد حسن خان مرحوم ناظم عدالت دیوانی (۳) نواب وقار الملک مرحوم معتمد عدالت و معتمد مال و صوبہ دار (۴) نواب محسن الملک مرحوم معتمد مال و پولٹیکل و فینانشل سکرٹری (۵) نواب منصور الملک مرحوم رکن مجلس صرف خاص مبارک و صدر محاسب سرکار عالی (۶) نواب اقبال یار جنگ مرحوم (۷) نواب بدر الدولہ مرحوم (۸) سی کلارک (ارکان مجلس موصوف) (۹) مولوی یوسف الدین معتمد مجلس صرف خاص مبارک (۱۰) نواب احترام جنگ مرحوم (۱۱) نواب ایاز جنگ مرحوم (ارکان مجلس مالگذاری) (۱۲) نواب عماد جنگ مرحوم معتمد فینانس تھے اور یہ سب عہدہ دار مجکو اپنا برگزیدہ ماتحت خیال فرماتے تھے

(۳) میرے ماتحتین — میرے ماتحتین سے (۱) لائق اور مستعد افراد کے لیے میں

آیہ رحمت تھا (۲) بے ایمان لیاقت مندون کے لئے مصیبت (۳) نالائقان یانتدار کی
راے مین غنیمت (۴) بد دیانتان نالائق کے لئے مانع راحت ومنفعت ودشمن ملازمت
لیکن مین نے ان چارون مدارج مین سے کسی کو کوئی نقصان نھین پھونچایا۔ کارگزاران
متدین کو صلۂ خدمات دلوایا۔ ناکارگزارونکو کارگزار بنایا۔ نالائقون کو خطرات سے اور
بد دیانتون سے مخلوق کو بچایا۔ اسی برتاؤ کا نتیجہ تھا کہ حلقۂ ملازمت مین سخت گیر مشہور رہا۔
اور اسوجہ سے کہ اہل دنیا مین دیانت دارون کا شمار بد دیانتون کے مقابلے مین بہت
ھی کم ہے۔ آخر الذکر کے غلبہ کی وجہ سے ایسا حاکم جیسا کہ مین تھا سخت گیر سمجھا جاتا ہے
اگر میری خوش قسمتی سے میری ہر منزل ملازمت کے افسران اعلیٰ لیاقت مند ودیانت دار
نہ ہوتے تو مجکو نقصان پہنچتا۔ خدا کا شکر ہے کہ اسکی نوبت نھین آئی۔

(۴) میری نسبت عام راے | (۱) مالگزاری کے کام مین اعلیٰ ماہر اور رعایا کا طرفدار
سمجھا گیا۔ اور مختلف ذرائع سے رعایا کو خوش رکھکر توفیر آمدنی کی (۲) عدالتی کام مین
میرے بہت کم فیصلے اپیل مین منسوخ ہوے۔ اکثر فیصلے صلح پر ہوے (۳) انتظامی
کامون مین کامیاب رہا (۴) عطیات کے کام مین طرفدار سرکار مانا گیا اور بحق معاشداران
غیر مفید اسلئے کہ قواعد سرکار کا پابند رہا اور حلوائی کی دکان پر داداجی کی فاتحہ نھین پڑہی
(۵) عام طور پر دشمن اور دوست کی راے مین دیانتدار مانا گیا۔ ملازمت کے حلقہ مین
سخت گیر مشہور رہا اسکی وجہ وہی ہے جو اس باب کے نمبر (۳) پر بیان ہوئی۔ خدا کی یہ
مصلحت اور میری خوش قسمتی ہے کہ مین بڑھاپے مین نوکری سے ناخوش ہون اور
کسی مجبوری نے مجکو اس مخمصے مین نھین پھنسایا۔

(۶) میری پبلک خدمات

قومی اور پبلک خدمات کا بیان درحقیقت ایک مکروہ خودستائی ہے۔اس فعل سے خدمت ادا کرنے والے کے اعمال کا ثواب گھٹ جاتا ہے۔اور اس کے ترک کو بیان پر فضیلت ہے۔لیکن محض اس وجہ سے مین اس باب مین قلم اُٹھاتا ہون کہ کتاب ناقص نہ رہ جاے۔اور میری اولاد کو دستورالعمل ہاتھ آئے تاکہ وہ بھی اپنے آپ کو پبلک خدمات کے لئے وقف کرین اور سنت اسلامی کی تعلیم کے ساتھ سنت آبائی سے بھی سبق لین۔

(۱) ایک معینہ مدت تک مین ایک موقت الشیوع ہفتہ واری رسالہ کا پروپرائٹر اور ایڈیٹر رہ چکا ہون جس کا نام عزیزالاخبار تھا۔اس مین بیرونی خبرون کے علاوہ ممالک محروسہ سرکارعالی کی خبرین اور قانون مال وفینانس کے مضامین رہا کرتے تھے۔ سالانہ چندہ بقدر مصارف طبع تھا۔اس اخبار کے جاری کرنے سے مقصد صرف یہی تھا کہ پبلک کو مدد ملے۔زمانے کی آب وہوا نے اس پودے کو آزادی راے کے ساتھ سرسبز نہ ہونے دیا اور مین نے ناگوار پابندیون کے ساتھ اس کے جاری رکھنے پر بند کردینے کو فائق خیال کیا۔

(۲) اسکے بعد رسالہ (لسان الہند والعجم) کی اشاعت ایک معینہ زمانے تک رہی جو ماہواری اور علمی رسالہ تھا۔اس کا چندہ بھی بقدر مصارف حقیقی تھا۔لیکن سہ پرستون کی سردمہری نے اسکو چلنے نہ دیا۔

(۳) تقریباً ۱۵ سال تک مین نے مجلس صفائی حیدرآباد کی رکنیت کی خدمات سر انجام دین۔اور ایک سال وائس پریسیڈنٹ بھی رہا۔لیکن دشمنان آزادی راے کی وجہ سے آخر عمر مین اس ذمہ داری کا متحمل نہ ہوسکا اور مین شکرگزار ہون کہ میرے بانظیر پادشاہ نے میری علمی خدمات اور میری صحت پر رحم کرکے میرے استعفے کو منظور فرمایا

(۴) ایک درازعرصہ تک مین مجلس طبابت حیدرآباد کا رکن رہا لیکن معتمدی کے
بدلنے پر جب اس مجلس کی متفقہ راے کی وقعت گہانس کے تنکے کے برابر بھی نرہی تو
مین نے حضرت غفران مکان علیہ الرحمہ کی بارگاہ مین اس کی اطلاع دیتے ہوے
بذریعہ استعفا کنارہ کشی کی ۔

(۵) دو سال کیلئے بذریعہ انتخاب رکنیت مجلس وضع قوانین سرکار عالی کے لئے ہوا خدا کا شکر
ہے کہ ہر مرتبہ اسکو برد نواب سر فرجنگ بہادر کی معتمدی اور نواب سر وقار الامرا
بہادر کی مدارالمہامی کے صدقے مین وہ زمانہ بہت آزادی کے ساتھ ختم ہوا ۔

(۶) طغیانی رود موسی کے انتظام مین مین نے اسپشل مجسٹریٹی کی خدمت سرانجام
دی جس مین ایسے ایسے اہم واقعات پیش آئے کہ اگر حضرت غفران مکان علیہ الرحمہ
کی خاص توجہ مجھ پر نہ ہوتی تو مین بھی اس طغیانی مین بہ جاتا خدا کا شکر ہے کہ بادشاہ وقت
کے زبردست سہارے نے مجھ کو بہنے نہ دیا ۔

(۷) نایاب قلمی اور مطبوعہ کتب کی صدہا جلدین مین نے اپنے صرفے سے فراہم
کین اور علی گڈہ محمڈن کالج ۔ مدرسہ عالیہ کلکتہ ۔ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال ۔ کتب خانہ
محمدیہ مدراس اور بورڈ آف اکزامنرس کلکتہ کے ہاتھ بذریعہ گورنمنٹ آف انڈیا وقف
کین اسکے سوا اپنے ذاتی کتب خانہ کی جلدین بھی اسی کے ساتھ بر سبیل وقف بہیجدین
نیز اپنی کل تالیفات کی چھ ہزار جلدین انڈیا کی اکثر پبلک لائبریریون اور علمدوست
افراد کی نذر کین ۔

(۸) طغیانی زدگان رود موسی کی امداد مین جب سلطنت ابد قرار نے چندہ وصول کیا
تو مین نے چندے کے علاوہ اپنی تالیفات کی کئی سو جلدین نذر کین اور صرف اسکی

قناعت نہین کی بلکہ اپنی پنشن کا ایک حصہ بھی مدت العمر کے لئے وظائف مین وقف کیا۔ مندرجہ بالا تمام خدمات بغیر کسی معاوضہ کے ادا کی گئین۔ اور اون خدمات کی کیا شان تھی۔ اور کس قدر آب و تاب کے ساتھ ادا ہوین۔ اونکی تفصیل اپنے منہ سے بیان کرنا میرا کام نہین ہے۔ رکارڈ اون سے بھرا پڑا ہے جس کا جی چاہے دیکھ لے۔ ان کامون مین جن جن زحمتون اور مزاحمتون کا سامنا ہوا اور جو جو تکلیفین مجھ کو اٹھانی پڑین۔ اون سے میرا دل واقف ہے یا میرا خدا۔ اپنی اولاد کو میری یہی نصیحت ہے کہ پبلک کامون مین وہ صرف خدا پر بھروسہ کرکے کوشش کرین اور ان مشکلات اور مزاحمتون سے ہرگز نہ ڈرین۔ جن کا مقابل ہونا اس کام کے لئے معمولی بات ہے۔

(۷) میری علمی خدمات

(۱) ترتیب و تدوین کتب | (۱) تقریباً ۴۰ سال سے مجکو علمی کامون کا ذوق ہے سب سے پہلے مین نے منتخب احکام مالگزاری کی تدوین کی اور پھر مجموعہ احکام مال اور پھر مجموعہ قوانین مالگزاری آخری کتاب رونیو کورٹ کی مماثل اور تقریباً دو ہزار صفحات پر شامل ہے۔ اس عرصہ مدت مین اسکے چودہ ایڈیشن شائع ہو چکے ہین

(۲) مجموعہ احکام حساب و فینانس کی تدوین مین نے تین بار کی۔ سب سے پہلے خزینۃ الحساب کے نام سے ایک کتاب لکھی اور پھر عمدۃ القوانین کے نام سے اور سب سے آخر خزینہ حساب و فینانس کے نام سے اس آخری کتاب کے متعدد ایڈیشنس شائع ہو چکے ہین۔

(۳) مجموعہ احکام عطیات کی تدوین سب سے پہلے اعظم العطیات کے نام سے

ہوئی اور پھر عطیات آصفیہ کے نام سے۔

(۴) شرح قانون مال۔ اس کتاب کا نام اگرچہ شرح ہے لیکن اس کی مجموعی حیثیت اسکی مستحق ہے کہ مین اسکو متن سے ملقّب کرون۔

(۵) شیرازۂ دفاتر۔ یہ آفس گائڈ ہے جس مین دفتر داری کا طریقہ اور رجسٹرون کے نمونے اور ترتیب کی ہدایات ہین۔

ان کتابون کی پبلک نے بہت قدر کی اس کے خالص نفع کی یادگار میرا عزیز باغ اور عزیز ولا ہے۔ جس مین مین معہ اپنے خاندان کے سکونت پذیر ہون۔

سرکار ابد قرار نے میری ان قانونی کتب کا صلہ آج تک بقدر سات ہزار روپیہ عطا فرمایا ہے۔

(۴) تالیفات | فنون مختلفہ مین میری (۲۴) تالیفین حسب ذیل ہین۔

(الف) فن تاریخ۔ (۱) تاریخ النوائط جس مین قوم نوائط کے حالات زبان اردو مین بیان ہوے ہین (۵۹۲) صفحہ کی کتاب ہے (۲) محبوب السیر۔ یہ حضرت غفران مکان علیہ الرحمہ کے عہد سلطنت کی تاریخ فارسی زبان مین ہے۔ (۴۱۱) صفحہ پر شامل (۳) عطیات سلطانی یہ معاشداروں کی تاریخ جس مین اردو زبان مین پادشاہان سلف کے عطایاے ارضی و نقدی کا بیان اور سلطنت آصفیہ کی خاص مراعات کا ذکر ہے (۲۰۰) صفحہ پر شامل۔

(ب) فن سیاق (۵) سیاق دکن۔ جس مین سیاق عرب و عجم اور حیدرآباد کے سیاق کا بیان اردو زبان مین ہے (۱۸۰) صفحہ پر شامل۔

(ج) فن فلاحت (۶) ترکاری کی کاشت۔ جس مین ترکاریون کے بونے کا

موسم اور نگہداشت کا طریقہ معہ دیگر ہدایات زبان اردو میں ہے اور (۱۵۱) صفحہ پر شامل۔
(۷) فلاحۃ النخل۔ یہ کتاب کھجور کی کاشت سے مخصوص ہے جس میں کل ضروریات کاشت کا ذکر ہے (۲۸۶) صفحہ پر شامل۔ (۸) کاشت انگور جس میں انگور کی کاشت کی مکمل ہدایات زبان اردو میں ہیں (۲۹۴) صفحہ پر شامل
(د) فن جمل (۹) غرائب الجمل جس میں تاریخ گوئی کا مفصل بیان زبان اردو میں ہے (۴۰۸) صفحہ پر شامل۔
(ھ) فن طیور (۱۰) حیوۃ الحمام۔ اس کتاب میں رنگین کبوترون کے اقسام اور اون کے پالنے کا طریقہ زبان اردو میں بیان ہوا ہے (۴۴۳) صفحات پر شامل۔
(و) فن لغت (۱۱) مصطلحات دکن جس میں دکن کی ملکی اصطلاحات کی تعریفات زبان اردو میں بیان کی گئی ہیں۔ (۲۹۰) صفحہ پر شامل (۱۲) آصف اللغات یہ فارسی بان کا لغت ہے۔ زبان فارسی میں جس میں ہر لفظ کا اردو ترجمہ بھی ہے۔ اس کا اختتام ۲۸ جلد پر متوقع ہے۔ اور ہر ایک جلد (۱۰۰) صفحہ پر شامل جسکی ۱۲ جلدیں چھپ چکی ہیں مطبوعہ جلدوں کے صفحات کا آخری نمبر (۷۰۰) تیرہوین جلد زیر طبع ہے (۱۳) التانیث و التذکیر جس میں اردو زبان کے مستعملہ کل اسما کی تانیث اور تذکیر کا بیان اور الفاظ مختلف فیہ کا تصفیہ ہوا ہے یہ چار جلدوں کی کتاب ہے جسکی پہلی جلد زیر طبع ہے۔
(۳) تصنیفات | (ز) شعر و سخن (۱۴) زبان فارسی کا کلیات نظم و آشائع ہو چکا ہے اور (۲۰۱) صفحہ پر شامل (۱۵) زبان اردو کا کلیات یہی ہے جس کی ابتدا (حیوۃ العزیز) یعنی مختصر سوانح عمری مصنف سے ہے جس سے یہی کتاب مراد ہے۔ اور آخر پر رسالہ (معیار فصاحت) اور ۔۔۔ (۵۰۰) صفحہ پر شامل۔
مندرجہ بالا علمی تالیفات کے صلہ تالیف میں میری سرکار ابد قرار نے اسوقت تک مجکو جو صلے

کے انعام سے سرفراز فرمایا ہے اور گورنمنٹ آف انڈیا نے (سنہ [illegible]) اور یہ مجموعی [illegible] کا انعام دونوں سرکاروں کی علمدوستی اور میری محنت کی قدردانی کی دلیل ہے اور نہ صرف اسی پر اکتفا ہوئی بلکہ بذریعہ حکم موعود ہوں کہ آصف اللغات کی جو جلدیں آئندہ شائع ہوتی جائینگی اون سے ہر جلد پر سرکار عالی سے ([illegible]) اور سرکار انگریزی سے ([illegible] کلدار کا) آنریریم عطا ہوا کریگا۔

(۴) میرے علمی سرپرست اور معاونین | میری علمی خدمات کے اعلیٰ سرپرست (۱) حضرت غفران مکان علیہ الرحمہ تھے اور آپ سے بڑھکر (۲) فضیلتمآب آقائے ولی نعمت محی الملۃ والدین۔ ہز اکزالٹڈ ہائینس میر عثمان علیخان بہادر بالقابہ فرمانروائے دولت آصفیہ (۳) ہز اکسلنسی لارڈ منٹو بالقابہ۔ وائسرائے ہند اور معاونین سے (۱) نواب سر آسمانجاہ مغفور بالقابہ (۲) نواب سر وقار الامرا مغفور بالقابہ (۳) مہاراجہ یمین السلطنتہ سر کشن پرشاد بہادر بالقابہ مدار المہام دولت آصفیہ (۴) سر ایم۔ الیف۔ اڈویر بالقابہ (۵) سر سی۔ ایس۔ بیلی بالقابہ برٹش رزیڈنٹ حیدرآباد (۶) کرنل ڈبلیو۔ ہیگ بالقابہ (۷) لفٹننٹ کرنل اے۔ بی۔ منٹن بالقابہ اوّل مددگاران برٹش رزیڈنٹ (۸) نواب فخر الملک بہادر معین المہام عدالت و تعلیمات (۹) آر۔ آئی۔ آر۔ گلانسی۔ سی۔ آئی۔ ئی فینانشل معین المہام (۱۰) آنریبل نواب عماد الملک بہادر سی۔ ایس۔ آئی (۱۱) نواب سر فریدون ملک بہادر کے۔ سی۔ آئی۔ ئی پولٹیکل صدر المہام (۱۲) نواب فضیلت جنگ مغفور (۱۳) ڈاکٹر۔ ئی۔ ڈی۔ راس بالقابہ آف بنگال (۱۴) لفٹننٹ کرنل۔ ڈی۔ سی۔ فلاٹ آف کلکتہ جن سب کا میں دل سے شکرگزار ہوں

(۸) میرے اعزازات

(۱) سرکار عالی کے خطابات | فرمانروائے سلطنت آصفیہ نے مجکو میری قانونی تدوین کے صلہ اعزاز میں (خان بہادر) (نواب عزیز جنگ) کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔

(۲) نواب وائسرائے ہند کا معطیہ اعزاز | ہز اکسلنسی گورنر جنرل ہند نے میری علمی خدمات کے صلہ مین (شمس العلما) اور پبلک خدمات کے صلہ مین (خان بہادر) کا اعزاز عطا فرمایا اور دونون آرس کے اسناد کے ساتھ کاشمیری چغہ۔ عمامہ۔ تمغہ شمسیہ تمغہ قیصری اور ایک قیمتی کرچ کا خلعت بھی عطا ہوا۔

(۳) دیگر اعزازات معطیہ سرکار عالی | سلطنت آصفیہ نے علاوہ خطابی اعزاز اور (ر) ماہوار خاص کے میرے گھر پر لین کا پہرہ اور اعزازی آٹھ عرب کی تعیناتی اور اون کی آنریری جمعداری بھی عطا فرمائی اور یہ ساری عزت میری خدمات علمی کا صلہ ہے۔

(۴) اعزازات متفرق | (۱) رائل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال نے مجکو اپنی سوسائٹی کا ایسوشئیٹ ممبر بنایا اور (۲) جان۔ امبیولنس اسی سیئو شئیشن انڈیا نے لائف ممبری کی سند دی اور (۳) بورڈ آف ریلوے آف انگلنڈ نے نظام ڈومینینس کے کل ریلوے سفر کے لئے سلور فری پاس عنایت کیا جس کے ذریعہ سے مین واڈی ریلوے۔ ورنگل ریلوے۔ اورنگ آباد ریلوے۔ محبوب نگر ریلوے اور نیز اون تمام ریلون پر جو آئندہ جاری ہون۔ فسٹ کلاس مین معہ دو (خدمتیان تھرڈ کلاس) کے بلا ادائی کرایہ ریل سفر کرسکتا ہون۔

(۹) میری مقامی یادگارین

میری علمی یادگار کے علاوہ مندرجہ ذیل مقامی یادگارین ممالک محروسہ سرکار عالی مین قائم ہین (الف) دار السلطنتہ حیدرآباد کا محلہ سلطان پورہ جس مین عزیز باغ اور عزیز ولا واقع ہے (ب) علاقہ پائیگاہ سر وقار مین وقار آباد (ج) علاقہ محمد وچ کے تعلقہ کوڈنگل مین عزیز آباد۔ یہ تینون آبادیان میری مقامی یادگار ہین۔

(۱۰) میری اولاد اور طبعزاد

(۱) میری صالح اولاد | مین اپنے خالق کا شکر گزار ہون جس نے اپنے فضل و کرم سے مجھکو چار لڑکے عطا فرمائے ہین جو لائق اور صالح ہین جن کی دیانت میرے خاندانی سلسلے کی چلی ہے۔ اور اپنے آقائے ولی نعمت کا شکریہ ادا کرتا ہون جسکی دیانت پیشہ سلطنت مین اونکو عزت عطا ہوئی۔

(۱) مولوی غازی الدین احمد جو مجلس عالیہ عدالت کے مددگار رجسٹرار ہین اور (۲۰۰) روپیہ تنخواہ پاتے ہین۔

(۲) مولوی محی الدین احمد جو ڈپٹی کلکٹر کروڑگیری ہین اور (۳۰۰) ماہوار پاتے ہین۔

(۳) مولوی علی الدین احمد جو (۲۰۰) ماہوار کے ساتھ سررشتہ مال کے سوم تعلقدار ہین۔

(۴) [illegible] رکن الدین احمد جو (۵۰) روپیہ کے تعلیمی وظیفہ سے طالب العلم اور سواتی کلاس کی تیاری کر رہے ہین۔ اور اسوقت تک عثمانیہ یونیورسٹی کے انگریزی امتحان میٹرک مین کامیاب اور عربی کے امتحان (مولوی) کی سند حاصل کر چکے ہین اور ایف۔ اے اور مولوی عالم کی تیاری کر رہے ہین۔ میری دعائے دلی ہے کہ میری اولاد اپنی خاندانی دیانت کی صفت کو قائم رکھے۔

(۲) میری طبعزاد | میرے فارسی کلام کا کلیات طبع ہو چکا ہے۔ اور اردو شاعری کا کلیات یہی ہے۔ جس کی تمہید یہ مختصر رسالہ ہے اور جس کے خاتمہ پر رسالہ معیار فصاحت بطور ضمیمہ۔ میری دلی دعا ہے کہ میرا کلام فارسی و اردو حسنِ نظر ناظرین زبان دان کے پسند ہو اور مجھکو دعائے خیر سے یاد کرین۔ مین قدر دانان سخن سے امید کرتا ہون کہ وہ میری غلطیون کو معاف کرینگے۔

(۱۱) میری شاعری

(۱) تمہید | میری شاعری ہر ایک زبان مین متقدمین اور متاخرین کی تابع ہے مین متقدمین
اور متاخرین کے کلام کو فصیح اور قابل استناد سمجھتا ہون اور اون کے مستعملہ الفاظ اور محاورون
کے استعمال مین مجھ کو ذرا تامل نہین ہوتا۔ معاصرین کا یہ طرز مجھ کو ناپسند ہے کہ وہ بعض
الفاظ کو (جن کا استعمال متقدمین اور متاخرین کے کلام مین ہے) ترک کرتے ہوے یہ فرماتے
ہین کہ اب یہ الفاظ فصیح نہین مانے جاتے اس ارشاد کے متعلق میرا یہ سوال ہے کہ اس فصاحت
کا معیار کیا ہے اور کس نے یہ فیصلہ کیا ہے بعض معاصرین اہل زبان یہ جواب دیتے ہین کہ
(جمہور اہل زبان معاصرین نے) لیکن یہ بات میری سمجھ مین نہین آئی کہ استادان معاصرین مین یہ اختلاف
کیسا کہ بعض تو بعض الفاظ کو فصیح مانتے ہین اور بعض اونکے ترک کو مناسب خیال کرتے ہین جب
خود ان کے باہمی اختلاف موجود ہے تو جمہور اہل زبان معاصرین کا بالاتفاق فیصلہ نہ ٹھہرا ایسی حالت
مین یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ہم ایسے غیر موجہ اور (مختلف فیہ) طریقہ کے پیرو بنکر متقدمین اور
متاخرین کے کلام پر (جسمین ان الفاظ قابل ترک کا استعمال ہے) اس کا دھبہ لگائین کہ وہ غیر
فصیح ہے۔ شعراے معاصر عرب و عجم بالاتفاق آج تک اپنے اپنے متقدمین اور متاخرین کے
کلام کو فصیح مانتے ہین۔ اگرچہ ان دونون کی زبانون مین بھی قدیم زمانہ کے مقابلہ مین بہت کچھ
تغیر ہو چکا ہے لیکن باوجود اسکے اون کو اس کا دعوے نہین ہے کہ ہماری زبان حال
متقدمین و متاخرین سے زیادہ فصیح ہے اور شعراے معاصر عرب و عجم کا یہ طرز ہے کہ وہ
متقدمین اور متاخرین کے طرز کی پیروی کرتے ہین برخلاف اسکے ہمارے دور کا قصہ مختلف ہے
اور اسکی وجہ سوا اسکے میری سمجھ مین نہین آئی کہ [illegible]
اور زبان حال کے شعرا حقیقت علوم مین متقدمین و متاخرین بلکہ متوسطین [illegible]

ہین۔ خال خال جو افراد اس صفت سے متصف ہین (جیسے میرے استاد) اون کے خیالات کبھی ایسے نہین ہین جنکی مجکو شکایت ہے۔

(۴) ترک الفاظ | متقدمین کے بعد متاخرین کا زمانہ تھا اور اون کے بعد متوسطین کی نوبت آئی ہر زمانے مین ہر شخص کا ذوق طبیعت جدا رہا جس استاد نے اپنے کلام مین جس لفظ کا استعمال چاہا کیا اور جس لفظ کو چاہا ترک کیا لیکن ترک الفاظ کی یہ دہوم نہ تھی اور نہ کسی نے کوئی رسالہ یا ہدایت نامہ ترک الفاظ کے متعلق شائع کیا وہ سمجھ رہے تھے کہ یہ رنگ کچھ مستحسن اور سنجیدہ نہین ہے کہ کسی اور کے ذوق کو ہم اپنے ذوق کا تابع بنائین اور کنایۃً استادان سلف کے نام پر دہبہ لگائین برخلاف اسکے معاصرین مین ایسے ہدایت نامون کی بھرمار ہے چھوٹے چھوٹے متعدد رسائل میری نظر سے گزرے ہین جن مین ترک الفاظ کی دہوم ہے۔ اُستاد داغ نے پنج الفاظ کو اپنے آخری دیوان (مہتاب داغ) مین ترک فرمایا اور اس کا اشارہ خاتمہ دیوان مین بھی کیا مگر اس صراحت کے ساتھ کہ شاگردون کو اختیار ہے کہ وہ اپنے ذوق کے لحاظ سے خواہ ترک کرین یا نکرین اسوقت تک مجھ کو مختلف رسائل سے الفاظ قابل ترک کی جو اطلاعین ملی ہین اونکی فہرست مین اپنے کلام کے آخر پر ہدیہ ناظرین کرونگا۔ اور ساتھ ہی اپنے اور اپنے استادون کے ذوق کا اشارہ بھی لیکن اس اشارے سے کسی اور شخص کے ذوق کی مخالفت مراد نہین ہے بلکہ ہر شخص اپنے ذوق کا مالک ہے۔ الحاصل مین اپنے کلام مین ان الفاظ خاص کے ترک کا پابند نہین ہون میرے ذوق نے عموماً جس لفظ کو پسند کیا مین نے اپنے کلام مین اُس کا استعمال کیا اور جس لفظ کو اپنے ذوق کے خلاف پایا اس کو چھوڑ دیا مین کبھی اسکو پسند نہین کرتا کہ ہر استاد معاصر کے شاگردون کا گروہ دوسرے استاد اور اسکے شاگردون پر یہ اعتراض کرتا پھرے کہ فلان فلان متروکہ الفاظ اون کے کلام

مین ہین شاعری کی خوبی کامدار اس پر نہین ہے کہ ہم ان فروعات پر بحثین کرتے پھرین اور حلقۂ زبان کو تنگ کرنے کی کوشش کرین اور اصول سے بے خبر رہین شمس العلما۔ حالی مغفور نے اپنے دیوان کی تمہید مین ترک الفاظ کے متعلق جو مبسوط بحث کی ہے اوس سے مجھ کو لفظ بلفظ اتفاق ہے اور آخر مین انھون نے اپنا جو خیال ظاہر فرمایا ہے مین اسکو بجنسہ ہدیۂ ناظرین کرتا ہون۔ آپ فرماتے ہین کہ جس ضرورت کے لحاظ سے ہم زبان کے دائرے کو تنگ کرنا مناسب نہین سمجھتے اگر فی الواقع وہ ضرورت پیش آنے والی ہے تو یہ قیدین خود بخود اُٹھتی چلی جاینگی اور لوگون کو بجاے اسکے کہ اپنی زبان کو تنگ اور محدود کرین مجبوراً دوسری زبانون سے دریوزہ گری کرنی پڑیگی۔ اور اگر اردو لٹریچر کی ترقی کا خیال ایسا ہی دوراز کار خیال ہے جیسا کہ مسلمانون کی علمی تمدنی اور اخلاقی ترقیات کا تو یہ بحث پیش از وقت نہین بلکہ ناوقت ہوگی

(۳) اضافۂ الفاظ | میرے کلام مین بعض ایسے نئے الفاظ بھی ہین جن کو مین نے بقول شمس العلما۔ حالی مغفور بمجبوری غیر زبانون کی دریوزہ گری سے حاصل کیا ہے اگر مین ایسا نکرتا تو میرا مطلب کبھی ادا نہ ہوسکتا مین نے اون جدید مضامین کو ترک کرنے کے مقابل جو زمانے کی نئی روشنی مین پیدا ہوے ہین۔ اس دریوزہ گری کو بہتر خیال کیا استادان معاصر اس کے مخالف ہین وہ نہین چاہتے کہ عاشقانہ شاعری مین سوا اون مضامین کے جو سلف سے چلے آتے ہین کوئی نیا مضمون داخل ہو۔ اور مین اس خیال کا مخالف ہون اور لکیر کا فقیر رہنا نہین پسند کرتا۔ میرا خیال یہ ہے کہ اگر نئی تحقیقات اور نئے مراسم اور عادات کا ذکر شاعری مین داخل نہ ہوگا تو لغات زبان کا سرمایہ کبھی ترقی نہ کریگا اور زبان کو بعوض ترقی کے تنزل نصیب ہوگا۔ مین اپنے کلام کے آخر پر ان الفاظ جدیدہ کی بھی ایک فہرست ہدیۂ ناظرین کرونگا جو میرے کلام مین مستعمل ہوے ہین۔ اور

استادان معاصر سے بھی اُمید کرتا ہون کہ نئے الفاظ کو اپنی شاعری مین داخل کرنے اور حلقۂ زبان کو وسیع فرمانے کی کوشش فرمائین۔

(۴) مہند الفاظ | شعراے معاصر کا فرض ہے کہ زبان اردو کی شاعری کے لئے سب سے پہلے الفاظ مہند سے آگاہ ہون جس کے بغیر اردو کی شاعری صحت کے ساتھ نہین ہوسکتی اردو زبان مین السنۂ غیر کے صدہا الفاظ داخل ہین جن مین سے مہند کی تعریف صرف انھین الفاظ پر صادق آسکتی ہے جن کا استعمال اردو مین ایسے معنون مین ہوا ہے جنکا تعلق برسبیل مجاز اون الفاظ کے حقیقی معنون سے قائم ہے جیسے (حدت) یہ زبان عربی کا لغت ہے جس کے معنے عربی مین (تیزی آہن) ہین اگر اس کا استعمال اردو مین انھین معنون مین ہے تب تو وہ لفظ عربی ہی کھلائیگا۔ اور اگر گرمی اور حرارت کے معنون مین ہے تو اس لئے کہ یہ معنے برسبیل مجاز حقیقی معنون سے تعلق رکھتے ہین۔ ہم اس لفظ کو مہند کہین گے۔ اسی طرح لفظ (بخیہ) زبان فارسی کا لفظ اور فارسی مین (سیون کی ایک خاص قسم) کا نام ہے۔ اگر ہم اردو مین اس لفظ کا استعمال انھین معنون مین کرینگے تو کہا جائیگا کہ لفظ فارسی کا استعمال ہم نے کیا۔ لیکن اگر اس لفظ کا استعمال اردو مین بمعنی مکر و فریب ہوگا۔ (جیسا کہ ہوا ہے) تو یہ لفظ زبان اردو کا لفظ سمجھا جائیگا ہم اسکو مہند نہ کہین گے اسلئے کہ مکر و فریب کے معنون کو اس لفظ کے حقیقی معنون سے کوئی تعلق مجازی نہین ہے جب ہم کو مہند کی تعریف معلوم ہوگئی اور ہم مہندات زبان اردو سے واقف ہوگئے تو ہم فارسی و عربی زبان کے اُن الفاظ کو جو اردو مین مہند ہین فارسی ترکیب کے ساتھ استعمال کرسکین گے جیسا کہ سحر نے اپنے کلام مین حدت کا استعمال بترکیب اضافی کیا ہے (ع) حدت بادۂ انگور غضب ہوتی ہے ؛ سر پیالی انھین نچالہ

لسب ہوتی ہے برخلاف اسکے ہم (بخیہ) کو بمعنے مکروفریب بہ ترکیب فارسی (بخیۂ دشمن) بمعنی (مکروفریب دشمن) نہیں استعمال کرسکتے اسلئے کہ بخیہ ان معنون مین اردو کا لفظ ہے نہ ہندی اس قدر معلوم ہونے کے بعد اب ہم (حدت باؤ) کو زبان فارسی کا مرکب اضافی نہ کہین گے بلکہ (اردو کا مرکب اضافی بقاعدہ فارسی) کہین گے اسلئے کہ فارسیون نے لفظ (حدت) کا استعمال بمعنی گرمی وحرارت نہین کیا ہے۔

مین نے اپنے کلام اردو مین (تعویذ قبر) کا استعمال کیا تھا جس پر ایک اُستاد معاصر نے فرمایا کہ یہ غلط ہے۔ اس لئے کہ تعویذ ان معنون مین جن معنون مین تم نے استعمال کیا ہے نہ عربی مین مستعمل ہے اور نہ فارسی مین پھر مرکب اضافی کی ترکیب کیسی مین نے سحر کا شعر مذکورہ بالا پڑھ دیا۔ وہ فرمانے لگے کہ سحر کا تسامح ہے (حدت باؤ) بھی غلط ہے اور (تعویذ قبر) بھی جب مین نے ہند کی تعریف کی اور حدت و تعویذ کی تہذیب کا ذکر کیا تو ارشاد ہوا کہ یہ نئی نئی باتین کہان سے پیدا کی جارہی ہین ہماری زبان ان تاویلات سے معرا ہے۔

اب مین عرض کرتا ہون کہ اگر اہل لغت اردو ہر ایک لفظ عربی و فارسی کے ساتھ تہذیب کی صراحت کرتے تو شعراے معاصر ہند سے واقف ہو رہتے۔ صاحب آصفیہ یا اور کسی محقق اردو نے سلامتی سے (حدت) کا تو ذکر ہی نہین فرمایا اور بخیہ پر صاحب فرہنگ آصفیہ نے زبان فارسی کا اشارہ کرکے فریب کے معنے بھی اسی کے ذیل مین لکھدئے۔ استادان وقت سے جو افراد عربی اور فارسی کے بھی ماہر ہین البتہ لغات عربی و فارسی سے معنون کی حقیقت دریافت کرکے الفاظ ہند کو معلوم کرسکتے ہین لیکن محض اردو دان شاعر کسی لغت اردو یا اور کسی کتاب سے ان معلومات پر قادر نہین ہوسکتے۔ اور جب تک الفاظ ہند کی انکو اطلاع نہ ہو وہ صحت الفاظ کے ساتھ شاعری نہین کرسکتے۔ بنا برعلیہ مین نے اپنی تالیف

(التانیث والتذکیر) میں اس ضروری کام کو کیا ہے جو زیر طبع ہے۔ اب میں استادان اہل زبان کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ آپ کو الفاظ ہند اور اسکے ساتھ (مرکب اضافی اردو بقاعدہ فارسی) کا تصفیہ فرمانا چاہئے تاکہ (متقدمین و متاخرین ذی علم) کے کلام صحیح پر شعرا سے معاصر غلطی یا تسامح کا الزام نہ لگائیں اور اپنے کلام میں غلطی کرنے نہ پائیں مجھ کو بہت افسوس ہے کہ معاصرین اہل زبان ترکیب اضافی الفاظ ہند کے مخالف ہیں اور بعض نے جنکو استادی کا دم و دعوے ہے اپنی تصانیف میں (تعویذ قبر) کی اضافت کو غلط لکھا ہے۔ ان بزرگوں کے خیال کے لحاظ سے گویا (حدت بادہ) کی ترکیب بھی غلط ہے ان حضرات کا یہ خیال بالفاظ دیگر استادان سلف کے کلام پر غلطی کا الزام لگاتا ہے میری راے میں خود انکی غلطی ہے اور اسکی اصلی وجہ یہی ہے کہ وہ اپنی زبان کے الفاظ ہندیہ سے واقف نہیں ہیں۔ اور فارسی شاعری کا مذاق انکو ہے ہی نہیں۔ اور اگر ہے تو بہت کم ورنہ وہ ایسا فیصلہ برخلاف استادان سلف کبھی نہ کرتے۔

(۵) اسم فاعل ترکیبی | زبان اردو میں اسم فاعل ترکیبی بھی ہے جو فارسی ترکیب سے لیا گیا جیسے (بزرگداشت) اور (برقنداز) وغیرہ اور یہ ترکیب الفاظ ہند سے گزر کر ٹھیٹ اردو الفاظ کے ساتھ بھی ہے جیسے (بیٹربار) (بلم بردار) وغیرہ۔ صاحب فرہنگ آصفیہ نے پچکاڑ کی تعریف میں (اندھیر پسند) کا استعمال کیا ہے اور (بھانڈا پھوڑ) بھی اردو کا اسم فاعل ترکیبی ہے جس پر بعض اہل زبان ناک بھوں چڑھاتے ہیں سچ یہ ہے کہ اردو زبان میں فارسی اور عربی کے نہ صرف الفاظ مختلف طریقوں پر مستعمل ہوے ہیں۔ بلکہ ان زبانوں کے بعض قواعد بھی لئے گئے ہیں (مرکب اضافی) (اسم فاعل ترکیبی) کے سوا۔

(۶) جمع بقاعدہ عربی | بھی اردو میں موجود ہے جیسے کاغذات۔ فسادات۔ نشانات۔

مکانات ۔ دیہات وغیرہ اور نہ صرف اسی قدر بلکہ متقدّمین اور متاخّرین ذی علم نے ۔ ۔ ۔

(۷) مصادر اردو بقاعدہ عربی وغیرہ بھی استعمال کئے ہین ۔ جیسے چاہت ۔ بخالت ۔ رنگت تا دشاہت وغیرہ اور نہ صرف اسی پر اکتفا ہوئی ہے بلکہ عوام دلّی نے بقاعدۂ فارسی باے معیت کو بھی اردو الفاظ کے ساتھ استعمال کیا ہے ۔ جیسے (گھر بگھر) (ہاتھ بہ ہاتھ) (دیکھو فرہنگ آصفیہ مین حرف (ب) کی تعریف) نہ صرف اسی قدر بلکہ مفردات و مرکبات فارسی مین بھی تصرّف ہوا ہے جیسے

(۸) مفردات و مرکبات فارسی مین تصرّف عاشقانہ فارسی زبان کا لفظ ہے جس کو رند نے (آنا) کے ساتھ قافیہ کیا ہے ۔ اور عاشقانہ کے ہاے ہوز کو الف سے بدلا ہے ۔ اور اکثر متقدّمین اور متاخّرین کا بھی یہی عمل ہے (رندؔ) حقیقت مین آسے منظور خاطر یان نہ آنا تھا ؎ فقط حیلہ تھا درد سر کا صندل کا بھانا تھا ؎ ازل سے الفت روے حسینان آب و گل مین ہے ؎ مزاج اپنا لڑکپن مین بھی اوبت عاشقانا تھا ؎

اسی ایک لفظ مرکب پر قناعت نھین ہوئی بلکہ اسی قسم کا تصرّف (آب و دانہ) مین بھی ہوا جو مرکب عطفی ہے ۔ (رندؔ) مسافر تھے عدم کی سیر کرنے یان بھی آئے تھے ؎ رہے یان جب تلک قسمت مین آئے آب و دانا تھا ؎

اسی پر اکتفا نھین ہوئی بلکہ (قلب اضافت) مین بھی اسی قسم کا تصرّف ہوا جیسے (رندؔ) بھری رہتی تھین اس مین صورتین آئینہ رویون کی ؎ یہ اپنا خانۂ دل بھی کبھی آئینہ خانا تھا ؎ استادان معاصر اردو اس حد تک تو متقدّمین و متاخّرین کے تصرّف کو صحیح مانتے ہین لیکن اسی قسم کا تصرّف (مرکب اضافی) مین اونکی راے مین غیر صحیح ہے ۔ جیسا کہ شیفتہ دہلوی کے کلام مین موجود ہے جو کہ ایک مشہور شاعر اور عالم متبحّر گزرے ہین (ـــہ) وہ بھی یارب عجب زمانا تھا ؎ اسکے گھر میرا آنا جانا تھا ؎ جب وہ کوچہ مرا ٹھکانا تھا ؎ سر تھا اور سنگ

آستانا تھا" استادان معاصر فرماتے ہین کہ (مرکب اضافی) مین اب اس قسم کا تصرف جائز نہین ہے۔ مین نے پوچھا کہ کیون اور (مرکب اضافی) کی کیا خصوصیت تو یہ جواب ملا کہ جمہور معاصر کی راے ہے۔ مین عرض کرتا ہون کہ جمہور معاصر سے فارسی کا ذوق رخصت ہو چکا ہے اور انکی راے بے دلیل ناقابل لحاظ ہے۔ افسوس ہے کہ اُستاد داغ اور جناب امیر نہین رہے جن کو معاصرین مین قوت اجتہادی حاصل تھی اگر ہوتے تو خود اس کا استعمال فرماتے اور معاصرین کی اخلاقی قوت کو بڑہاتے اور دائرہ زبان کو تنگی سے بچاتے۔ متقدمین اور متاخرین کے صحیح استعمال کی داد دیتے اگر ان دونون بزرگون کے کلام مین اس کا استعمال نہین ہے تو یہ اس بات کی دلیل نہین ہے کہ وہ اس استعمال کے مخالف تھے۔

واضح ہو کہ اگر ایسا مرکب اضافی کسی فارسی غزل کا قافیہ واقع ہو جس کی روی حرف الف ہو تو قواعد زبان فارسی کی رو سے بھی ہم اس کی ہاے ہوز کو الف سے بدل سکتے ہین۔ فارسیوان نے خود اس تبدیل کو جائز رکھا ہے جیسے (پاسہ و پاسا) (سنگ خارہ) و (سنگ خارا) متقدمین فارسی نے اسی بنا پر اس قاعدۂ تبدیل کو بیان کیا ہے اور صدہا ایسے الفاظ میری نگاہ سے گزرے ہین جب خود زبان فارسی نے اس کو جائز رکھا ہے تو اہل زبان معاصر کا برخلاف استادان سلف اس سے کنارہ کرنا اسبات کی دلیل ہے کہ وہ فارسی اور اسکے قواعد کا کامل ذوق نہین رکھتے۔ مین نے اپنے کلام مین عمداً اس کا استعمال اور استادان سلف کی پیروی کی ہے۔

(۹) اردو کی اضافت | اہل زبان فارسی کی خوشہ چینی مین اس قدر مبالغہ کیا ہے کہ بقاعدہ فارسی اردو مین بھی ایک نئی اضافت قائم ہوئی ہے جیسے (شاہ آصف) اور (استاد داغ) کی اضافت۔ فارسی مین بدل اور مبدل منہ کے درمیان کوئی اضافت نہین ہوتی۔ برخلاف

اسکے اردو مین یہ ایک نئی قسم کی اضافت قائم ہوئی ہے ایک جانب تو متقدمین و متاخرین اہل زبان اسقدر فارسی کے دلدادہ تھے کہ اپنی زبان مین (خلاف قاعدۂ فارسی) نئی اضافت کے موجد بنے اور دوسری طرف معاصرین زباندان الفاظ ہند کے جائز مرکب اضافی کو ناجائز قرار دینے لگے۔ استادان ذی علم کو غور فرمانا چاہیے۔

(۱۰) فارسی الفاظ سے مخالفت | بعض استادان معاصر کمی ذوق زبان فارسی کی وجہ سے بعض فارسی الفاظ کو بھی اردو قرار دیتے ہین اور بقاعدۂ فارسی اون کے استعمال کو غلط ٹھہراتے ہین اون کا یہ فیصلہ بعض کتب لغات متعارفۂ زبان فارسی اور اپنے نقد معلومات پر مبنی ہے۔ یعنی جس لفظ فارسی کو انھون نے لغات متعارفۂ فارسی مین نہ پایا اور جس کا استعمال انکو شعراے سلف کی زبان مین بوجہ قلت تلاش نظر نہ آیا۔ انھون نے حکم لگا دیا کہ یہ فارسی لفظ نہین ہے۔ ان اسباب پر غور نہین فرماتے کہ اگر اونکی قلت معلومات کی وجہ سے کسی لفظ فارسی کے متعلق اون کو فارسی ہونے کا اطمینان نہ ہو تو اون کو اسکی تحقیق مزید سے کام لینا چاہیے۔ اگر وہ اپنی کمی معلومات کی وجہ سے خود ایسے لفظ کا استعمال نہ کرین تو مضائقہ نہین لیکن کسی اور شخص کے استعمال پر اون کا اعتراض کرنا اور تحقیق مزید کی زحمت سے بچنا یا اپنی معذوری پر سکوت نہ کرنا قابل اعتراض ہے ہر ایک زبان کے بہت سے الفاظ کتب لغات سے متروک ہین اور کلام استادان سلف مین اون کا استعمال پایا جاتا ہے لیکن ہماری قلت معلومات کی وجہ سے وہ ہماری نظر سے نہین گزرے۔ اور بہت سے الفاظ مرکبہ ایسے ہین کہ اہل لغت نے انکو معمولی خیال کر کے کتب لغات مین نہین بیان کیا۔ ایسی حالت مین باوجود اسکے کہ اونکی ترکیب سے اونکے فارسی ہونیکا ثبوت ملتا ہے۔ ہم کو اون الفاظ کے فارسی

نہ ہونے پر اصرار کرنا ہماری کمی معلومات کے سوا اور کیا خیال کیا جا سکتا ہے مثلاً
(۱) **خاکہ**۔ زبان فارسی کا لفظ ہے۔ خاک کے فارسی ہونے مین کسی کو کلام نہین ہا کے
نسبت سے مرکب ہونے کے بعد وہ خاص مرکب فارسی ہے اسکے معنے وہی ہین جو
اردو مین (خاکا) کے معنے ہین لغات متعارفہ فارسی نے اس لفظ کو نہین لکھا اسلئے
کہ معمولی مرکب اپنے حقیقی معنون مین ہے۔ کلام استادان سلف مین اس کا استعمال
اگر ہم کو نہ ملا یا استادون نے اس کا استعمال ہی نہ کیا ہو تو اس لفظ کو فارسی کے
دائرے سے کبھی خارج نہین کیا جا سکتا اگر اردو مین (بہ تبدیل ہائے ہوز بالف) اسکا
استعمال ہوا ہو اور لغات اردو نے اسکو اردو قرار دیا ہو تو اسکی اصلیت مٹ نہین
سکتی پس اگر ہم لفظ (خاکہ) کا استعمال فارسی ترکیب کے ساتھ کرین اور (خاکہ تصوف)
کو اپنے ار[دو] کلام مین باندہین تو کبھی قابل اعتراض نہین ہو سکتا۔ اسی طرح۔۔۔
(۲) **نقشہ**۔ بمعنی (نقشۂ مکان) مفرس ہے۔ نقش زبان عرب کا لفظ ہے اور فارسی
مین بمعنی تصویر مستعمل ہے ہا ے نسبت بڑہا کر نقشۂ مکان کے معنون مین استعمال
کر سکتے ہین۔ اگر لغات فارسی نے ان معنون کو ترک کیا یا ہماری قلت تلاش کی وجہ
سے ہم نے استادان سلف کے کلام مین اسکو نہین پایا تو اسکی اصلیت مٹ نہین
سکتی۔ اردو مین نقشہ بمعنی نقشۂ مکان مستعمل ہے۔ اور ہم اسکو زبان اردو کا لفظ نہین
سمجھتے۔ اور یہ ترکیب اضافی (نقشۂ مکان) کا استعمال کبھی غلط نہین ہو سکتا۔ اسیطرح
(۳) **جان** یعنی معشوق۔ فارسی ہے۔ صاحبان لغات اردو اور بعض استادان
معاصر نے اپنی کمی معلومات وکمی تلاش کی وجہ سے اسکو ان معنون مین اردو خیال
کیا ہے۔ اگرچہ فارسی لغات نے بھی ان معنون کا ذکر نہین کیا ہے۔ لیکن کلام قدما

سے یہ معنے ثابت ہین اگر مین میری قلت تلاش کی وجہ سے کلام قدما مین اسکو نہ پاتا جب بھی اسکو
ان معنون مین فارسی ہی کہتا اسلئے کہ فارسی مین جاؔن بمعنی روح مسلّم ہے اور استعارۃً معشوق
کو روح کہنا اپنا اختیاری فعل ہے۔ یہ اتفاق کی بات ہے کہ باوجود سکوت اہل لغت فرس
مجھکو استادان سلف کے کلام مین اس کا استعمال مل گیا۔ پس اردو مین لفظ (جانا) کا استعمال
بمعنی اے معشوق بقاعدۂ فارسی صحیح ہے جسکو بعض (استادان معاصر اردو) غلط خیال
کرتے ہین جن سے مجھکو اختلاف ہے (کمال خجند سے) تا تو رفتی می رود پیوستہ جان از جسم
من ٭ ہر کجا جان می رود بادر روان ہم می رود ٭ (صائب سے) تا بوسہ بمن ز لب دلستان
رسید ٭ جانم بلب رسید و لب من بجان رسید ٭ اسی طرح۔ - - - - - - - - - -
(۴) پلک۔ میری تحقیق مین بمعنی مژگان فارسی زبان کا لفظ ہے ان معنون مین معاصرین عجم
کی زبان پر نہین ہے۔ کتب معتبرۂ لغات فارسی نے ان معنون کو ترک کیا ہے۔ صاحب برہان
قاطع فرماتے ہین کہ پلک بمعنی پلک چشم است و آنرا لحاف چشم نیز گویند و بعربی جفن خوانند۔
خان آرزو نے سراج اللغات مین فرمایا ہے کانچہ صاحب برہان۔ گوید کہ بعربی جفن گویند۔ آن
خطا است چرا کہ جفن مژگانرا گویند و آن موے باشد و این پوست دپلک پلک۔ ہندی نیز ہمین
است و دور نباشد کہ در فارسی اصل نیز بہمین معنی آمدہ باشد و پلک تصغیر پل باشد۔ صاحب
غیاث اللغات نے البتہ پلک کو موے مژہ کے معنون مین لکھا ہے۔ اور صاحب لغات سروری
نے معنی جفن پر قناعت کی ہے۔ صاحب فرہنگ آصفیہ نے پل اور پلک دونون کو ہندی اور
پل کو پلک کا مخفف کہا ہے۔ مین اسکو فارسی ہی کہتا ہون (خسرو دہلوی سے) پلک ہمی زند و دل
ہمی برد چشمت ٭ چو جادوے کہ لب اندر فسون بجنباند ٭ (ولہ سے) سوزن پلکا کدام سوئی ٭
چنبہ رہنا کدام روئی ٭ افتادہ ہزار یوسف و ہر ٭ اے چہ فقنا کدام کوئی ٭ اگرچہ کو اتفاق سے

خسرو دہلوی کا استعمال ہاتھ نہ آتا جب بھی مین اس لفظ کو فارسی ہی کہتا معاصرین عجم باوجود اسکے کہ محاورہ حال مین یہ لفظ انکی زبان پر نہین ہے لیکن وہ اسکو فارسی مانتے ہین۔

جب تحقیق لغات کا کام ایسا نازک ہے اور ادوات تحقیق اپنے ناقص ہین تو ہر کس و ناکس اس کا فیصلہ نہین کرسکتا کہ کس لفظ کی کیا حقیقت ہے۔ صاحب فرہنگ آصفیہ نے ہندی لکھدیا اور استادان معاصر اردو نے فارسی ترکیب کے ساتھ اسکے استعمال کو غلط ٹھہرایا۔ الحاصل اسکے متعلق میرا عام فیصلہ اور اپنا طرز عمل یہ ہے کہ جس لفظ کے فارسی ہونے پر مجھ کو اطمینان ہوتا ہے اگرچہ محاورہ معاصرین فرس مین وہ مستعمل نہ ہو۔ اور کتب لغات فارسی اس سے ساکت ہون۔ لیکن مین اسکو بہ ترکیب فارسی اردو مین استعمال کرتا ہون۔ معترضین کے اعتراض کی مجھ کو کچھ پروا نہین جب انکو زبان فارسی کا ذوق حاصل ہوگا اور اپنی معلومات بڑہائینگے۔ اور کلام فارسی پر عبور حاصل کرینگے۔ وہ خود اپنے اعتراض پر نادم ہونگے۔ اور اوسوقت تک وہ میرے اس طرز عمل کو غلط سمجھین تو سمجھا کرین مین اس تنگ پر چلیسا کہ اون کا رنگ ہے زبان کے حلقہ کو تنگ کرنا پسند نہین کرتا

(۵) عربی رنگ کی اردو شاعری | مین نے اپنے کلام مین عربی رنگ پر ایک شعر لکھا ہے (۵۱)

رہبر کا ل سیل اشک ؛ دیدۂ زار ہین تیری آنکھین ؛ ایک استاد معاصر فرمانے لگے کہ اشک کی اضافت بسوے دیدہ اسلئے صحیح نہین ہے کہ مضاف مصرع اول مین ہے اور مضاف الیہ مصرع ثانی مین اور پھر پانچ اضافتون کا متصل جمع ہونا اردو مین نادرست ہے۔ اور تین اضافتون سے زیادہ مکروہ مین نے یہ جواب دیا کہ آپکا ارشاد اسلئے درست ہے کہ متقدمین اور متاخرین اور متوسطین کی شاعری مین یہ طرز رنگ نہین ہے لیکن جب مین نے اوپر کے شعر مین عربی کا اشارہ کردیا ہے۔ اور عربی شاعری مین یہ ترکیب مستعمل ہے تو ایسی جدت مین

کیا برائی ہے فرمایا جدت نہین بدعت ہے اور قابل ترک۔ دوسرے ارشاد کے متعلق مین نے عرض کیا کہ جب فارسی ترکیب ہے اور غالب دہلوی کا کلام اس سے خالی نہین ہے تو پھر وجہ کراہت کیا ہے۔ فرمانے لگے کہ غالب کی بات غالب کے ساتھ۔ لیکن استادان اردو اسکو پسند نہین کرتے ہین تو عرض کیا کہ اپنا اپنا ذوق اور پھر مین نے ان دونون مسائل مین اپنے استادان جلیل و اختر مینائی سے استصواب کیا۔ آپنے فرمایا کہ عیوب شاعری کا استعمال بھی اظہار کے ساتھ غلط نہین ہے۔ جب عربی شاعری کا اشارہ ہے تو پھر غلط کیون ہونے چلا۔ یہ سچ ہے کہ اردو شاعری کا یہ طرز نہین ہے اور نہ فارسی کلاضافتونکی نسبت آپنے فرمایا کہ فارسی ترکیب مین کبھی غلط نہین اپنا اپنا ذوق ہے۔

(۱۲) الفاظ مختلف فیہ | جن الفاظ کی تانیث و تذکیر مین سلف سے اختلاف چلا آتا ہے اون کے استعمال مین میری خوب گت بنی۔ جس قدر میرا کلام داغ مغفور کے ملاحظہ مین پیش ہوا اس مین مین دلی کی بول چال کا پیرو بنایا گیا جن غزلون کو استاد جلیل اور اختر مینائی کے ملاحظہ کی عزت ملی ہین اون مین زبان لکھنؤ کا پیرو ہون اور میری یہ دو عملی یک بام و دو ہوا کی مصداق ہے آئندہ زمانے مین میرا کلام اس مخمصے سے نجات پائیگا اسلئے کہ مینے الفاظ مختلف فیہ کا تصفیہ اپنی تالیف (التانیث و التذکیر) مین ایک ایسے اصول عام پر کر دیا ہے جو کل الفاظ زبان پر حاوی ہے۔

(۱۳) دکن کے محاورات | مین نے اپنے کلام مین خال خال محاورات دکن کا بھی استعمال کیا ہے لیکن ساتھ ہی اس کا اشارہ بھی کر دیا ہے۔ مجھکو یقین ہے کہ بہت تھوڑے زمانے مین دکن کے بعض محاورات اہل زبان کے کلام مین داخل ہو جائینگے صرف

اسس کا انتظار ہے کہ مجتہدین زبان جیسا کہ ترک الفاظ اردو پر تلے ہوے ہین
اسی طرح اضافہ الفاظ پر آمادہ ہوجائین اور ایسا زمانہ بہت قریب آنیوالا ہے -

(۱۴) ایک نئی بحر | میری غزل نشان (۲۰۹) کے دو اشعار ذیل کے مصرع ثانی کی نسبت
ایک استاد دہلوی کا خیال ہے کہ اونکی بحر غلط ہے (دو ہو بہاے) تم پہ جو مرتے ہے اُسے
زمین شعر مین دفنا دو؛ راہنما ہین قولاکے اسیر؛ سخنوری مین استاد ہو؛ آپ کا خیال
یہ ہے کہ اس بحر کے (صدر و ابتدا) مین (فعول - مقبوض) نہین آتا اور پھر اسکے
ساتھ (عروض) مین (فع - محذوف مجبق) کا لانا درست نہین ہے اور آپکا یہ خیال
مبنی ہے (قدر بلگرامی) کی تالیف (قواعد العروض) پر جس مین استاد سخن نے
(بحر متقارب) کے ذیل مین فرمایا ہے کہ زبان فارسی و اردو مین اس بحر کی اصل
آٹھ بارھوان رائج ہین سب ہے اور اوسکے اوزان نوے قسم پر مستعمل ہین (الخ) اور
اسکے ذیل مین بحر نشان (۱۲) (فعول - فعلن - فعول - فعلات) پر فرمایا ہے کہ -
(فائدہ) سمجھنا چاہیئے کہ اس بحر مین تین قسم کے صدر و ابتدا اور چار قسم کے حشو اور
آٹھ قسم کے عروض و ضرب آسکین مثلاً (فعلن - اثلم) یا (فاع - اثرم) یا (فعول -
مقبوض) کو صدر و ابتدا بنائیے پھر (فعولن - سالم) او (فعلن - مجبق) اور (فاع -
مقبوض - مجبق) اور (فعول مقبوض) کو حشو ٹھرائیے پھر (فعولن - سالم) یا (فعولان
مسبغ) یا (فعول مقصور) یا (فعل - محذوف) یا (فاع - مقصور مجبق) یا (فع -
محذوف مجبق خواہ ابتر) یا (فعلن - مجبق) یا (فعلان - مجبق - مسبغ) کو عروض و
ضرب مقرر کیجئے تو ان عروض و ضرب ہشتگانہ کو صدر و ابتدائے سہ گانہ مین ضرب
دینے سے چوبیس وزن پیدا ہونگے بعدہ اون چوبیس کو حشوہاے چہارگانہ مین ضرب

ضرب دینے سے چھپا نوے اوزان حاصل ہوسکتے ہین لیکن اکثر مقام پر تخنیق ناجائز یا ظلم
غیر جائز ہو کر وزن غلط ہو جائینگے اور یہ بات عمل سے آئینہ ہو سکتی ہے اسلئے راقم السطور
کے نزدیک صدر و ابتدا صرف اثرم اور حشو مقبوض اور عروض و ضرب سالم یا مسبغ یا مقصور
یا محذوف لانے سے چار وزن پیدا ہون گے اول (فاع فعول فعول فعولن) دوم (فاع فعول
فعول فعولان) سوم (فاع فعول فعول فعول) چہارم (فاع فعول فعول فعل) بعدہ
ہر ایک وزن مین آٹھ قسم کے عمل کرنے سے بتیس اوزان صاف نکل آئینگے اور وہ اعمال
ہشتگانہ مؤلف نے اسطرح استخراج کیئے (الف) رکن دوم مین اسکے ماقبل تخنیق کرو باقی
ارکان کو بحال خود رہنے دو (ب) دوم و سوم ارکان مین تخنیق کرو باقی بحال خود (ج)
دوم و سوم و چہارم مین تخنیق کرو (د) بیچ مین تخنیق نکرو باقی سب مین (ہ) دوم رکن مین
تخنیق نکرو باقی سب مین کرو (و) دوم و سوم رکن مین تخنیق نکرو باقی مین تخنیق
کرو (ز) کسی رکن مین تخنیق نکرو اس سے اصلی وزن نکلیگا (ح) صرف بیچ مین تخنیق
کرو باقی حالت اصلی پر رکھو جنکی ترتیب وار مثالین حسب ذیل ہین (الخ)

استاد دہلوی فرماتے ہین کہ (قدر بلگرامی) کی اس راے کے لحاظ سے جسکی نقل
اوپر ہوئی۔ اس بحر کے (صدر و ابتدا) مین صرف (فاع۔ اثرم) سے کام لینا چاہئے
اور (فعول مقبوض) سے احتراز ہو۔ مؤلف حقیر عرض کرتا ہے کہ میرے دوسرے استاد
سخن شیرین سخن خان راقم تخلص نے اپنی تالیف (میزان الاشعار) مین اس بحر کے
(صدر و ابتدا) مین (فعول۔ مقبوض) کا استعمال فرمایا ہے اور امیر خسرو کی خالق
باری سے اسکی سند بھی ملتی ہے ایسا ہی (عروض و ضرب) مین (فع۔ محذوف مجبوب) کا استعمال
اس سے صاحب (میزان الاشعار) نے احتراز کیا ہے اور (قدر بلگرامی) نے باستثنا و کلام

اسیر مغفور تمثیل نشان ۴۰-۴۱-۴۲ مین اسکو مستقل قرار دیا ہے - دونون استادونکی تمثیلین استادان سلف کے کلام پر مبنی ہین پس (راقم شیرین سخن خان) کی راے اور امیر خسرو منغفور کی سند سے (صدر و ابتدا) مین (فعول مقبوض) کا جواز ثابت ہے اور (قدر بلگرامی) کی راے اور اسیر مرحوم کی سند سے (عروض وضرب) مین (فع - محذوف مجبّق) کا جواز - اب استاد دہلوی کا یہ فرمانا کہ یہ دونون ایک مصرع مین جمع نہین ہوسکتے جیسا کہ ہمارے (مصرع) سخنوری مین استاد ؎ مین جمع ہین بیدلیل ہے جس بحر کے چارون ارکان سالم مین تغیرات متذکرہ (فائدہ مبینہ قدر بلگرامی) جائز ہین - اوس مین ہر شخص اپنے کلام کو (مخصوصات ناجائز) سے بچا کر اون تغیرات کا استعمال کرسکتا ہے - اور مؤلفین کتب عروض نے بطور مثال جن اوزان کا ذکر کیا ہے صرف اُنھین اوزان کی پابندی ہم پر لازم نہین ہے - اگر استاد دہلوی ان لزوم کے پابند ہین تو آپکو مبارک - اس قدر صراحت کے بعد اب مین عرض کرتا ہون کہ میرے ہر دو اشعار متذکرہ بالا کی بحر متقارب ہے اور (ع) زمین شعر مین فنا ؎ بروزن فعول - فاع - فعولن - فع - اسکی ابتدا (مقبوض) حشو اول (مقبوض مجبّق) حشو دوم (سالم) اور ضرب (ابتر) ہے اسی طرح (ع) سخنوری مین استاد ؎ بروزن - فعول - فعلن فعلن - فع - اس کی ابتدا (مقبوض) ہر دو حشو (مجبّق) اور ضرب (ابتر) ہے - اگرچہ میری راے مین یہ دونون بحر حسب قواعد عروض - متعارف ہین لیکن محض اس لئے کہ استاد دہلوی مثالی اوزان کے پابند ہین مین نے اُن کی آخر مین اسکو بحر جدید سے موسوم کیا ہے -

(۱۵) خاتمہ | آخر مین معزز ناظرین سے التماس ہوتی ہے کہ وہ اگر میرے کلام کے

کسی استعمال کو اپنی راے مین غلط سمجھین تو متقدمین اور متاخرین کے کلام پر عبور حاصل کرنے تک غلطی کا حکم نہ لگائین۔ آج کل معاصرین اہل زبان کا یہ رنگ بھی قابل اصلاح ہے کہ وہ جس چیز سے خود واقف نہین ہین بدون تحقیق اسکو غلط فرما دیتے ہین۔

خادم الشعرا۔ ولاؔ

نیرنگِ سخن
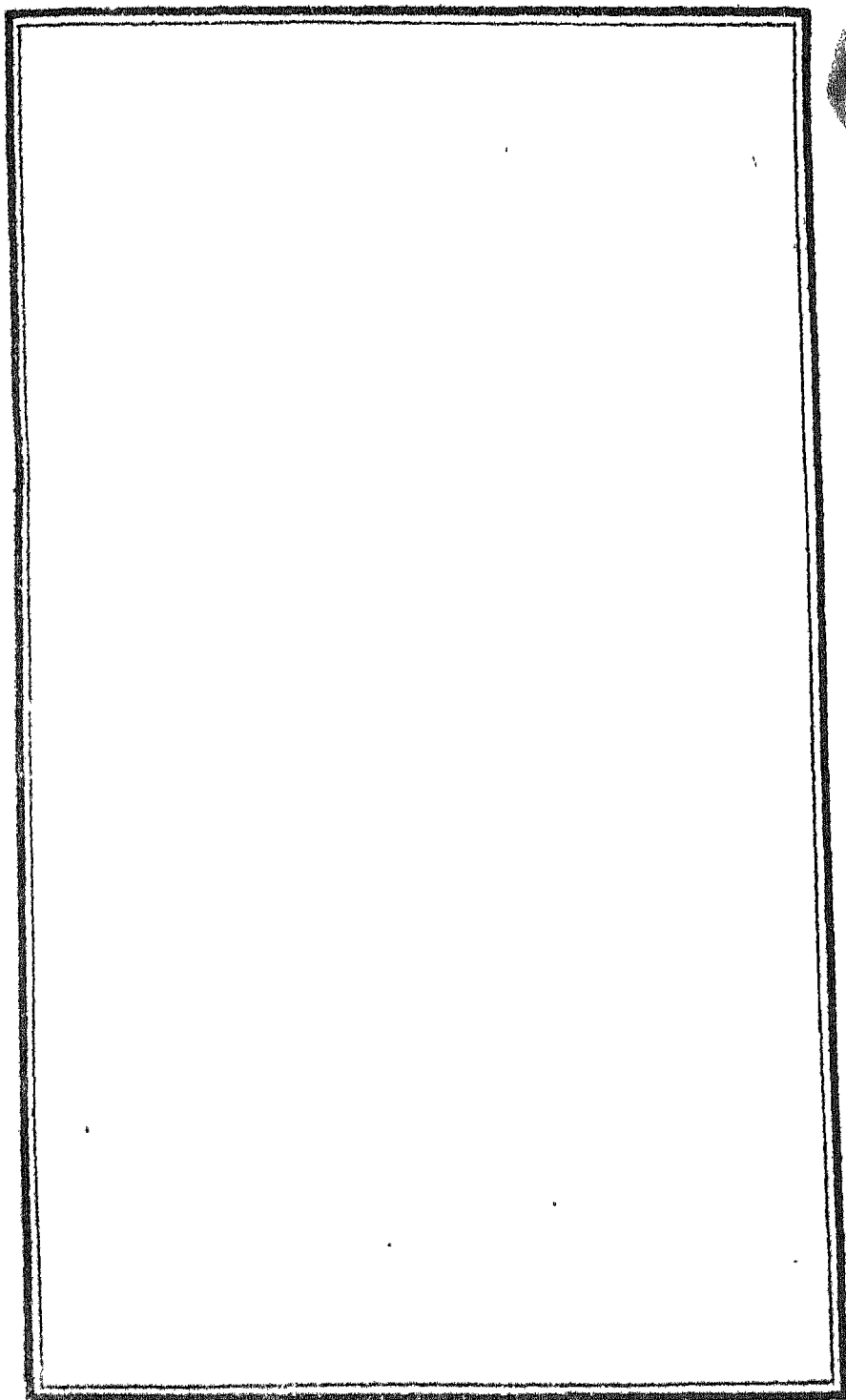
اردو کا کلیات جسمین دیوان رباعیات قطعات تاریخی اور متفرق نظمین مدوّن ہین

طبعزاد

شمس العلما خان بہادر نواب عزیز جنگ بہادر ولاؔ تخلص

جنکو

اردو مین حضرات سالک کامل۔ داغ مغفور۔ جلیل اور اختر مینائی سے تلمذ حاصل ہے

مطبوعہ عزیز المطابع حیدرآباد دکن

۱۳۲۸ ف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قصیدہ بہ مدح آقاے ولی نعمت قدر قدرت ۔ قوی شوکت ۔ آصف جاہ سابع مظفر الملک والممالک نظام الدولہ نظام الملک ۔ ہز اکز الٹڈ ہائینس میر عثمان علی خان بہادر فتح جنگ ۔ جی ۔ سی ۔ ایس ۔ آئی شمس الملتہ و الدین فرمانرواے سلطنت آصفیہ دام اقبالہ

بنے شاعر ہم اپنی طبع گوہر زا کے جوہر سے
ملا ہے فیض استادِ ازل خلاق اکبر سے

زبان چلنے لگی تائید فطرت بختِ یاور سے
ہوا فیض سخن حاصل ہمین ہر اک سخنور سے

تلمذ فارسی مین راقم شیرین سخن سے تھا
دکا و افضل و آغا کمال الدین سنجر سے

دکھانے پائے تھے پہلی غزل اردو کی سالک کو
مقدر نے کیا محروم ہم کو ایسے رہبر سے

مزا لطفِ سخن کامل ہوا کامل کے صدقے مین
تجمل مین مرتبہ اپنا بڑھا قدر ہنر ور سے

تلمذ داغ سے تھا دے گئے جب داغ وہ دلبر
نزاکت فکر نے پائی جلیل نکتہ پرور سے

توجہ اسنے کی اور شاعری مین اپنی قسمت کا
ولا چمکا ستارہ چرخ مینائی کے اختر سے

قلق اور درد کے نالوں سے دل رونے لگا اپنا
بہائے اشک کے مضمون پہ آنسو دیدۂ تر سے

کلام ذوق و گویا سے بڑھا پھر ذوق گویائی
ملی نعمت امیر و میر اور نواب کے در سے

نسیم و نکہت و رنگین نے ہمکو رنگ و بو بخشا
خیال نازک گل سے ہوائے سنبل تر سے

ہوا حاصل فروغ ۔ آتش زبانی مین شرف پایا
ہلال و آتش و برق و منیر و مہر و اختر سے

بلندی فکر کو حاصل ہوئی زور طبیعت مین
ظفر غالب جلال و ناسخ و معروف و مقدر سے

خیال بحر مین ڈوبے تو ہاتھ آیا دُرِ مقصد
بچھا کر دامن دل بھر لیا اشکو نکے گوہر سے

زبان رشک و عاشق ساحر و مسرور حیران ہے
بڑھائی اپنی ہمت اور ہم باہر ہوئے گھر سے

کلام زند و سودا سے بھٹکنے ہم لگے جسدم
اسیر نامور نے پھر ملا یا زلف دلبر سے

رہائی کی نظر آئی نہ ہم کو جب کوئی صورت
نظر کرنے کی فریاد عشمانِ سخنور سے

گریز ایسی نظر آئی غزال چشم جانان کی
ہوئی تشبیب رخصت پھر مرے ممدوح کے در سے

مطلع ثانی

سخن کو ہے شرف اے شاعر و ایسے سخنور سے
سراپا منفعل اہل زبان ہین جس کے جوہر سے

سخنور ہو تو ایسا ہو کہ جسکی فکر عالی نے
کیا قائم زمین شعر پر گردون نئے سر سے

سپہر نظم پر خورشید بنکر جو چمکتے تھے
نظر آتے ہین اسکے سامنے وہ آج اختر سے

شبستان سخن سے مٹ گئی زلفونکی تاریکی
چھٹکتی چاندنی پڑتی ہے اُس ماہ منور سے

بلاغت کا جنھین دعوے تھا وہ بھی آج ہین قائل
دکن دلی پہ بازی لے گیا شادِ سخنور سے

جب اُس دیوان شاہی سے ولا شائع ہوے دیوان
نکل آئے سخن سنجان عالم شوق مین گھر سے

غزل پہلی پڑہی جسدم سخندانان عالم نے
صداے آفرین نکلی زبان اہل جوہر سے

ہر اک صفحے سے اسکے عارض خوبان ہین شرمندہ
خط عارض حسینون کا خجل دیوان کے مسطر سے

ہر اک شعر اُس کا ہے بیت الغزل حسن معانی مین
ہر اک مصرع ہے فائق ابرو مشکین دلبر سے

حقیقت آب زر کی ہیچ ہے اسکی کتابت مین
لکھین گے اسکو ہم اوراق دل پر آب گوہر سے

در دندان ہی یاقوت بن دندان کی مدحت مین
مرقع ہے یہ اک اسکی غزل کندن کے زیور سے

طراوت سے سخن کے غنچۂ دل کیون نہ کھلجائے
مضامین شگفتہ باج لیتے ہین گل تر سے

کلام شاہ کی شادابی مضمون کا کیا کہنا
ٹپکتی ہے طراوت ہر دم ہر مصرع تر سے

کہا اہل زبان نے لکھنؤ مین یکزبان ہو کر
کلام اس نکتہ پرور کا ولا بہتر ہے بہتر سے

تقاضاے سخن سنجی ہے لکھون مطلع ثالث
بڑہا دون اسکی زربخشی کو وصف شاہ خاور سے

مطلع ثالث

تو دریا دل ہے اور جیب صدف معمور گوہر سے
سحاب دست گوہر بار سے موتی نہ کیون برسے

ترے دست کرم سے جب تونگر ہو گیا عالم
مثال نوع مفلس کے لئے منطق نکیون ترسے

عمیم البذل عثمان غنی جب ہے لقب تیرا
کوئی مایوس کیون جانے لگا شاہا ترے در سے

کرم ہوتا ہے ہاتھون سے خبر تجکو نھین ہوتی
نکلجاتے ہین حاجتمند جب تیرے برابر سے

نہ ہو کیون تشنگان وادی حاجت کی سیرابی
بہا کرتا ہے آب زر یہان جب بارش زر سے

برآمد شوق سے ہوتا ہے تو حاجت براری کو
نکل آتے ہین حاجتمند اپنے اپنے جب گھر سے

صلہ دینے مین تو ممتاز ہے دل کھولکر ایسا
بھرا کرتا ہے مُنہ مدّاح کا یاقوت و گوہر سے

قدر قدرت لقب جیسے ہوا تیرا شہا بادل
کوئی کرتا نھین شکوہ کبھی اپنے مقدر سے

کرم سے جب مسرت آپکو ہوتی ہے آے آقا
نہ کیون مخلوق ہو خوشحال ایسے بندہ پرور سے

مقابل وصف پامردی کا تیری اے شہ عالم
کسی کو ہم نھین پاتے ترے افراد ہمسر سے

گھٹایا اور مٹایا مفلسی کو تیری حکمت نے
یہان مفلس کی عزت ہے بہت بڑھکر تونگر سے

ترا اعجاز ہے یا یکدلی کا ہے اثر شاہا
لیا کرتا ہے مقصد کی خبر تو دل کے اندر سے

نہ کیون جوشِ محبت مین ہون قربان تجھپہ اے ساقی
مئے الفت پیا کرتے ہین جب ہم تیرے ساغر سے

ولاؔ ہم طبع روشن سے دکھاکر مطلع رابع
ملائین شائقین فضل کو خورشید انور سے

مطلع رابع

فضیلت ناز کرتی ہے فروغ طبع انور سے
طبیعت ہے تری ممتاز علم و فن کے جوہر سے

تری حکمت کو مانا ہے حکیمون نے بہت بڑھکر
نیوٹن ۔ ڈارون ۔ سقراط ۔ لقمان و سکندر سے

گر اے باغبان بہتیری حکمت کے شگوفے ہین
کھلاتا ہے گل تر اس چمن مین باد صرصر سے

ترا علم و ہنر مشہور ہے سارے زمانے مین
ہوا آراستہ تو گوہر حکمت کے زیور سے

نظام الملک آصفجاہ سابع ہے لقب تیرا
ممالک مین مخاطب تو ہوا شاہ مظفر سے

شہنشاہان یورپ مین ہے تو اکر الشاہانہین
ترا اکلیل ہمسر کیون نہ ہو پھر تاج قیصر سے

تہمتن کی حقیقت کیا جو آئے سامنے تیرے
مقابل ہو کے تھرّاتا ہے جب بہمن ترے ڈر سے

شجاعت ہو گئی رستم کی کچھ ایسی رفو چکر
دہلتا ہے دل اسکا ہیبت شاہ ولاور سے

تفوّق ہے تجھے جمشید و دارا و سکندر پر
ترا ہے مرتبہ فائق سلیمان و سکندر سے

جہانبانان عالم اور شہنشاہان نامآور
زمانے مین سبق لیتے ہین تیرے شوکت و فر سے

رئیسان دول شاگرد ہین تیری قلمرو کے
سبق لیتے ہین ارباب ریاست تیرے دفتر سے

نہ ہو پھر کیون پریشان تیغ شاہی سے صف انجم
ڈرا کرتا ہے جب مریخ تیرے ہی لشکر سے

اگر تو چاہتا مشکل نہ تھا کچھ فضل سے حق کے
ترے در پر اتر آتے فرشتے آسمان پر سے

صداقت کی تری تصدیق ہو گی اس سے کیا بڑھکر
نسب کا سلسلہ ملتا ہے جب صدیق اکبر سے

ترے انصاف کا شہرہ ہے کچھ ایسا زمانا پر
کوئی ڈرتا نہین عالم مین گردون ستمگر سے

سفر کرتے ہین شاہا باگ بکری ایک کشتی مین
بسر کرتے ہین باہم قمری و شاہین برابر سے

نہین کچھ خوف اب گردنکشون سے ناتوانونکو
ترے وحشت سے ڈرا کرتا ہے ہاتھی ایک مچھر سے

نظر جسدن سے رہتی ہے تری اعمال عالم پر
وہ مشتاق ہو کے کرتے ہین گذارہ اپنے مقدر سے

چلا کرتی ہے لیکن کند ہے تلوار ظالم کی
ستم باغی بنا تعمیل احکام ستمگر سے

ہوا دولت سے استیصال جبر و ظلم کا ایسا
دکن تیری بدولت ہو گیا خالی ستمگر سے

وقوع جرم ہے عنقا سیاست ہو تو ایسی ہو
ہوا ہر ایک بد کردار واقف اپنے کیفر سے

وہین پابند ہو جاتا ہے وہ اپنے ہی بستر پر
دکن مین جو زیادہ پاؤن پھیلاتا ہے چادر سے

ہر اک محتاط ہے کچھ اس قدر اپنی حفاظت مین
ڈرا کرتا ہے مرغ خانہ اپنی تیغ شہپر سے

زمانے کے حوادث سے بچے ہم لے شہ ذیشان
سہارا تیری دولت کا ملا ہم کو مقدر سے

شریعت مین ہے تو دلدادۂ صوم و صلوٰۃ ایسا
مزہ ملتا ہے تجکو نعرۂ اللہ اکبر سے

فضیلت تیرے نظم سلطنت کی ہو عیان آصف
ملا گر کوئی دیکھے اُسے آئین اکبر سے

تری دولت نے کی پردیسیون کی قدر کچھ ایسی
ہنرمندان نام آور چلے آتے ہین باہر سے

(متاع نیک ہر دُکان کہ باشد) پر عمل تیرا
بھرا ہے دامن ملک دکن مقصد کے گوہر سے

ہوئی اس دور عثمانی مین یونیورسٹی قائم
مکمل صیغۂ تعلیم افراد ہنرور سے

اگر آتا ہے کوئی امتحان ملک کو تیرے
پلٹ جاتا ہے سُنکر خوبیان باہر ہی باہر سے

فطانت اسکی تیرے سامنے چلنے نہین پاتی
ہمیشہ دل لگی کرتا ہے تو چرخ فسونگر سے

صفائے روے روشن مین ہے شاہا کچھ چمک ایسی
ترے آگے نظر آتے ہین آئینے مکدر سے

صفائے قلب کا مظہر جبین صاف ہے تیری
سمجھ جاتے ہین ہم غصے کو تیرے تیرے تیور سے

ہلال چرخ - نعل سم بناے آسمان منزل
ملی عزت اُسے تیرے (فلک پیما تگاور) سے

صفات اسکے عیان ہین نور روشنکی طرح ہم پر
ہر اک فرد بشر آگاہ ہے وصف ہنرور سے

ولاؔ حد ادب کا (مقتضی) یہ ہے قلم روکو
اُٹھاؤ ہاتھ اور مانگو دعا درگاہ داور سے

شہ مرسل کے صدقے مین بحق پنجتن یارب
طفیل چار یار مصطفیٰ و آل اطہر سے

رہے جب تک الٰہی بحر اور ہو بحر مین پانی
ق
گہر نکلین صدف سے اور صدف جبتک سمندر سے

سلامت تو رہے دنیا مین دائم آصف سابع
تعلق ہو ترا عالم مین قائم ہفت کشور سے

ہمارے سر پہ ہو قائم ترے اقبال کا سایا
رہے سرسبز تو دائم عروج بخت یاور سے

ترا حامی ترا یاور رہے دست یداللّٰہی
ملے امداد تجکو ذوالفقار دست حیدر سے

ترے بدخواہ و بداندیش پامال حوادث ہوں — رہے محفوظ تیری سلطنت اشرار کے شر سے

وظیفہ ہے مرا شام و سحر شکرانۂ نعمت
وظیفہ حسن خدمت کا ولاؔ پاتا ہوں اسدر سے

مسدس بمدح آقائے ولی نعمت دام ظلہٗ

الٰہی دمبدم ہے جود و سخا کی اس زمانے میں — ہوئی ہر اک کی رسائی مراد دل کے پانے میں
بھری ہے دولت دنیا و دین شہ کے خزانے میں — اسی کی حاتمی مشہور ہے اس آستانے میں
دکن میں آج عثمان غنی کی ہے جہانبانی
اسی کے نام سے اب دولت آصف ہے عثمانی

مبارک حکمران عثمان علیخان نام ہے اسکا — عمل احکام قرآنی پہ صبح و شام ہے اس کا
اصول شرع پر ثابت قدم اسلام ہے اسکا — سدا مخلوق کی راحت رسانی کام ہے اسکا
مذاہب اور ملل کی سرپرستی اس کا شیوا ہے
ہر اک فرد بشر عالم میں اس کا نام لیوا ہے

نظام الملک آصفجاہ دارائے فریدون فر — بسطوت برتر از خاقان بشوکت ہمسر قیصر
جوان مرد و جوان دولت جوان سال و جوان اختر — جہاندار و جہان آرا جہانگیر و جہان پرور
شہ ملک دکن فرمانروائے دولت آصف
فلاطون زمن نام و نشان صولت آصف

یہی دولت کا والی ہے ولایت ہو تو ایسی ہو — یہی ملت کا حامی ہے حمایت ہو تو ایسی ہو
یہی خلقت کا ہادی ہے ہدایت ہو تو ایسی ہو — یہی حکمت کا بادی ہے بدایت ہو تو ایسی ہو
عطا کا شوق اور عفو خطا کا ذوق ہے اسکو

صفاتِ خاص مین پیشینیون کی فوق ہے اسکو

یہی کوہ تحمل ہے۔ متانت اسکو کہتے ہین
یہی چرخ تخیل ہے فطانت اسکو کہتے ہین
یہی کنز تامل ہے ذہانت اسکو کہتے ہین
یہی راز توکل ہے امانت اسکو کہتے ہین

اسی کی بردباری رازدار ہوشیاری ہے
اسی کی رازداری خلق کی حاجت براری ہے

اسی کو خلق کہتی ہے سلیمان حشمت و دولت
یہی ہے رستم دوران قوی بازو قوی ہمت
اسی نے نام پایا ہے سکندر سطوت و صولت
اسی کا ہے لقب شاہ قدر قدرت قوی شوکت

جوان مردون مین ہے شوق اسکے احکام شجاعت کا
کہن سالون مین ہے ذوق اسکی راے و عقل و فکرت کا

طریقت مین ہے سالک اور کامل عشق مولیٰ مین
فضیلت اسکو حاصل ہے علوم دین و دنیا مین
شریعت کا ہے حامی اور نامی زہد و تقویٰ مین
سوا ہے مرتبہ اس شاہ کا دنیا سے عقبیٰ مین

اسی کی ذات سے علم و عمل نے قدر پائی ہے
اسی سے قالب کسب و ہنر مین جان آئی ہے

حسام سلطنت کا یہ بڑا بیدار والی ہے
اسی کی ذات سے اس ملک کی فرخندہ فالی ہے
رموز مملکت مین اسکی دانائی نرالی ہے
اسی سرکار ذی شان کا لقب سرکار عالی ہے

بحسن راے او ہر انتخاب او بجا باشد
وزیر اعظمش سالار جنگ بے ریا باشد

یہی وہ ہے جو پابند اصول دین و دنیا ہے
یہی ہے جس کے عدل و داد کا عالم مین چرچا ہے
یہی ہے وہ جو احکام شریعت کا خلاصا ہے
یہی ہے نصفت نوشیروانی مین جو یکتا ہے

معین اسکے ہین فخر الملک حق پرور عدالت مین
امین اسکے ہین انوار اللہ رہبر شریعت مین

سیاست مین ہے آپ اپنی مثل یہ فرد لاثانی
کیا کرتا ہے بیداری سے خلقت کی نگہبانی

عطا کی بھیڑیے کو رات دن گلے کی چوپانی
پلایا باگ بکری کو بہم اک گھاٹ کا پانی

معین سلطنت ہین افتخار الملک والملت
کیا اس نے عماد باوفا کو شحنۂ دولت

ملا کرتا ہے وہ دن رات فریادی سے بے کھٹکے
جفاکاران ظالم اسکی خدمت مین نہین پھٹکے

مظالم پیشگان فتنہ پرور دار پر لٹکے
ستمگاران بد اندیش اس کے ملک سے سٹکے

جرائم پیشگی اقدام سے آگے نہین بڑھتی
ڈکیتی اور ٹھگی کی بیل بھی منڈوے نہین چڑھتی

بسر کرتے ہین افراد رعایا شادکامی سے
شہ ذی شان ہے واقف انکے حالات منتاکی سے

پلیس اپنے فرائض پر ہے قائم نیک نامی سے
ہر اک صوبے مین ہے امن و امان خوش انتظامی سے

دکن مین قدر کے قابل ہین خدمات ان کی جن کے
سیاست پروران دور مین مداح ہین جن کے

جوانمردی مین شہزور نے ہے اسنے سبق پایا
فنون حرب مین استاد لاثانی نظر آیا

شجاعت مین شجیعان عرب کا ہے یہ ہم پایا
سدا ہے اسکے سر پر حیدر کرار کا سایا

سپہ سالار اعظم ہے یہ اپنی فوج شاہی کا
اسی کے قبضۂ قدرت مین ہے دل ہر سپاہی کا

بنا سر افسر الملک شجیع اس فوج کا افسر
ہے عثمان یار جنگ اس فوج دریا موج کا بخشی

اسی دولت کے صدقے مین ہے وہ کرنل سے آنر اور
بڑہائی اسکی عزت شہ نے ایڈی سی کے عہدے پے

وزیر فوج اس کا خانخانان دلاور ہے
جفاکش ماہر الدولہ اسی کا میر دفتر ہے

مداخل اور مخارج پر ہے مبنی ہر حساب اسکا
اصول خاص پر شامل ہے ہر اک مد و باب اسکا

سیاق دفتری اس ملک مین ہے لاجواب اسکا
ہر ایک اقلیم مین ضرب المثل ہے انتخاب اسکا

حبیب الدین محاسب اور جنرل کنٹرولر ہے
گلینسی اس کا فینانشل مددگار منسٹر ہے

خزانہ شاہ کا معمور افضال الٰہی سے
قلوب خلق ہین بہرپور اسکی خیر خواہی سے

ہے روشن سلک اسکی شاہ کی روشن نگاہی سے
ہمیشہ چشم بد مین دور ہے اقبال شاہی سے

مآل اندیش اک مرد جوان ہے مہتمم اس کا
دیانت کیش نصر اللہ خان ہے مہتمم اس کا

اسی کی مجلس شوری کے ممبر ہین امیر اسکے
صداقت کی صفت مین فرد کامل ہین مشیر اسکے

تحمل کے سبب ہین صاف گو مست پذیر اسکے
تفحص اور تعمق ہین صفات بے نظیر اسکے

عماد الملک کی ویرینگی کی داد دیتا ہے
فریدون جنگ کی راے رزین سے کام لیتا ہے

وہ شرح و بسط سے ہوتا ہے ہر تحریر پر قادر
تبحر کے سبب ما قل و دل تقریر پر قادر

فراست کی بدولت بر محل تدبیر پر قادر
کیا اسکے تدبر نے اسے تقدیر پر قادر

دبیر آسمان ۔ لوح و قلم ۔ سب اسکے گہر پر ہین
اسی کے معتمد احمد حسین نکتہ پرور ہین

اطبا اسکے ہین سب بے بدل فنِ طبابت مین ہر اک انمین کا ہے ضرب المثل وصف حذاقت مین
فلاطونانِ عالم رائدن ہین اسکی خدمت مین ارسطو اسکے شاگردون سے ہے آئین حکمت مین

ارسطو یار جنگ اس کا طبیب ماہر فن ہے
حکیم نامور شمشیر خان اشاف سے مبرہن ہے

دیانت اسکے عہدِ میمنت مین مسکراتی ہے خیانت خوف سے اسکے ہمیشہ منہ چھپاتی ہے
اسی کی دہاک سے ناراستی ذلت اٹھاتی ہے سچائی کی صفت ہر طرح اسکے دلکو بھاتی ہے

وہ دل سے چاہتا ہے راستی اور نیکنامی کو
بنایا صرف بیگی اپنا صادق جنگ نامی کو

سخن کا قدردان ہے اور سخندانی مین یکتا ہے اسکی نکتہ دانی کا سخن سنجون مین چرچا ہے
نکاتِ شعر کو باریکبینی سے سمجھتا ہے سخن فہمانِ عالم کا یہی ملجا و ماوی ہے

جلیل نامور کو اس نے بخشا رتبۂ عالی
اسی کے عہد مین حاصل ہے اختر کو خوش اقبالی

رعیت اسکی ہے خوشحال کھیتی کے محاصل سے خزائن اس کے مالا مال توفیر داخل سے
نوان حصہ لیا جاتا ہے اسکی جمع کامل سے وہ جا سرکار کو دیتے ہین نمبردار سب دل سے

امورِ مال مین دکھلاتے ہین اعلیٰ نظامت پر
دکن کو ناز ہے جنکی بزرگی اور قدامت پر

رفاہِ ملک کی ہر شے ابوابِ زراعت مین بڑھاوا ہے شہ کو ہر طرح خطِ فلاحت مین
ترقی دی ہے اکبر نے ہنگام ضرورت مین خزانہ وقف ہے اس کا کشاورزونکی راحت مین

فصیح الدین عزیز جنگ اسکے صوبہ دارون سے

محبت ہے جنھیں حد سے زیادہ کاشتکارون سے

تجارت جبر سے محفوظ اور سختی سے ہے مامون
اصول شاہ ہے آزادی تجار کا قانون
کیا انکو مراعات شہی نے شاہ کا ممنون
گھٹا محصول شاہی اور محاصل اسکا روز افزون

اسی صیغے کا ناظم لعل خان ہے جان نثار اسکا
بڑھایا خلق مین خوش انتظامی نے وقار اس کا

امور عامہ پر ہے توجہ اس کی سر تا سر
اسی صیغے سے رکھتا ہے تعلق مذہبی دفتر
ہر اک فرقہ رعایا کا ہے اپنے مذہب پر
بہم وابستگی انکو ہے مثل رشتہ و گوہر

سپرد حیدر رمی ہے دفتر اعلیٰ عدالت کا
تعلق ہے اسی سے کوتوالی اور طبابت کا

مکمل ہو گئی اب مجلس عالیہ دولت
بڑھے ارکان مجلس اور نہین باقی رہی قلت
ہوئی منظور شہ سے رکن زائد کی نئی خدمت
سمراج نکتہ دان کو کی عطا مجلس کی رکنیت

بنایا میر مجلس حاکم الدولہ بہادر کو
بلندی اس نے بخشی پایہ عز و تفاخر کو

اسی کا رکن ہے عبد الغفور معدلت گستر
اسی کا ہے نظامت جنگ نامی رکن نام آور
اسی مجلس کا ہے ذو القدر جنگ قدر دان گستر
اسی ہائیکورٹ کا اک جج ہے سید ہاشم لایر

مشیر شاہ ہے ناظم ملک شد ایک اس کا ممبر ہے
ضیاء الدین فاضل مفتی دین پیمبر ہے

بتوسیع اصول مجلس وضع قوانینش
بحکم خسروی ہر لحظہ صادر شد فرامینش
بآئین بہین طرز ہمایون داد تزئینش
برسم خسروان دور بین دستور آئینش

قوانین و قواعد از برائے ملک جاری شد
مشیر صیغۂ قانون او گشتہ جاری شد

وہ صیغہ - صیغۂ تصدیق دستاویز نام اسکا
ہوا تھا دولت غفران مکانی مین قیام اسکا

حقیقت مین ہے توثیق عہود و خلق کام اسکا
مکمل ہو گیا شہ کے کرم سے انتظام اسکا

ملا جنرل انسپکٹر کا عہدہ جارج ہندی کو
موثق کر دیا دولت نے اسکی حق پسندی کو

نصاب صیغۂ تعلیم کو کامل کیا اس نے
مصارف کے لیئے سرمایۂ وافر دیا اس نے

ہر اک حلقے پہ اک ناظر مقرر کر دیا اس نے
بہت سا انتظامی بار اپنے سر لیا اس نے

لطیفی کو مقرر کر دیا اس کی نظامت پر
ہنرمند و نکو اطمینان ہے جنکی لیاقت پر

مسلم انتظام پوسٹ مین ہے شہ کی بیداری
اسی عہد ہمایون مین ہوا منیارڈر جاری

مٹین اسکے کرم سے انتظامی دقتین ساری
سنا ہے ہو رہی ہے آجکل وی پی کی تیاری

اسی سررشتہ نامی کا ناظم ناکس ہومن ہے
بحمد اللہ بڑا ذی تجربہ اور ماہر فن ہے

فن تعمیر مین اس نے مذاق خاص پایا ہے
کمال فن مین میر احمد علی کو آزمایا ہے

ہر اک ایوان شاہی ہر محل اسنے بنایا ہے
براہ قدر دانی عہدہ اس بڑھایا ہے

رواق بادشاہی مین دفاتر کی بنا ڈالی
اسکی ذات سے ہے اس ریاست کی خوش اقبالی

رفاہ عام مین اسکی مسرت مین فطرت ہے
جدھر دیکھا ادھر پابندی حفظان صحت ہے

فنون کا فیض جاری ہر طرف آثار رحمت ہے
ہمارا راحت و آرام سب اسکی بدولت ہے

گلشن وار زر کو کر دیا اس نے صفائی کا
اسی در سے اُسے موقع ملا بخت آزمائی کا

نظامِ صرف خاص خسروی بہتر سے بہتر ہے
دکن مین ملک اس کا ایک صوبے کے برابر ہے
کئی تحصیلدارون پر تعلقدار افسر ہے
ہر اک تحصیل پر تحصیلدار اس کا مقرر ہے

اسی کا معتمد ہے نیک طینت راے مرلیدہر
دکن مین جسکی خیر اندیشیون کا ذکر ہے گھر گھر

بفرق تاجدار ما بود دست یداللّٰہی
بدست اقتدار او زمام ملک پاگاہی
در آمد تا بظلش نور عین آسمانجاہی
عیان شد اقتدار و ولقش از ماہ تا ماہی

چو حسن انتظامش صورت خورشید روشن شد
نفاذش در سواد ملک از دست اجرتن شد

یہی ہے سرپرست علم اہل فضل کا حامی
ہنر مند و نکاشائق قدردانی سے ہوا نامی
فنون خاص مین اسکی توجہ سے ملی خامی
اسی کی پختہ کاری سے اسے کہتے ہین علامی

مؤلف ہین اسی سرکار کا ہون اک زمانے سے
جہانگین وقف ہے دولت مرے علمی خزانے سے

مری تالیف قانونی سے واقف اہل دفتر ہین
مرے شعر و سخن کے قدردان ارباب جوہر ہین
فن تاریخ مین میری کتب بہتر سے بہتر ہین
لغات فارسی مین میری تصنیفات اکثر ہین

فلاحت کا مری شہرہ ہے فلاحان اکبر مین
جمل کا تذکرہ تاریخ گویان سخنور مین

اسی دولت نے پالا مجھکو آغوش محبت مین
ہوئی نشو و نما میری اسی ظل حمایت مین
سنبھالا ہوش اسی سرکار عالیشان کی دولت مین
برس چھبیس گزرے آصف سادس کی خدمت مین
نمک پروردہ دولت ہون مین سرکار عالی کا
جوانی مین وظیفہ ملگیا پیرانہ سالی کا

مری پنشن مین استحقاق سے بڑھکر رعایت ہے
کرم شہ کا مرے اشغال علمی پر نہایت ہے
ہر اک موقع پہ انعامات سے مجھپر عنایت ہے
اسی سرکار سے میری مدد بیحد و غایت ہے
مری اولاد نے پائے ہین عہدے اس ریاست مین
بحمد اللہ وہ کامل ہین تدین اور فراست مین

اسی دولت سے ہے مجھکو خطاب جنگی خانی
بجلدوے سے شامل ہاے ما دستور سلطانی
اسی سرکار نے دی مجھکو اک شمشیر لاثانی
تفنگ بیش قیمت ساعتی فرمود ازانی
ملے برٹش سے دو اعزاز اسی دولت کے صدقے مین
مین خلعت سے ہوا ممتاز اسی دولت کے صدقے مین

تعلقدار اول تھا ولا عہد جوانی مین
نمایان خدمتین کین دولت غفران مکانی مین
بسر کی زندگی اور عمر گزری کامرانی مین
صلے ہر اک کے پائے مین نے انکی زندگانی مین
بہت سے انقلابات زمانہ بیش و کم دیکھے
بڑھاپے مین جوان آقاے نعمت کے قدم دیکھے

اسی گلزار مین مثل چمن ہے خاندان میرا
ہوا خواہی سے اس گلشن کی ہے نام و نشان میرا
چمن مین ہے ولا اک شاخ گل پر آشیان میرا
رہے سرسبز یارب تا قیامت باغبان میرا
اسی کے دم قدم سے آمد باد بہاری ہے

عرق ریزی سے اسکی اس چمن کی آبیاری ہے

شہا تیری بدولت مال و دولت مجھکو حاصل ہے
تو میرا قدر دان اور قدر و قیمت مجھکو حاصل ہے
ترے اقبال سے اقبال و عزت مجھکو حاصل ہے
شفقت سے تری تیری محبت مجھکو حاصل ہے

تو ئی آقائے من - من بندۂ درگاہ ذیشانت
تو جان عالمی - جانم فدائے لطف و احسانت

مسدس کا مرے چاروں طرف عالم میں چرچا ہے
مرا حسن طلب تیری توجہ کے سوا کیا ہے
تری مدح و ثنا میں یہ مرا نادر قصیدہ ہے
جلیل نامور کے فیض سے میرا یہ دعوا ہے

ترا مداح کوئی مجھ سے بڑھکر ہو نہیں سکتا
مرا نقاد کوئی تجھ سے بڑھکر ہو نہیں سکتا

الٰہی تا ابد قائم رہے اس شاہ کا سایا
عریضہ جب پریشان حالیوں کا میں نے بھجوایا
سبکدوش اس نے مجھکو فکر آئندہ سے فرمایا
مری عین علالت میں یہ حکم خسروی آیا

دعا دو اور رہو تم مطمئن شہ کی عنایت سے
وظیفہ پائیں گے پس ماندگان بہ رعایت سے

الٰہی جب تلک انسان میں زور طاقت ہو
بہم دست و قلم میں داورا جب تک رفاقت ہو
طلاقت میں خدایا جب تلک صد صد فصاحت ہو
قلم میں یا خدا جب تک رقم کرنے کی طاقت ہو

شہ عثمان ہو اور ملک دکن کی حکمرانی ہو
دکن کی سلطنت ہمپایۂ اقلیم ثانی ہو

جہان میں جب تلک قائم رہے یا رب جہانبانی
رہے جب تک الٰہی سلطنت پر حکم سلطانی
سر شاہان پہ ہو جب تک الٰہی ظل یزدانی
خدایا جب تلک قائم رہیں آثار عثمانی

سریر آرائے ملک آصفی عثمان علیخان ہو
علی ہو اس کا حامی اور مددگار اس کا عثمان ہو

دیوانِ وِلا

زبان اردو کا دیوان جس میں استادان سلف و حال کی طرحوں کی صراحت ہے

طبعزاد

شمس العلما خان بہادر نواب عزیز جنگ بہادر ولاؔ تخلص

چشتی

مطبع عزیز المطابع حیدرآباد دکن

١٣٢٨ ف

فہرست دیوان اردو (نیرنگ سخن)

نمبر	مطلع غزل		نمبر صفحہ
۱	بسم اللہ عنوان ہے تری مدحت کا	یہ مطلع دیوان ہے مطلع تری طلعت کا	۱
۲	القاب قدر قدرت تمغہ تری دولت کا	تقدیر کی ماہیت امضا تری قدرت کا	۲
۳	خورشید پہ ہوتا ہے دھوکا تری صورت کا	مطلع یہ نرالا ہے مطلع تری طلعت کا	۳
۴	وہ دشمن دوست ہے اے یار تیرے مال و دولت کا	یہ عاشق بندۂ بے دام ہے تیری محبت کا	۵
۵	بہا کرتا ہے دریا آنکھ سے اشک ندامت کا	عجب کیا ہے جو برسے ہمیشہ باران تیری رحمت کا	۶
۶	میں عاشق ہوں مرا معشوق پرکالہ ہے آفت کا	اثر رگ رگ میں ہے ظالم کی شوخی اور شرارت کا	۸
۷	ہجران سے زیادہ کوئی غم ہو نہیں سکتا	اب دل سے مرے ضبط الم ہو نہیں سکتا	۹
۸	کیا ترک کریں عشق کو ہم ہو نہیں سکتا	جبتک مری جان دم میں ہے دم ہو نہیں سکتا	۱۱
۹	فریاد سے بند اپنا دہان ہو نہیں سکتا	نالوں سے کبھی ضبط فغان ہو نہیں سکتا	۱۲
۱۰	ہر روح روان ہو مری جان ہو نہیں سکتا	ہر سرو چمن سرو روان ہو نہیں سکتا	۱۳
۱۱	تردید میں پل جائے زبان ہو نہیں سکتا	کہدیں وہ نہیں میں کہوں ہان ہو نہیں سکتا	۱۵
۱۲	کبھی خلوت میں تری یار میں داخل نہوا	بزم میں مجکو سوا شرم کے حاصل نہوا	۱۶
۱۳	کبھی سورج ترے عارض کے مقابل نہوا	اس کا دعوے کبھی تسلیم کے قابل نہوا	۱۷
۱۴	خلق تجھسا کوئی اے حور شمائل نہوا	کون ہے وہ جو ترے حسن پہ مائل نہوا	۱۹
۱۵	ہار جب تک تری گردن میں حمائل نہوا	گل رخسار کبھی پھول پہ مائل نہوا	۲۰
۱۶	جب کھنچا نقشہ کسی کے روے پر تنویر کا	ماہ تابان بنگیا خاکا اسی تصویر کا	۲۱
۱۷	کچھ نہ پوچھو حال میرے نالۂ شبگیر کا	تھا مرا دام نفس صیاد اس نخچیر کا	۲۲

۱۸	جانان جو ترا عاشق خاک کف پا ہوتا	دامن کے تصدق میں آنکھوں میں بہا ہوتا	۲۳
۱۹	بے وجہ اگر ہم سے وہ یار خفا ہوتا	دم اپنا اسی غم سے گھٹ گھٹ کے فنا ہوتا	۲۴
۲۰	جب شربت جان پرور اس لب سے پیا ہوتا	بیمار ترا دلبر مر مر کے جیا ہوتا	۲۵
۲۱	ڈرتے جاتے تھے تم پرواہ کیسا مسکراتا تھا	ہمکو آتے تھے ہم پر آہ وہ بھی کر مانا تھا	۲۶
۲۲	اگر مقصود آنا تھا تو دشمن کو نہ لانا تھا	اگر تمہا نہ آپکا ارادہ تھا نہ آنا تھا	۲۷
۲۳	کفن کی منھ پہ چادر خاک مدفن کا بچھونا تھا	جہاں ہم سو رہے تھے وہ کسی تربت کا کونا تھا	۲۸
۲۴	مجھکو لے جان جو عشق قد بالا ہوتا	پھر مرا عالم بالا پہ حوالا ہوتا	۲۹
۲۵	دلمیں آتش تو جگر میں مرے چھالا ہوتا	آہ لب پر تو زبان پر مری نالا ہوتا	۳۰
۲۶	دل عاشق جو ترے غم سے بھر آیا ہوتا	دل ترا در دست خالی نظر آیا ہوتا	۳۱
۲۷	اگر حقیقت کو تری میں نے نہ پایا ہوتا	اپنے دلبر ترا نقشہ نہ جمایا ہوتا	۳۲
۲۸	اگر مرد مسلمان کو کبھی عشق صنم ہوتا	یہاں بت کی پرستش اور وہاں طوف حرم ہوتا	۳۴
۲۹	اگر عاشق تمہارا عشق میں ثابت قدم ہوتا	درد سودائی کا کاہے کو ہوتا نہ رنج درد و غم ہوتا	۳۵
۳۰	جو اوراق فلک پر حال دل اپنا رقم ہوتا	زینتان سر افراز [illegible] قلم ہوتا	۳۶
۳۱	سہتے ہیں ہم رنج و الم آپ کا	ہے دل ناشاد میں غم آپ کا	۳۷
۳۲	عشق نہ ہوتا جو صنم آپ کا	مجھکو نہ ہوتا کبھی غم آپ کا	۳۸
۳۳	اسکی بربادی کا خواہاں اگر ہو جائیگا	خانماں برباد تیرا اور در بدر ہو جائیگا	۳۹
۳۴	وہ اگر کوٹھے پہ شب جلوہ گر ہو جائیگا	نور باطن ہدیہ اہل نظر ہو جائیگا	۴۰
۳۵	برقع ہے ترا لب ستون [illegible]	ہے عارض [illegible] نور میں بجلی کا اجالا	۴۳
۳۶	[illegible]	ہم دلمیں [illegible] لب پہ زبان پر مری نالا	۴۳

۵۶	کسکے تونے ستم عاشق پہ کیا کیا		خدا جانے تجھے یہ ہو گیا کیا	۶۸
۵۷	وہ کہتے ہین عدو سے کچھ سنا کیا		کہا عاشق نے میرے حق مین کیا کیا	۶۹
۵۸	بہت کچھ اور ہونا ہے ہوا کیا		ابھی تو دیکھئے ہوتا ہے کیا کیا	۷۰
۵۹	غیر کو اپنا وہ اپنے کو پرایا سمجھا		اسکے اس فہم کو مین پھیر سمجھ کا سمجھا	۷۱
۶۰	بام دلدار کو دل عالم بالا سمجھا		کرسی یار کو مین عرش معلے سمجھا	۷۳
۶۱	جب کبھی عاشق پریشان حال کو سمجھانے لگا		فتنہ گر سلجھی ہوئی زلفونکو الجھانے لگا	۷۴
۶۲	جب ترے حسن کے مقابل آفتاب آنے لگا		اپنا سایہ دیکھکر ہیبت سے تھرانے لگا	۷۵
۶۳	جب کسی گل پیرہن پر دل مرا آنے لگا		ہاتھ سے پھر دامن صبر و سکون جانے لگا	۷۶
۶۴	مین ہوا خواہ دل و جان سے ہون اے گل تیرا		ہمدم نالہ ہوا آج جو بلبل تیرا	۷۷
۶۵	دل گرفتار ہے اے حلقۂ کاکل تیرا		تا قیامت رہے یہ دور تسلسل تیرا	۷۸
۶۶	یاد عاشق کو ہے پیمان کو بھلانا تیرا		کبھی بھولے سے بھی اے جان نہ آنا تیرا	۷۹
۶۷	یاد ہے آنکھ تجھے دکھون سے لڑانا تیرا		دل چرا کر مری جان آنکھ چرانا تیرا	۸۱
۶۸	شب فرقت مین عاشق کو دلیتا گاہ اٹھ بیٹھا		پڑا رو دیا کیا بستر پہ وقت آہ اٹھ بیٹھا	۸۲
۶۹	بگڑ کر جب مرے پہلو سے وہ ناگاہ اٹھ بیٹھا		مین اٹھ بیٹھا تو پھر چلنے کو وہ گمراہ اٹھ بیٹھا	۸۳
۷۰	در جانان کا پتا حلقۂ گیسو سے ملا		کعبۂ دل تجھ اکا فر ہند — سے ملا	۸۵
۷۱	ہوسکے نایاب مرا اشک جو لولو سے ملا		آبداری کا لقب اسکو اس آنسو سے ملا	۸۶
۷۲	طلعت جانان سے ہے جلتا ہے ترا کام آفتاب	۱	اسکے پرتو سے ہے عالم مین ترا نام آفتاب	۸۷
۷۳	دست ساقی ہے دائم نظر جام شراب	۲	ہے وہی راہ نما راہ بر جام شراب	۸۸
۷۴	دل ہی دل مین ہی آخر ہوس جام شراب	۳	تیرے لب تک نہ ہوئی دسترس جام شراب	۹۰

۷۵	شرم کی ہے تیرے عارض پر نقاب	۴	اس سے ہو سکتی نہیں بہتر نقاب	۹۱
۷۶	عارض جلوہ ہے عارض پر نقاب	۵	تیرے عارض کی بنی ہمسر نقاب	۹۲
۷۷	جب سمجھتا ہی نہیں کوئی زبان عندلیب	۶	پھر سمجھ میں آئے کیونکر داستان عندلیب	۹۳
۷۸	عشق گل سے بڑھ گئی گلشن میں شان عندلیب	۷	باغ میں چلنے لگی سب پر زبان عندلیب	۹۴
۷۹	مرنے والوں کو جھجک سے ڈراتا ہے طبیب	۸	جان نثاروں کا مخالف نظر آتا ہے طبیب	۹۵
۸۰	آج تشخیص مرض کے لئے آتا ہے طبیب	۹	تختۂ مشق مجھے اپنا بناتا ہے طبیب	۹۷
۸۱	آنکھ سے گرتے ہیں قطرے جس طرح ساون میں آب	۱۰	میرے رونے سے ہے جاری کوچہ و برزن میں آب	۹۸
۸۲	آب دل سے بھر گیا مہمان میرے تن میں آب	۱۱	پی گیا آنسو تو اُترا دیدۂ روشن میں آب	۹۹
۸۳	شام سے آ گئی کیا شامتِ شب	۱۲	نور عارض سے گئی عزّتِ شب	۱۰۰
۸۴	وجہ تکلیف بنی ظلمتِ شب	۱۳	میرے دل میں نہ رہی الفتِ شب	۱۰۲
۸۵	انجام کار سے کبھی غافل نہیں حباب	۱۴	ہے بے بصر مگر ہے بڑا دوربین حباب	۱۰۳
۸۶	مہر و کے انعکاس سے ہے مہ جبین حباب	۱۵	کیا خود نما ہے آئینۂ آتشین حباب	۱۰۵
۸۷	فدا حسن پر ہیں حسینان یورپ	۱	ترے ناز پر نازنینان یورپ	۱۰۶
۸۸	غیر سے خوش ہم سے خفا کیوں ہیں آپ	۲	آئینۂ عکس نما کیوں ہیں آپ	۱۰۷
۸۹	حقیقت کو ہم سے چھپاتے ہیں آپ	۳	بناوٹ کی صورت دکھاتے ہیں آپ	۱۰۸
۹۰	چمن میں نئے گل کھلاتے ہیں آپ	۴	ہتھیلی پہ سرسوں جماتے ہیں آپ	۱۱۰
۹۱	آئینہ دیکھ لیں جو مری چشم تر سے آپ	۵	حیران کچھ اسقدر ہوں کہ ہوں بیخبر اپنے آپ	۱۱۱
۹۲	حیران آئینے میں ہیں کس کی نظر سے آپ	۶	آئینہ بن گئے ہیں جو اُس کے اثر سے آپ	۱۱۲
۹۳	سپہر اوج تجمل کے آفتاب ہیں آپ	۷	فروغ حسن سے مسرور کی آب و تاب ہیں آپ	۱۱۳

۹۴	حجاب بزم سے گر خوگر نقاب ہیں آپ	۸	حیا و شرم سے دلدادہ حجاب ہیں آپ	۱۱۴
۹۵	کبھی دشمن سے نہ گھبرائیے آپ	۹	کام ہمت سے لیے جائیے آپ	۱۱۵
۹۶	آئیے آئیے جلد آئیے آپ	۱۰	میری آغوش میں آجائیے آپ	۱۱۷
۹۷	رات کی رات تو رہ جائیے آپ	۱۱	جھٹ پٹے وقت چلے جائیے آپ	۱۱۸
۹۸	جی میں آجائے تو پھر آئیے آپ	۱۲	دل نہ بہلے تو چلے جائیے آپ	۱۱۹
۹۹	کیا ہوا افسوس کہ ان خلوتیاں میں ظاہر آپ	۱۳	کون ہے دشمن کہ جہاں چھپتے ہیں کس کے ڈر سے آپ	۱۲۰
۱۰۰	باخبر جب آہنی جانو کہ ہیں جو سر سے آپ	۱۴	کیوں جاتے ہیں پھری اپنی آنکھ کے خنجر سے آپ	۱۲۱
۱۰۱	میرے دشمن سے لڑی آنکھ تو گئی سر سے آپ	۱۵	لگ گئی آگ کلیجے میں ادھر اپنے سے آپ	۱۲۳
۱۰۲	بیٹھ جائے وہ چلے آئیے ادھر اپنے سے آپ	۱۶	بھول کر راہ وہ پہنچے مرے گھر آپ سے آپ	۱۲۴
۱۰۳	نظر نہ آئی مرے گلعذار کی صورت	۱	نہ نکلی آج کوئی وصل یار کی صورت	۱۲۶
۱۰۴	گزری خیال زلف میں ایجان تمام رات	۲	دیکھا کیا میں خواب پریشان تمام رات	۱۲۷
۱۰۵	کیوں ہوا دلداری دلبر سے میرا اُچاٹ	۱	بیدلی نے کر دیا کیوں گھر سے میرا اُچاٹ	۱۲۸
۱۰۶	دختر رز کے سبب تم سے ہوئی یاری کی کاٹ	۲	چل گئی پیر مغاں اس ان مکار کی کاٹ	۱۳۰
۱۰۷	کاٹ میں کاٹ ترے ابروئے خمدار کی کاٹ	۳	جس کی خجالت سے کٹی جاتی ہے تلوار کی کاٹ	۱۳۰
۱۰۸	کیا جوڑ مقدر کا ہے تقدیر کی تانیث	۱	تذکیر تدبر ہوئی تدبیر کی تانیث	۱۳۲
۱۰۹	تم شکایت مری اغیار سے کرتے ہو عبث	۲	تو سکنے پر دے تم مجھ سے بچھڑتے ہو عبث	۱۳۳
۱۱۰	ہم سنتے ہیں جاؤ گے تو تم غیر کے گھر آج	۱	کر جائیں گے ہم بھی اسی دنیا سے سفر آج	۱۳۴
۱۱۱	مہمان مرے ہو کے نہ آتے وہ اگر آج	۲	موقوف نہ ہوتا مرا دنیا سے سفر آج	۱۳۵
۱۱۲	جانان تری فرقت میں کٹی شام و سحر آج	۳	بستر پہ تڑپتے رہے ہم اٹھ کے پھر آج	۱۳۶

۱۱۳	زلف پیچان مین چھپے تھے اسکے مکر و فن کے پیچ	۱	آگئے ہم پیچ مین اور چل گئے دشمن کے پیچ	۱۳۷
۱۱۴	غنچۂ باغ نے جب کی دہن یار کی جانچ	۲	پھول جھڑنے لگے منہ سے ہوئی گفتار کی جانچ	۱۳۹
۱۱۵	چشم گریان سے ہوئی خنجر خونخوار کی جانچ	۳	آب سے آب جو کی ہارنے کی ہار کی جانچ	۱۴۰
۱۱۶	دل مرا حاضر ہے ظالم خنجر خونخوار کھینچ	۴	ہے سر تسلیم خم شمشیر جوہر دار کھینچ	۱۴۱
۱۱۷	آہ جو دل سے نکلتی ہے غبارے کی طرح	۱	جھلملاتی ہے سر چرخ ستارے کی طرح	۱۴۲
۱۱۸	عارض ترا چمن تری کاکل چمن کی شاخ	۱	گلشن مین شاخ گل سے ملی نسترن کی شاخ	۱۴۴
۱۱۹	ہاتھون سے ہاتھ آئی جو اس گلبدن کی شاخ	۲	تشبیہ اسکی بن گئی نخل چمن کی شاخ	۱۴۶
۱۲۰	تم کو ایام جوانی مین ہے آرام پسند	۱	ہمکو ہنگام ضعیفی مین ہوا کام پسند	۱۴۷
۱۲۱	چاند گھٹنے لگا کمال کے بعد	۲	زرد سورج ہوا زوال کے بعد	۱۴۹
۱۲۲	جور سے باز رہا یار مرا میرے بعد	۳	ہو گیا ہاتھ بھی خنجر سے خفا میرے بعد	۱۵۰
۱۲۳	کسپہ ڈہاؤ گے ستم میرے بعد	۴	کس پہ برساؤ گے غم میرے بعد	۱۵۲
۱۲۴	جاتی نہین ہے دل سے مرے گلبدن کی یاد	۵	جسطرح عندلیب کے دل سے چمن کی یاد	۱۵۳
۱۲۵	جب ہوا زاہد کو اپنی پارسائی کا گھمنڈ	۱	کیون نہ ہو اس بت کو پھر اپنی خدائی کا گھمنڈ	۱۵۵
۱۲۶	ہم لکھا کرتے ہین اس شوخ کو اکثر کاغذ	۱	چاک کر دیتا ہے بے دیکھے ستمگر کاغذ	۱۵۶
۱۲۷	لا ترے پر کو بنا دون مین کبوتر کاغذ	۲	بال و پر سے نہین گر جائے اُڑ کر کاغذ	۱۵۸
۱۲۸	ہے گل کو اگر ناز تری گلبدنی پر	۱	غنچے کو تھا غرور تری غنچہ دہنی پر	۱۵۹
۱۲۹	ہوتے ہین فدا گل تری نازک بدنی پر	۲	قربان ہے بلبل تری گل پیرہنی پر	۱۶۰
۱۳۰	تبسم یار کا مجھ سے ستم ظریفی ہے [illegible]	۳	[illegible]	۱۶۱
۱۳۱	نقاب تار زر کا [illegible]	۴	چراغ [illegible]	۱۶۲

نمبر	مصرع	تعداد	مصرع	صفحہ
۱۳۲	آمادہ کیوں ہوا ہے تو اسکے ہلاک پر	۵	بسمل تری نگہ کا تڑپتا ہے خاک پر	۱۶۳
۱۳۳	غصہ کچھ اسقدر ہے ستمگر کی ناک پر	۶	نکلی نظر پڑی تو نگس ان ہے خاک پر	۱۶۴
۱۳۴	جو میں نے دیکھی تمھاری صورت بناؤں میں آئینہ دکھا کر	۷	جبین روشن ہنسی کی دیکھو تو نگہ مری آئینے میں پاکر	۱۶۴
۱۳۵	جلائیں مجھ کو جب دل ہمارا جو آگ ان میں لگا لگا کر	۸	بجھائیں آنکھوں سے ہم بھی دریا بہا کے اپنے آنسو بہا کر	۱۶۵
۱۳۶	میری خاطر خاطر زاہد نہ اے خمار توڑ	۱	ہے سے کرسو بار توبہ پھر لے سو بار توڑ	۱۶۷
۱۳۷	جب نہیں رکھتی ہے تیغ ابرو خمدار توڑ	۲	پھینک دے اپنی سپر لے پہلوان تلوار توڑ	۱۶۸
۱۳۸	ہے ناز سے بہتر ترے انداز کا انداز	۱	انداز سے بڑھکر ہے ترے ناز کا انداز	۱۶۹
۱۳۹	چھوڑ جاؤ مجھے جلاد جفاکار کے پاس	۱	نیند گہری مجھے آجاتی ہے تلوار کے پاس	۱۷۰
۱۴۰	ہوئی جو عاشق کو گلبدن کی تلاش	۱	تو عندلیب کو ہونے لگی چمن کی تلاش	۱۷۲
۱۴۱	تم نے مرے دل کو کر دیا خوش	۲	آباد رہو رہو سدا خوش	۱۷۴
۱۴۲	خوش سرو ترا قد دلربا خوش	۳	رفتار ہے خوش تری ادا خوش	۱۷۴
۱۴۳	کرتا ہے میکدے میں جو مستی شراب رقص	۱	پردے میں بیخود کیے ہوا بے نقاب رقص	۱۷۵
۱۴۴	حلقۂ زلف میں تیرے مرے دلبر عارض	۱	چودھویں رات کا ہے ماہ منور عارض	۱۷۷
۱۴۵	نہ کیوں کسی کو ہے آتشیں سے بنے مرد کیا عارض	۲	وہ شعلہ حسن ہے کسی کا اگر ترا التہاب عارض	۱۷۸
۱۴۶	کبھی گل بوستان لطف ہو تو وقت خطاب عارض	۳	کبھی تو گلنار باغ کلفت بنا بوقت عتاب عارض	۱۷۹
۱۴۷	بعد مدت جب کبھی آتا ہے خط	۱	آپ کا آنکھوں میں پھر جاتا ہے خط	۱۸۰
۱۴۸	چلے جہاں سے ہم اے دلربا خدا حافظ	۱	یہ آخری ہے ہماری دعا خدا حافظ	۱۸۲
۱۴۹	جلنے لگی تو منہ سے نہ نکلی فغان شمع	۱	ضبط فغاں میں خوب ہوا امتحان شمع	۱۸۳
۱۵۰	مشعل کی طرح جلنے لگی جب زبان شمع	۲	شعلہ پہ دود آہ بنی داستان شمع	۱۸۴

نمبر	مصرع	شعر	مصرع	صفحہ
۱۵۱	یاد ہے اچھی طرح سے ہم کو بچپن کا چراغ	۱	جب جلایا تھا دکن میں ہم نے بیگن کا چراغ	۱۸۵
۱۵۲	ہے چراغ روز تیرے قصر روشن کا چراغ	۲	ماہ شب افروز شب میں تیرے مسکن کا چراغ	۱۸۶
۱۵۳	قائم ہے جب کنار محبت میں جائے زلف	۱	عارض کے گلے سے لپٹ کیوں نہ جائے زلف	۱۸۸
۱۵۴	جس رات لگ گئی مرے دلکو ہوائے زلف	۲	ایسا اثر ہوا کہ ہوا مبتلائے زلف	۱۸۹
۱۵۵	دل مرا کیوں نہ ہو سو جان سے پروانۂ عشق	۱	شمع محفل ہے ترا عارض جانانۂ عشق	۱۹۰
۱۵۶	شیشہ و جام سے معمور ہے میخانۂ عشق	۲	بادۂ عشق سے لبریز ہے پیمانۂ عشق	۱۹۱
۱۵۷	کیوں مجھ سے نہ بیٹھے ہو انجان ابھی تک	۱	خاموش ہو کیوں تم پہ میں قربان ابھی تک	۱۹۲
۱۵۸	کئے جائینگے یوں جفا کب تک	۲	میں سمجھوں ظلم آپ کا کب تک	۱۹۳
۱۵۹	سوز سے میرے لگی اے دل ترے تن میں آگ	۱	تیرے دامن نے لگا دی میرے جان تن میں آگ	۱۹۴
۱۶۰	تیرے غصے نے لگا دی عارض روشن میں آگ	۲	شمع ہے جالی کے پردے کے ہر اک روزن میں آگ	۱۹۵
۱۶۱	ڈھاک کیا پھولا لگا دی ہے کسی نے بن میں آگ	۳	لالۂ دشتی سے روشن کوہ کے دامن میں آگ	۱۹۶
۱۶۲	زلف کی ناگن پی رہتی ہے تیرے من میں آگ	۴	کاٹ کھاتی ہے تو پڑ جاتی ہے سارے تن میں آگ	۱۹۷
۱۶۳	کیوں ہو رہا ہے شوق میں بے اختیار دل	۱	کیوں جھک رہا ہے تیری طرف بار بار دل	۱۹۸
۱۶۴	سب کے ہیں تیرے ہاتھ میں پروردگار دل	۲	فضل و کرم کا ہے ترے امیدوار دل	۱۹۹
۱۶۵	پڑ گیا تو قفس تنگ کے پالے بلبل	۳	پڑ گئے آج تری جان کے لالے بلبل	۲۰۰
۱۶۶	پڑ گیا آج تو کیوں عشق کے پالے بلبل	۴	تجھکو کرتا ہوں میں خالق کے حوالے بلبل	۲۰۲
۱۶۷	اس گلبدن کو تنگ ہے تن پر قبائے گل	۵	کیوں کو تھی کی شرم سے مرجھا نجائے گل	۲۰۳
۱۶۸	گلرو جو پیرہن کے گلے میں لگائے گل	۶	جامے میں پھر خوشی سے نہ پھولا سمائے گل	۲۰۴
۱۶۹	پھولے ہیں آج عارض گل پیرہن کے پھول	۷	نازک ہیں لال لال ہیں جیسے چمن کے پھول	۲۰۵

صفحہ		نمبر		صفحہ
۱۷۰	جب کبھی آپے میں آجاتے ہیں ہم	۱	بے خودی سے اپنی شرماتے ہیں ہم	۲۰۷
۱۷۱	جب کبھی آنکھیں لڑا آتے ہیں ہم	۲	لڑ گئی قسمت تو لڑ جاتے ہیں ہم	۲۰۸
۱۷۲	کوچے سے ترے اگر گئے ہم	۳	ایجان سمجھ کہ مر گئے ہم	۲۰۹
۱۷۳	دل سے ترے کیا اتر گئے ہم	۴	جیتے جی ہائے مر گئے ہم	۲۱۰
۱۷۴	آزاد بن کے چل دئیے اپنے مکان سے ہم	۵	چھوڑا قفس تو روٹھ گئے آشیان سے ہم	۲۱۱
۱۷۵	ایسے تھکے ہیں نالہ و آہ و فغان سے ہم	۶	کچھ ہو گئے ہیں جان جہان ناتوان سے ہم	۲۱۲
۱۷۶	قید ہستی سے نہ ہونگے جب تلک آزاد ہم	۷	دام سے زلفوں کے چھوٹینگے نہ اے صیاد ہم	۲۱۳
۱۷۷	دوستو رکھتے ہیں کام اپنے فقط کام سے ہم	۸	پھر نظر آتے ہیں کیوں عشق میں ناکام سے ہم	۲۱۵
۱۷۸	دل لگاتے نہ اگر اپنے دل آرام سے ہم	۹	اپنے کاشانے میں رہتے بہت آرام سے ہم	۲۱۶
۱۷۹	جب سنا بیٹھے کسی کو عشق کا افسانہ ہم	۱۰	سننے والے کو بنا بیٹھے ترا دیوانہ ہم	۲۱۷
۱۸۰	عشق میں کہتے ہیں ایجان شرب پیمانہ ہم	۱۱	اپنی رندی سے بنے ہیں ساکن میخانہ ہم	۲۱۸
۱۸۱	جب بےبسی کو جان گئے بےکسی سے ہم	۱۲	قسمت کو اپنی مان گئے بس ابھی سے ہم	۲۱۹
۱۸۲	جس دن سے دل لگائے ہیں جاناں کسی سے ہم	۱۳	کھو بیٹھے اپنے دلکو عجب بےبسی سے ہم	۲۲۰
۱۸۳	بیٹھے ابرو کمان کیونکر نشان تیر ہم	۱۴	ہو گئے کس کے اشارے سے تہ شمشیر ہم	۲۲۰
۱۸۴	گھائل ہوئے جو آپ کے تیر نظر سے ہم	۱۵	بیتاب ہو کے رہ گئے زخم جگر سے ہم	۲۲۲
۱۸۵	محروم جا رہے ہیں خدا تیرے در سے ہم	۱۶	مایوس ہو رہے ہیں دعا کے اثر سے ہم	۲۲۳
۱۸۶	کیوں نہ اتریں ساحل مقصد سے لگ جائیں ہم	۱۷	رکھتے ہیں دل کا سفینہ چشم دریا بار ہم	۲۲۴
۱۸۷	کیا قیامت کا اثر ہے آپکی تقریر میں	۱	دل کھنچے جاتے ہیں جذب قوت تاثیر میں	۲۲۶
۱۸۸	دل مرا جب سے پھنسا اس زلف کی زنجیر میں	۲	آتش سوز جگر انگر ہے آتش گیر میں	۲۲۶

۱۸۹	وہ مست ہو نہین جسے حاجت شراب نہین	۳	وہ دل جلا ہون جسے لذت کباب نہین	۲۲۷
۱۹۰	وہ کمسنی کے سبب خوگر نقاب نہین	۴	نگہ مین شرم نہین آنکہ مین حجاب نہین	۲۲۸
۱۹۱	نکل جاے مرا دم جب پہنچ جاؤن ترے سینے مین	۵	تمنا بس یہی دل مین ہے اور دل اپنے سینے مین	۲۲۹
۱۹۲	حسن دیدار ہین تیری آنکھین	۶	نور ابصار ہین تیری آنکھین	۲۳۱
۱۹۳	کیسی خونخوار ہین تیری آنکھین	۷	تیز تلوار ہین تیری آنکھین	۲۳۲
۱۹۴	سخن شکر زبان شیرین فصاحت اسکو کہتے ہین	۸	کنایونسے مری نفرین بلاغت اسکو کہتے ہین	۲۳۳
۱۹۵	لیا دل دیکے دم ہم کو عنایت اسکو کہتے ہین	۹	دیا دل رکھ لیا غم کو محبت اسکو کہتے ہین	۲۳۴
۱۹۶	تیری جفا سے گرچہ مصیبت کشیدہ ہون	۱۰	لیکن نہین مجال جو تجھ سے کشیدہ ہون	۲۳۶
۱۹۷	ایجان ضبط اشک سے مین آبدیدہ ہون	۱۱	گر کر تری نگاہ سے اشک چکیدہ ہون	۲۳۷
۱۹۸	جسدن سے گلرخونکا گریبان دریدہ ہون	۱۲	جیب امید چاک ہے دامن کشیدہ ہون	۲۳۷
۱۹۹	ستم آج ہم پر نرالے ہوے ہین	۱۳	تحمل سے ہم بھی سنبھالے ہوے ہین	۲۳۸
۲۰۰	تماشے کو ناتک مین آئے ہوئے ہین	۱۴	وہ عارض سے پردہ اٹھائے ہوے ہین	۲۴۰
۲۰۱	عیادت کو احباب آئے ہوئے ہین	۱۵	نگاہون سے ہم کو بچائے ہوے ہین	۲۴۱
۲۰۲	زبان اپنی اے بدزبان تم سنبھالو	۱	نہ گالی کبھی منہ سے اپنے نکالو	۲۴۳
۲۰۳	وفادارونسے اپنے ہو نا مہربان کیون ہو	۲	جفا کے بعد بھی مجھ پر خفا اے مہربان کیون ہو	۲۴۴
۲۰۴	تم مظہر قدرت خدا ہو	۳	یا آئینہ خدا نما ہو	۲۴۵
۲۰۵	ظلم آپ کا اس سے بڑھ کے کیا ہو	۴	فرماتے ہین کم ہے جو ہوا ہو	۲۴۶
۲۰۶	اے یار دشمنونسے عداوت ہی کیون نہ ہو	۵	دلدار دوستون سے محبت ہی کیون نہ ہو	۲۴۸
۲۰۷	آئے ہین آپ دل لبھانے کو	۶	اپنا عاشق مجھے بنانے کو	۲۴۹

۲۰۸	ہوا نہ دلپہ اثر انکے ہو تو کیونکر ہو ۂ	۷	دعا وعا نہ رہی پھر کھو تو کیونکر ہو ۂ	۲۵۱
۲۰۹	برق نگہ کو چمکا دو ۂ	۸	صورت روشن دکھلا دو	۲۵۲
۲۱۰	مین سلئے دیتا ہون ہان جو انھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو	۹	نھین مجکو اسکا بھی غم ذرا انھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو	۲۵۴
۲۱۱	جس بت پہ طبیعت آگئی ہو	۱۰	معشوق ہے اپنا جو کوئی ہو	۲۵۵
۲۱۲	تم حور ہو غیرت پری ہو	۱۱	تم رشک بتان آذری ہو	۲۵۶
۲۱۳	ترے عارض سے تیرے گھر مین پاکر یار گلشن کو	۱۲	قفس مین ڈھونڈتا ہے عندلیب اپنے نشیمن کو	۲۵۷
۲۱۴	چھپاتے اسلئے ہین آپ اپنے روے روشن کو	۱۳	نہ دیکھین ہم شب وصل آپکی عریانی تن کو	۲۵۸
۲۱۵	اے مرے مھربان ادھر آؤ	۱۴	آج تک تھے کھان ادھر آؤ	۲۵۹
۲۱۶	میرے آرام جان ادھر آؤ	۱۵	جا رہے ہو کھان ادھر آؤ	۲۶۰
۲۱۷	کھو چکے جب ہم جوانی کا مزہ	۱	اب نھین کچھ زندگانی کا مزہ	۲۶۱
۲۱۸	وہ اڑاتے ہین جوانی کا مزہ	۲	لوٹتے ہین زندگانی کا مزہ	۲۶۲
۲۱۹	ہنسنے لگے وہ لطف و کرم سے ملا کے ہاتھ	۳	اون کی ادانے چھین لیا دل بڑھا کے ہاتھ	۲۶۳
۲۲۰	دل اپنا لگ گیا جو کسی دلربا کے ہاتھ	۴	پھر اپنے دل سے بیٹھ گئے ہم اٹھا کے ہاتھ	۲۶۵
۲۲۱	اے جفا جو تری جفا ہے یہ	۵	گر جفا یہ نہین تو کیا ہے یہ	۲۶۶
۲۲۲	حسن کیا ہے بڑی بلا ہے یہ	۶	گرچہ ظاہر مین خوش نما ہے یہ	۲۶۷
۲۲۳	خیر ہے آج وہ کیون آئے ہین تلوار کے ساتھ	۷	ہم لپٹ جائینگے اے تیغ ترے وار کے ساتھ	۲۶۸
۲۲۴	خنجر بکف ہین آج تمھاری ادا کے ساتھ	۸	ذرات زندگی ہے ہماری قضا کے ساتھ	۲۷۰
۲۲۵	دل جا چکا ہے آج کسی دلربا کے ساتھ	۹	عاشق کو سابقہ ہے کسی بیوفا کے ساتھ	۲۷۱
۲۲۶	وہ سر جھکائے بیٹھے ہین شرم و حیا کے ساتھ	۱۰	آنکھین لگائے بیٹھے ہین ہم التجا کے ساتھ	۲۷۲

۲۲۷	جلوہ گر آج وہ کوٹھے پہ ہین کس آن کے ساتھ	۱۱	چاند ہو کر وہ چمکتے ہین عجب شان کے ساتھ	۲۷۳
۲۲۸	انعام لیا کرتے ہین اغیار ہمیشہ	۱۲	کیا ہم ہین سزا اونکے سزاوار ہمیشہ	۲۷۴
۲۲۹	آنکھون مین تری آنکھ کی تلوار ہمیشہ	۱۳	کانون مین تری تیغ کی جھنکار ہمیشہ	۲۷۵
۲۳۰	وہ کر کے پلٹ جاتے ہین اقرار ہمیشہ	۱۴	ہم جا کے پلٹ آتے ہین ہر بار ہمیشہ	۲۷۶
۲۳۱	جب ہوا آئینہ رو تیرے برابر آئینہ	۱۵	تجکو دکھلانے لگا پھر اپنا جوہر آئینہ	۲۷۷
۲۳۲	گر نہ ہوتا اس خط نازک کا جوہر آئینہ	۱۶	عکس کے بدلے نظر آتا منور آئینہ	۲۷۸
۲۳۳	جب تری تصویر مین ہے روئے انور آئینہ	۱۷	آئینہ اندر ہے قائم اور باہر آئینہ	۲۷۹
۲۳۴	جب خود ہی دل ترا ہے مرے دلبر آئینہ	۱۸	حیران ہون کیون پڑا ہی ترے دلبر آئینہ	۲۸۱
۲۳۵	تم ہم پہ کرو یار ستم اور زیادہ	۱۹	برداشت کئے جائینگے ہم اور زیادہ	۲۸۲
۲۳۶	جتنا تو کرے ہم پہ ستم اور زیادہ	۲۰	اتنا ہی تجھے چاہینگے ہم اور زیادہ	۲۸۳
۲۳۷	کھین یارب نہ بدلجائے مرے یار کی آنکھ	۲۱	کھین پھر جائے نہ مجھ سے مرے دلدار کی آنکھ	۲۸۴
۲۳۸	مین گیا رات تو آہٹ سے کھلی یار کی آنکھ	۲۲	نیند بھی شکر خدا دشمن مکار کی آنکھ	۲۸۵
۲۳۹	جب کبھی پڑ گئی عاشق پہ مرے یار کی آنکھ	۲۳	کبھی جھپکی نہین اس طالب دیدار کی آنکھ	۲۸۷
۲۴۰	میری آنکھون مین سما جائے اگر یار کی آنکھ	۲۴	میان بنکر ہو نگہبان کسی تلوار کی آنکھ	۲۸۸
۲۴۱	باعث بیماری عاشق تری بیمار آنکھ	۲۵	آگہ خونریزی و آتش تری خونخوار آنکھ	۲۸۹
۲۴۲	خود غرض ہے عین مستی مین تمہی ہشیار آنکھ	۲۶	اپنے مطلب مین بڑی ہشیار ہے ہشیار آنکھ	۲۹۰
۲۴۳	تیری صورت سے عیان دل کی کدورت تیری	۱	اس کی [illegible] نہان مجھ سے محبت تیری	۲۹۲
۲۴۴	یار پاتا ہون کچھ آتری ہوئی صورت تیری	۲	آج کیسی ہے مرجان طبیعت تیری	۲۹۳
۲۴۵	غبار دل تصور مین بنا تصویر مٹی کی	۳	[illegible] ہین مری تقریر مٹی کی	۲۹۵

صفحہ	مطلع	نمبر	مطلع	صفحہ
۲۴۶	ہم کو الفت تمہاری صورت سے	۴	تم کو نفرت ہماری صورت سے	۲۹۷
۲۴۷	ہم بھٹکنے لگے تھے شامت سے	۵	پھنس گئے زلف کی عنایت سے	۲۹۷
۲۴۸	تم ہو معذور اپنی فطرت سے	۶	ہم بھی مجبور ہیں طبیعت سے	۲۹۹
۲۴۹	مقابل جب کسی عاشق کے چشم یار ہوتی ہے	۷	کبھی برچھیاں کبھی خنجر کبھی تلوار ہوتی ہے	۳۰۰
۲۵۰	پیدا جو کل ہوئے تھے سنا آج مر گئے	۸	آنکھیں کھلی نہ تھیں کہ جہان سے گزر گئے	۳۰۱
۲۵۱	کہتے ہیں وہ عدو سے مخالف کے گھر گئے	۹	وہ کیا گئے کہ ہم بھی جہان سے گزر گئے	۳۰۲
۲۵۲	لگ گئے یار مرے لب جو ترے گالوں سے	۱۰	آج دم بھر مجھے تسکین ملی نالوں سے	۳۰۳
۲۵۳	آتش عشق بھڑکتی ہے مرے نالوں سے	۱۱	تن مرا بچ نہ سکا آگ کے پرکالوں سے	۳۰۵
۲۵۴	تیری صورت ہے یا کہ مورت ہے	۱۲	یہ ہے بت یا پری کی صورت ہے	۳۰۶
۲۵۵	کیا صفائی ہے کیسی صورت ہے	۱۳	دیکھ کر آئینے کو حیرت ہے	۳۰۸
۲۵۶	ہر ادا میں تری نزاکت ہے	۱۴	ہر سخن میں ترے لطافت ہے	۳۰۹
۲۵۷	تیرے عاشق کو تجھ سے الفت ہے	۱۵	تجھکو عاشق سے اپنے نفرت ہے	۳۱۰
۲۵۸	جب خفا ہو کے برس مجھ پہ تم اے یار پڑے	۱۶	تم پہ اُولے مرے اشکوں کے لگاتار پڑے	۳۱۱
۲۵۹	گر مہ نو پہ ترا پرتو رخسار پڑے	۱۷	پھر ضرورت کبھی سورج کی نہ زنہار پڑے	۳۱۳
۲۶۰	بلاتے وہ اگر ہم کو تو جاتے اپنی آنکھوں سے	۱۸	اگر رستے قدم انکے لگاتے اپنی آنکھوں سے	۳۱۴
۲۶۱	ادا انکی ادا گر وہ دکھاتے اپنی آنکھوں سے	۱۹	تڑپ کر ہم قدم انکے لگاتے اپنی آنکھوں سے	۳۱۵
۲۶۲	اگر وہ چشم حیران کو ملاتے اپنی آنکھوں سے	۲۰	ہم انکو انکی تصویریں دکھاتے اپنی آنکھوں سے	۳۱۶
۲۶۳	رنگ زلفوں نے کیا نکالا ہے	۲۱	ایک کالی ہے ایک کالا ہے	۳۱۷
۲۶۴	قد تمہارا بلند و بالا ہے	۲۲	عاشقوں کے جگر پہ بھالا ہے	۳۱۹

صفحہ	مصرع	نمبر	مصرع	صفحہ
۲۶۵	تو نہ بنتا ہے او نہ بالا ہے	۲۳	کھین باتون مین آنے والا ہے	۳۲۰
۲۶۶	خدا جانے مرے کہنے کا مطلب آپ کیا سمجھے	۲۴	الٹ کر بات کے سمجھانے والونکو خدا سمجھے	۳۲۱
۲۶۷	خدا جانے وہ اپنی کاکل پیچانکو کیا سمجھے	۲۵	بہت کچھ ہم نے سمجھایا مگر انکی بلا سمجھے	۳۲۳
۲۶۸	بتون کے حسن کو ہم نور حق لے مہ لقا سمجھے	۲۶	تم اپنے کو خدا سمجھے تو پھر تم سے خدا سمجھے	۳۲۴
۲۶۹	جو طبیعت مری جان خوف خدا کرتی ہے	۲۷	وہ برائی مین بھی عالم کا بھلا کرتی ہے	۳۲۵
۲۷۰	کیون نسیم سحری روز چلا کرتی ہے	۲۸	فتنہ برپا وہ گلستان مین کیا کرتی ہے	۳۲۶
۲۷۱	ہے زبان تیز بہت کچھ تو کہا کرتی ہے	۲۹	دیکھتا ہون اری تلوار تو کیا کرتی ہے	۳۲۷
۲۷۲	خدا جو عاشق ہمین بناتا تو عاشق [illegible] یار ہوتے	۳۰	جو تجھ سے ہمین ملاتا تو جان دینے کو ہم تیار ہوتے	۳۲۸
۲۷۳	جو ہم کو پتھر خدا بناتا کسی کی لوح مزار ہوتے	۳۱	جو سنگدل سے کبھی ملاتا تو ایک ٹھوکر مین چار ہوتے	۳۲۹
۲۷۴	ہین حسینان چمن [illegible] نرگس کے	۳۲	کشتہ حسرت دیدار ہے جو نرگس کے	۳۳۱
۲۷۵	وہ سوچتے ہین ہمیشہ کلام سے پہلے	۳۳	وہ گھورتے ہین جواب سلام سے پہلے	۳۳۳
۲۷۶	در گزر کی خبر آتی ہے سزا سے پہلے	۳۴	تیری بخشش نظر آتی ہے خطا سے پہلے	۳۳۴
۲۷۷	آنکھ عاشق کی لڑی شرم و حیا سے پہلے	۳۵	پھر وہ عارض پہ پڑی زلف سیا سے پہلے	۳۳۵
۲۷۸	عارض سے تری زلف رسا جب اتر آئی	۳۶	عاشق کو ترے اسکی خبر تار پر آئی	۳۳۷
۲۷۹	پھر [illegible] ادہر آج سواری کدہر آئی	۳۷	امید سے بڑھکر مری امید بر آئی	۳۳۸
۲۸۰	الحمد للہ کہ امید بر آئی	۳۸	قسمت سے مجھے یار کی صورت نظر آئی	۳۳۹
۲۸۱	اگر تیری [illegible] سے خم نکلے	۳۹	غضب ہو جائے اس تلوار سے تیغ دو دم نکلے	۳۴۰
۲۸۲	تمہارے عشق مین ثابت قدم [illegible] نکلے	۴۰	[illegible] آسمان کج [illegible] ثابت قدم نکلے	۳۴۱
۲۸۳	نہ ارمان دل سے نکلے اور نہ ناکامی کا غم نکلے	۴۱	نکلتا ہے اگر جان تو مشکل ہے کہ دم نکلے	۳۴۲

۲۸۴	کیون تیرے آستان پہ بہت ہجوم عام ہے	۴۲	کیا بات ہے جو آج بڑا اہتمام ہے	۳۴۳
۲۸۵	ہم کو جہان مین عشق بتِ سبز فام ہے	۴۳	زیر نگہ سے کام ہمارا تمام ہے	۳۴۴
۲۸۶	طوطی کی طرح یار تو شیرین کلام ہے	۴۴	ذوق سخن حلاوت جان اسکا نام ہے	۳۴۵
۲۸۷	آپکے قدمون پہ جب قربان ایجان ہم ہوے	۴۵	یہ نہ آیا کچھ سمجھ مین آپ کیون برہم ہوے	۳۴۶
۲۸۸	جواب صاف ہمکو ملگیا اپنے مقدر سے	۴۶	الٰہی آج ہم مایوس جاتے ہین ترے در سے	۳۴۸
۲۸۹	سبق ہم کو ملا اک فلسفے کا عشق دلبر سے	۴۷	محبت کی کشش ہونے لگی سینے کے اندر سے	۳۴۹
۲۹۰	مین جو ذکر التجا کرتا ہون اپنے دیدۂ تر سے	۴۸	اسی مین خیر ہے پانی گزر جاے مرے سر سے	۳۵۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بسم اللہ عنوان ہے عنوان تری مدحت کا
یہ مطلع دیوان ہے مطلع تری طلعت کا

مین فیض سے سرمد کے سالک ہون طریقت کا
صدقے مین محمدؐ کے پابند شریعت کا

خادم ہون رسالت کا پیرو ہون امامت کا
سُنّی ہون جماعت کا پابند ہون سنّت کا

مین دل سے ہوا شیدا اُس صانع قدرت کا
انسان کیا پیدا جس نے تری صورت کا

صورت مین یہ قدرت ہے صنعت مین یہ ندرت ہے
خود صانع قدرت ہے عاشق تری صورت کا

روشن جو ہوا سینہ دل بن گیا آئینہ
ہاتھ آگیا گنجینہ یہ نور ہے قدرت کا

چہرا ترا نورانی روشن تری پیشانی
صورت تری لاثانی یہ راز ہے وحدت کا

مظہر ہین ترے اے دل چار آئینہ منزل
شاہد ہین ترے کامل تو راز ہے کثرت کا

آئینے سے پیدا ہے صورت سے ہویدا ہے
جلوہ تری صورت کا درجہ مری حیرت کا

دیکھا رخِ انور کو پایا ترے مظہر کو
قائل تری وحدت کا شاہد تری کثرت کا

خلّاق کی قدرت سے انسان کی خلقت سے
مین اپنی حقیقت سے عالم ہون حقیقت کا

محبوبِ خدا تو ہے معشوق مرا تو ہے
خالق وہ محبت کا عاشق ہون مین اُلفت کا

صدّیق سے دائم ہے تصدیق صداقت کی
فاروق سے قائم ہے انصاف عدالت کا

عثمان سے بِلا تمغہ حاتم کی سخاوت کو
مولا سے بِلا صدقہ رستم کو شجاعت کا

اِسلام کی دولت مین ایمان کی مِلّت مین
شاکر ہون مین نعمت کا ممنون تری منّت کا

جویانِ حمایت ہے خواہانِ شفاعت ہے
مستوجبِ رحمت ہے عاصی تری اُمّت کا

کیا پوچھئے حال اپنا فرقت مین ملال اپنا
خالق سے وصال اپنا پیوند ہے وصلت کا

خالق کی عبادت سے قرآن کی تلاوت سے
مولے کی اِطاعت سے مشتاق ہون طاعت کا

وہ غیر ہے مین تیرا شیطان ہے عدو میرا
یان ہار ہے پھولونکا وان طوق ہے لعنت کا

جانان یہ غزل میری ہے حمد و ثنا تیری
مطلع تری مدحت کا مقطع مری طاعت کا

جب وحدت و کثرت کا شاہد ہے وجود اپنا
ہوتا ہے وِلا دہر کا خلوت مین بھی جلوت کا

(2)

القاب قدر قدرت تمغا تری دولت کا
تقدیر کی ماہیت اِمضا تری قدرت کا

ہے دست ید اللّٰہی مولا تری طاقت کا
پھر ماہ سے تا ماہی شہرہ تری قوت کا

تن پر ترے پھبتا ہے ملبوس لیاقت کا
سر پر ترے زیبا ہے عمامہ فضیلت کا

رتبہ ہے رئیسون سے اعلےٰ تری حضرت کا
فائق ہے امیرون سے ادنےٰ تری دولت کا

جمشید سے بڑھکر ہے رتبہ تری صولت کا
دارا سے فزون تر ہے درجہ تری دولت کا

دولت تری عثمانی صولت تری لاثانی
ہے سایۂ یزدانی سایہ تری دولت کا

تو عدل مین نام آور انصاف ترا رہبر
عالم مین ہے صورتگر کسریٰ تری نصفت کا

ایمان ترا مذہب ہین اُن سے رضی سب
حامی ہے ترا مشرب ہر مذہب و ملّت کا

کہتی ہے تجھے خلقت آقاے ولی نعمت
ہر ایک کی ہے قسمت حصّہ تری نعمت کا

تیغ ترے پنجے مین نصرت ترے قبضے مین — وہ پھل تری طاقت کا ثمرہ یہ شجاعت کا
دولت کا دھنی ہے تو عثمانِ غنی ہے تو — خاتم ہے سماحت کا حاتم ہے سخاوت کا
دارا و سکندر کی شہرت ہے فسانے مین — بجتا ہے زمانے مین ڈنکا تری شہرت کا
سکوک ترا ہو کر چلتا ہے شہِ خاور — سکہ ہے ہر اک دل پر شاہا تری عظمت کا
ہے تجکو مزا اپنے احسان و سخاوت سے — ہے ذوق ہمین تیرے شکرانۂ نعمت کا
گو صفحۂ ہستی پر لکھون ہوے مدحت گر — سہرا ہے ہمارے سر شاہا تری مدحت کا
پروردۂ نعمت ہون وابستۂ دولت ہون — مین صاحبِ قسمت ہون بندہ تری نعمت کا
دائم رہے دنیا مین قائم رہے دنیا مین — شہرہ تری صولت کا جھنڈا تری دولت کا
سلطان دو عالم ہو خلاقِ معظم ہو — حامی تری دولت کا حافظ تری شوکت کا
قسمت تری یاور ہو آباد ترا گھر ہو — اولاد کے سر پر ہو سایہ تری شفقت کا

سب کچھ ہی دیا مجکو اب چاہیے کیا مجکو
ملتا ہے وِلا مجکو صدقہ اسی دولت کا

(۳)

خورشید پہ ہوتا ہے دھوکا تری صورت کا — مطلع یہ ترا ہے مطلع تری طلعت کا
جسدن سے ہوا شہرہ اس یار کی قامت کا — اُس دن سے ہوا چرچا آثارِ قیامت کا
لیلےٰ نے چرایا ہے نقشہ تری صورت کا — یوسف نے اُڑایا ہے خاکہ تری صورت کا
کیا حال لکھون دلبر بیمار محبت کا — قربان ہون عیادت پر غم ہے تری فرقت کا
پانی جو برستا ہے اشکون سے ملالت کا — میخانے مین شہرہ ہے رندون کی کرامت کا
جان بخشی لب کیا ہے جانِ دمِ عیسےٰ ہے — اعجاز مسیحا ہے لٹکا تری قامت کا
وہ مست ہین سونے مین ہم مست ہین رونے مین — شک وصل کے ہونے مین نقشہ شبِ فرقت کا

دشمن اُسے چمکائے یان دل مین سما جائے
پہلو کوئی ہاتھ آئے گر تیری شکایت کا

وہ قبر پہ آتے ہین چادر بھی چڑھاتے ہین
پردے مین چھپاتے ہین اِخفا مِری تربت کا

تھا بار گراں دِل پر وہ اب نہ رہا مضطر
شاکر ہون مین اے دلبر اس تیری عنایت کا

ڈر کر تِری باتون سے بچکر تِری گھاتون سے
درجہ ترے ہاتھون سے پایا ہے شہادت کا

جب دل ہی گیا بر سے بولا مین ستمگر سے
ٹلجائے مِرے سر سے یہ بارا مانت کا

اے نخل قدِ موزون قربان رُخِ گلگون
ہے بارِ دلِ محزون پھل تیری محبت کا

اے شمع رُخ انور پروانہ بنے تجھپر
پائے جو دلِ مضطر پروانہ اجازت کا

نازک نظری میری کیونکر ہوا دا پوری
ہر یک ادا تیری مضمون ہے نزاکت کا

وہ رہتے ہین بن ٹھن کر وہ چلتے ہین بن بنکر
دکھلاتے ہین تن تن کر جوبن ہے کس آفت کا

آئینے مین صورت ہے آئینے کی صورت ہے
آئینے کو حیرت ہے یہ راز ہے حیرت کا

بے جرم سزا پا کر ہم سہتے ہین اے دلبر
ظاہر جو کرین تجھپر ڈر ہے ترِی خجلت کا

دشمن کو وہ لاتے ہین تجھ اُسکو دکھاتے ہین
تکلیف بڑھاتے ہین حیلہ ہے عیادت کا

کیا ہاتھ ملانا تھا بجلی کا لگانا تھا
یہ قتل نمونہ تھا جانان ترِی حکمت کا

سینے پہ ہے کوہِ غم گھٹنے لگا اس کا دم
عاشق کے لئے ہر دم سامان ہے مصیبت کا

مینا ہے زبان آور قُل قُل کی صدا لب پر
واعظ ہے یہان منبر شیشے کی طلاقت کا

خط دیکھ لیا میرا مطلب پہ قلم پھیرا
ہو کر ہی رہا پورا لکھا مِری قسمت کا

اے اشک جو قطرے سے موتی نظر آجائے
اُٹھ جائے پھر آنکھون سے پردہ ترِی غفلت کا

اُلفت کے ہین ہم بھوکے پہلو مین ہے دل اسکے
مقطع مین وِلا اپنے پہلو ہے محبت کا

(۴۴)

وہ دشمن دوست ہے اے یار تیرے مال و دولت کا
یہ عاشق بندۂ بے دام ہے تیری محبت کا

عدو سے آشنا نا آشنا محرم ہے خلوت کا
لڑا کرتی ہین آنکھین غیر سے دعوےٰ ہے عفت کا

تنفر ہے مجھے اپنے عدو سے تیری اُلفت کا
مین اب سمجھا سبب مجھ سے مریجان تیری نفرت کا

سگِ دربان سے کچھ نبتی نظر آتی نھین اپنی
چھپے سب استخوان باقی فقط ہے ڈھانچ ہیبت کا

خیالِ خام نے آکر جگایا خوابِ غفلت سے
مِلا تھا خواب مین موقع جو ہم کو استراحت کا

اُڑایا حضرتِ زاہد نے ناحق دخترِ رز کو
فساد اس مین ہے اے ساقی انھین حضرت میان کا

وہ آہستہ اُٹھے پہلو سے اُٹھا درد زور ون سے
حواس اپنے گئے ساتھ اسکے تھا وہ ایسی شدت کا

بلاؤن سے بچایا اپنے حفظِ ماتقدم نے
رہی زلفون سے دوری تھا اصولِ عام حکمت کا

تری اُلفت ہے اُسکے آب و گل مین اُسکی خلقت مین
ترا عاشق ہے اے معشوق پتلا تیری اُلفت کا

بچی قاصد کی جان وہ دیکھکر اسکو ہوئے حیران
گراموفون سے پورا ہوا منشا سفارت کا

ترے حجام کی ہے تاک مین یہ دِل جلا عاشق
بنایا جب ترا خط۔ قصد ہے اسکی حجامت کا

جھان قائم بامید است و دل بردار و آزارش
اُمیدِ وصل مین سہتا ہون ایجان رنجِ فرقت کا

سرِ منبر نہ کر بے حُرمتی یون دُخترِ رز کی
دیا مفتی نے واعظ آج فتوےٰ اُسکی حرمت کا

وہ گلزار و باغ مین ہے اپنا نالہ نغمۂ بلبل
چمن مین آج کچھ رنگ اور ہے اپنی طبیعت کا

ابھی تھی سرد مُہری نار دل سے کم حرارت تھی
ابھی غصّے سے کیون پارا چڑھا تیری حرارت کا

مرا جاتا ہے کیون وہ بوالہوس بوڑھا برہمن پہ
کُہن سالی سے سر چکرا رہا ہے آج پنڈت کا

جو منہ آئے وہ دشمن مین زمین پر اسکو دے مارون
پھر اندازہ کرے میرے مقابل اپنی طاقت کا

کسی کو ذوق ہے شکرانۂ لذّتِ نعمت سے
کسی کو شوق اس عالم مین ہے کفرانِ نعمت کا

عدو سے کوئی کرتا ہے مدارا جسطرح عاشق
کوئی عاشق بنا جیسے عدو با بغض عداوت کا

وہ اسکے گوشت کا بھوکا یہ اُسکے خون کا پیاسا
کوئی دعوت مین منصوبہ جما تا ہے عداوت کا

کوئی آزاد ہے مے خوار ہے رندونکی صحبت مین
کوئی زاہد بنا پابند احکامِ شریعت کا

جو چپلیں تیلیاں آنکھین کلان ہین بنگئین اپنی
دکن کا ہیئتی آئینہ ہون مبہوت ہیبت کا

اگر دعوے ہے دشمن کو تو پھر ثابت کرے ہمپر
جو بن بیٹھا ہے حاکم آج تو فصلِ خصومت کا

بنایا ہے موکل کیون عدو نے میرے شاہد کو
خیال اسکو رہے احکام قانونِ وکالت کا

سنائی تو نے فردِ جرم کیون اپنی شکایت کی
صفائی کے لئے تیار ہون منکر ہون تہمت کا

ترے بچپن کا بوسہ کر نہین سکتا مجھے مجرم
ہوئی عارض نمادی عذر ہے حدِّ سماعت کا

نہوگی معتبر ہرگز گواہی میرے دشمن کی
عدالت مین یہی منشا ہے قانونِ شہادت کا

رذالت سے جو پیش آئے عدو ہم اس سے بدلا لین
ولا ہرگز نہین یہ مقتضا اپنی شرافت کا

(۵)

بہا کرتا ہے دریا آنکھ سے اشکِ ندامت کا
عجب کیا ہے جو برسے مینہ باران تیری رحمت کا

خدا قاتل کو بخشے مستحق ہون بار جنت کا
ملا ہے تیرے ہاتھون جب مجھے درجہ شہادت کا

وہ آئے نزع مین تھا مجکو دھوکا حورِ جنت کا
تو فرمانے لگے مین ہون بُرا ہو تیری غفلت کا

اگر مرتے تھے ہم تجھ پر تو کیا تھی قتل کی حاجت
ستمگر یہ نہ تھا ہرگز تقاضا آدمیت کا

عدو حرفِ غلط ہے پھر نہین تاخیر کی حاجت
گرانا کچھ نہین مشکل مری جان حرفِ علت کا

وہ عارض بن گیا ہے آئنہ عارض کی صحبت مین
خیال اُنکو ہے کیون آٹھون پہر چھپرکی زینت کا

رہا پیچ پیچ کے آخر پھنس گیا اُس زلفِ پیچان مین
یہ پھندا بال کا ہے پیچ ہے یا اپنی قسمت کا

کیا سیراب تو نے تشنہ لب کو آبِ خنجر سے
عفاک اللہ پانی سر سے گزرا ہے شقاوت کا

لیا بوسہ یدِ قدرت کا صناعِ ازل نے جب
ہوا عاشق تری صورت سے اپنے حسنِ صنعت کا

عیادت تعزیت دونون ہین ممکن ایک لحظے مین
کرون کیا موشگافی بال سے باریک ہے مضمون
وہ تصویر اپنی میرے ہاتھ سے لیکر یہ کہتے ہین
مرے جوشِ محبت کا تماشا دیکھ لو جل کر
توغل عاشقی کا بڑھ گیا شاعر بنے ہم بھی
مقید ہو گئی وہ بڑھ گئی جس دن سے آزادی
نشان باقی نہین دنیا مین اُس ظالم کی ٹھوکر سے
تو وہ سرآتا ہے کیون والشمس کی سورت کو قبر پر
وہین ہم جل مرے شمعِ رخِ انور پہ اے ظالم
ترا حامی ترے سر پر ہوا دستِ ید اللٰہی
حذاقت آپکی عیسےٰ جو تشخیصِ مرض کرتی
بلائین لیکے وہ بوسے پہ بوسہ دیکے کہتے ہین
مرے ہم تجھپہ صادق آئی ہم پر خودکشی کیونکر
تری صورت سے سیرت تک رسائی ہو نہین سکتی

سوال از آسمان کردم جواب از ریسمان آ۔

کرو ہر کام مین پابندی اوقات کو لازم
بگڑکر ہم ہوے سیدھے تو دشمن تھا رفو چکر
ہماری صحبتِ ناجنس سے اُنکی زبان بگڑی
رہے آباد یارب جیسے آباد دکن دائم

ترا بیمار اب مہمان ہے دم بھر کی مہلت کا
نمونہ ہے ترا موئے کمر تیری نزاکت کا
مشابہ میرے آئینے مین ہے عکس اسکی صورت کا
سمندر مین ہے قائم جزر و مد موجونکی الفت کا
دیا محبوب نے جسدن وظیفہ حسنِ خدمت کا
پڑا اے سرو قمری کے گلے مین طوق الفت کا
زبانون پر فقط باقی رہا اک نام تربت کا
سمجھتا ہون مین واعظ تو ہے شیدا جسکی صورت کا
ملا جب ہم کو پروانہ تری محفل سے رخصت کا
مقدر ہو گیا محکوم تیرے دستِ قدرت کا
نمونا آپکا بیمار یون محتاج صحت کا
یہ آئینہ ہر اخلاق ہے پریونکی صورت کا
نتیجہ ہے یہ اے شاہد تری جھوٹی شہادت کا
زمانے مین ہے شہرہ حسنِ صورت حسنِ سیرت کا
طلب بوسے کی تھی قیدی ہون لغوکی جرأت کا
یہی منشا یہی مفہوم ہے قانونِ قدرت کا
اس اپنی بزدلی پر اسکو دعوے تھا شجاعت کا
ہوا حاصل ہمین اہل سخن سے فیض صحبت کا
یہی مرکز ہے دورِ آسمان مین ساری خلقت کا

نظر اُس ماہِ تابان پر پڑی ہے بے نقابی مین
ولا تقدیر سے چمکا ستارہ اپنی قسمت کا

(۶)

مین عاشق ہون مرا معشوق پرکالہ ہے آفت کا
اثر رگ رگ مین ہے ظالم کی شوخی اور شرارت کا

مین دلدادہ ہون پیاری پیاری باتون بھولی صورت کا
مرا دلدار موہن حسنِ صورت حسنِ سیرت کا

تری قامت مین ہے حسنِ سراپا کس قیامت کا
قیامت عکس ہے آئینۂ تصویرِ قامت کا

ترا دامن ہے مطلعِ آفتابِ حُسنِ قامت کا
گریبان چاک ہے پیراہنِ صبحِ قیامت کا

قیامت ہے ترے زیرِ قدم ٹھوکر کے صدقے مین
یہان ہنگامۂ محشر ہے لٹکا تیری قامت کا

نئی منطق ہے کچھ حاجت نہین صغرےٰ و کبرےٰ کی
حقیقت مین نتیجہ ہے قیامت تیری قامت کا

نکل آئے اگر خورشید رو ایوان مغرب پر
تو پھر چرچا ہو اس عالم مین آثارِ قیامت کا

نئی کیا بات ہے آئی اگر وہ تیری قامت سے
قیامت کو تری ٹھوکر سے ڈر ہے اپنی شامت کا

سپند آسا چٹختا ہون مین تیری آتشِ لب پر
نمک پروردۂ دولت ہون اقلیمِ ملاحت کا

کرامت کیون نہ ٹھوکر سے جب کاشف ہین مرقد کے
ہر اک مُردہ ہے قائل آپ کے کشف و کرامت کا

ہری صورت سے لی بہزاد نے تصویر وحشت کی
بگولا دامنِ صحرا کا خاکا میری وحشت کا

نگاہِ ناتوان تصویر ہے بیمار آنکھون کی
ہماری ناتوانی عکس ہے تیری نزاکت کا

نہ آئے فرشِ بالین کے سوا کچھ اور آنکھون مین
بچھونے پر اگر لین عکس عاشق کی نحافت کا

چڑھا ہین کیون بھوین گزرا ہے سر سے تیغ کا پانی
نئی تلوار ہے چینِ جبین ڈر ہے ہلاکت کا

خیالِ بوسۂ لب ذوقِ لعلِ بادہ پرور مین
پیا خونِ جگر پایا مزا ارمان کے شربت کا

جوانرا تیر در پہلو بہ است از پیر در پہلو
جوان ہے دختِ رز کیا ظلم ہے پیرِ طریقت کا

خط و ابرو نے تیرے عکس کو قائم کیا ورنہ
ٹھکانا تھا نہ آئینے مین آئینے کی صورت کا

رہا حیران دم بھر دیکھ کر تو اپنی صورت کو
تری حیرت سبب ہے تیرے آئینے کی حیرت کا

یہاں خط ہے وہاں ہے داغ دونوں منعکس باہم
تحیر مہ کی صورت کا تعجب تیری صورت کا

بنے افشاں کے تارے مہر و مہ عارض ہلال ابرو
ترا چہرہ کرہ ہے آفتابی علم ہیئت کا

نہ تڑپا میں تہ خنجر تو وقت ذبح کہتے ہیں
ٹھکانا ہی نہیں اللہ اکبر تیری ہمت کا

پلاتے کیوں نہیں تم آب خنجر اپنے تشنے کو
یہ رونا ہے کہ پانی بہ گیا چشم مروت کا

پیا کرتے ہیں ہم خون جگر کھاتے ہیں غم دن بھر
ترے کوچے میں ہے اشک آب و دانہ اپنی قسمت کا

بہت روندی ہوئی ہے یہ زمیں لکھوں تو کیا لکھوں
سہارا ہے مجھے اس بحر میں مضموں کی جدت کا

میں پیرو ہوں منیر و صابر و جوہر نصیر افشا
جلیل و بحر و تسلیم و ظفر مومن لطافت کا

زباں کھلتی نہیں بندش میں کچھ چلتی نہیں اپنی
عزیزو بند ہے یاں ناطقہ اپنی طلاقت کا

مزہ ملتا ہے جب اچھی زمیں میں ہوں کئی غزلیں
زباں کا فکر کا بندش کا مضموں کی لطافت کا

لٹاتا ہوں میں مضموں خوب لوٹے جس کا جی چاہے
بھرے موتی سے دامن مال ہے سارا غنیمت کا

مضامیں دست بستہ سامنے یاں اپنے حاضر ہیں
جسے چاہوں میں باندھوں راج ہے اپنی حکومت کا

شگفتہ ہو زمیں کہدیں ہیں گوے وہیں میداں
سخن گویوں کو دعوی ہو اگر اپنی طلاقت کا

ٹپکتی ہے لطافت اے ولاؔ ہر مصرع ترے
بلاغت کہہ رہی ہے واہ کیا کہنا فصاحت کا

(۷)

ہجراں سے زیادہ کوئی غم ہو نہیں سکتا
اب دل سے مرے ضبط الم ہو نہیں سکتا

دل میں ترے عشاق کا غم ہو نہیں سکتا
بھولے سے تری آنکھ میں نم ہو نہیں سکتا

جبتک ترے خنجر سے مرا دل نہ ہو گھائل
ہاتھوں سے ترے مجھ پہ کرم ہو نہیں سکتا

جبتک ترے ہاتھوں نہ بہے خون کا دریا
میں رہرو اقلیم عدم ہو نہیں سکتا

تم کہکے مکر جاتے ہو عشاق سے وعدے ٹلجائیں کسی بات سے ہم ہو نہیں سکتا

طومارِ بلا ہے مری قسمت کا فسانہ یہ دفترِ عشاق میں ضم ہو نہیں سکتا

سبقت ہے نگہ کو تری ابرو پہ سراسر تلوار میں پیکاں کا ستم ہو نہیں سکتا

ہو جائے بجا لب مددِ غیر روا نہ اتنا ترے بیمار میں دم ہو نہیں سکتا

مستی میں تری نرگس مخمور کا ہمسر محفل میں کبھی ساغر جم ہو نہیں سکتا

ہو جائیگی توقیر تری اس سے زیادہ اخلاق سے کچھ مرتبہ کم ہو نہیں سکتا

جب ہند میں محبوب ہے اُس کا مرا محبوب کیوں غیرت معشوق عجم ہو نہیں سکتا

بتخانہ ہے کعبہ جو پھر جائے مرا دل کیا پیر مغاں شیخ حرم ہو نہیں سکتا

جبتک نہ بندھے کوچۂ دلدار کا احرام کعبے میں کبھی طوف حرم ہو نہیں سکتا

سوزِ دل سوزاں کی حرارت ہے محال غم سے مرے سینے پہ ورم ہو نہیں سکتا

مضمون پریشاں ہی تشبیہ ہے ناقص سنبل میں کبھی زلف کا خم ہو نہیں سکتا

وہ تیر ہے فطرت میں نہیں اسکی تواضع مانند کماں پیٹھ میں خم ہو نہیں سکتا

غیروں پہ جو ہوتا ہے کرم ہم پہ ستم ہے کیا ہم پہ کرم اُن پہ ستم ہو نہیں سکتا

جھنڈے پہ چڑھا نام ترا تیرے ستم سے منصف کوئی ظالم سے عَلَم ہو نہیں سکتا

جب چھیڑ ہے قائم مرے بیجان نوک مژہ کی مل جائیں لب زخم بہم ہو نہیں سکتا

جھگڑا سر و گردن میں ہے ابرو ترا سرپنچ تیغہ سے طرفدارِ حکم ہو نہیں سکتا

ہر ناز پہ مرتا ہوں کوئی مجھ سے زیادہ پروردۂ صد ناز و نعم ہو نہیں سکتا

بے روک لٹاتا ہوں ولاؔ گوہر مضموں
کچھ اس سے خزانہ مرا کم ہو نہیں سکتا

(۸)

کیا ترک کریں عشق کو ہم ہو نہیں سکتا — جبتک (دم سحاب) دم میں ہے دم ہو نہیں سکتا

کیوں ہم پہ ستم پر ہو ستم ہو نہیں سکتا — دشمن پہ کرم پر ہو کرم ہو نہیں سکتا

انصاف اگر ہے تو ستم ہو نہیں سکتا — کیا کر نہیں سکتا وہ کرم ہو نہیں سکتا

اشکوں کا خزانہ ہے مرے چشمۂ دل میں — رونے سے مرا غم کبھی کم ہو نہیں سکتا

جبتک ترے ہاتھوں سے مرا سر نہ قلم ہو — حال دل ناشاد رقم ہو نہیں سکتا

تم غیر پہ ہوتے ہو خفا کیوں مرے آگے — اس حیلہ سے ہلکا مرا غم ہو نہیں سکتا

مقتل میں تہ تیغ پکاروں میں کسی کو — مجھ سے یہ ترے سر کی قسم ہو نہیں سکتا

تم مجھ سے بیاں کرتے ہو غیروں کی محبت — اب اس سے کوئی بڑھکے ستم ہو نہیں سکتا

اس چشم جہاں بیں سے تمہاری کبھی فائق — آنکھوں میں مری ساغر جم ہو نہیں سکتا

زیر قدم یار بچھاتے ہیں ہم آنکھیں — مٹی پہ کبھی نقش قدم ہو نہیں سکتا

قابو سے ہمارے وہ ہرن بن کے نکل جائے — آنکھوں میں ہے جب نقش قدم ہو نہیں سکتا

غیروں سے سخن ہوتے لگے منہ پہ ہمارے — سنکر انہیں خاموش ہوں ہم ہو نہیں سکتا

ثابت ہو کبھی اور کا آنا مرے آگے — جاناں یہ ترا نقش قدم ہو نہیں سکتا

ابرو کو تفوق ہے ترے تیر نگہ پر — اس تیر میں تلوار کا دم ہو نہیں سکتا

تم جور و جفا مجھ پہ کرو اور زیادہ — کچھ دل سے مرے ولولۂ غم ہو نہیں سکتا

چلتی ہے اگر چال حسینوں کی ہے کچھ اور — تلوار میں ایسا خم و چم ہو نہیں سکتا

دم بھرتے ہیں اس کا نہ کبھی آئینگے دم میں — عشاق کو دیجائے وہ دم ہو نہیں سکتا

طیارۂ آہ دل عاشق ارے معشوق — برسائے ترے بام پہ بم ہو نہیں سکتا

رنگ اور شباہت ہے مگر بیچ نہیں خم پر — زلفوں میں تری ناگ کا سم ہو نہیں سکتا

اے زلف جہاں مصحف عارض سے ہے اسلام
قائم رہے ہندو کا دھرم ہو نہیں سکتا

فائز مرا دل منزل مقصود پہ جبتک
ہے بیچ میں دشمن کا قدم ہو نہیں سکتا

یہ ہے وہ زمیں جس کے برابر ہوئے ہم بھی
سرسبز **ولا** اپنا قلم ہو نہیں سکتا

(۹)

فریاد سے بند اپنا دہاں ہو نہیں سکتا
نالوں سے کبھی ضبط فغاں ہو نہیں سکتا

شیشے میں اگر بند دھواں ہو نہیں سکتا
سینے میں مرے ضبط فغاں ہو نہیں سکتا

دم رک کے جو آنکھیں نکل آئیں مری باہر
نالوں نے کہا ضبط فغاں ہو نہیں سکتا

وردِ دلِ ناشاد سے ہے اس کو تعلق
نالہ مرا ہمدرد فغاں ہو نہیں سکتا

جب دل سے کریں آہ، فغاں آتی ہے لب پر
پھر کیوں اثر آہ و فغاں ہو نہیں سکتا

بوڑھے ہوئے لیکن ہے جواں اپنی طبیعت
شاعر کے سوا پیر جواں ہو نہیں سکتا

جبتک وہ نہ برسے مری آنکھوں سے زمیں تک
یہ اشک مرا آبِ رواں ہو نہیں سکتا

ہیبت سے تری اپنی زباں چل نہیں سکتی
جو دل میں ہے مطلب وہ بیاں ہو نہیں سکتا

جبتک دلِ عاشق میں نہ پیدا ہو توحش
بیمار کو تیرے خفقاں ہو نہیں سکتا

انجن ہے شب و روز دہکتا ہے مرا دل
پر دیکھے سفینے میں دھواں ہو نہیں سکتا

زاہد ہے جواں دختر رز اس کی بغل میں
بے پیر کبھی پیرِ مغاں ہو نہیں سکتا

اخفا سے بھی مخفی نہ رہا راز تمہارا
دنیا میں کوئی کام نہاں ہو نہیں سکتا

ایندھن کی لطافت سے ہے آہوں میں نظافت
کیوں برق کی آتش میں دھواں ہو نہیں سکتا

خاموش ادب سے ہیں تو پھر یہ بھی ادب ہے
کیوں نام ترا وردِ زباں ہو نہیں سکتا

دل اپنا گیا کس نے لیا آپ ہی کہہ دیں
گو آپ پہ چوری کا گماں ہو نہیں سکتا

کوہ غم و اندوہ کا ہے وہ متحمل　　غصہ ترا اس دل پہ گران ہو نہین سکتا
تعویذ ہے بازو پہ تری آنکھ کا جادو　　ہوتا تھا مگر اب تو یہان ہو نہین سکتا
جب دیدۂ و دانستہ ہوا جرم سے اغماض　　انصاف کا یان وہم و گمان ہو نہین سکتا
نظرون مین سُبک آپکی ہون اس سے زیادہ　　اس دل پہ کوئی بار گران ہو نہین سکتا
کیا غیر کی خاطر سے کرون عشق کو رخصت　　یہ کام تو مجھ سے مری جان ہو نہین سکتا
گو وعدۂ دیدار قیامت پہ ہے قائم　　جاری وہ کبھی حکم یہان ہو نہین سکتا
غیرون کی محبت کو چھپاتے ہین وہ ہم سے　　عاشق سے کبھی عشق نہان ہو نہین سکتا
اشکون کا سمندر ہے مرے دل کا سفینہ　　کیون ساحل مقصد پہ روان ہو نہین سکتا

مدراس وطن ہوش سنبھالا ہے دکن مین
سچ ہے کہ وِلا اہل زبان ہو نہین سکتا

(۱۰۱)

ہر روح روان ہو مری جان - ہو نہین سکتا　　ہر سرو چمن سرو روان ہو نہین سکتا
کہنے سے کوئی اہل زبان ہو نہین سکتا　　ہر نغمۂ بلبل ہو فغان - ہو نہین سکتا
رہتے ہین مرے دلمین غم و رنج و الم آہ　　جانان کبھی خالی یہ مکان ہو نہین سکتا
اے خضر نہین چشمۂ سربستہ مبارک　　رک جائے مری عمر روان ہو نہین سکتا
مجرم ہے عدو مجکو سزا ہوتی ہے تجویز　　بیداد ہے انصاف یہان ہو نہین سکتا
ہے قوس قزح - لوچ نہین اسمین ذرا بھی　　ابرو کا تری نام کمان ہو نہین سکتا
احوال مرا غیر سے کیون پوچھ رہے ہو　　کب تم سے کہا مین نے بیان ہو نہین سکتا
دلمین ہے ہر اک بات - مرے حال کو دلدار　　تو کہدے اگر مجھ سے بیان ہو نہین سکتا
ہو آنکھ سے اس مصحف عارض کی تلاوت　　قرآن یہ کبھی نوک زبان ہو نہین سکتا

تحقیق جدیدہ سے ہے ثابت مرے اُستاد
تسخیر ہے آہون مین دہوان ہو نہین سکتا

موباف مین کیون گیسوئے مشکین کو چھپائین
نافہ کبھی ہمیان مین نہان ہو نہین سکتا

اندیشۂ قاتل سے عیان ہے کہ مرا خون
مقتول کی آنکھون سے نہان ہو نہین سکتا

گرم آہون کی پرواہی نہین لالہ رخون کو
لالے کو کبھی خوفِ خزان ہو نہین سکتا

تعریف وہ جب تک نہ سنتے تیری زبان سے
مانی سے ترا نقشِ دہان ہو نہین سکتا

گرتا ہے ابھی طفل ہے کم عمر ہے نادان
ساتھی کے بغیر اشک روان ہو نہین سکتا

کرتے ہین شب و روز ٹلیفون سے باتین
کیون تارِ نظر انکا زبان ہو نہین سکتا

آتی ہے خبر تار پہ الفاظِ زبان مین
کیون تارِ نفس اپنا زبان ہو نہین سکتا

جب آنکھون مین ہوتی ہین اشارون سے بھی باتین
کیون تارِ نظر اپنا زبان ہو نہین سکتا

سنتے ہین ہر اِک بات کو ہم آپ کہے جائین
ہل جائے کبھی اپنی زبان ہو نہین سکتا

چھوٹا ہے وہ شکوہ مین کرون غیر کے آگے
یہ عاشقِ صادق پہ گمان ہو نہین سکتا

آجائے شبِ وصل تو پھر دیکھئے اُستاد
کیون آفتِ جان راحتِ جان ہو نہین سکتا

مارے گئے ہم آنکھون مین تصویر ہے اُنکی
ظالم کو یقین ہے کہ گمان ہو نہین سکتا

یہ آہ مری برق تجلی کی ہے تسخیر
بجلی کے جلانے مین دہوان ہو نہین سکتا

دو دِ دلِ ناشاد ہے آہون کا کنایہ
اس دود سے مقصود دہوان ہو نہین سکتا

گو صفحۂ ہستی سے مٹا ہے ترا عاشق
لیکن کبھی بے نام و نشان ہو نہین سکتا

خاطر سے تری ترک کرے عشق کو یہ کام
عاشق سے کبھی اے مری جان ہو نہین سکتا

کیا فکر وِلا تم سے مقابل ہو سخن مین
ممکن نہین اے اہلِ زبان ہو نہین سکتا

(۱۱)

تردید مین چل جائے زبان ہو نہیں سکتا — کھدین وہ نہیں ہین کھون ہان ہو نہیں سکتا

وہ کہتے ہین کیا ضبط فغان ہو نہیں سکتا — چلّا کے ہین کہتا ہون کہ ہان ہو نہیں سکتا

ہمدرد لبونکی ہو زبان ہو نہیں سکتا — دمساز ہو نالون کی فغان ہو نہیں سکتا

تنخیر کو انجمن مین حکیمون نے کیا بند — پھر کس نے کہا ضبط فغان ہو نہیں سکتا

آواز کو جب کرتے ہو آ لے مین مقید — پھر ہم نہ کرین ضبط فغان ہو نہیں سکتا

دم اُنکا اگر بند ہو آہون سے ہماری — پھر وہ بھی کہین ضبط فغان ہو نہیں سکتا

کیا بھول گئے آپ زلیخا کی جوانی — کیون کہتے ہین پھر پیر جوان ہو نہیں سکتا

کھدے اُسے آئی ہے قضا وقت سے پہلے — کوچے سے ترے نقل مکان ہو نہیں سکتا

ہاتھ آ نہیں سکتا گہر اشکِ صدف کو — اشک گہر بحر روان ہو نہیں سکتا

خنجر پہ مرے اشک سے تم آب چڑھا لو — بے اسکے گلے پر وہ روان ہو نہیں سکتا

رہنے دین (مرجاین) وصال اپنا وہین آپ — وصل آپ کا جب ہم سے یہان ہو نہیں سکتا

تیغ نگہ یار کی ہے سینہ سپر آہ — تلوار سے کچھ خوف یہان ہو نہیں سکتا

یہ ہے وہ جہان جس مین سکو نکا نہ رہا نام — راحت سے کوئی کام جہان ہو نہیں سکتا

سیدھی تھی جھکی ہے نگہ ناز حیا سے — یہ کس نے کہا تیر کمان ہو نہیں سکتا

کیا پوچھ رہا ہے ارے ظالم مرا احوال — اک حرف مرے غم کا بیان ہو نہیں سکتا

عاشق کے لئے کیا ترے کوچے کا ٹھکانا — یک لحظہ سکون دل کا وہان ہو نہیں سکتا

وعدہ تو ہوا وصل کے آثار نہیں ہین — پوچھا تو کہا روٹھ کے ہان ہو نہیں سکتا

سامع تری گاتا ہے نتیجہ نہیں کوئی — شکوہ ترا ہونے کو کہان ہو نہیں سکتا

گو مجھپہ گزرتی ہے ترے جور سے تکلیف — فریاد سے کھولون مین زبان ہو نہیں سکتا

خوش ہو گئے محفل مین تو بوسے کی طلب پر
وہ کہتے ہین خلوت مین یہان ہو نہین سکتا

کیون ہم کو بُلاتا ہے عدو بزم سے باہر
کیا آ نہین سکتا وہ یہان رہ نہین سکتا

ارشاد ہے دشمن کی زبانی شب ہجران
یان آئیے آتا تو وہان ہو نہین سکتا

یہ زندہ بگور آپ پہ مرتا ہے یقیناً
اس موت پہ مرنے کا گمان ہو نہین سکتا

رہبر ہین جلیل و ظفر و داغ ہمارے
رُک جائے قلم اپنا یہان ہو نہین سکتا

ظاہر ہے وِلا اپنی یہان ہیچمدانی
ہر شاعر نادان ہمہ دان ہو نہین سکتا

(۱۲)

کبھی خلوت مین تری یار مین داخل نہوا
بزم مین مجکو سوا شرم کے حاصل نہوا

جب مرا مُنہ ترے عارض کے مقابل نہوا
پھر مرا دل ترے آغوش کے قابل نہوا

بو دیا تخم محبت مرے دل نے لیکن
بار خاطر کے سوا کچھ مجھے حاصل نہوا

کیا ستم ہے کہ جگہ مل گئی نا اہلون کو
بے وفا کیون مین تری بزم کے قابل نہوا

اوّل ماہ سے نکلا مہِ کامل بنکر
چاند اپنا کبھی پابندِ منازل نہوا

تاب عاشق کو نہ تھی حسن جہان سوز کی یا
یہ سبب تھا جو کبھی تیرے مقابل نہوا

بیدہن مُنہ مین کیا کرتا ہے اپنے باتین
اسکی تقریر سے دعوے مرا باطل نہوا

کیا ثبوت اس سے ہو بڑھکر تری یکتائی کا
سارے عالم مین کوئی تیرے مماثل نہوا

سامنے کیون اُسے رکھتا ہے بتا دے مجکو
آینہ جب تری صورت کا مقابل نہوا

کھینچکر اسکے ٹھکانے سے نہ لایا جب تک
آینہ خود تری صورت کا مقابل نہوا

تجھبہ مرجائین تو دوزخ کو سمجھ جائین بہشت
آتش غم کا جہنم بھی مقابل نہوا

خوف تھا حور سے یاد آئے نہ تیری صورت
مر کے تجھ پر بھی مین فردوس مین داخل نہوا

جرم مخفی ہے کچھ ایسا کہ شہادت نہ ملی ستم اس کا کبھی فریاد کے قابل نہوا
یان تقابل مین بھی اپنون پہ توجہ نہوئی وان تغافل مین بھی اغیار سے غافل نہوا
خنجر ناز سے نکلی نہ ہوس اس دل کی ستم ایجاد کبھی اپنے مقابل نہوا
غرق ہم دخوب ہوا غم کے سمندر مین ہوے یہ غنیمت ہے کہ اس بحر کا ساحل نہوا
روٹھ کر کیون مجھے محفل سے نکالا تونے بے اجازت تری محفل مین مین داخل نہوا
ہوشیاری سے تری خیر نہ کچھ اُسکی یہ غنیمت ہے کہ عاشق ترا غافل نہوا
آنکھ دیتا ہے چُراتا ہے کبھی چُھپ چُھپ کر ایک لمحہ مین تری آنکھ سے غافل نہوا
سامنے غیر کے کیون مجھپہ ستم ہوتا ہے کبھی دشمن پہ ستم میرے مقابل نہوا
ہم تجھے خلوت مین نہان سو گئی قسمت اپنی آج کیا بات ہے وہ نیند مین غافل نہوا
ہون وہ آزاد کہ زندان ہے مرا دشتِ جنون قید مین بھی کبھی پابند سلاسل نہوا

توڑ کر پھول گریبان مین لگایا اوس نے
خیر گزری کہ ولاؔ شورِ عنادل نہوا

(۱۴۳)

کبھی سورج ترے عارض کے مماثل نہوا اُس کا دعوےٰ کبھی تسلیم کے قابل نہوا
چاند جب تک مرے مہرو کے مقابل نہوا پرتو نور سے اس کے مہ کامل نہوا
ماہ نو طاق ہے تشبیہ کے قابل نہوا جفت ابرو کا ترے مدِ مقابل نہوا
رہنما کوئی نہ تھا عمر بھٹکتے گزری قافلہ اپنا کبھی واصل منزل نہوا
مجکو آسان ہوا آپ پہ مرنا سو بار جس طرح قتل مرا آپ کو مشکل نہوا
بے اجازت تری خلوت مین ہوا وہ داخل ہم کو آسان نہوا غیر کو مشکل نہوا
ہار دشمن کے گلے کا تھا جو کل محفل مین بے حیائی کا تری مین متحمل نہوا

سچ کہا زندہ دلون نے ہے سمجھدار کی موت
مین تغافل کی طرح آپ کے غافل نہوا

انگلیون پر تری فرقت کے جو دن گننے لگے
ہائے قسمت کہ کبھی عقد انامل نہوا

چاہنے پر ترے قابو مین نہ آیا دشمن
بے طلب ہاتھ مین ہو یہ بھی مرا دل نہوا

دل دیا اس کو مگر دل نہ ملا دشمن سے
دلربائی پہ بھی عاشق ترا بیدل نہوا

وصل کا شوق محبت کا اثر ہے سمجھے
کیون مرے دل سے جدا خنجر قاتل نہوا

سبب موت کی تشخیص مین ہوتی مشکل
یہ غنیمت ہے کہ غمزہ ترا قاتل نہوا

ساتھ تھی گردش تو مرا گوہر اشک
کیون سمندر مین غم عشق کے ساحل نہوا

ظلم دشمن پہ ہے بوسے کے سوا کچھ نہ ملا
یہ کرم ہیچ کرو یہ ادا بھی حاصل نہوا

خواب مین بھی تری زلفون سے بچا رہتا ہون
مین تخیل مین بھی پابستہ سلاسل نہوا

دلبری یون تجھے آسان نہ ہوتی دلدار
یہ غنیمت ہے کہ دلبر سا مرا دل نہوا

بے کسی آلۂ خونریز کے مرنا اس پر
اس کو مشکل نظر آیا مجھے مشکل نہوا

ذبح کرتے ہوے فرمانے لگے بسم اللہ
یہ اسی کی برکت تھی کہ مین بسمل نہوا

جب ترے عشق نے ڈھائی ہے یہ آفت مجھ پر
کیون حمایت کا میری تو متکفل نہوا

چشم جوہر سے ٹپکنے لگے اشک خنجر
قتل مین رحم سے کیون نرم ترا دل نہوا

دوست دشمن مین نہ کی اسنے پہچان کوئی تمیز
اسکے انصاف مین فرق حق و باطل نہوا

کافر زلف پہ مرنے کی سزا ہے مومن
تھا مسلمان مگر خلد مین داخل نہوا

اس غزل مین نہ ہوئی میری تمنا پوری
بحر کامل نہ ہوئی شوق بھی کامل نہوا

جب یہ ٹھہری کہ اسی طرح مین ہون غزلین چار
شاعرون سے کوئی پھر اپنا مقابل نہوا

کس نزاکت سے لیا اس نے وِلا میرا دل

جس کا احساس مرے دل کو یہ مشکل نہوا

(۱۴۷)

خلق تجھسا کوئی اے حور شمائل نہوا — کون ہے وہ جو ترے حسن پہ مائل نہوا

کوئی معشوق باین حسن و خصائل نہوا — کوئی مخلوق باین شکل و شمائل نہوا

سیرت و صورت مقبول مین تجھسا کوئی — جامع منتخب شکل و شمائل نہوا

صف عشاق پہ جب تونے نظر کی ظالم — نہ بچا کوئی جو اس تیغ سے گھائل نہوا

کوچۂ عشق مین ثابت قدمی کی جس نے — مدت العمر وہ پابند قبائل نہوا

کچھ طبیبون سے یہان بن نہ پڑی ہائے ستم — یہ مرض انکی دوا سے کبھی زائل نہوا

تیرے دربانکی اجازت سے ہم آئے ہین یہان — عمر بھر ہم سے کبھی ترک و سائل نہوا

آخری لطف دکھاتے تمھین اے بادہ کشو — اپنی قسمت سے زمستان کا اوائل نہوا

میرے دیوان ترے مکتوب سے بڑھکر ایجان — کوئی مجموعۂ دلچسپ رسائل نہوا

تیرے معمول سے ہے تجکو غرض اے قاضی — مصر مین تو کبھی پابند مسائل نہوا

گرچہ مختار کیا آپ نے دشمن کو مگر — اختیار آپ کا اس سے کبھی زائل نہوا

لکھنؤ سے تو رہی خط و کتابت لیکن — حیدرآباد سے کیون رسل و رسائل نہوا

ہاتھ سے اپنے وہ سائین کو دیا کرتے ہین — کاسۂ سر مرا کیون کاسۂ سائل نہوا

فخر اغیار کی چشمک پہ کیا کرتے ہو — مین اشارے سے کبھی آنکھ کے سائل نہوا

پردۂ گوش پہ ہے اپنی سماعت کا مدار — پردۂ رخ کی طرح یہ کبھی حائل نہوا

زر دریا زو سے پہنچتا ہے وہ دریا مین کبھی — قطرۂ اشک مرا سیل سے سائل نہوا

ہم نے پوچھا تو کہا جبر و قدر ہے خاموش — مفتیو یہ تو کوئی حل مسائل نہوا

تجھکو اچھوں پہ ہے ترجیح زمانے مین جلیل

تیرے مانند ولا گنج فضائل نہوا

(۱۵)

ہار جب تک تری گردن مین حمائل نہوا
گل رخسار کبھی پھول پہ مائل نہوا

یار جب تک مین ترے حسن سے بسمل نہوا
اپنی زلفون کی طرح توکبھی مائل نہوا

مین خطا وار ہون اسکا نہین کچھ اسمین قصور
مین بھی سائل نہ ہوا یار بھی مائل نہوا

مصحف رخ کو مین دل کھولکے دیتا بوسے
خیر گزری کہ وہ گردن مین حمائل نہوا

قول سچا ہے کہ از پردہ برون ریز د حسن
کبھی پردہ تری تصویر کا حائل نہوا

جس نے دیکھا تجھے دعوے کو ترے مان لیا
حسن تیرا کبھی محتاج دلائل نہوا

جب کبھی دل مین ہوا معرفت یار کا شوق
کبھی بھولے سے وہ مشتاق وسائل نہوا

لب جان بخش پہ مرتے ہین ہزارون لیکن
ایک مین ہون جو کبھی موت کا قائل نہوا

تونے دیکھا جسے بیتاب تو منھ پھیر لیا
تجھ سے بڑھکر کوئی سنجیدہ خصائل نہوا

اپنے بیمار کی لازم ہے تجھے ہمدردی
مرض عشق دوا سے کبھی زائل نہوا

چوک پر چوک ہوئی لاکھ جتایا ہم نے
ہٹ دھرم اپنی خطا کا کبھی قائل نہوا

ہاے اغیار پہ آتی ہے طبیعت تیری
کبھی اپنون پہ مریجان تو مائل نہوا

تار گریہ نے در اشک کو چھدنے نہ دیا
بکر اس گوہر نایاب کا زائل نہوا

تیرے پیمان کے مقابل ہے مرا قول و قرار
تو تو قائل ہے مگر مین ترا قائل نہوا

جسکے آجانے سے جاتا مرا دل قابو سے
یہ تو یوسف ہے مرا حور شمائل نہوا

سات پردون سے نظر آتی ہے تپلی تیری
تیرے برقع کی طرح ایک بھی حائل نہوا

ہر سخن موقع و ہر نکتہ مقامے دارد
بے محل مین بھی ترے وصل کا سائل نہوا

مومن و ناسخ و صابر نے کہا اشک و ظہیر
دل ہمارا کبھی اس طرح پہ مائل نہوا

پانچ شعروں میں ہوئی حضرت ناسخ کی غزل
بحر مانع نہ ہوئی قافیہ حائل نھوا

متحد ہوکے دخیل آج ولا کہتا ہے
کیا ابھی تیری زبان کا کوئی قائل نھوا

(۱۶)

جب کھچا نقشہ کسی کے روے پر تنویر کا
ماہ تابان بن گیا خاکا اُسی تصویر کا

ہون میں گھائل تیرے ابرو ہمسر شمشیر کا
جس کی جنبش سے دہلتا ہے کلیجہ تیر کا

ہوکے باہر میان سے کہنے لگی وہ آب آب
کثرت جوہر سے دم گھٹنے لگا شمشیر کا

بنگئی نقش دہن میں مو قلم تیری کمر
ورنہ جھتا ہی نہ تھا خاکا تری تصویر کا

اسکی خوشبو ہے مفترح قلب عاشق کے لئے
یہ ترا گوے زنخدان سیب ہے کشمیر کا

درگزر میری خطاؤن سے عبث تو نے نہ کی
دور تک شہرہ ہے تیرے عفو کی تقصیر کا

عارض گلگون پہ تیرے ہین گل و بلبل نثار
مست ہے بلبل تری رنگینیٔ تقریر کا

میری فطرت نے پھنسا یا مجکو بند زلف مین
فلس ماہی سے بنا ہے دام ماہی گیر کا

فرط حیرانی سے کچھ اپنی نھین اسکو خبر
آینہ تصویر حیرت ہے تری تصویر کا

ایک سے ہے ایک فائق خانۂ زنجیر زلف
ہے نئے انداز پر یہ سلسلہ تعمیر کا

پک چکا دیگ ہوس مین جب خیالونکا پلاؤ
کفچہ مار سیہ سے کام لو کفگیر کا

زلف پیچان پر ہوا گزری تو سنبل نے کہا
کچھ بلا آنے کو ہے حلقہ ہلا زنجیر کا

صفحۂ عارض پہ چودہ سال مین لکھا ہے خط
شست کیون اتنا قلم ہے کاتب تقدیر کا

فکر عالی کے صلے مین لے شہ ملک سخن
ہو عطا تمغا زمین شعر کی جاگیر کا

خواب مین واعسر تا مجھکو جگایا یار نے
ہو گیا مجھ پر اثر اس خواب کی تعبیر کا

ابر کا رونا تھا بجلی کی ہنسی تھی رات بھر
تھا یہ عالم میری آہ گرم کی تاثیر کا

شمع رخ پر دود آہ گرم جب گل بن گیا
کام اُس پیوستہ ابرو نے کیا گلگیر کا

محفل پیر مغان نے ٹھان لی شنبہ کی شب
مجلس پیر طریقت کو ملا دن پیر کا

ہین جوان عمر و جوان طالع ہون تیرے عہد مین
پیر نابالغ کو ڈر ہوتا ہے چرخ پیر کا

لن ترانی آتش موسیٰ کی اُس دم سرد تھی
جب بھڑک اُٹھا ولاؔ شعلہ مری تقریر کا

(۱۷)

کچھ نہ پوچھو حال میرے نالۂ شبگیر کا
تھا مرا دام نفس صیاد اُس نخچیر کا

کیا بتاؤن حال اپنی گردش تقدیر کا
پلٹیان کھاتا ہے منصوبہ مری تدبیر کا

ملگیا مجکو دم قتل آپ کے بوسے کا ذوق
جب دہان زخم نے بوسہ لیا شمشیر کا

ق
آنکھ سے گرتے ہین آنسو ناک سے بہتا ہے خون
ہے ہمارے پیش بینی پھوٹنا نکسیر کا

قتل کے دن ہوگی میری ناتوانی وجہ موت
تر نہ ہوگا خون سے دامن تری شمشیر کا

صفحۂ رخ سے ترا چہرہ کتابی بن گیا
جدول خط سے پتا ملنے لگا تحریر کا

مانی و بہزاد سے کچھ بن نہین پڑتی یہان
صانع قدرت مصور ہے تری تصویر کا

نقش پا سکہ ترے کشتوں کا سرمہ اسکی خاک
خاکسارون کو عجب نسخہ ملا اکسیر کا

آہ دل میری ہوئی چرخ مقوس تک بلند
جب وہ پلٹیگی نشانہ ہون مین اپنے تیر کا

زلف پیچان نے نہ ڈالا طوق گردن مین مری
دود آہ آتشین حلقہ بنا زنجیر کا

مین نے آنکھون مین جگہ دی ہے جھٹکنے کے عوض
نقش ہے تیرا قدم اس خاک دامنگیر کا

ماتم شبیر کا ہے غمکدہ مومن کا دل
سوز دل میرا نتیجہ ہے غم شبیر کا

سرکشون نے سر جھکایا ہے ترے فرمان پر
تیری پیشانی مین ظالم نقش ہے تسخیر کا

ہے بہت شیرین زبان تیشۂ فرہاد سے
واقعہ اُس خسرو و شیرین و جوے شیر کا

دیکھ کر اوس روے روشن کا چمکتا رات دن
حوصلہ کچھ پست ہے خورشید عالمگیر کا

یار کے تار نظر میں ہے مرے اشکوں کی سلک
کس نگہ نے کر دیا موتی میں برما تیر کا

حکم زلف یار سے مجھ کو ہوا حبس دوام
مستحق تھا میں پریشان حال اسی تعزیر کا

وصف چشم سرمگین میں ہو گئی آواز بند
خوف سے بڑھتا نہیں کچھ حوصلہ تقریر کا

صفحۂ رخ پر تھی سر تا سر خط لب کی کمی
مصحف عارض ترا محتاج تھا تفسیر کا

ہے مری آتش زبانی التہاب سوز دل
کچھ مرے دل میں نہیں ہے خوف انگشگیر کا

شرم آتی ہے ولا رکھتے ہوے اپنا قدم
اُس زمین پر جسپہ نقشہ ہے اسیر و میر کا

(۸۱)

جانان جو ترا عاشق خاک کف پا ہوتا
دامن کے تصدق میں آنکھوں میں جا ہوتا

پامال ترا دلبر مٹی میں ملا ہوتا
پیوند زمین ہو کر نقش کف پا ہوتا

نقش کف پا تیرا عاشق جو بنا ہوتا
عشاق کی منزل کا وہ راہ نما ہوتا

بیمار محبت کا بوسہ جو لیا ہوتا
جان پرور ہی لب نے مرنے نہ دیا ہوتا

بہتر تھا ترے ہاتھوں غیروں کا بھلا ہوتا
گو حق میں مرے ظالم کیسا ہی برا ہوتا

بیجا ہے غضب انکا پاکر مجھے محفل میں
پہلے ہی اگر مجھ سے کہتے تو بجا ہوتا

جس رنگ کا سامان تھا آمد کا تری ظالم
اچھا تھا نہ آنا ہی آتا تو برا ہوتا

معشوق جدھر جاتا رخ باندھ کے پھر جاتا
اپنی حرکت سے دل جب قبلہ نما ہوتا

آثار جدائی ہیں تقدیر میں عاشق کی
ملتا وہ اگر اسکی قسمت میں لکھا ہوتا

بربادی عاشق کے بدلے سے جنھیں ڈرتا
دلمیں ترے اے ظالم جب خوف خدا ہوتا

پھر تیری زبردستی عالم میں مثل ہوتی
خود مار کے عاشق کو رونے نہ دیا ہوتا

یہ خیر ہوئی ظالم آگاہ ہوا ورنہ — دشمن کے تصدق میں کیا کیا نہوا ہوتا

ہم خوب سمجھتے ہین جھوٹی تری لفاظی — بس اپنی طلاقت کو رہنے بھی دیا ہوتا

اے دل کسی آفت کی پرواہی نہ تھی ہمکو — جو اپنے مقدر مین لکھا تھا ہوا ہوتا

وعدے پہ ترے لعنت لاحول ولا قوۃ — جب قصد وفا ہوتا وعدہ بھی کیا ہوتا

میخانے مین آجاتا گر محتسب شرعی — پھر حضرت زاہد کا پیشاب خطا ہوتا

مومن کی زمین ہے یہ قابض ہین ولا جسپر
بے اون کی اجازت کے ایسا نہ کیا ہوتا

(۱۹)

بے وجہ اگر ہم سے وہ یار خفا ہوتا — دم اپنا اسی غم سے گھٹ گھٹ کے فنا ہوتا

معشوق اگر اپنا محبوب خدا ہوتا — مین اُس سے جدا ہوتا وہ اس سے جدا ہوتا

آنسو کا جو ہر قطرہ دامن پہ گرا ہوتا — تا یابی گوہر کا مضمون ادا ہوتا

دم دینے کو گر آتے تم آج تو کیا ہوتا — حاصل نہ مجھے جانان کچھ غم کے سوا ہوتا

معلوم اگر مجکو قسمت کا لکھا ہوتا — خط بھول کے بھی تجکو مین نے نہ لکھا ہوتا

وان عیش کی صحبت ہے اغیار کی سنگت ہے — اس جانے سے بہتر تھا گر مین نگیا ہوتا

ابرو پہ گرہ اُن کی عاشق کی مصیبت تھی — گر بند قبا کھلتا وہ عقدہ کشا ہوتا

غمّاز سے نفرت ہے غیبت سے عداوت ہے — کرتا جو گلہ ہوتا خود تم سے کیا ہوتا

دشمن کو ہے شک دلبر بیدل کی دلیری پر — آنکھ اسکو ذرا دیکر پھر دیکھ لیا ہوتا

اے خضر مسلم تھی جان بخشی لب اسکی — جو لب سے ٹپک پڑتا وہ آب بقا ہوتا

فرقت کا مزا پایا تدبیر سے باز آیا — تقدیر مین گر ہوتا پھر وصل ہوا ہوتا

دامن پہ مرے قاتل جب قطرۂ خون دل — اشکون سے ٹپک پڑتا رخت شہدا ہوتا

کافر کا ستم سہتا زلفوں میں پھنسا رہتا
ایمان کی گر کہتا تو تجھ سے خفا ہوتا

عاشق کو ارے قاتل دھوکے میں کیا گھائل
ایسا نہ کیا ہوتا ایسا نہ کیا ہوتا

ہم کو سنے سہتے ہیں رہ رہ کے وہ کہتے ہیں
عاشق کا برا ہوتا عاشق کا برا ہوتا

برقِ دلِ عاشق نے تیرے قدِ بالا سے
بے تار کے انجن کا کچھ کام لیا ہوتا

تم وعدے پہ آجاتے ہم شوق سے مر جاتے
کچھ تم نے کیا ہوتا کچھ ہم نے کیا ہوتا

عریاں جو گیا ہوتا پیرس کی نمائش میں
نمبر مرے دلبر کا اچھوں سے سوا ہوتا

ٹوٹا ہی نہیں ابتک کفر اس کا ولاؔ ورنہ
معشوق کو مومن نے کافر نہ کہا ہوتا

۲۰

جب شربت جاں پرور اس لب سے پیا ہوتا
بیمار ترا دلبر مر مر کے جیا ہوتا

قابو اسے ملجاتا کیا کچھ نہ کیا ہوتا
موقع میں اگر پاتا پھر دیکھ لیا ہوتا

دل میرا لیا ہوتا اپنا بھی دیا ہوتا
پالے کے دیا ہوتا یا دیکے لیا ہوتا

دل دشمن فاسق کو ایمان نہ دیا ہوتا
اس عاشق صادق کو بیدل نکیا ہوتا

یہ جبر ہے عاشق پر ایسا نہ کیا ہوتا
دل اس نے مرے دلبر خود تجھکو دیا ہوتا

گر حکم دیا ہوتا پھر دیکھ لیا ہوتا
جو تجھ سے نہ ہو سکتا وہ کام کیا ہوتا

وہ وعدے پہ آجاتے دشمن کو بھی لے آتے
کوٹھے پہ اگر جاتے پھر میں بھی گیا ہوتا

بوسہ جو ترا ملتا دونوں کو مزا ملتا
تو نے بھی لیا ہوتا میں نے بھی لیا ہوتا

جیتے ہیں ترے دم سے مرتے ہیں ترے غم سے
دمباز ہے جو ہم سے دم اسکو دیا ہوتا

گالی وہ اگر دیتا قاصد اسے سن لیتا
پیغام ہی کہہ دیتا خط رہنے دیا ہوتا

خط پھینک کے منہ پر قاصد تھا رفو چکر
مشکل تھی جو لے دلبر ایسا نہ کیا ہوتا

عاشق جو ترا مرتا کیا کچھ وہ نہ پھر کرتا
دشمن کو بھی لے مرتا حملہ جو کیا ہوتا

گر راہ میں مل جاتے تنہائی سے گھبراتے
گر وہ نہ سمجھ جاتے سمجھا ہی لیا ہوتا

وہ رات اگر آتے دشمن کو لگا لاتے
ہم صبر نہ کر جاتے کیا جانئے کیا ہوتا

جاتا تو کہاں جاتا پھر ہاتھ بھی آجاتا
آتا تو کہیں اپنا اُلّو نہ گیا ہوتا

دشمن کی بن آئی ہے بے پر کی اُڑائی ہے
تہمت جو لگائی ہے باور نہ کیا ہوتا

کیوں تم نے مجھے روکا اصرار پہ کیوں ٹوکا
کہنے تو دیا ہوتا کچھ سُن تو لیا ہوتا

گر حیلۂ شرعی سے پاتا وہ جواز اُس کا
زاہد عملِ طائر بہشت سے لیا ہوتا

حافظ تھا ولاؔ قرآں مومن کا بچا ایماں
عارض نے کیا احساں زلفوں سے گیا ہوتا

۲۱

مرے جاتے تھے تم پہ واہ کیسا مسکرانا تھا
ٹھٹک آتے تھے ہم پر آہ وہ بھی اک زمانا تھا

تجھے اے صانع قدرت نہ صنعت کا دکھانا تھا
فقط مقصود اسکو اپنے ہاتھوں سے بنانا تھا

یہاں آہ و فغاں سر پیٹنا رونا رُلانا تھا
وہاں محفل میں انکی رات بھر گانا بجانا تھا

خطا تھی غیر کی اُسکی سزا عاشق کو دی تو نے
قسم اللہ کی برتاؤ تیرا ظالمانا تھا

اجازت ہم نے چاہی کہدیا ہنسکر بہت اچھا
بلا بھیجا ہی ہے اپنی صرف اُن کو آزمانا تھا

پلا کر غیر کو ساغر لگائی آگ سینے میں
فقط مقصود اُس ظالم کو میرا دل جلانا تھا

لیا سوتے میں بوسہ چونک کر کہنے لگے یہ کیا
تو عاشق نے کہا مقصود سوتے کو جگانا تھا

وہی مجنوں وہی فرہاد ہیں ہم عشق دلبر میں
وہی اپنا ہے جو شیریں و لیلےٰ کا فسانا تھا

وہ ہم سے دل لگی کرتے تھے ہم بھی دل اُٹھاتے تھے
وہاں تھی دل لگی اور یاں کسی سے دل لگانا تھا

بناوٹ سے بگڑ کر غیر پر تم ہم پہ کیوں برسے
خطا اُس سے تھا مقصد گالیاں ہم کو سنانا تھا

سلام سہو پھیرا دیکھنے کو کس کے اے زاہد
عشا کی رکعتیں ہیں چار یہ پہلا دوگانا تھا

بڑی حرمت ہوئی کل تیرے عاشق کی جنازے کی
تو آگے چل رہا تھا تیرے سر پر شامیانا تھا

پسند آئی ہمیں تضمین مضموں یہ بھی جدت سے
گلے میں ہاتھ تھا دشمن کے لغزش کا بہانا تھا

گرے منبر سے نیچے سر کے بل کیوں خیر ہے زاہد
اگر یک بیک سے سر چکرا گیا تھا بیٹھ جانا تھا

ہوئی یہ خیر جو دل دیکھے ہم نے صلح کی اُس نے
اگر بیمار تھیں آنکھیں تو کیوں آنکھ لڑانا تھا

جھٹکنے وہ لگے دامن گرے ہم انکے قدموں پر
نیاز اپنا تھا یہ وہ ناز اُن کا دلربانا تھا

ترے زینے کے آگے کیا حقیقت سنگ اسود کی
جسے سمجھے تھے ہم کعبہ وہ تیرا آستانا تھا

کچھ ایسے خود غرض ہیں یار ہمدم ہیں اپنے مطلب میں
ہے وہ اک طرف اور اک طرف سارا زمانا تھا

اشاروں سے اگر تم اپنی نفرت کو دکھاتے تھے
کنایوں سے مری دل کی محبت مان جانا تھا

ولا نے کھول کر دل یوں لٹائے گوہر مضموں
کہ گویا سینۂ حاتم میں قاروں کا خزانا تھا

۲۲

اگر مقصود آنا تھا تو دشمن کو نہ لانا تھا
اگر تنہا نہ آنے کا ارادہ تھا نہ آنا تھا

عداوت ہم سے تھی اسکو تو کیوں دشمن کو لانا تھا
محبت ہم سے تھی تمکو تو تنہا کیوں نہ آنا تھا

یہاں کم فرصتی کا ہم سے حیلہ تھا بہانا تھا
حقیقت میں انہیں دشمن کے گھر منظور جانا تھا

کسی کا یا کسی کے پاس آنا تھا نہ جانا تھا
ہمارے ٹالنے کو یہ فقط اُن کا بہانا تھا

ہوا پایا اسطرح آیا کہ دشمن کو لگا لایا
ستمگر ایسے آنے سے تو بہتر تھا نہ آنا تھا

چڑھے گھوڑے پہ کس انداز سے وہ ہاتھ میں چابک
سمند ناز پر اسکے یہ گویا تازیانا تھا

جہاں لیٹا تھا دلبر واں عدو بیٹھا تھا بستر پر
کھڑے تھے ہم وہاں چھپکر جدھر اُسکا سرہانا تھا

رہا ساغر بکف تو منتظر افطار کا زاہد
اگر رکھا تھا روزہ ایسی محفل میں نہ آنا تھا

قضا آئی مگر جاتے ہی اسکو مقدر میں
ابھی کوچے میں اُس ظالم کے اپنا آب و دانا تھا

تماشا ہم نے دیکھا انکی تنہائی کا چھپ چھپ کر
مقابل آئنہ رہ رہ کے اُن کا مسکرانا تھا

رُلاتے ہیں ستم یہ ہے کہ رونے بھی نہیں دیتے
ہنسا کرتے تھے جب ہم اُن کے بچپن کا زمانا تھا

وہ نازک انگلیاں کنگھی سے انکی ملتی جلتی ہیں
خدا کی شان آتی تھی نظر پنجے میں شانا تھا

پڑے ہیں آج محتاج دعا وہ کنج تربت میں
اسی عالم میں ثروت کا نہ جنکی کچھ ٹھکانا تھا

ٹھمکتی چال میں وہ اسطرف سے رات جب گزرے
قدم تیزی سے واں اُٹھے جہاں میرا ٹھکانا تھا

مرے جلتے ہیں ہم یہاں قضا ہے دیکھ کر حیراں
حقیقت میں ہے یہ قرباں قضا کا اک بہانا تھا

وفات دشمن مرحوم سے غم بڑھ گیا اپنا
بہاتے تھے وہ آنسو اور رونے کا بہانا تھا

ہُوا تیر افگنی کی مشق میں بھی یہ ستم دلپر
نشانا چوکتا تھا وہ ملامت کا نشانا تھا

نظر آتی تھیں ہمکو سیکڑوں عاشق کی تصویریں
کسی کی صورت صافی تھی یا آئینہ خانا تھا

چڑھی سنگ دل دلدار پر تیغ نگہ جس دم
فسانوں کی زباں پر اسکی تیزی کا فسانا تھا

عیادت کیا بُری تھی نرگس بیمار سے اپنی
ارے بیمار الفت کو کبھی تو دیکھ جانا تھا

غزل لکھی ہے ہم نے رند کی اسطرح مشکل میں
ولا مقصد فقط زور طبیعت آزمانا تھا

۲۳

کفن کی منہ پہ چادر خاک مدفن کا بچھونا تھا
جہاں ہم سو رہے تھے وہ کسی تربت کا کونا تھا

یہاں ہمکو غم فرقت میں ساری رات رونا تھا
وہاں رونے پہ ہنسنا بستر راحت پہ سونا تھا

وہاں ہنس ہنس کے انداز عدو پر لوٹ ہونا تھا
یہاں رو رو کے پھر آنسو سے اپنے منہ کو دھونا تھا

فدا گر ہم تھے اُن پر وہ فدا ہوتے تھے دشمن پر
ہنسا کرتے تھے وہ ہم پر اسی کا ہم کو رونا تھا

غضب کی گرمیاں ہیں اور تمہارا پیرہن ریشم
ذرا دامن کو اپنے میرے اشکوں سے بھگونا تھا

سنا ہے وہ عدو کے ساتھ ہیں ایوان خلوت میں
بہت افسوس ہے اس کا ہوا وہ جو نہ ہونا تھا

نمک چھڑکا گیا ہے زخم دل پر اُن کے چہرے کا
جبھی تو کچھ مزا اپنے بھی اشکوں کا سلونا تھا

عدو تھا پست قد اُس قدِ بالا کی بلندی سے
وہ بونا ہاتھ میں لیکر کے جورو کا کھلونا تھا

سجاتے تھے تم اسکو بزم میں جس طرح جی چاہے
تمہارے ہاتھ میں عاشق لڑکپن کا کھلونا تھا

نہ ہو کیوں سرد مہری سرد پانی سے نہاتے ہو
کسی عاشق کے اشک گرم سے اسکو بھگونا تھا

نظر آتی پھر ان کو جوہر عاشق کی نایابی
ذرا تار نگہ میں اشک کے موتی پرونا تھا

کسی کے بار خاطر سے وہ بار آور ہوا آخر
کبھی تخم محبت آپ کا دل میں نہ بونا تھا

غلط فہمی سے جا پہنچا میں واں اور وہ یہاں آئے
مری قسمت میں ہاتھ آئی ہوئی دولت کو کھونا تھا

حقیقت نوک مژگاں اور دل عاشق کی کھل جاتی
مرے دشمن کے سینے میں ذرا اسکو چبھونا تھا

بمن بعد کے خود مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید
ہوا اور ہو چکا تقدیر میں جو کچھ کہ ہونا تھا

پھٹا دامن جبھی تو آپ کی مژگاں کی سوزن میں
پرو کر رشتۂ تار نگہ سینا پرونا تھا

دکھلایا تھا اگر دشمن کا منہ دلبر نے ہاتوں سے
تو پھر عاشق کو اپنی زندگی سے ہاتھ دھونا تھا

اُسے تار نگہ کا تار پیڑو وہ لگا دیتا
سفینہ میرے دل کا ناخدا کو گر ڈبونا تھا

ذرا سونے نہ پائے رات بھر جاگے ہو خلوت میں
تھکے ماندے ہو تم جاناں ذرا منہ ہاتھ دھونا تھا

جبیں پر اسکی ہیرا ہاتھ میں یاقوت کے کنگن
گلے کے ہار تھے موتی تو پھر پاؤں میں سونا تھا

ولا اس بحر سے بہتر شناور کبھی نہ پار اترے ہیں
جب انکا قافیہ تھا پار اور اپنا ڈبونا تھا

۲۴

مجکو اے جاں جو عشق قدِ بالا ہوتا
پھر مرا عالم بالا پہ حوالا ہوتا

روئے روشن سے جو خلوت میں اجالا ہوتا
منہ مرے دشمن مردود کا کالا ہوتا

لن ترانی جو زباں سے نہ نکالا ہوتا
تیرے جلوے کا کوئی دیکھنے والا ہوتا

یوں نہ کرتا کسی مظلوم پہ دن رات ستم
ارے ظالم جو کوئی پوچھنے والا ہوتا

فیصلہ اس کا جو ہوتا ترے دل سے تو ادائی
مجھ سے بڑھکر نہ ترا چاہنے والا ہوتا

حسن خورشید کو کافی ہے تجلی کی نقاب
شرم واں تھی جو کوئی دیکھنے والا ہوتا

جب بصیرت ہی نہیں کسکو دکھاوے جلوہ
حسن بے تھا جو کوئی دیکھنے والا ہوتا

دوڑتی گر ترے رخسار پہ عاشق کی نظر
اسکے تلووں میں مرے اشک کا چھالا ہوتا

سیر گلشن میں جو عارض پہ نظر پڑ جاتی
داغ کھا کر گل تر باغ میں لالا ہوتا

شیر غصے سے بنے بیٹھے ہیں کہ کھا جانے کو
ہیں گلے سے نہ اترتا جو نوالا ہوتا

خیر گزری کہ پریشاں نہ ہوئی زلف سیاہ
ورنہ منصوبۂ عاشق تہ و بالا ہوتا

شکل آتا تو پھر اٹھتی مرے دل سے تکبیر
خط عارض سے ترے چاند کو ہالا ہوتا

چھپ گیا شرم سے دشمن کی بغل میں شیشہ
میری غیرت نے اسے مار ہی ڈالا ہوتا

اپنے ہاتھوں نہ بناتا تجھے صناع ازل
گر تجھے نور کے سانچے میں نہ ڈھالا ہوتا

خیر گزری جو عدو آج نہ آیا ورنہ
ایک سے ایک ستم ہم پہ نرالا ہوتا

اپنی قامت کا خیال اسکو جو آتا تو جلیل
وعدۂ دید قیامت پہ نہ ٹالا ہوتا

غم اسی کا ہے ولا خاطر دشمن سے فقط
یوں مری بات کو سن سن کے نہ ٹالا ہوتا

۲۵

دل میں آتش تو جگر میں مرے چھالا ہوتا
آہ لب پر تو زباں پر مری نالا ہوتا

تار گریہ گہر اشک کا مالا ہوتا
پھر گلے میں مرے دلدار کے ڈالا ہوتا

ہار کی طرح جو ہوتا مرے گلرو گستاخ
ہاتھ میں نے بھی گلے میں ترے ڈالا ہوتا

خوب مٹتا سرو گردن میں جو جھگڑا ہے آہیر
تیغ ابرو کو اگر بیچ میں ڈ ا لا ہوتا

کس کے سینے سے لپٹ کر تو بنا سینہ سپر
کاش دشمن نے مجھے مارہی ڈالا ہوتا

جلوہ افروز وہ ہوتا جو کبھی کوٹھے پہ
لطف اس کے قد بالا کا دوبالا ہوتا

لال غصّے سے جو ہوتے وہ گلابی رخسار
جوش سے حسن خدا داد دوبالا ہوتا

واہ ملتی جو اُسے عالم بالا سے حلیبل
اور بھی حسن خدا داد دوبالا ہوتا

دل تڑپنے جو لگا ہاتھ میں تیرے دلبر
نہ سنبھلتا جو سنبھلکر نہ سنبھالا ہوتا

محفل وجد نہیں ہے ارے مُلّا تو نے
اپنی دستار فضیلت کو سنبھالا ہوتا

مردمک دیدۂ میگون کی جو ہوتی ساقی
ساغر چشم زمرّد کا پیالا ہوتا

بے وفا چل ہی دیا چھوڑ کے ولدار کبھی تھا
پیار سے اسکو نہ آغوش میں پالا ہوتا

کیوں نہ ہوتا اُسے غم ہجر سے جدا ہونیکا
جب کوئی دل کسی آغوش کا پالا ہوتا

تازیانہ کرم زلف سے ہوتا جو امیر
اشہب ناز کو چمکا کے نکالا ہوتا

چاہتا گر ترا انداز تو سو یوسف کو
اک ترے چاہ زنخدان سے نکالا ہوتا

بھونکتا دل میں بر آتی ترے خنجر کی مراد
کھینچکر پھر مرا ارمان نکالا ہوتا

جلد یا محفل دلبر سے ولاؔ خیر ہوئی
یوں سنجاتا تو ستمگر نے نکالا ہوتا

۲۶

دل عاشق جو ترے غم سے بھر آیا ہوتا
دل ترا درد سے خالی نظر آیا ہوتا

اپنے وعدہ پہ وہ دلبر اگر آیا ہوتا
خواب بیداری میں مجکو نظر آیا ہوتا

شب ہجراں جو مرے خواب میں آتا مہرو
خواب میں عالم رویا نظر آیا ہوتا

دل مرا لے کے لگاتا تو ترے سینے میں
پس آئینہ روشن نظر آیا ہوتا

اپنی آنکھوں میں بٹھاتا مرے منظور نظر
میری آنکھوں میں اگر تو نظر آیا ہوتا

موتیا بند نہوتا مرے آنسو کا گہر
میں نے اسکو جو لگاتار گرایا ہوتا

ترے ماتھے پہ نہ ہوتا جو ہلال ابرو
شب اوّل مہ کامل نظر آیا ہوتا

دل ربا دل میں جو کرتا کسی ارماں کی تلاش
اپنا مقصد ترے ہاتھوں سے بر آیا ہوتا

ابر مطلع پہ ہے یا منہ پہ ہے بھرو کے نقاب
ورنہ وہ چاند سا مکھڑا نظر آیا ہوتا

آلۂ دل سے ملا سلسلۂ تار نفس
پھر تو پیغام ترا تار پہ آیا ہوتا

تجکو ہوتی اگر پہچان حق و باطل کی نگاہ
پھر تجھے عاشق صادق نظر آیا ہوتا

آج کیوں چہرۂ خورشید لب بام ہے زرد
تو نہ کوٹھے سے سر شام اتر آیا ہوتا

کیوں نہ سمجھیں مرے احباب غیر کو اپنا دشمن
ہم نہ چھوتے جو کوئی مال پرایا ہوتا

جا پہنچتا تری دعوت پہ جو تیرا عاشق
راستہ کاٹ کے تو اس کے گھر آیا ہوتا

سنگدل پہ وہ چڑھاتا جو کبھی تیغ نگاہ
خون آنکھوں میں ہماری اتر آیا ہوتا

نوبت ریش مبارک نہ پہنچنے پاتی
ہائے منبر سے تو واعظ اتر آیا ہوتا

(رکیا ڈرا) آنکھ کا ہوتا جو مقابل تیرے
عکس تیرا مرے دل میں اتر آیا ہوتا

کاش قدموں سے ترے پسکے ولا بنکے غبار
سرمگیں آنکھوں میں تیری نظر آیا ہوتا

۲۷

گر حقیقت کو تری میں نے نبھایا ہوتا
شیشۂ دل پر ترا نقش نہ جمایا ہوتا

عشق میرا جو ترے دل کو نہ بھایا ہوتا
کبھی عاشق مجھے اپنا نہ بنایا ہوتا

تو نے عاشق کو محبت سے بلایا ہوتا
سر سے چلکر وہ ترے سامنے آیا ہوتا

میری حالت پہ ترا دل جو بھر آیا ہوتا
قطرۂ اشک پسینے سے گرا یا ہوتا

دل معشوق پہ ہوتا جو مرے دل کا اثر
میرے آنسو کو نہ آنکھون سے گرایا ہوتا

رہنما تیری حقیقت کا نہ ہوتا جو مجاز
اپنے معشوق سے پھر تجھکو نہ پایا ہوتا

چشم باطن مین جو تیری نظر آتی تصویر
پھر اسے صورتِ جانان سے ملایا ہوتا

منزلت تیری نہ ہوتی کبھی کم ظرفون مین
گر نہ مرشد نے حقیقت کو چھپایا ہوتا

ہاتھ اپنا جو بڑھاتا مری بیعت کے لئے
دیجے بوسہ اُسے آنکھون سے لگایا ہوتا

اسم اعظم کا ترے وِرد نہ ہوتا جو مجھے
مجھپہ شیطان و پری دیو کا سایا ہوتا

عشق بازون کی حقیقت مری جان کھلجاتی
دل نے گر رازِ محبت نہ چھپایا ہوتا

ولولہ اس کا گھٹانے کے عوض بن بن کر
حوصلہ اس مرے دل کا نہ بڑھایا ہوتا

ہون مین بیمار ترا شربتِ دیدار مجھے
چشم بیمار کے ساغر سے پلایا ہوتا

اپنی صنعت پہ ہوا صانع قدرت عاشق
اپنے ہاتھون تجھے اُس نے نہ بنایا ہوتا

تیری آنکھون مین اگر مین نہ سماتا مری جان
میری آنکھون مین کبھی تو نہ سمایا ہوتا

گر محبت سے دکھا دیتا تو بوسہ دیکر
مین نے قدمون کو ان آنکھون سے لگایا ہوتا

رات آتا تو تجھے مردمک چشم کے ساتھ
اپنی آنکھون مین مری جان سُلایا ہوتا

کھولتا تو اگر آغوش محبت مجھ پر
پھر تجھے اپنے کلیجے سے لگایا ہوتا

تیرے بیمار کو بیار سے ہوتی راحت
اپنی آنکھون کو کبھی اُس سے ملایا ہوتا

خواب غفلت سے جگانا جو تجھے تھا منظور
بن کے خورشید مرے خواب مین آیا ہوتا

دیکھتا تو صفت خلق حسینان فرنگ
کسی میڈم سے اگر ہاتھ ملایا ہوتا

خیر گزری نہ لگی قید قلندر کی یہان
ورنہ چار ابروِ عاشق کا صفایا ہوتا

عشق کو ترک کرے کیون تری خاطر سے وِلا

خبط اس کا نہ ترے سر مین سمایا ہوتا

(۲۸)

اگر مردِ مسلمان کو کبھی عشقِ صنم ہوتا
یہان بت کی پرستش اور وہان طوفِ حرم ہوتا

اگر معشوق اپنا غیرِ معشوقِ عجم ہوتا
تو جان عاشقان ہند پر دونا ستم ہوتا

مذکر باندہ کر جھگڑا مٹایا نکتہ سنجون نے
وگرنہ باعثِ تحقیرِ معشوقِ عجم ہوتا

اگر معشوق کو کہتے مؤنث آپ استادو
حسینانِ عجم کو اپنی رسوائی کا غم ہوتا

سخندانو مؤنث باندہتے معشوق کو گر تم
تعلق عاشق و معشوق کا قائم بہم ہوتا

جو کہدیتے زبان دانو مؤنث لفظ عاشق کو
تو ہندی شاعری پر آپکا لطف و کرم ہوتا

جو معشوق حقیقی کو مذکر باندہتے شاعر
تو معشوق مجازی کو عزیزو کچھ نہ غم ہوتا

مجازی اور حقیقی کو ملا دیتے اگر باہم
تو خالق پہ سخنون کے عقیدے پر ستم ہوتا

مؤنث باندہتے گر آپ معشوق مجازی کو
سوادِ لکھنؤ بھی غیرتِ ملکِ عجم ہوتا

مذکر باندہنا معشوق کا ہوتا جبھی جائز
اگر معشوق اپنا مثلِ معشوقِ عجم ہوتا

زبان دانو اگر جائز نہ تھا مادہ کو نر کہنا
تو پھر معشوق ہندستان مؤنث سے علم ہوتا

خطا کیا تھی جو معشوقہ کسی معشوق کو کہتے
رفیقو اختیار اتنا تو ہم کو کم سے کم ہوتا

کرامت گر نہ ہوتی نکتہ سنجان مغلزا کی
تو معشوق مذکر لکھنؤ مین کیون صنم ہوتا

اگر معشوقۂ ہندوستان کو دیکھ پاتا وہ
تو جان و دل سے عاشق اپنے معشوق عجم ہوتا

جو ملتے دیکھتے میڈم کی خوش روئی پہ خوش خلقی
تو معشوقان بدخلق عجم کو غم پہ غم ہوتا

بڑی مشکل مین پھنس جاتا تمہارا عاشق نحوی
جو معشوق مؤنث بھی مذکر سے علم ہوتا

فدا ہوتے ہین حوران بہشتی حسن پر تیرے
پھر اے جان کیون نہ کوچہ ترا رشکِ ارم ہوتا

سوالِ عاشقِ صرفی سے وہ ایسے بگڑ بیٹھے
کہ بحث اُنسے اگر بڑہتی جواب لن و لم ہوتا

نہ ہوتی گر ولاؔ سے بے رخی مخصوص اے ظالم
تو پھر اسکو نہ اس عالم مین رسوائی کا غم ہوتا

(۲۹)

اگر عاشق تمہارا عشق مین ثابت قدم ہوتا
نہ رسوائی کا ڈر ہوتا نہ رنج و درد و غم ہوتا

کٹ دشمن مین میر بجان اگر تیرا قلم ہوتا
جواب خط کی تیزی سے قلم کا سر قلم ہوتا

نجاتے ہم اگر خلوت مین دلبر بار غم ہوتا
اطرح گر آپ پہچانتے تو کیون ہم پر ستم ہوتا

عدو کو تو نے بلوایا جو مجھ کو بھیجکر گھر پر
ارے ظالم کسی پر اس سے بڑھکر کیا ستم ہوتا

لیا تھا ایک بوسہ بے اجازت انکی خلوت مین
اگر مین مانگتا ان سے تو پھر لا و نعم ہوتا

اسی مین خیر ہے دشمن سے خوش ہوتے ہو تم ورنہ
تمہارا دفتر اخلاق بدخلقی مین ضم ہوتا

گراتے بام اشکون سے اگر آنکھونکے ملیارہے
تری محفل پہ پھر عاشق کا حملہ دمبدم ہوتا

بناوٹ گر نہ ہوتی میرے دشمن کی پسند انکو
وجود عاشق صادق جہان مین منتظم ہوتا

وصال دخت رز ہوتا تو پھر چکھتا مزا زاہد
نہ منہ سے چھوٹتی وہ ناک مین پھر اس کا دم ہوتا

بلا یا دیجے دعوت اپنی عزت کے بڑہانے کو
جو آجاتے تو ان کا مرتبہ اس سے نہ کم ہوتا

تعاقب کا مزا ملتا اگر چھپ کر وہ چلدیتے
کسی کے نقش پا پر اک مسافر کا قدم ہوتا

وہ بگڑے دیکھ کر خلوت مین مجکو ضبط کر جاتے
تو پھر مجکو خوشی ہوتی اگر دشمن کو غم ہوتا

ہمارا سوز دل بڑہتا تری کم التفاتی سے
تو جوش عشق اپنا سردمہری سے نہ کم ہوتا

تنومندی سے ڈر کر پوچھتے ہو خیریت میری
نہ دل مین بھونکتے خنجر نہ سینے پر ورم ہوتا

نہ سہہ سکتا ترا عاشق کبھی یہ سختیان تیری
اگر تیری طرح پروردہ ناز و نعم ہوتا

جفاؤنکی حقیقت اور مصیبت جانتا تو بھی
اگر میری طرح پروردہ ناز و نعم ہوتا

صدا نالون کی گر تیری ہنسی سے گونجتی ملکر
تو پھر احباب کو محفل مین لطف زیر و بم ہوتا

یہاں باندھے ہے چلا جاتا ہے دشمن اپنی چالوں سے
مزا محفل کو آتا گر کھلا اُس کا بھرم ہوتا

مرا رونا ہے جاری سوز دل سے خشک ہے پانی
اگر ہوتا مری آنکھوں میں ایجان کچھ تو نم ہوتا

وہ ہنستے غیر سے دن بھر تو دم بھر اپنے شیدا سے
کرم ان کا ولاؔ اتنا تو ہم پر کم سے کم ہوتا

(۴۰)

جو اوراق فلک پر حالِ دل اپنا رقم ہوتا
نیستان سر افرازِ زمین صرفِ قلم ہوتا

اگر اُس سنگدل کو میری بربادی کا غم ہوتا
جفا پر کیون جفا ہوتی ستم پر کیون ستم ہوتا

سراپا یار کا جب لوحِ خاطر پر رقم ہوتا
فدا اُس نور کے پتلے پہ دل سر تا قدم ہوتا

ترا موے کمر بہزاد کا گر موے قلم ہوتا
تو پھلے نقش ابرو سے اُسی کا سر قلم ہوتا

نہ ہوتا وہ اگر واقف رموز بیدہانی سے
تو پھر اس کا مصور رہرو ملکِ عدم ہوتا

کف پا کی تمہارے کھینچتا تصویر اگر مانی
تو پھر قدمونکے نیچے صورت نقشِ قدم ہوتا

قدم کا نقش وہ لیتا تمہارا ہم قدم ہو کر
اگر مانی فن تصویر مین ثابت قدم ہوتا

جو ہوتا نیم جان ازرنگ نقش نوک مژگان سے
لب جان بخش کی تصویر سے وہ تازہ دم ہوتا

تواضع خیر ہے ایجان نہین ہے تیری فطرت مین
اگر ہوتی تو پھر تیرے قدِ بالا مین خم ہوتا

خطوطِ ہندسی آنکھون نے پائے لال و گوہر نے
پھر اس ساغر مین تیرے کیون نہ وصفِ جام جم ہوتا

بلا لینے کی گر ملتی اجازت تیری زلفون سے
بڑا احسان عاشق پر ترے سر کی قسم ہوتا

جو محبوب خود معشوق ہوتا تیرے عاشق کا
تو پھر اپنا رقیب اپنا حبیب محترم ہوتا

بچا پایا ہر دل سے تجکو تیشے کی محبت نے
وگرنہ دل پہ تیرے کوہکن اک کوہِ غم ہوتا

ارے دم دیکے تونے اپنے ہمدم کو کیا بیدم
بھر اکرتا ترا دم جب تلک اسکے دم مین دم ہوتا

مین درو کر کیا کرتا ہون ہلکا بار خاطر کو
اگر ایسا نہ کرتا آج دل پر کوہِ غم ہوتا

بھرے تجھے روپ گزری خیر وہ غافل رہے ورنہ — غضب ہوتا غضب ہوتا ستم ہوتا ستم ہوتا

نیاز عاشقی اور ناز معشوقی اگر ملتے — وہاں عاشق کا سر ہوتا جہاں تیرا قدم ہوتا

کیفیت کیفیت مے کی بتا دیتی ہے تلاچھی — تمہارے پیٹ بھر پینے پہ پھر کیوں کیف کم ہوتا

کسی نے کچھ نہ آکھا اس زمیں میں ہائے استادو — اگر ہم بھی نہ لکھتے شاعرو دو نا ستم ہوتا

یہ پتھریلی زمیں ہے کیا کوئی رکھتا قدم اپنا — جو رک رک کر یہاں چلتا وہ غالب کا قلم ہوتا

اگر ہوتے ولا اس سرزمیں پر میرزا سالک
وہ اپنے رہنما ہوتے میں اُن کا ہمقدم ہوتا

۳۱

سہتے ہیں ہم رنج و الم آپ کا — ہے دل ناشاد میں غم آپ کا

اپنے رفیقوں پہ ستم آپ کا — میرے رقیبوں پہ کرم آپ کا

ہو گا جبھی حال رقم آپ کا — سر ہو قلم یا ہو قلم آپ کا

جب سے ہوا اپنا عدو روسیاہ — پھر نہ ہوا مجھ پہ ستم آپ کا

آ جو گئے بڑھ گئی عزت مری — ہو گیا مشہور کرم آپ کا

پھیل گیا آہ جگر کا دھواں — کیوں نہ گھٹے سینے میں دم آپ کا

ہیں مریجاں آپ سے ہم جاں بلب — ہم سے ہے کیوں ناک میں دم آپ کا

خیر اسی میں ہے کہ دل کا غبار — ہم پہ برسنے سے ہو کم آپ کا

رہتے ہیں ہم اپنے غم آباد میں — سہتے ہیں ہم جور و ستم آپ کا

چلنے لگے رات جو عاشق کے ساتھ — اٹھ نہ سکا ایک قدم آپ کا

ظالم و مکار و جفا کار سے — نام ہے عالم میں علم آپ کا

بال کا پھندا ہے ہر اک موئے زلف — داؤں ہے یہ سر کی قسم آپ کا

وعدہ خلافی کی بدولت جناب
خوف ہے کھل جائے بھرم آپ کا

دشمن بدخواہ سے یکساں ہو آج
آہ وجود اور عدم آپ کا

ہو نہ سکا غیر سے اخفائے راز
کھولدیا اس نے بھرم آپ کا

شکوے کی نوبت اگر آئے تو پھر
کیوں نہ کریں آپ سے ہم آپ کا

بچ نہ سکے ہاتھ سے میرے عدو
بیچ میں ہو گر نہ قدم آپ کا

کہتے ہیں کیوں اپنا وطن لکھنؤ
نام ہے معشوق عجم آپ کا

ہو ہی گیا اے مری جاں جاں نثار
رہرو اقلیم عدم آپ کا

دشمن و عاشق میں ہو الفت و نشر
اس پہ کرم اس پہ ستم آپ کا

طرح پسند آئی ولا آپ کو
زور سے چلتا ہے قلم آپ کا

۱۳۲

عشق نہ ہوتا جو صنم آپ کا
مجھکو نہ ہوتا کبھی غم آپ کا

غیر پہ یہ لطف و کرم آپ کا
ہم پہ ہے کیوں جور و ستم آپ کا

سر ہے مرا اور قدم آپ کا
صبر مرا اور ستم آپ کا

کس نے بگاڑا ہے دھرم آپ کا
کھولدیا کس نے بھرم آپ کا

آپ اگر بت ہیں تو ہم بت پرست
ہم نہ بگاڑیں گے دھرم آپ کا

عرش بریں آپ کی کرسی بنا
خانۂ کعبہ ہے حرم آپ کا

غیر پہ ہوتا ہے کرم پر کرم
ہم پہ ستم پر ہے ستم آپ کا

آپ کی الفت سے بنا ہے غلام
بندۂ بے دام و درم آپ کا

کاتب تقدیر ہے خطاط ٹیپ
لوح پہ چلتا ہے قلم آپ کا

کیوں نہ مرے خط کا ملے یوں جواب
ہاتھ ہے دشمن کا قلم آپ کا

ہاتھ میں دشمن کے ہیں لکھتے جواب
چھین نہ لیتا جو قلم آپ کا

آپکے دم سے ہے ہمارا قیام
شام و سحر بھرتے ہیں دم آپ کا

دیتے ہیں دم آپ سلامت رہیں
ہمکو غنیمت ہے یہ دم آپ کا

صبح و مسا پیتے ہیں خون جگر
شام و سحر کھاتے ہیں غم آپ کا

صحبت نا جنس عدو میں ہیں آپ
اپنا نہیں مجکو ہے غم آپ کا

دشمن پہ فن ہے بڑا چالباز
جس کے قدم پر ہے قدم آپ کا

چلتے ہیں کچھ ایسی نزاکت کی چال
مل نہ سکا نقش قدم آپ کا

ہوکے قدمبوس ہوا پائمال
سر پہ ہے عاشق کے قدم آپ کا

صورت خورشید جہاں تاب ہیں
نور ہے سر تا بقدم آپ کا

جھوٹ ہے یہ ہو نہیں سکتا کبھی
شکوہ کریں غیر سے ہم آپ کا

لاکھ ہو نقصان ہمارا مگر
کچھ نہ بگاڑیں کبھی ہم آپ کا

بت کی پرستش نے سنبھالا مجھے
سامنے اپنے ہے صنم آپ کا

آپ کی خلوت میں جو آئے ولا
ڈر ہے نکل جائے نہ دم آپ کا

۳۳

اس کی بربادی کا خواہاں تو اگر ہو جائیگا
خانماں برباد تیرا در بدر ہو جائیگا

اس کا منصوبہ جو یوں زیر و زبر ہو جائیگا
کام عاشق کا تمام اے فتنہ گر ہو جائیگا

رونے والے سے اگر تو بے خبر ہو جائیگا
تیرے دلمیں میرے نالوں کا اثر ہو جائیگا

دور مے میں تو اگر ساقی نہ ہوگا میر مجاں
میکشوں کو سر بسر دوران سر ہو جائیگا

سرو بھی اسطرح قائم رہی گر میرے ساتھ
جان محزوں میں یہ وحدت کا اثر ہو جائیگا

پھر نہ ہوگا ہمکو اُس کی خانہ بربادی کا غم
گر دل معشوق میں عاشق کا گھر ہو جائیگا

کیا گزرتی ہے ترے عاشق پہ ہجراں کی رات
دیکھ لیگا تو اچانک گر ادھر ہو جائیگا

میہماں ہو کر کبھی ڈالوں گا نہ ظالم تجھپہ بار
غم غذا پانی مرا خون جگر ہو جائیگا

یوں سگ درباں اگر ہو جائیگا دشمن کا دوست
کوچۂ دلدار شاہا [illegible] کا گھر ہو جائیگا

معتکف بنکر اگر مسجد میں بیٹھینگے گھڑک
زاہدوں سے [illegible] کا [illegible] ہو جائیگا

گر نصیحت سے بچیگا ناصح منبر سوار
میرے دلبر قول اعدا کا اثر ہو جائیگا

قوت برقی توجہ میں اگر پیدا ہوئی
دل تمہارے عاشقوں کا تار گھر ہو جائیگا

گر چمک تیرے رخ انور کی ہوگی منعکس
پھر مرے اشکوں کا پانی آب زر ہو جائیگا

بحر غم ہے اور لنگر زن تخیل کے جہاز
ناخدا تو ہے مرا دل پار بیڑا ہو جائیگا

زخم کاری ہے مرے دلبر تمہاری تیغ کا
پھر تو منصوبہ تمہارا کارگر ہو جائیگا

اس زمیں میں دیکھ پائیگا اگر میرا کلام
رند پھر رندی سے اپنی بے خبر ہو جائیگا

قدر جب الفت کی بزم یار میں ہونے لگے
پھر محبت میں ولا بھی نامور ہو جائیگا

۳۴

وہ اگر کوٹھے پہ اپنے جلوہ گر ہو جائیگا
نور باطن ہر پہ اہل نظر ہو جائیگا

تختۂ لالہ میں گر تیرا گزر ہو جائے گا
اسکے داغ دل پہ اک داغ دگر ہو جائیگا

بھولے بھٹکے گر کبھی ظالم ادھر ہو جائیگا
عاشقوں میں اس کا پیماں معتبر ہو جائیگا

قافلے کے ساتھ گر تیرا گزر ہو جائے گا
الفت لیلیٰ سے مجنوں بے خبر ہو جائیگا

گر دُرِ غلطاں سے تو جھنکیگا دامن اسطرح
آب گوہر سے مرے آنسو کے تر ہو جائیگا

تیری غفلت پر تصدق حال عاشق کی تجھے
جب خبر ہوگی کہ عاشق بے خبر ہو جائیگا

ہے مرے تن کے قفس پر جب تمہارا اختیار
پھر تو میرا مرغ جان بے بال و پر ہو جائیگا

تیری معشوقی نہ کردیگی اگر بے اختیار
عشق کا الزام پھر عاشق کے سر ہو جائیگا

دل ترے تیر نگاہِ ناز کا ہو گا ہدف
تیغ بر سیگی تو پھر سینہ سپر ہو جائیگا

شاعر دگر موشگافی اسطرح ہونے لگے
مو بہ مو مثلِ دہن موے کمر ہو جائیگا

شاعری میں موشگافی سے بچا رہنا ہوکلین
ورنہ مضمون سے خفا موے کمر ہو جائیگا

زلف سے گر ہے مجلد تیرے چہرے کی کتاب
اس کا شیرازہ پریشان سر بسر ہو جائیگا

ہے مثل جسکو پیا چاہے سہاگن ہے وہی
بخور ہوگا جو منظور نظر ہو جائیگا

ساغر مخمور میں پائے گا گر اپنا خمار
بادۂ گلگون بگڑ کر بے اثر ہو جائیگا

شکریں لب سے کسی کے مل گیا عاشق کا لب
اتو میرا بے دہن شیر و شکر ہو جائیگا

اے جنون مجکو نہیں وحشت میں تنہائی کا خوف
وان صحرا میں مجنون ہم سفر ہو جائیگا

ہے رقم سیماب دل کی بیقراری کا بیان
پارۂ خط اُڑ کے میرا نامہ بر ہو جائیگا

ہے جو دست ناز کے خنجر کا پانی تا کمر
پھر تو عاشق کے لئے بالاے سر ہو جائیگا

بیدہانی کی اُتارے گا تری تصویر وہ
جب قلم بہزاد کا موے کمر ہو جائیگا

ناک پر انگلی نہ رکھ کھٹا ہے تیرا چاند سا
ورنہ اے رشک قمر شق القمر ہو جائیگا

اسطرح بڑھتی چلی جائیگی جب زلفِ دراز
عاشق محزون کا قصہ مختصر ہو جائیگا

وصل کی شب تم اگر منہ سے ہٹاؤ گے نقاب
مجکو بانگِ مرغ سے خوفِ سحر ہو جائیگا

گر سمجھ لیگا کلام ناسخ و رند و اسیر
پھر وِلا لطفِ سخن سے بہرہ ور ہو جائیگا

(۳۵)

برقی ہے ترا لب ستون ہے قد بالا
ہے عارض پر نور مین تجلی کا اُجالا

رہ رہ کے چڑھاتے ہو پیالے پہ پیالا
دھوتی سے ہوے جاتے ہو باہر اجی لالا

دیتا ہے تو ہر کام مین دشمن کا حوالا
حیلہ ارے تو نے یہ عجب ڈھونڈھ نکالا

ق
افیون نے بچپن سے جو مفتی تجھے پالا
پھر دختر رز اسکی بہن ہے تری خالا

اب حلت و حرمت کی نکر ہے کوئی بحث
خالا ہے تری یا کسی شیطان کی خالا

ملا جو بنی بنت عنب آپ کی دُلہن
پھر ہو گیا ابن عنب آپ کا سالا

کیون ساکھ گئی کھولدیا کس نے بھرم آج
اسے سیٹھ دوالی مین جو نکلا ہے دوالا

دھوتی مین تو پھولا نہ سمایا ارے پنڈت
اس ہاتھ پہ برہمن نے اڑایا جو دوشالا

ہو جائیگا عاشق ارے دل ایک نظر مین
معشوق تجھے بر سے دلبر کو بلالا

ق
ہم روپ مین دشمن کے گئے رات تو ہنسکر
فرمانے لگے جا ہرے عاشق کو بلالا

بگڑا مین بناوٹ سے تو کہتے ہین بگڑکر
چل یان سے نکل تو نے مرے حکم کو ٹالا

رو رو کے سنایا جو دل زار کا مطلب
عیار نے ہنس ہنس کے مری بات کو ٹالا

گمنام ہین بدحال ہین تجھ کسکو دکھائیتا
اللہ رہا اب کوئی پہچاننے والا

سنتا ہون کہ خلوت مین گیا بے ادبی سے
منھ دشمن فاسق کا ہوا رات سے کالا

برے کا لیا نام تو بولا کہ خبردار
پائیگا مزا پھر جو کبھی منھ سے نکالا

پروا تو نکر قتل کی اے دل ہو مقابل
نقشہ کسی خونریز کا آنکھوں مین جما لا

دل کو تری چوری سے چراتا ہے ترا ہاتھ
کیون دزد حنا تو نے اسے کاٹ نہ ڈالا

دزدیدن یک بوسہ نہ نقصان لب تست
چون دزد حنائے غم دزد دست نہ کالا

گر بوسہ دزدیدہ کس باز ستانی
بشنو کہ ذوق کشد این کار ... بالا

محفل مین ولا ہوگئی اغیار کی کثرت
احباب کو چن چن کے ستمگر نے نکالا

۳۶

خنجر ہے نگہ دل مین مژہ سینے مین پالا
کنگھی نے لپٹنے نہ دیا کھول ہی ڈالا

ناگن سے لپٹنے جو لگا زلف کا کالا
خورشید نظر آنے لگا آنکھ مین کالا

پردے سے جو اُس عارض تابان کو نکالا
عارض سے چھپا ابر مین سورج کا اُجالا

پردے کو جو اس عارض تابان نے سنبھالا
جیسے مہ کامل کی حوالی مین ہے ہالا

اطراف مین عارض کے تجلی کی شعاعین
جس روز سے تو نے مری جان ہوش سنبھالا

بیہوش ہے دیکھین سے ترے حسن کا عاشق
پردے سے کبھی پاؤن بھی باہر نہ نکالا

وان غیر سے پردہ ہی نہین یان مرے آگے
اے اشک رواں سیل پہ اپنی تو بہالا

ہے جس مین مری جان اُسی کشتی دل کو
کیا رنج اُٹھانے کو اُسے گود مین پالا

اس کا ہے غم اے دل مرا دشمن ہے بغل مین
گو تو نے فلک اُس کو چھپا اس کو نکالا

کیون شمس و قمر ہو سکے اس کے مقابل
شکوہ ترا اس نے نہ کبھی منہ سے نکالا

منہ بند ہے سہتا ہے ترے جور کو عاشق
پھر ہونے لگا زخم جگر سوکھ کے آلا

پھر ہونے لگی چھیڑ تری نوک مژہ کی
تو نے مری جان کیون مجھے محفل سے نکالا

مین خوب سمجھتا ہون (تری چال پہ قربان)
چھینکا تو کہا یرحمک اللہ تعالیٰ

ہم خیر مناتے ہین ہر اِک بات مین تیری
یان اشک سے لبریز ہے عاشق کا پیالا

وان غیر کو بھر بھر کے پلاتا ہے تو ساقی
کیون دل کا بخار آپ نے اُنپر نہ نکالا

غیرون سے خفا ہم پہ جفا واہ رے انصاف
دھوکے سے اُڑایا ہے تجھے میری بغل سے
ایدل تو دل یار کو جُل دیکے بھگا لا

کھل جائیگی پھر تیرے مظالم کی حقیقت
ملجائیگا ظالم جو کوئی پوچھنے والا

زلفوں سے بچھا دام تو دانہ ہے سیہ خال
اے طائر دل آج ہے کچھ دال مین کالا

اے قامت بالاے تو چون بام برآمد
قدر قد بالاے تو گردید دو بالا

حوران بہشتی ہمہ تن محو خرامت
بالاے تو بالا بود از عالم بالا

سودا نے کہا میر ولا کون بلا ہے
دیکھین تو بھلا ہم بھی ذرا اسکو بلا لا

۳۷

دل نے مجھے سینے مین اچھلکر جو اچھالا
تیرے قد بالا کا ہوا عشق دو بالا

غائب مرے پہلو سے ہے آغوش کا پالا
یعنی مرا دل سلمہ اللہ تعالی

دلبر نے سنبھلکر اسے ہر چند سنبھالا
دل ہو ہی گیا ہاتھ سے اس کے تہ و بالا

لے یار سے بدلا تجھے ملجاے جو قابو
ساتھ اپنے ارے دل دل دلبر کو بلا لا

برپا مین کرون آج ہی ہو کر ترا پامال
فرداے قیامت پہ اگر وعدے کو ٹالا

اس جینے سے مرنا تھا بھلا مر گئے تجھپر
کیون مرنے کو تو نے مری جان مار ہی ڈالا

ق

سو دل سے مہندس ترے عاشق پہ ہین قربان
مضمون نیا ڈھونڈ کے اس نے جو نکالا

مرکز ہے ترا خال تو خط دائرۂ حسن
رخ مہندسۂ عشق کا پھلا ہے مثلا

زلفون سے لپٹ جاؤنگا مین لے کے بلائین
آجاے جو محفل مین مرا گیسوؤن والا

ڈوری ہے مری آنکھ کسی خار مژہ پر
پاے نگہ تیز مین ہے اشک کا چھالا

بے پردہ آہنگ فغان لب پہ ہے جاری
ہمدردی دل سے ہے زبان پر مری نالا

آنکھون کا تخیل مرے دل مین ترا خنجر
مژگان کا تصور ہے مرے سینے مین بھالا

داغ اس کا مرے دل پہ ہے (لالہ ہے مرا دل)
کیون کہتے ہین شاعر ترے رخسار کو لالا

عارض کو کیا خال نے لالے سے ملقب
تردید میں ارباب سخن ہے کہتے ہیں لالا

عارض ہیں ترے پھول تو یاں ہیں گُہر اشک
تو ہار گلے کا ہو مرے ہیں ترا مالا

غیروں سے ہوا رسل و رسائل کی ہے چھٹی
اے باد صبا راہ سے خط اسکا اڑا لا

پر خوف ہے اسکو کہیں ارماں نہ نکل جائے
خنجر کبھی سے دل سے سمجھ کر نہ نکالا

صنّاع ازل نے مرے جاں ہاتھ سے اپنے
کیا نور کے قالب میں ترے جسم کو ڈھالا

جامی بہ ثنائے رخ محبوب چہ خوش گفت
الحمد لمن قدّر حسنًا وجمالا

این حسن جمال است کہ روئے تو جمل کرد
بالعارض والحاجب بدرًا وھلالا

ہو جائیگا معلوم ولاؔ لطف زباں کا
انشا و ظفر کو غزل اپنی تو دکھا لا

۴۸

زلف لیلیٰ سے تری کاکل کا جھگڑا ہو گیا
جب تو مجنوں کو جنوں عاشق کو سودا ہو گیا

قیس دیوانہ تھا میری عقل کو کیا ہو گیا
وہ اگر مجنوں بنا کیوں مجکو سودا ہو گیا

جس نے دیکھا تجکو اے مہرو وہ شیدا ہو گیا
جسکو دیکھا تو نے اے دلبر وہ تیرا ہو گیا

چشمۂ حیواں سے کیا نسبت لب جاں بخش کو
تھا وہ نازِ خضر یہ رشکِ مسیحا ہو گیا

روز محشر اور شب فرقت میں ہیں لیل و نہار
(زلف و قامت) کیا ترے عاشق کا جینا ہو گیا

چشم دربار کا ہو اس سے بڑھکر کیا ثبوت
ایک قطرہ اشک کا بڑھ بڑھ کے دریا ہو گیا

کس کی بے پروائیوں نے دربدر مجکو کیا
اپنے ہاتھوں کیوں مرا معشوق رسوا ہو گیا

تھا قیامت اپنے حق میں وعدۂ فردائے حشر
تیری قامت کے تصدق آج برپا ہو گیا

غیر پر ہم سیف تھے ابتدائے عشق میں
جس کا نمبر آخری تھا اب وہ پہلا ہو گیا

آڑ میں پردے کی عکس حردمک سے آپ کے
پتلیوں کا رات کو خاصا تماشا ہو گیا

کوچۂ جاناں سے جب آنے لگی ٹھنڈی ہوا
جو گرا آنسو مری آنکھوں سے اولا ہو گیا

مر رہے تھے آپ پر ہم مر گیا دشمن بھی آج
آپ کی نیّت جو بدلی اس کا بدلا ہو گیا

جلد لو اُس کی خبر آئینۂ رخسار سے
کچھ نہیں بوسے کا ڈر عاشق کو سکتا ہو گیا

اشک سے دامن میں موتی ہیں یہ مضموں مبتذل
موتیوں کی آب سے دامن بھی دریا ہو گیا

آئے تھے وعدے پہ لیکن پھر گئے وہ اُلٹے پاؤں
بخت برگشتہ سے یاں سیدھا بھی اُلٹا ہو گیا

سرد مہری سے کسی کی جم گئے آنکھوں میں اشک
برف کی گولی سے دل دشمن کا ٹھنڈا ہو گیا

لاکھ وہ چیخے کسی نے کچھ نہ مانی ایک بات
مصحف عارض پہ گل بوسے پہ بوسا ہو گیا

وہ بمسند ناز پر تھے عاشقوں کے سر تھے گیند
عشقبازی کیا ہوئی پولو کا نقشا ہو گیا

سوز دل سے آج میری آہ بھک سی اُڑ گئی
آہ بھرے دکھے فقرن میں دھما کا ہو گیا

دن کو ہے سورج تجلّی سے تری قرصِ قمر
چاند شب کو عارض تاباں سے تارا ہو گیا

ق

شاعروں پہ طرح مومن کی ہے فرماتے ہیں آپ
آج باطل سارے اُستادوں کا دعویٰ ہو گیا

مدّعی منکر ہوں میں تجھ پر ہے اب بار ثبوت
مجھکو حق تردید کا قسمت سے پیدا ہو گیا

باہمی بیرسٹروں کی بحث جب ہونے لگی
سُنتے سُنتے ناک میں دم آج جج کا ہو گیا

جب ثبوت مدّعی تردید پر فائق نہیں
فیصلہ یہ ہے کہ ڈسمس اس کا دعویٰ ہو گیا

لکھ چکے ہیں ذوق و ناسخ جوہر و رشک و اسیر
طرح مومن کا سخن سنجوں میں چرچا ہو گیا

ایک سے ہے ایک بڑھکر نکتہ سنجوں کا کلام
مدّعی ناسخ سے باطل تیرا دعوےٰ ہو گیا

سحر کی جادو بیانی نے کیا کافر کو زیر
کل جو مومن کو پری پیکر کا سایا ہو گیا

ضعف ایماں سے ہوا عالم کے دلمیں انقلاب
کعبۂ مومن ولا کافر کا گرجا ہو گیا

۳۹

کیوں لپٹتا ہے ارے ظالم تجھے کیا ہو گیا
غیر کو سمجھا ہے عاشق تجھکو دھوکا ہو گیا

عاشقوں کی بزم میں اُس کا گذر کیا ہو گیا
لڑ پڑے آپس میں باہم اُنکے جھگڑا ہو گیا

ہائے ہم غفلت میں کیا سمجھے تھے پھر کیا ہو گیا
مال اپنا جسکو سمجھے تھے پرایا ہو گیا

گھر میں ہم تھے منتظر یا ہر وہ رعنا ہو گیا
کس نرالی چال سے وعدے کا ایفا ہو گیا

حسن مطلع تیرے دو ابرو ہیں یا بیت الغزل
واہ اک شعر میں مضمون دوہرا ہو گیا

کیوں کُڑھتا ہے ارے دلبر ذرا تو ہی بتا
میرے سینے میں اگر دل تھا تو پھر کیا ہو گیا

آئے تھے لیکن بگڑ کر چلدئے دشمن کے ساتھ
ہائے رے قسمت ابھی کیا تھا ابھی کیا ہو گیا

کہدیا خاموش۔ گویائی مری رخصت ہوئی
واہ کیا کہنا جو تیرے مُنھ سے نکلا ہو گیا

لوگ کہتے ہیں ہوئی مسموم تیری آنکھ سے
کیوں قضا آئی نہیں کیا جانئے کیا ہو گیا

چلدیا دلدار میرے سامنے دشمن کے گھر
کیا کہوں میں ہائے کیا سمجھا تھا پھر کیا ہو گیا

اب میں سمجھا یار نے ہنس ہنس کے کیوں بوسے دئے
ہائے شادی مرگ سے اب کام اپنا ہو گیا

سامنے تیرے ہوں میں مجکو نہیں اپنی خبر
میں نہیں سمجھا خدا جانے مجھے کیا ہو گیا

ہم سے تھا آنے کا وعدہ چلدئے دشمن کے گھر
ہم یہاں کس آس میں بیٹھے ہیں واں کیا ہو گیا

میں نہ تھا وہ آئے میں آیا تو پایا انکا کارڈ
ایک ساعت میں یہاں افسوس کیا کیا ہو گیا

ہم سے ترک عشق ہوگا این خیال است و محال
ہاں بہت کچھ اور ہونا ہے ابھی کیا ہو گیا

واں تغافل سے تمہارے کچھ نہیں اپنوں کی خبر
ہاں تجاہل سے ہمارے غیر اپنا ہو گیا

دور ہیں میرے جنازے سے کلاں بختی میں
خاک اس جینے پہ مرنا بھی تماشا ہو گیا

اُڑ گیا خط ہاتھ سے اور بے پتا قاصد آہ
خط کبوتر نامہ بر ہیہات عنقا ہو گیا

تیرے لٹکن کے ہیں ہر جھلکے میں موتی تین تین
کان کا جھمکا ترا عقد ثریا ہو گیا

آئے بعد از وقت پچھتانے سے اب کیا فائدہ
مر گئے ہم تم پہ جو ہونا تھا جتنا ہو گیا

ہے زبانِ عاشق صرفی پہ یہ گردانِ ظلم
ہو رہا ہے ہو چکا ہو گا ہوا تھا ہو گیا

زرد رو کو سرخ عارض کا کہاں بوسہ نصیب
جب کبھی مانگا بگڑ کر لال پیلا ہو گیا

واعظو منبر پہ کیوں بے حرمتی کرتے ہو تم
دخترِ رز کی یہاں حرمت کا فتویٰ ہو گیا

ہمکو ہے ذوقِ سخن اپنی غزل ہے نذرِ ذوق
ہاں بہت کچھ ہمکو لکھنا ہے ابھی کیا ہو گیا

خط جو آیا مر گئے ہم تھا یہی اسکا جواب
اے ولاؔ قسمت کا لکھا آج پورا ہو گیا

۴۰

آج کل کیوں حکم تیرا سب سے بالا ہو گیا
کیوں ستم تیرا زمانے سے نرالا ہو گیا

دشمن اُس کا ہم نوالا ہم پیالا ہو گیا
کیسی آسانی سے میں اُس کا نوالا ہو گیا

ہم سے کڑوے ہوتے ہو تم اغیار سے شیر و شکر
کیوں لبِ شیریں کا دشمن ہم پیالا ہو گیا

خوب تاکا دخترِ رز کو جب وہ ہتّے چڑھ گئی
ساغرِ مخمور زاہد کا پیالا ہو گیا

دوڑ و آزاد و پٹے باز و فقیر و میکشو
آج میخانے میں ساقی کا پیالا ہو گیا

آہ سے نکلی فغاں آنکھوں سے آنسو تھے رواں
دردِ دل جب دم بنا ہمدرد نالا ہو گیا

مزرعِ تخمِ محبت دل ہے آنکھیں آبیار
جب بہے اشکِ رواں نالے سے نالا ہو گیا

اڑ نہیں سکتی تمہارے خالِ عارض کی مگس
کیا مرا تارِ نظر مکڑی کا جالا ہو گیا

بے بصر ہے بے نقابی ہو مبارک آپ کو
روتے روتے آنکھ میں عاشق کے جالا ہو گیا

تار قطروں کا بندھا جب تیرے عارض کا عرق
گوہرِ نایاب کا گردن میں مالا ہو گیا

تارِ گریہ میں تھا قائم بکرِ مروارید اشک
تیز بھی مژگاں کے برسے ازالا ہو گیا

تیرے چھپ لینے سے ہوتا ہے تشنج جسم میں
ہاتھ تیرا برق وش بجلی کا آلا ہو گیا

سروِ گلشن کے گلے مین طوق قمری کا پڑا
قد ترا سروِ روان جب سروِ بالا ہوگیا

وصل کی شب اے مؤذن کیا خطا تھی مرغ کی
نورِ عارض سے مرے گھر مین اُجالا ہوگیا

وہ جو جاہے رات دن محفل سے ملنا ہی نہین
نام پر دشمن کے کیا گھر کا قبالا ہوگیا

وہ تو تنہا ہی تھا مگر رونا ہے اس کا اے ولاؔ
میرے رونے پر عدو بھی ہنسنے والا ہوگیا

۴۱

خط نکل آیا تو حسن اس کا دوبالا ہوگیا
ماہ رو کے چاند سے مکھڑے پہ ہالا ہوگیا

جب تری چشم و مژہ کا استحالا ہوگیا
پار خنجر دل سے اور سینے سے بھالا ہوگیا

نوک مژگان کا تصور اسکی تیزی کا خیال
بڑھتے بڑھتے سینۂ عاشق مین بھالا ہوگیا

پھر جراحت پر مری ہونے لگی مژگان کی چھیڑ
ہاے پھر میرے جگر کا زخم آلا ہوگیا

قعرِ ذلت مین گرے ہوتے ہم اے ناحق شناس
خیر یہ گزری کہ فضلِ حق تعالے ہوگیا

اب مین سمجھا شاعر و کیون لالہ رو اُسکا ہے نام
خالِ عارض داغِ گل منہ اُسکا لالا ہوگیا

سر مین سودا دل مین غم گھٹنے لگا سینے مین دم
رنگِ عاشق ہے ستم حدت سے کالا ہوگیا

زلف گنڈلی مار کر کالے کی جب مادہ بنی
مل گیا ناگن کا تمغہ رنگ کالا ہوگیا

دل مین سوزِ عشق اور سینے مین شعلے ہین بلند
طاق ابرو اپنا پھر کاجل سے کالا ہوگیا

شرم عارض سے گل تر تھا چمن مین آب آب
قطرۂ شبنم دل سوزان کا چھالا ہوگیا

خال مرکز دائرہ خط بینی و ابرو عمود
ہندسی اشکال سے عارض مقالا ہوگیا

راست مانند الف تھی آپ کی زلف دراز
اُسکے پیچ و تاب سے اس کا اِمالا ہوگیا

سرد مہری نے ہوا خواہون پہ کیون ڈھایا ستم
کیون ہر اک قطرہ مرے آنسو کا ژالا ہوگیا

تیری آنکھون نے ملایا ساغر پلکون مین زہر
جام یاقوتی زمرد کا پیالا ہوگیا

ہے برآمد اپنے بالاخانۂ عالی پہ آج
حسن اسکے قدِ بالا کا دوبالا ہو گیا

سامنے مصحف ہے اور ایمان سے کہتا ہون مین
حسن عارض زلف کافر سے دوبالا ہو گیا

عالم بالا مین حورون سے ملی جب داد حسن
آنکھ مین عاشق کی حسن انکا دوبالا ہو گیا

عاشقان ہند کا ایجاد ہے۔ گن شٹ ۔ لانگ ۔ ریج
آہ سے نکلی فغان پھر اُس سے نالا ہو گیا

قافیے کے حُسن سے ایمان کی پوچھو اگر
اس غزل کا لطف اے مومن دوبالا ہو گیا

اس زمین مین لکھ چکے استاد ناسخ پھر بھی ہم
اے ولا دونون پر اپنا بول بالا ہو گیا

۴۲

اپنے پہلو سے یکایک دل جو اپنا کھو گیا
کام اس صدمے سے اے دلبر ہمارا ہو گیا

سو گئی قسمت تری اے منتظر کیا سو گیا
اپنے وعدے پر سنا دلدار اپنا ہو گیا

وصل کی شب مین وہ ایسا ناتوان سا ہو گیا
جاگ اُٹھی جب اپنی قسمت یار اپنا سو گیا

یہ تعجب ہے کہ دلبر ہین کہے اس بیدل سے آج
پوچھتے ہین وہ بتا تو تیرا دل کیا ہو گیا

کل وہ آ دھمکیگا دشمن ہمپہ کرنے کو ستم
آج غصہ تجکو آجانے سے جب ناگو گیا

یار کل تنہا اپنی خلوت مین اکیلا رات بھر
اپنی نادانی سے موقع ہاتھ سے یارو گیا

نامہ بر خط لیکے اپنے جا چکے ہین سیکڑون
تیرے در سے آ کے پھر واپس نہ آیا جو گیا

کہدیا تم نے نہ آؤ گے کبھی عاشق کے گھر
تھی یہی تقدیر جو ہونا تھا پورا ہو گیا

چلتے چلتے کہدیا اس نے نہایت درد سے
کیون خفا ہوتے ہو تم عاشق تمہارا لو گیا

یون نہ محفل سے اٹھانا تھا کسی روتے کو یان
ہاے اپنی زندگی سے ہاتھ اپنا دھو گیا

وصل کی شب رات بھر سوتا رہا جو تیرے ساتھ
آج وہ عاشق ترا مرقد مین تنہا سو گیا

مر گیا عاشق ملی تجکو تو اسکو بھی نجات
اپنی آنکھون نامۂ اعمال اپنا دھو گیا

ہائے دشمن کہا گیا اپنے گئے ہوش و حواس
آگئی شامت جو لے اُس یار رعنا کو گیا

وان نجات عشق کا بھدرا کرانا ہے مجھے
بت کا عاشق ہون مین آتا مجکو پہنچا دو گیا

گوشۂ خلوت مین ہین یہ چھپکر رہونگا رات بھر
گر عدو پوچھے تو بتانا ن اسکو سمجھا دو گیا

اک نہ اک دن بار لائیگا تری خاطر پہ یار
دشمنی کا تخم جو دشمن ہمارا بو گیا

کاٹھ کی پتلی ہون پر برہمن کے ہاتھ مین
رکھا اس نے تو آیا جب وہ بولا پو گیا

قافیہ اپنا ہوا اُستاد و شہرا ہو کے تنگ
وسعتِ مضمون سے لیکن دل کشادہ ہو گیا

دیکھ لیتا یہ غزل اپنی تو وہ کہتا ضرور
ہاتھ سے مومن کے موقع ہائے استاد و گیا

ہم نے بوسے پر لیا بوسہ ولا خلوت مین رات
کچھ نہ تھی اسکو خبر اپنی یہ تھکا تھا سو گیا

۱۴۳

غم نے کچھ اس قدر مجھے لاغر بنا دیا
فرش زمین مریض کا بستر بنا دیا

کوچے کو تونے درِ خیبر بنا دیا
خیبر شکن نے ہم کو مظفر بنا دیا

گھوڑے گدھے ہین تو نے نکی ہائے کچھ تمیز
دشمن کو دوستون کے برابر بنا دیا

آوارگی مین دوڑ کے گرتا ہے سر کے بل
عاشق نے طفل اشک کو خود سر بنا دیا

چھوڑا بنا جو تیر سے غم عشق سے جگر
مژگان کو تیری آنکھ نے نشتر بنا دیا

بگڑے ہوئے تھے خط سے بناتے نہ تھے کبھی
دشمن نے ان کا کان پکڑ کر بنا دیا

ظلم صریح مین بھی قدم بوس ہم رہے
کھینچی جو کھال جفتِ سلیپر بنا دیا

تعلیم مغربی سے بگڑ کر وہ کہتے ہین
اس نے تو عاشقون کو بھی نیچر بنا دیا

شیشے کے تھے کواڑ تو پھر تاک جھانک نے
زاہد کو دخت تاک کا شوہر بنا دیا

عاشق نے اپنی الفت دل کے ثبوت مین
تیغ نگہ کو توڑ کے خنجر بنا دیا

قدرت خدا کی ہے مرے سورج کے عکس نے ۔۔۔ تانبے کے قرص کو مہِ انور بنا دیا

ہوش اُڑ گئے کبوتر قاصد کے آپ نے ۔۔۔ کٹّا اُسکے پرون کو اُڑا کر بنا دیا

آنکھون سے میری آہ اُبلتے ہین اشک گرم ۔۔۔ کیا جوشش غم نے دل کو سماور بنا دیا

ق
خط اُسکا بڑھ گیا تو گئے ہم بدل کے روپ ۔۔۔ دل ہاتھ سے گیا تو سنبھلکر بنا دیا

نائی بنے غلام بنے کیا نہ ہم بنے ۔۔۔ تقدیر نے جو ہم کو بگڑ کر بنا دیا

ناپا زمین شعر کو مساح فکر نے ۔۔۔ ارکان ہندسی سے مکسّر بنا دیا

ق
تضمین ہے نامدار کے مضمونکی شاعرو ۔۔۔ جسکو مری ضمیر نے مضمر بنا دیا

لیکر چراغ رات کو کرتی ہے رہزنی ۔۔۔ عارض نے تجکو زلف۔ ولا ور بنا دیا

چالون سے تیری ڈر کے ہلاتا ہے ہاتھ پاؤن ۔۔۔ بازی گرشتی یار نے بجر سر بنا دیا

قطرے وِلا چمکتے ہین چھن چھن کے اشک کے
آنکھونکو ہم نے عشق کا فلٹر بنا دیا

۴۴

عاشق کے دل نے یار کو دلبر بنا دیا ۔۔۔ اُس دلربا نے غم کا اُسے گھر بنا دیا

ہم کو خدا نے عاشق دلبر بنا دیا ۔۔۔ عاشق کے حق مین اُسکو ستمگر بنا دیا

قدرت کا اپنی۔ یار کو مظہر بنا دیا ۔۔۔ مظلوم مجکو اس کو ستمگر بنا دیا

بالین جو سنگ دل کا بنا سنگ آستان ۔۔۔ کوچے کے فرش خاک کو بستر بنا دیا

شکر خدا کہ نقش قدم خاکسار ہے ۔۔۔ خالق نے اسکو خلق کا رہبر بنا دیا

دل را بدل رہیست درین گنبد سپہر ۔۔۔ کینے نے تیرے دل مین مرا گھر بنا دیا

پروانہ خود چراغ بنے کیون نہ بزم مین ۔۔۔ اے شعر وجہ ماہ منور بنا دیا

غلمان و حور تشنہ ترے لب کے جب بنے ۔۔۔ حق نے دہن کو چشمۂ کوثر بنا دیا

حائل ہے اپنا آٹھ پہر تیسرا آئینہ
صنعت کو تو نے سد سکندر بنا دیا

شیشے میں میرے دل کے خیال نگار نے
نقش و نگار پھول کتر کر بنا دیا

میری نہیں سرور ہیں اپنی نجات کے
مرقد پہ اس نے گنبد مرمر بنا دیا

یا ہو کی میرے منہ سے صدا جب ہوئی بلند
آہوں نے میرے خط کو کبوتر بنا دیا

خمار کی بن آئی جو بکنے لگی شراب
زر دار اسکو ہم نے بگڑ کر بنا دیا

دست قضا نے خط کو ترے یار بیقلم
لوح جبیں پہ خط مقدر بنا دیا

کچھ کاٹ کم نہ تھی تری تیغ نگاہ کی
کیوں تو نے دل کو سان کا پتھر بنا دیا

مضمون میرے خط کا جو آیا اُسے پسند
گمنام اُس کو نام مٹا کر بنا دیا

قاصد نے خط دیا تو مکرنے کے واسطے
دشمن کا نام آنکھ بچا کر بنا دیا

ہم رو رہے تھے بزم میں جب چل رہا تھا دور
اشکوں کو دل نے بادۂ احمر بنا دیا

پرکار دست قدرت پروردگار نے
اُس خط کے دائرے کو مدوّر بنا دیا

چارابرووں کے بارسے ہلکے بنے ولا
اُسکے کرم نے ہمکو قلندر بنا دیا

۴۵

عارض کو جب خدا نے گل تر بنا دیا
گلشن نے شاخ گل کو مرا گھر بنا دیا

خالق نے جب بدن کو گل تر بنا دیا
جامے کو گلبدن نے مشجر بنا دیا

سرو رواں نے سرو کو ہمسر بنا دیا
قامت کو اپنے رشک صنوبر بنا دیا

گلبن پہ آشیاں جو کیا عندلیب نے
اپنی گلی میں تو نے مرا گھر بنا دیا

ایسی ہی کہ حور بھی کیوں نہ پھر بن آئے
تو نے ہی نے ہی کو جو زیور بنا دیا

گویند خاک را بنظر کیمیا کنند
خاک قدم نے مس کو یہاں زر بنا دیا

ملتی نہیں ہے دیدۂ میگوں سے کیوں شراب
کس نے تمہاری آنکھ کو ساغر بنا دیا

ابرو سے مردمک صفِ مژگاں کی لے کمان
ترکوں کی فوج کا تجھے افسر بنا دیا

آیا وہ۔ کامیاب ہوے وصل سے بھی ہم
قسمت نے کام امید سے بڑھکر بنا دیا

ہے خط میں دور چہرۂ روشن بھی گرد گل
قدرت نے اسکو مہر منوّر بنا دیا

ناچا جو مور ابر کی مستی میں بار بار
طاؤس اپنے آپ کو تن کر بنا دیا

تشبیہ شاعران عجم ہے (سنو سنو)
ساغر کو کان۔ کان کو ساغر بنا دیا

الو ہمیں بنانے لگے بزم غیر میں
ہم نے بھی ان کی بات کو ہنسکر بنا دیا

جب چھلکے میں مے کی چمک سے ہوا وہ جوش
سورج کو آفتاب کا ساغر بنا دیا

واعظ نے کی جو۔ قلقلِ مینا پہ قال قال
شیشوں کو ہم نے جوڑ کے منبر بنا دیا

پھولوں کی سیج میں نے سجائی شب وصال
اشک خوشی سے پھولوں کا زیور بنا دیا

تیری ہوائے زلف نے [illegible]
سنبل کے دل کو باغ میں مضطر بنا دیا

دل پھٹ گیا [illegible]
تار نگہ کو تو نے رفوگر بنا دیا

اہل نظر کی آنکھ میں [illegible]
جب پڑ گئی تو اس نے اسے زر بنا دیا

سوز جگر سے قازم عالم [illegible]
ٹپکے نے جنگلوں کو سمندر بنا دیا

[illegible] اک تاب ہے تو خط لب کے [illegible]
چین جبیں سے یار نے مسطر بنا دیا

[illegible] بات ہے ذرا تو کہو کس غبار نے
آئینہ جبیں کو مکدّر بنا دیا

[illegible] کاش عاشقوں کو مؤنث ھی باندھتے
جب شاعروں نے تجھکو مذکّر بنا دیا

معشوق نازنین کو مؤنث نہ باندھکر
مادہ کو شاعروں نے ولا نر بنا دیا

۴۶

اشکوں کو موج غم نے سمندر بنا دیا
قطروں کو آب اشک نے گوہر بنا دیا

سینے کو دل کی آگ نے مجمر بنا دیا
شعلوں نے میرے دل کو سمندر بنا دیا

چاہا جسے خدا نے تو نگر بنا دیا
دارا اسے تو اسکو سکندر بنا دیا

کم ایک سے تو ایک سے بڑھکر بنا دیا
تجھ سے برا تو غیر سے بہتر بنا دیا

قاصد کو عاشقوں نے بنایا سفیر عشق
جسکو دیا پیام پیمبر بنا دیا

غم سے بھر آئی آنکھ تو پینے لگے ہم اشک
ضبط الم نے آنکھ کو ساغر بنا دیا

پینے سے اُس کے عاشق ضابط ہے تشنہ لب
آنسو کو کیوں نہ آب مقطّر بنا دیا

تیری ہوائے دو آتشہ لب کا ہے اثر
جسنے لبوں کو قند مکرّر بنا دیا

دونوں طرف سے ہے تری تصویر جلوہ گر
مانی نے اِک قلم میں دو پیکر بنا دیا

گالی نے اُس لب نمکیں کے مذاق سے
کھاری کو تلخ - تلخ کو شکّر بنا دیا

مرنے کے بعد دفن کی حاجت نہیں رہی
غم نے مجھے زمیں کے برابر بنا دیا

ہنسنے لگا - جو میں نے اسی کے گلے کا ہار
اسکو (سمجھ کے پھول) اُٹھا کر بنا دیا

سوز جگر نے سینۂ عاشق کی بزم میں
تار نفس کو شمع منوّر بنا دیا

سنگین دلست ہر کہ بظاہر ملائم است
صائب نے تیرے قلب کو پتھّر بنا دیا

تیرے ادا و ناز نے انداز حسن سے
عاشق مجھے تجھے مرا دلبر بنا دیا

صنعت نے زور علم - تجلّا سے عقل سے
لوہے کو یادگار سکندر بنا دیا

چڑھکر اُتر گیا ترے دانتوں پہ رنگ پان
ہیرے کو لعل لعل کو گوہر بنا دیا

ظالم کے استمالہ چشم و نگاہ نے
خنجر سے تیغ تیغ سے خنجر بنا دیا

مجھپر پڑی نگاہ تو آب آئینہ چڑھ گئی
اشکوں کو دل نے تیغ کا جوہر بنا دیا

کنگھی درختِ شانہ بنا سیر باغ میں
سنبل کو زلف نے جو معنبر بنا دیا

مقتل میں دل نے قتل پہ رونے کیواسطے
تیغ نگہ میں دیکھ جو ہر بنا دیا

عظمت میں اقتدار میں قدرت میں حسن میں
تجکو خدا نے اپنے برابر بنا دیا

رشک و اسیر و ناسخ و رند و منیر نے
غزلوں کو اپنی عشق کا دفتر بنا دیا

روندی ہوئی زمیں یہ اہلِ زباں کی ہر
جسنے مجھے زمیں کے برابر بنا دیا

لطفِ زبان و حسن مضامینِ عشق نے
اپنی غزل کو غیر سے بہتر بنا دیا

اہلِ زباں کی بزم کا صدقہ ہے اے وِلا
فیضِ اثر نے تجکو سخنور بنا دیا

۴۷

منہ چھپا ابر میں اے ماہ فلک تو اپنا
چاندنی رات ہے کوٹھے پہ ہے مہرو اپنا

دل سنبھلتا ہی نہیں اب کسی پہلو اپنا
یہ تعجب ہے کہ اسپر نہیں قابو اپنا

بیٹھ پہلو میں ہمارے ارے دلبر دلدار
گرم جوشی سے تری گرم ہو پہلو اپنا

یہ تعجب ہے کہ آغوش میں آ کر شبِ وصل
سرد مہری سے بچاتا ہے وہ پہلو اپنا

بیدلی پر مرے دلبر جو تجھے ہو کوئی شک
میں دکھا دونگا تجھے چیر کے پہلو اپنا

صفِ مژگاں کی چڑھائی ہے یہاں سینے پر
نیزہ بازوں سے دباتا ہے وہ پہلو اپنا

وصل میں ہجر کا پہلو یہ نکالا اس نے
میرے پہلو سے ہٹاتا ہے وہ پہلو اپنا

شاعری کے لئے اردوے معلّے کے بغیر
حیدرآباد میں چلتا نہیں ٹٹّو اپنا

دخترِ رز نے کہا چوم کے لب زاہد کے
ایک ہی جام سے چلّو میں ہے اُلّو اپنا

غیر روٹھا تو وہ کہتے ہیں مجھے کر کے خطاب
نہ گیا ہاتھ سے اپنے کہیں اُلّو اپنا

دشمنی ہم سے نکر خیر منا تو اپنی
تجھ سے بگڑیگا نہ کچھ بھی ارے اُلّو اپنا

دور ساغر سے جو چکرا نے لگا میرا سر
ہنس کے وہ کہنے لگے گول ہے لٹّوا اپنا

قلزم اشک کے طوفان سے ہو عالم غرقاب
کوچۂ یار سمندر میں ہے ٹاپو ا اپنا

ڈھونڈتی آئی ہے دشمن کی بہنی خیر تو ہے
کہتی ہے رات سے گم ہے وہ نکھٹّو اپنا

منتظر باغ میں تھے ہم بھی ہوا خواہ اسکے
ہو گیا بار ہوا کھا کے اُڑنچھو اپنا

ڈنک ڈالے ہوئے چلتا ہے ہمارا دشمن
بچ رہو کجرو جرّار ہے بچھّو اپنا

میرے رونے پہ تمسخر سے ہنسے جاتے ہو
ڈوب مرنے کیلئے بس ہے یہ چُلّو اپنا

دختر رز نے کہا دیکھ کے مُلّا جی کو
یہ مخالف تو ریاکار ہے تھو تھو اپنا

دلبری عشوہ گری اسکی قیافے سے عیاں
نوجواں نورس و نوخیز ہے گبرو اپنا

خان وماں لوٹ لیا لے گیا دل زلفوں کے
کالے پانی کا سزاوار ہے ڈاکو اپنا

پس آئینہ رخسار وہ دیتا ہے سبق
تجکو دشمن نے بنایا میاں مٹھّو اپنا

سرو بالا ہے نہیں سرو چمن اے قمری
رہنے دے باغ میں تو نعرۂ کوکو اپنا

تازیانے کی سزا ہمکو ملی زلفوں سے
کچھ نہ تھا یار قصور اسمیں سر مو اپنا

اسکے کانوں کا کرن پھول بنا را تو نکو
مرتبہ تونے بڑھایا گل شبّو اپنا

میں سمجھتا ہوں وہ رات آئینگے پہلو میں ضرور
صبح سے آج پھڑکتا ہے جو بازو اپنا

ہم مرید اسکے ہیں رندی میں زباندان ہوکر
آج رہبر ہے ولاؔ رند سخنگو اپنا

۴۸

اپنے قابو میں ہے گو دل مرے دلجو اپنا
پر کسی اور کے قابو میں ہے قابو اپنا

تونے جانے نہ دیا ہاتھ سے قابو اپنا
تونے کام اپنا بنایا کسی پہلو اپنا

کام تو اپنا بنا لے اے دل دلبر سے
جس طرح ہو سکے جبتک چلے قابو اپنا

دل دلدار کو دل اپنا بنا دیکر — نہ نکل جائے کہیں ہاتھ سے قابو اپنا

میرے قابو میں وہ کیوں آنے لگا تھا [illegible] — کرلیا میرے دل زار پہ قابو اپنا

دلبری اسکی ہے قابو میں تجھے کر ہی لیا — اے دل رکھ تو دل یار پہ قابو اپنا

خواب میں بھی نظر آجائے اگر یوسف کو — کیا یہ ممکن ہے کہ شیدا نکرے تو اپنا

پھر مری شیفتگی پر نہو حیرت تجھکو — میری آنکھوں نے جو دیکھے کبھی منھ تو اپنا

لاکھ ہم تجھپہ مریں تو ہے فدا غیروں پر — نہ ہوا اور نہ ہوگا مری جاں تو اپنا

بے خیالی میں جو آئینہ نظر آجاے — خوف مجکو ہے نہ عاشق ہو کہیں تو اپنا

ہے پسند اسکو جھکائے ہوے سر باندھکے — بیٹھنا سامنے قدموں کے دو زانو اپنا

عذر خواہی سے نہوتا جو وہ کافر برہم — ٹیکتا جوڑکے ہاتھوں کو میں زانو اپنا

تیرے دربار میں ہوتا اگر آ [illegible] — نذر دیتا تجھے دل ٹیک کے زانو اپنا

اپنے دشمن کے مقابل نہیں [illegible] — سنگدل میں تراسنگ ترازو اپنا

روز روشن میں چمکتا ہے وہ [illegible] — رشک خورشید فلک کیوں نہو مہرو اپنا

چاند آئینہ بنا دیکھ کے صورت اپنی — اپنی تصویر پہ حیران ہے مہرو اپنا

چار ہیروں سے مرصّع ہے جبیں کا زیور — چار چاند اسکو لگے مہر ہے مہرو اپنا

دیکھکر سبزۂ خط عکس میں وہ کہنے لگی — خوب دل بھرکے چریگا اسے آہو اپنا

سبزۂ خط پہ جو کرتا ہے رم اے آہوے چشم — کیا سمجھنے لگا رمنا اسے آہو اپنا

کیوں ندامت سے نہو جاے یہ [illegible] آب آب — ڈھونڈنے پر بھی نہ پایا کوئی آنسو اپنا

نظر آئیگا جو آنکھوں سے بہیگا قلزم — کشتی دل کا ہوا خواہ ہے آنسو اپنا

صدف چشم کے صدقے میں بنا ہے گوہر — چشمۂ دل کا ہے قطرہ ہر اک آنسو اپنا

اس سے کیا بڑھ کے ہو نایابیٔ گوہر کا ثبوت
ہاتھ آیا نہ کسی کے کوئی آنسو اپنا

ہم کنائے کو بلاغت میں نہ کرتے قائم
گر اشارہ نہ دکھاتا ترا ابرو اپنا

چشم زخم نگہ دیکھئے جو حسرت نہ لگے
نہ دکھا تو کبھی تلوار کو ابرو اپنا

بادۂ عشق سے ہے اپنا پیالہ لبریز
کشتیٔ مے میں ٹھکانا ہے لب جو اپنا

مصحف رخ سے سمجھتے ہیں مسلماں مومن
زلف کافر سے تجھے کہتے ہیں ہندو اپنا

اس زمیں میں ہیں ولاؔ سحر بیاں داغؔ و امیرؔ
اسکی آنکھوں سے یہاں چل گیا جادو اپنا

۴۹

ہے دل میں مرے عشق کسی آفت جاں کا
جو خانہ برانداز ہے طنّاز ہے بانکا

دشمن کو مرے خوف یہاں کا نہ وہاں کا
آزاد ہے مردود ہے وہ دونوں جہاں کا

بہنے جو لگی سیل مرے اشک رواں کی
پانی پہ بنا نقش جہانِ گزراں کا

ملتا اُنہیں پھر یوسف گم گشتہ عزیزو
یعقوب نے کیوں چاہِ زنخداں نہیں جھانکا

سوتوں کو جگاتا ہے شب وصل میں تڑکے
دل پر مرے صدمہ ہے مؤذن کی اذاں کا

خلوت میں سحر ہو گی تو میخانے میں افطار
کچھ خوف نہیں روزۂ ماہ رمضاں کا

سر اسکا امانت ہے تری دل پہ ہے بھاری
عاشق متحمّل نہیں اس بار گراں کا

ربّ اَرِنی ہو چکی اب ہوش سنبھالیں
کیوں شوق ہے موسیٰ کو تجلّائے بتاں کا

روکے سے مرے اشک رواں رک نہیں سکتے
اب قبر ٹھکانا ہے مری عمر رواں کا

بچپن میں ملا تھا لب شیریں کا جو بوسہ
اب تک وہی پاتا ہوں مزا اپنی زباں کا

آئی ہے قضا کب سے اسے ڈھونڈ رہی ہے
دکھلا دو پتا عاشق بے نام و نشاں کا

اے دختر رز جوش پہ ہے تیری جوانی
نخروں سے ترے تاک میں دم پیر مغاں کا

پروسے کا جہاز اب نہ کہو دلکو ہمارے
دو دِ دل سوزاں سے یہ مرکب ہے دُخانکا

ساحل پہ پہنچ جاے نہ کیوں اسکا سفینہ
اِسدل کو بھروسا ہے مرے اشک رو انکا

بے چین ہوں سینے میں دھڑکتا ہے مرا دل
بکتا ہوں بہت خوف ہے مجکو خفقانکا

یہ خانہ بر اندازی دلبر کا اثر ہے
مجکو نہ ملا ہاے پتا اپنے مکانکا

مجلس ہوئی جب مرگئے ہم آپ تھے گریاں
غم آپکو تھا مرثیہ مرثیہ خواں کا

اے سحر ہے فائق فلک پیر پہ شاعر
بڈھا ہے مگر کام یہ دیتا ہے جواں کا

تیر نگہ یار ولا کیوں نہ پلٹ جاے
جب پشت خمیدہ میں مری خم ہے کمانکا

۵۰

کیوں ہو سکا وصف ترے تنگ دہاں کا
کیوں اس میں ہوا قافیہ تنگ اہلِ زبانکا

آخر میں معمّا یہ کھلا (راز نہاں) کا
ارباب سخن میں ہے لقب تیرے دہانکا

جب ملگئے لب بند ہے منھ اہلِ زبانکا
پھر کھل گئے دونوں تو کھلا راز دہانکا

جب چلنے لگے زلفِ صبا زلف سے تیری
پھر گل ہو تکلّم سے دہن غنچہ دہانکا

قاصر ہے زباں وصف دہن ہو نہیں سکتا
تعریف میں ہے ناطقہ بند اہل زبانکا

تو بات کرے یا نکرے بات بن آئی
ہونٹوں سے پتا مل ہی گیا تیرے دہانکا

تعریف دہن ہر کس و ناکس کا نہیں کام
یہ کام حقیقت میں ہے ارباب زبانکا

ارباب سخن کو ترے لب سے نہیں انکا
اصرار تری بیدہنی پر ہے زبانکا

قائم ہے ترے منہ میں مگر چلتی ہے دن رات
کچھ ابتو ٹھکانا ہی نہیں تیری زبانکا

آئے نہیں وعدہ نہ وفا ہو تو بلا سے
چھوٹے وہ نہوں مجکو ہے غم انکی زبانکا

پتھر کا نوشتہ ہے کبھی مٹ نہیں سکتا
پیماں یہ نہیں قول ہے عاشق کی زبانکا

تم منھ نہ لگو اسکو کبھی منھ نہ لگاؤ
دشمن مرا کم ظرف ہے ٹرّا ہے زبانکا

برسا ؤ سمجھ بوجھ کے تیغ اپنی زبانکی
ملتا نہیں تا حشر کبھی زخم زبانکا

نشتر کے سوا اُسکی جلن دب نہیں سکتی
وہ دشمن نا اہل بھی پھوڑا ہے زبانکا

واں تیر نگہ اور یہاں ناوک دل آہ
ابرو سے خم پشت مقابل ہے کمانکا

معشوق ہے سر تا بقدم نور کا پُتلا
تن نور مجسّم ہے سراپا مرےجانکا

ایک آن میں بجلی کی چمک رہ گئی ہو کر
کیا روزن در سے کسی برّاق نے جھانکا

سمجھو نہ کبھی میرے سوا غیر کو اپنا
دشمن ہے (مرےجان) یہ دشمن مرےجانکا

غصّہ ہے سحر شام ہے غم فاقہ کشی میں
کھاتے ہیں مگر لطف ہے صوم رمضانکا

ہوتا ہے **ولا** اس کا اثر سوز جگر پر
استاد ہے قائل ہوں میں آتش کی زبانکا

۵۱

مانا ہوا یہ قول ہے سوسن کی زباں کا
اُس گلشن عارض میں نہیں خوف خزانکا

لفظوں کی فصاحت سے ہوا لطف زبانکا
مضمونکی بلاغت سے بڑھا حُسن بیانکا

سمجھے نہیں مطلب تو یہ فرمانے لگے رند
دقت ہوی معنے میں تو کیا لطف زبانکا

اُردو میں بھی در دوسری دقّت مضموں
تکلیف سے بچنا ہی تکلّف ہے زبانکا

جب آپ نہ سمجھیں تو خطا کیا مری آہیں
نقصان ہے قابل کا نہ اس میں ہے بیانکا

غالب کو خدا بخشے عجب رنگ تھا اُنکا
مضموں میں دقّت بھی مگر لطف زبانکا

مضمونکی لطافت سے ہمیں لطفِ سخن ہے
اے اہل زباں آپ کو کہ ذوق زبانکا

دلدادۂ مضموں نہ ہے اپنے معاصر
سچ پوچھو تو ہے ان میں قصور اہل زبانکا

دنداں بدہن قائم و مژگاں نہ ابرو
اے اہل زباں کچھ نہیں لطف اسمیں زبانکا

ہاں لعل کے معدن ہیں ہیں ہیرے لب و دنداں
الماس میں کُندن ہے یہاں لعل میا نکا

ہے نیزہ بکف تیری نگہباں صف مژگاں
ابرو میں ترے تیر نگن خم سے کما نکا

اشعار میں جو بیت ہے مضمون سے خالی
وہ بیتِ خلا ہے مرے دلبر کے مکا نکا

جب لالہ رخو نکا دل عاشق پہ ہوا داغ
لالے کو تعجب ہے یہ لالہ ہے کہا نکا

آنکھیں تری آنکھوں میں پھریں [illegible]
وحشی کا مجھے گلشن میں ہوا سرو روا نکا

دشمن کے لئے مجھ سے لڑا کرتے ہو ہر بار
لعنت بھی کرو اُس پہ یہ جھگڑا ہے کہا نکا

تم جانے کو تیار تو ہم چلنے کو تیار
خالق کو خبر آج ارادہ ہے کہا نکا

لگ جاؤ گلے مُنہ سے نقاب اپنی اُتارو
اب کیسی حیا وصل میں پردہ ہے کہا نکا

واں غیر کے گھر آپ کے آنے کی خبر تھی
آئے ہو کہاں اور ارادہ تھا کہا نکا

راحت سے شب وصل جگاتا ہے موذن
دشمن تھا کوئی اور یہ دشمن ہے کہا نکا

غیروں کے بلاوے پہ تو جاتا ہے یہاں سے
دل تیرا کہیں ہو نہ ہے یار وہا نکا

وہ مجھکو بلا کر گئے کیوں آج مرے گھر
افسوس رہا میں نہ یہا نکا نہ وہا نکا

غم میں ہے مری موت تو شادی میں مری مرگ
یہ دل متحمل نہ نہیں کا ہے نہ ہاں کا

جوہر کو ہر اک اپنے دکھاتا ہے سخن سنج
ہر ایک کے جوہر کو مری آنکھ نے آنکا

ناسخ نے کیا سحر ہوا زند کو سودا
افسوں ہے وہ آیا کوئی جادو ہے بیانکا

۵۲

عاشق کے دلمیں آج ہے عالم بہار کا
کیا ہو گیا ہے عشق کسی گلعذار کا

بوسے اُڑی جُرا ہو نسیم بہار کا
قابو چلا نہ اُس پہ کبھی زلف یار کا

ق

تھا شوق داغ دل کو مرے لالہ زار کا
لالے کو اشتیاق دلِ داغدار کا

شکر خدا کہ مل گئے دونوں چمن میں آج
اب انتظار ہونے لگا روئے یار کا

تعویذ اپنی قبر کا ہے تو وہ سرِ شک
سوزِ جگر چراغ ہے میری مزار کا

تیری ہنسی ہے برق فغاں اپنی ہے گرج
دیکھا چمک چمک کے چمکنا شرار کا

حیراں ہیں میری نبض کی تیزی سے کیوں طبیب
یہ ہے صعود آتش دل کے بخار کا

زلفِ صبا سے آج پریشاں ہوی ہے زلف
سنبل کے دلمیں ہے یہ سبب انتشار کا

ہے دن میں آفتاب تو راتوں میں ماہتاب
شہرہ ہے آسمان پہ دل داغدار کا

تیزی کے ساتھ اسکو نظر بھر کے دیکھئے
ہے شوق میرے دل کو تمہارے کٹار کا

سینے پہ ہاتھ کہنے لگے دیکھ کر حباب
یہ ہو بہو ہے نقش ہمارے اُبھار کا

حاضر ہے نقد جان میں ٹپا دونگا بعد وصل
کہنے لگے کہ نام نہ لو تم اُدھار کا

طوفان نوح تھا مرے آنسو کی سیل سے
مُصلح بنا ہے ابرانِ اشکوں کی بھار کا

ہم آرہے ہیں سیل میں لینے نہ آئیں آپ
قربان اس کرم پہ یہ مضموں ہے تار کا

کچھ میرے عشق سے تری عزت نہیں گئی
موقع نہیں ہے لے مرےجاں ننگ و عار کا

مانند زلف قصۂ عاشق دراز ہے
زلفوں کو کیوں نہ حکم دیا اختصار کا

ٹھوکر پہ ٹھوکر اس نے لگائی ہے بعد مرگ
باقی رہا نشان نہ ہمارے مزار کا

دن روز حشر ہے شب فرقت ہے اپنی رات
یہ ہے معاملہ مرے لیل و نہار کا

وہ محترز ہے شیرۂ انگور سے مدام
زاہد یہ اتقا ہے مرے بادہ خوار کا

وہ بادہ خوار ساغر میگوں تو اور ہے
آنکھوں میں آپکی ہے اثر کیوں خمار کا

صبح وطن کی یاد ہے شام و سحر اُسے
پرساں نہیں ہے کوئی غریب الدیار کا

اب نکتہ پروروں کی بن آئیگی شاعرو
ڈنکا سخنوری میں بجا شہریار کا

در کارِ خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست
حاجت نہ سوچ کی ہے نہ موقع بچار کا

میٹھی زباں پہ آپکی تیزی زبان کی
مشہور ہے دکن میں مربّا اچار کا

آغاز عشق سے تھا وِلا دلبری کا خوف
اب دل میں اضطراب ہے انجام کار کا

۵۳

وابستۂ قدیم ہوں میں زلفِ یار کا
پیچوں سے تجربہ ہے فقط تین چار کا

ہے نقش لوحِ دل پہ جو میرے نگار کا
آنکھوں کے آئینہ میں تصوّر ہے یار کا

رونا ہی ہے اِس دلِ بے اختیار کا
کچھہ اختیار ہی نہیں صبر و قرار کا

رُلوائیں آپ پھر مرے رونے پہ ہوں خفا
میرا قصور یا دل بے اختیار کا

جبر و قدر کا راز یہاں خوب کھُل گیا
ملزم ہیں ہم قصور ہے ذی اقتدار کا

پوچھو نہ کچھ فقیر کی صورت سوال ہے
ایجاں یہی جواب ہے امّیدوار کا

بالے کی اپنے جوڑ بنیں اُسکی بالیاں
کاریگری میں طاق ہے لونڈا سنار کا

صدقے ہیں اُس قدم کے جو پیسا ہو کے پائمال
سرمہ غبارِ خاک اسی خاکسار کا

ابتک ملی نہ تھاہ تمہارے خیال کی
ابتک پتا چلا نہ سمندر کے پار کا

جلتا ہوں سوزِ عشق میں بہتے ہیں اشکِ گرم
روشن چراغ ہو نہیں کسی کے مزار کا

ہوگا سمند ناز پہ اِک تازیانہ اور
غصّے سے ہاتھ اُٹھے جو مرے شہسوار کا

سیرِ چمن میں گل کے تقرّب کو دیکھ کر
گر و گلے کا ہار ہوں میں تیرے ہار کا

کم گو کچھ اس قدر ہیں نہیں کے سوا کچھ اور
کہتے نہیں شعار ہے یہ اختصار کا

تارِ نظر پہ دوڑ گئی عنکبوت چشم
مکھی اگر ہے خال تو ڈر ہے شکار کا

زاہد چڑھی ہے خوب کرو تم سنبھلکے وجد
ٹوٹے نہ ہا دھو سے کمربند ازار کا

چلنے سے رہ گئے تو ہوئی رہبری پسند
نقش قدم لقب ہے اسی خاکسار کا

جنسین بدل بدل کے زمینون مین کاشت ہے
کھیتی مین ہے اصول یہی کشتکار کا

طرحین بدل بدل کے ہوئی شاعری یہان
مضمون غیر رنگ ہے اپنی بہار کا

انصاف کس سے چاہین خدا ہی بچائے یان
تجکو نہین ہے خوف کسی شہریار کا

پھینکی کمند زلف تو پھر ولپہ چڑھ گیا
موقع ہے تجکو چور یہان لوٹ مار کا

عارض سے زلف زلف سے عارض کا ہے خیال
یہ سلسلہ ہے گردش لیل و نہار کا

سینے پہ ہے ابھار ہوا سرو بارور
نارنج کے درخت مین پھل ہے انار کا

ق
ابرو پہ دل فدا تری قامت پہ جان نثار
قربان ہون اُس نگاہ و رخ پر بہار کا

تلوار اس کی شاخ تو نیزہ بنا درخت
نکلا سپر کا پھول تو پھل ہے کٹار کا

دلی سے کچھ غرض نہ ہمین لکھنؤ سے کام
ملک دکن ولا ہے وطن اپنے یار کا

(۵۴)

کیا اعتماد ہستی ناپائدار کا
کیا اعتبار زندگی مستعار کا

اب بڑھ رہا ہے جوش مرے اضطرار کا
اب گھٹ رہا ہے صبر دل بیقرار کا

ہونے لگا جو ہم پہ ستم روزگار کا
بڑھنے لگا فراق مین غم ہم کو یار کا

کیا اعتماد آپ کے قول و قرار کا
کیا اعتبار وعدۂ ناپائدار کا

ق
مطلع سے اپنے سخت شش و پنج مین ہین ہم
مصرع ہے ایک اور توارد ہے چار کا

حالی نے کہدیا یہ نصیر و جلیل سے
پروا نہین یہ مصرع طرحی ہے یار کا

بسمل مین ہو چکا ہون کسی تیغ ناز سے
بس منتظر ہون آپ کے ایک اور وار کا

اُٹھنے لگے تو دوڑ کے اُنسے لپٹ گئے
دیوانہ ہو کے کام کیا ہوشیار کا

کیون مجھپہ آج بے خبری مین نظر پڑی
نادم ہون مین تری نگۂ شرمسار کا

عشاق سہ رہے ہین ستم ہاے بیکران
دشمن کی اک خوشی ہے مگر غم ہزار کا

مین بے خبر نشیب و فراز جہان سے ہون
کچھ غم چڑھاؤ کا ہے نہ کھٹکا اُتار کا

چڑھنے لگا نشہ تو فلک پر سوار ہین
اُترا تو ڈر لگا ہے حضیض خمار کا

جوہر ہے بحر و گوہر و نیسان کا اشک چشم
احسان مفت بحر پہ ابر بہار کا

نقض وفا سے ہونے لگین بے وفائیان
پیمان سے اعتبار گیا اعتبار کا

لکھا خط غبار مین خط آپ ہی پڑھ ہین
یہ ہے اثر حجاب کے دل کے غبار کا

نایاب و آبدار حقیقی صفات اشک
وصف مجاز ہے گہر آبدار کا

پتی ہلے تو سمجھون وہ آئے اچھل پڑون
گلشن مین ہے یہ رنگ مرے اضطرار کا

بےفکر ہم بھی ہوگئے دشمن کی موت سے
جھگڑا گیا فساد مٹا بار بار کا

صورت تری حسین ہے قدرت خدا کی ہے
ہے حسن حسن صنعت پروردگار کا

اُن کے غرور حسن پہ پھبتی اُڑی یہان
کیا چوپرا پتنگ اُڑا ایک تار کا

ذرے چمک رہے ہین تماشے سے آنکھ بند
مستور ہے آفتاب ہمارے غبار کا

دقت پسند اپنی طبیعت ہے شاعرو
اپنا دماغ بھی متحمل ہے بار کا

او خویشتن گم است کرا رہبری کند
دامن پہ تیرے نقش قدم ہے غبار کا

اپنا ہی حوصلہ ہے کسی کی نہین مجال
سہتے ہین رات دن جو ستم روزگار کا

استاد مانتا ہون مین ذوق و اسیر کو
یہ مقتضے ہے اپنے ولا انکسار کا

پروردۂ قدیم ہون پروردگار کا	۵۵	پالا ہوا غلام ہون آقا کے پیار کا

معشوق ایزدی ہے لقب اپنے یار کا
محبوب نامدار ہے جو کردگار کا

ہون جان نثار پنجتن نامدار کا
عاشق بنا ہون ایک نہیں چار یار کا

تیر نگاہ ہے کہ ہرن کے لگے ہیں سینگ
افسوس کیون شکار بنا میں شکار کا

تھامے ہوے رکاب اُٹھاتا ہون ہر قدم
مولےٰ غلام ہون کسی دُلدل سوار کا

دل میں مرے محبت پاکان اہل بیت
اے دل مقدمہ ہے یہی عشق یار کا

مضمون بتندل سے تنفر ہوا اُسے
جدت شعار ہے ترے مضمون نگار کا

جوف دہن ہے جوف تو دانے ہیں تیرے دانت
شربت ترا لعاب ہے میٹھے انار کا

خم ابروون کا ختم ہوا تیری ناک پر
تیغ دو دم سے ناک میں دم ذوالفقار کا

بجلی ہے اپنی چال میں مہرو کا راہوار
نقش قدم ہلال ہے اس شہسوار کا

الانتظار اشد من الموت کیون نہ ہو
سکرات واقعہ ہے ترے انتظار کا

آنکھیں لگی ہیں راہ پہ جھپکی نہیں پلک
اے بے وفا بُرا ہو ترے انتظار کا

فرقت میں تھا اشد من الموت انتظار
موت آگئی وصال ہوا اپنے یار کا

اُمید وصل وصل سے بہتر ہے دوستو
جب آگئے تو لطف گیا انتظار کا

جانا ترا خدا کی قسم آج بعد وصل
مصداق ہے اشد من الانتظار کا

جنگل ہے لالہ زار مژہ کے خیال میں
احسان ہے آبلے پہ کسی نوک خار کا

اُڑتا ہے اپنا پارہ خط ذکر شوق سے
سیماب نامہ بر ہے دل بیقرار کا

کیا پوچھتے ہو حال دل زار خیر ہے
جیتے ہیں یار شکر ہے پروردگار کا

دلّی پہ فخر ہے نہ ہمیں لکھنؤ پہ ناز
ہے شوق ہم کو اپنے دکن کی بہار کا

سب لکھ چکے ہیں رند و ظفر ناسخ و اسیر
کس کس کا نام لون میں خزان کا بہار کا

داغ و امیر حالی و صابر جلیل و ذوق
احسان نسیم و رشک و منیر و بہار کا

ہر رنگ سیکڑون ہین جھڑے جنکے منہ سے پھول
استاد یہ غزل ہے کہ نغمہ ہزار کا

ڈر ہے کہ اڑ نہ جائین مضامین بُری طرح
نقشہ نہ عاشقی مین جسے کارزار کا

اپنا ہی حوصلہ تھا تلوارو سے جو بچے
ایک ایک شعر مال بنا چار چار کا

بندش نئی نئی ہے مضامین نئے نئے
حصہ ہے اس زمین مین اسی خاکسار کا

شاگرد ہے کوئی کوئی استاد نامور
ہے شاعری مین فرق **ولا** اعتبار کا

۵۶

کئے تو نے ستم عاشق پہ کیا کیا
خدا جانے تجھے یہ ہو گیا کیا

خطا دشمن کی تھی ہم نے کیا کیا
سزائین ہم کو دین افسوس کیا کیا

کہے جاتے ہین ہم خاموش ہین آپ
کہین پھر آپ کا ہے مدعا کیا

تری خلقت مین ہے جب بیوفائی
ترے پیمان سے اُمید وفا کیا

کہا خونریز نے ہین ایک دونون
بہا ناخون کا کیا خون بہا کیا

وہ فرماتے ہین ہم کو رنگ سے کام
ترا خون جگر کیا اور حنا کیا

نہنگ و تیر و خنجر تینون قاتل
ترا انداز کیا ناز و ادا کیا

وہ سارق ہے یہ مسروقہ کا قابض
مرا دلدار کیا اور دلربا کیا

طلب بوسے کی تھی کیون کاٹ کھایا
کہا عاشق نے کیا تو نے کیا کیا

ادائون کا تری صدقہ ہے ورنہ
ارے تو کیا ہے تیرا حوصلا کیا

سنو ہم تم پہ مرنے کو ہین تیار
کہو تم چاہیئے اس سے سوا کیا

کسی کے حسن نے عاشق بنایا
تمہین کہدو مری اس مین خطا کیا

ضرورت کیا ہے کیوں سننے لگے تم — اجی ہم سے کیا ہمارا ماجرا کیا

غنیمت ہے جو اپنی بچگئی جاں — نہ پوچھو آج خلوت میں ہوا کیا

خفا کیوں ہو دعاؤں سے ہماری — جو ہوگا کچھ اثر اب تک ہوا کیا

ہوا دعوت میں اپنی وصل دشمن — تعجب ہے کیا کیا تھا ہوا کیا

سمجھتا ہوں عدو کو اپنا دلبر — الٰہی آج مجھکو ہو گیا کیا

امید وصل یاں واں غیر کے ساتھ — تمنا اپنی کیا تھی اور ہوا کیا

وہ آئے غیر کو بھی ساتھ لائے — الٰہی کیا میں سمجھا تھا ہوا کیا

زمیں روندی ہوی ہے شاعروں کی
ولاؔ اپنے لئے اس میں رہا کیا

۵۷

وہ کہتے ہیں عدو سے کچھ سنا کیا — کہا عاشق نے میرے حق میں کیا کیا

عدو کہدے کہ عاشق نے کہا کیا — جو کہدیتا حقیقت میں وہ تھا کیا

کہو کیا بات ہے اے بندہ پرور — جو بگڑے اس قدر میں نے کہا کیا

ستم خوشتہ را کشتن گناہ ست — ارے ظالم تجھے آخر ہوا کیا

بھلائی پر جب اچھوں کی بنی گت — برے ہم ہیں ہمارا پوچھنا کیا

جو سن لیتا تو پھر میں بھی سناتا — سنا ہی میں نے نہیں اس نے کہا کیا

کہا کرتا ہے کچھ کرتا ہے کچھ اور — کہا کیا تو نے اے ظالم کیا کیا

لیا دل آپ نے میں نے دیا دل — ذرا فرمائیے مجھکو دیا کیا

مرا گھر لٹ چکا تھا اس سے پہلے — تجھے دل دیدیا یاں اور تھا کیا

مقام وصل یک قالب ہے دو جاں — جہاں خلوت ہے واں شرم وحیا کیا

ہر اک قطرے کو دعوائے انا البحر
کہو منصور کی اس میں خطا کیا

صفائی روشنائی رو نمائی
صفات روئے آئینہ میں کیا کیا

سہوں کس کس مصیبت کو تمہاری
نجانے اور ہے قسمت میں کیا کیا

خدا جانے ہماری عاشقی سے
تباہی آہی قسمت میں ہو کیا کیا

جو میرے قتل کے ہوتے ہیں ساماں
کہو مجھ سے قصور ایسا ہوا کیا

کیا کیا ہم نے ترک عشق ڈر کر
کئے کیا کیا ستم تم نے ہوا کیا

نصیب دشمناں کیوں ہو پریشاں
طبیعت آج کیسی ہے ہوا کیا

موافق کچھ نظر آتے ہیں ساماں
ذرا دیکھیں تو کرتا ہے خدا کیا

عدو بگڑا تو بگڑی اس کی تقدیر
بن آئی اپنی اس میں واہ وا کیا

سر تسلیم خم ہے اپنے آگے
خدا جانے ولاؔ اسکو ہوا کیا

۵۸

بہت کچھ اور ہونا ہے ہوا کیا
ابھی تو دیکھئے ہوتا ہے کیا کیا

کئے اس نازنیں نے ناز کیا کیا
لیا عاشق کا دل اسکو دیا کیا

لب جاں بخش سے بوسہ ملا کیا
الٰہی مر کے پھر دیں جی گیا کیا

جزا کا ذوق کیا خوف سزا کیا
نہو جینا تو مرنے کا مزا کیا

ہوس مرنے کی ہے کہتے ہیں غالب
نہو مرنا تو جینے کا مزا کیا

مریں تم پر تو لطف زندگی ہے
نہو جینا تو مرنے کا مزا کیا

ملا دل تم کو جس میں آرزو ہے
بغیر رنج و غم ہمکو ملا کیا

دیا بوسہ لیا دل سستے داموں
لیا کیا آپ نے ہمکو دیا کیا

پھنسے ہم اپنے ہاتھوں جب بلا میں — تو اے کاکل کسی کا پھر گلا کیا
لٹا گھر مٹ گیا سامان راحت — گیا سب کچھ ارے ظالم رہا کیا
ہوے جاتے ہو کیوں جامے سے باہر — اجی کچھ تو کہو ہے ماجرا کیا
سمجھ میں کچھ نہ آئی میرے دلدار — خفا کیوں مجھ سے ہو میں نے کیا کیا
گیا دل اور تھا جو کچھ بھی اُس میں — کرم سے آپ کے اب رہ گیا کیا
ابھی پہلو میں تھا پہلو کا پالا — خدا معلوم میرا دل ہوا کیا
نقاب ان کی اُٹھی عارض سے لینے — تو پھر دست دعا کیا اور دُعا کیا
پیا چاہے جسے وہ ہے سُہاگن — یہاں نا آشنا کیا آشنا کیا
اتاری جا نہیں سکتی کبھی نقل — ادا اگر ہو سکے پھر وہ ادا کیا
شکایت کا گلا کرتے ہو ہم سے — شکایت ہم نے کی تم سے گلا کیا
تعشق کے لئے لازم نہیں حُسن — دل آجائے تو پھر اچھا بُرا کیا
جہاں غالب نسیم و داغ و تسلیم — سخنور ہوں پھر اپنا حوصلا کیا

متاع نیک ہر دکّاں کہ باشد
سخن سنجی میں غالب کیا ولا کیا

۵۹

غیر کو اپنا وہ اپنے کو پرایا سمجھا — اُس کے اس فہم کو میں پھیر سمجھ کا سمجھا
اس نے وعدہ جو کیا میں اُسے سچّا سمجھا — یہ قصور اپنی سمجھ کا تھا جو ایسا سمجھا
میری آنکھوں نے کیا اشک کو گھر سے باہر — گود میں لے کے اُسے بحر نے اپنا سمجھا
وہ اگر رشک چمن تھا تو پھر اسکو اے زند — رشک گل کیوں نہ کہا کیوں گل رعنا سمجھا
دامن دل میں لگی آگ تو پھر موسٰے نے — جلوۂ طور کو عارض کا تماشا سمجھا

بُت پرستی کی ضرورت نہ پڑی لندن میں　　کعبۂ حسن کو میڈم کا کلیسا سمجھا
تیری صورت سے منوّر ہوئیں میری آنکھیں　　میں سراپا کو ترے نور کا پتلا سمجھا
تیری قامت کی شباہت پہ ہے شمشاد کو ناز　　قدِ شمشاد کو کس نے قدِ بالا سمجھا
آستاں سجدہ گہِ خلق ہے کعبے کی طرح　　کوچۂ یار کو میں یثرب و بطحیٰ سمجھا
سبزۂ خط سے جو ریحان کی بو آنے لگی　　دانۂ خال کو میں تخم اُسی کا سمجھا
پھر انا الیار کے دعوے سے بچا منصور　　دار کو جب میں انا الحق کا نتیجا سمجھا
یہ خطا تھی مری بیشک جو گیا خلوت میں　　غیر کی تھی نہ خبر تجکو اکیلا سمجھا
قدِ بالا کے ستوں پر وہ ہوا جب روشن　　سر و عارض کو ترے تجلی کا گولا سمجھا
پرتوِ حسن سے اے ماہِ شبستانِ فرنگ　　قدِ موزوں کا (گون کو ترے) سایا سمجھا
تین موتی ہیں ہر اک جھمکے میں دو لٹکن کے　　میں ہر اک کان کے جھمکے کو ثریا سمجھا
مجھ سے کہتا ہے تو گاتا ہے ہمیشہ اپنی　　کیا تو مجکو کسی محفل کا گویّا سمجھا
رشکِ سنبل کو اے رند سمجھتا ہے حقیر　ق　سنبلِ باغ کو تو زلفِ چلیپا سمجھا
فخرِ سنبل کو ہے گر زلف سے پائے تشبیہ　　ہائے اُس زلف کو تو گھانس کا پولا سمجھا
آج یوسف سے کھلا یار کی تذکیر کا راز　　عاشقو آپ کو اُردو نے زلیخا سمجھا
اصل میں عاشق و معشوق صفت ہیں دونوں　　کچھ نہ معشوق کی تذکیر کا منشا سمجھا
ہوگئے عاشق و معشوق مذکّر کیونکر　　عاشقِ ہند کو کیا آپ نے آغا سمجھا
ارے مجنوں تو سمجھ جائے گا تمثیل سے خوب　　عاشقِ ہند نے معشوق کو لیلیٰ سمجھا
اس زمیں میں تو سوا رند کے سب ہیں خاموش　　شاعر اوروں نے مصیبت کا ٹھکانا سمجھا

جب پسِ مرگ بنی قبر میں گت لاشے کی

اپنے قالب کو ولا خاک کا پتلا سمجھا

(۹۰)

بام دلدار کو دل عالم بالا سمجھا | کرسی یار کو مین عرش معلےٰ سمجھا
عارض یار کو مصحف مین خدا کا سمجھا | یہ سمجھ مین نہین آئی کہ اُسے کیا سمجھا
فہم پر میرے خفا ہو کے وہ فرمانے لگے | بس زبان روک خدا جانے مجھے کیا سمجھا
کیا مین سمجھاؤن پڑین اُسکی سمجھ پر پتھر | مین تو سمجھا تھا مگر وہ مجھے جھوٹا سمجھا
کیا سمجھ بوجھ کے نافہم بناتے ظالم | وہ تو سمجھا ہی نہ تھا مین اُسے سمجھا سمجھا
قدر نعمت کی سمجھنے لگے تم بعد زوال | بعد مرنے کے جو سمجھا بھی کوئی کیا سمجھا
وہ ہے سمجھانے بجھانے مین بڑا ہی سیانا | تونے اُس دشمن ظالم کو ابھی کیا سمجھا
ہم جو سمجھانے لگے روک کے وہ کہنے لگے | تیرے کہنے کی ضرورت نہین سمجھا سمجھا
غیر سے اس نے کہا عاشق نافہم ہے یہ | جلد یا کچھ نہ سمجھ کر تو ابھی جا - سمجھا
تیندل ہین ترے مطلع کے مضامین اسے زد | سرمگین چشم کو تو نرگس شہلا سمجھا
شاخ آہو نظر آیا مجھے دنبالۂ چشم | سرمگین آنکھ کو مین آہوے صحرا سمجھا
چشمۂ آب حیات اسکو سمجھنے لگے خضر | لب جان بخش کو مین رشک مسیحا سمجھا
دلبری مین بھی کیا آتش دل نے اعجاز | مین ترے دزد حنا کو ید بیضا سمجھا
موشگافی کی یہان کچھ نہین حاجت ہمدم | آپکی زلف کو مین بال کا پھندا سمجھا
کالی کالی جو لپٹتی نظر آئی مجھکو | اس بلا کو مین تری زلف کا کالا سمجھا
جان پر کھیل کے بہلانے لگا جب تجکو | تو نے نادان مجھے بچپن کا کھلونا سمجھا
اسی قالب مین ڈھلی ہے تری مورت مری جان | مین ترے جسم کو ارواح کا سانچا سمجھا
نامہ بر آپ کا عنقا ہے کیونکر کہے عرض | آپکے خط کو مین تقدیر کا لکھا سمجھا

تیرے سائے مین جو بے ہوش ہوا کرتا ہون
مین اُسے اپنے پر پرواز کا سایا سمجھا

مین نہ سمجھونگا تجھے مجھکو نہ سمجھے جب تک
کیا سمجھ مین تری مطلب مرا آیا سمجھا

ہم بھی سمجھین گے کسی روز ولا دشمن سے
تمھین معلوم وہ نا فہم ہمین کیا سمجھا

(۹۱)

جب کبھی عاشق پریشان دلکو سمجھانے لگا
فتنہ گر سلجھی ہوئی زلفون کو اُلجھانے لگا

جب کبوتر یار سے لیکر جواب آنے لگا
اپنا ہوش اندیشۂ مضمون سے اُڑجانے لگا

نامہ بر آتا ہے خالی ہاتھ جان اسکی بچی
کیا پڑی تھی اُنکو جو خط کا جواب آنے لگا

وہ بگڑ بیٹھا عدو کی فتنہ پردازی سے پھر
لاکھ ہم بکتے رہے اپنی ہی وہ گانے لگا

چھوئی موئی وصل کے گلشن مین تھا وہ بھول
چھو لیا اُنگلی سے جب اسکو تو شرمانے لگا

یار کی پاپوش زرین مین کرن کو دیکھ کر
پنجۂ خورشید غم سے بال بکھرانے لگا

قتل بینا سے ہوا جب خون ناحق آشکار
محتسب اپنے کئے پر آپ پچتانے لگا

نیند سے جس دن مین چونک اُٹھا سمجھکر آفتاب
خواب مین اُسدن سے وہ رشک قمر آنے لگا

بات یہ سمجھے ہوے ہین مقتضائے شوق ہے
منتظر ہین بے وفا وعدے پہ کیون آنے لگا

ہو گیا قدرت خدا کی بینڈکی کو بھی زکام
بن کے واعظ آج تو منبر پہ اِترانے لگا

سنگدل تیرے تو آتے ہی نہ تھے آنکھون مین اشک
مر گیا دشمن تو کیون لاشے پہ ٹپکانے لگا

اُسکی بے دردی کا جب ہونے لگا دلپر اثر
رنج و غم سے دل مرا رہ رہ کے بھر آنے لگا

چرخ ہفتم ہو گیا ششدر برنگ آئنہ
دیکھ کر رفعت تری سر اُسکا چکرانے لگا

اس خراب آباد مین اس سے بڑھکر کیا ستم
بے خطا بھی ہاتھ سے تیرے سزا پانے لگا

پھر نہ منبر پر لیا تو نے کبھی نام شراب
واعظا جسدن سے تو مست شراب آنے لگا

پیچ و تاب زلف پیچان پر پری کے سبب
کر گیا مار سیہ نظرون سے بل کھانے لگا

ہے قیامت وقت سے پہلے ہوئی تھی یہین نشر
عاشقون کی قبر کو چُن چُن کے ٹھکرانے لگا

وصل کی شب اسکے آنے کی تمنا تھی عبث
ہوش یان جانے لگے جب عشوہ گر آنے لگا

اے ولا ذوق زبان پڑھنے لگا جس طرح
شکرین گفتار طوطی کا مزا آنے لگا

(۶۲)

جب ترے مُنہ کے مقابل آفتاب آنے لگا
اپنا سایہ دیکھکر ہیبت سے تھرانے لگا

تیغ ابرو کو اشارون سے جو چمکانے لگا
دیدۂ جوہر سے ظالم آگ برسانے لگا

دل حرارت سے جو چرخ کی گھبرانے لگا
صحن پیشانی مین کاکل کی ہوا کھانے لگا

قید مین زلفون کے کاکل کی ہوا آنے لگی
زلف و کاکل کا تفاوت اب نظر آنے لگا

جب جوانی سے چڑھی تیغ نگہ پر اُسکی باڑھ
قتل عاشق مین ستمگر کو مزا آنے لگا

عشقبازی مین جو کھیلا عاشق اپنی جان پر
پھر مرا معشوق اپنے دل کو بہلانے لگا

کس سے لے تیغ نگہ کرتی ہے لڑنے کا سوال
عاشق جانباز تیرے دم مین کیون آنے لگا

بے نقابی خلوت جانان مین کام آئی نہ کچھ
سر جھکا کر آنکھ کے پردے مین شرمانے لگا

وصل کی شب تھا شب فرقت سے بڑھکر اضطراب
جب بگڑ کر بے وفا آغوش سے جانے لگا

روے آئینہ ہے تیرے حُسن کا عکس فروغ
میری سیمابی سے تیرا مُنہ نظر آنے لگا

بڑھ گیا دل مین مرے حُسن مضامین کا خیال
چاند سی صورت کا جس دم سے خیال آنے لگا

چٹکیان لینے لگا جب دل مین سینے کا اُبھار
دیکھکر صورت کو آئینہ بھی شرمانے لگا

زندگی سے اپنی ایجان ہاتھ ہم دھونے لگے
جب خرام ناز سے تو پاؤن پھیلانے لگا

قم باذن اللہ یہی تھا دم و دعوے اپنا
اب لب جان بخش۔ روح اللہ کو شرمانے لگا

بڑھ گئی سرخی تو چمکانے لگا اسکو شباب
پھر لب جان بخش پر عاشق بھی مرجانے لگا

بے تکلف وہ تماشا اب کہاں ہم کو نصیب
تو ستارو کی طرح اب آنکھ جھپکانے لگا

شرم سے وہ آڑ مین پردے کی اب چھپنے لگے
دیکھ کر عاشق کو بچپن کا خیال آنے لگا

چال بھی چلنے لگا دشمن بغل مین اسکا ہاتھ
راہ مین جب سر قدم پر ٹھوکرین کھانے لگا

جیتے جی جب مر گئے میر اُس لب جان بخش پر
وہ خموشی سے وِلا ہونٹون مین دفنانے لگا

(۹۳)

جب کسی گل پیرہن پر دل مرا آنے لگا
ہاتھ سے پھر دامن صبر و سکون جانے لگا

اب ہر اک عارض ترا کچھ رنگ دکھلانے لگا
اب خیال دلبری کچھ کچھ سمجھ آنے لگا

سبزۂ خط جب ترے عارض پہ لہرانے لگا
سبزۂ بیدار گلشن سے ہوا کھانے لگا

شور بلبل اسطرح گونجا ہوا ہے باغ مین
گوش گل مین سرو کے تھم سے پیام آنے لگا

اُسکی سیر باغ مین جھڑنے لگے جب منہ سے پھول
دامن گل بیٹھ چمن باہر بھر کے لیجانے لگا

سنبل و گل زلف و عارض پر فدا ہونے لگے
جب مرا گل پیرہن گلزار مین آنے لگا

عندلیبون نے بغاوت گل سے کی بالاتفاق
باغ مین جب رشک گل سے پھول مرجھانے لگا

جب نگہ تیری پڑی اُس پر چمن کی سیر مین
دیدۂ نرگس بصارت کھو کے پچھتانے لگا

عارض گلگون پہ جب بلبل فدا ہونے لگے
رنگ گل کی طرح گلشن سے اُڑ جانے لگا

تو جدھر آیا اُدھر سورج مکھی پھرنے لگی
اُس کا عاشق باغ مین سورج سے پھر جانے لگا

قمریان حق سرہ بولین خوشی سے پھولکر
سرو قد مین جب ترے جوبن سے بار آنے لگا

دیکھ کر تیری توجہ غیر پر اے لالہ فام
بس مرے دل کا کنول غیرت سے کمھلانے لگا

کھد یا دل نے تری اُٹھتی جوانی دیکھ کر
سرو شاہین قدرت خدا کی اتنی پھل آنے لگا

سبے وفا نے ٹالدی اپنی بلا اور ونکے سر
اپنے وعدو نپر مرے سر کی قسم کہانے لگا

خوف رجعت سے کیا وعدے کو بیر نے کالعدم
مصحف عارض پہ جب جھوٹی قسم کہانے لگا

وہ اگر ہے شمع اور اوس کا پروانہ ہے تو
شمع کو پھر اپنے سینے سے تو پروانے لگا

کچھ نہ کی پروا ہوے گھائل نگاہ تیز کے
اپنا مطلب جب ترے خنجر سے ہاتھ آنے لگا

اُسکے سوز عشق کا تھا یہ اثر یا اسکا جذب
شمع و سینے سے عاشق کے جو پروانے لگا

اسکو کیا پروا بلا سے گر ہوے پامال ہم
اپنی مستانہ روش سے کیون وہ باز آنے لگا

مر گئے آج اسپہ ہم پھر کیون نہین ہوتا وصال
وعدۂ فردا کی پخ دی یار رجھانے لگا

مرنے والون سے ترے چلنے نہ پائی ایک بھی
قُم باذن اللہ کو عیسٰے جو دھرانے لگا

ہم کو دنیا مین سبق حاصل ہوا یہ حسن سے
بیوفاؤن سے کبھی تو دل نہ دیوانے لگا

فرق سے دونون کے زندان مین ہوا واقف اسیر
جب ولا زلفون مین کاکل کی ہوا کھانے لگا

(۶۴)

مین ہوا خواہ دل و جان سے ہون اے گل تیرا
ہمدم نالہ ہوا آج جو بلبل تیرا

کیون نہ ہمدرد ہون مین ارے بلبل تیرا
میرے نالونکا ہم آہنگ ہے غلغل تیرا

تیرا معشوق بنا گل مرا گل پیراہن
جان میری ہے اگر جسم ہے بلبل تیرا

مین بتا دون ابھی یوسف کی ہوئی کیون شہرت
وہ مشابہ ہے ہر اک وصف مین بالکل تیرا

بلبل ہند ہون اے گلبدن باغ تجسم
میرے نغمے پہ فدا بلبل آمل تیرا

عقل و دانش بہ تجم حسن بتر کان دادی
سعدیا دشمن جان دلبر کابل تیرا

دلبری عشوہ گری تجکو مبارک اے ہند
ابلہی جہل و خری حسن ہے کابل تیرا

کیون بُرا مانین ترا جور نئی بات نہین
جب ہمیشہ سے رہا یون ہی تغافل تیرا

مین بچا چاہ زنخدان مین مہارے سے ترے　　سر پہ احسان ہے سراپا مرے کاکل تیرا
پہ فضیلت تجھے حاتم پہ ہے عثمان غنی　　دشمن و دوست پہ یکسان ہے تفضل تیرا
مجکو غمزے نے کیا تیغ نگہ سے گھائل　　ہے غضب دیدہ و دانستہ تغافل تیرا
مرضی یار پہ شاکر ہے تو اے عاشق زار　　ہے مثل آج زمانے مین توکل تیرا
آج شاہین نگہ خیر مرے دل کی نہین　　ناتوان صید زبردست ہے چنگل تیرا
نقد جان کی مرے پروا تجھے کیون ہونے لگی　　سارے عالم مین ہے مشہور تموّل تیرا
روبرو ڈر سے لرزتا ہے فلک پر خورشید　　اُسکو لاتا ہے غضب باہم تقابل تیرا
آج کے وصل کو کیون ٹال رہا ہے کل پر　　مجھکو ڈھاتا ہے ستم ہائے تساہل تیرا
یار ہیرے کی کنی اور تو چاول کی کنی　　اے عدو بزم مین جھلکا ہے تداخل تیرا
تو نے ملّا نہ لیا کام کبھی ساغر سے　　بزم مین دست نگر ہے قدح مُل تیرا
تیری شہرت ہوئی دنیا مین ستمگاری سے　　قتل عشاق سے عالم مین مچا غل تیرا

تھا مجرد مرا شم اُس کا تجاہل ہے مزید
کیون مخالف ہے وِلا باب تغافل تیرا

(۶۵)

دل گرفتار ہے اے حلقۂ کاکل تیرا　　تا قیامت رہے یہ دورِ تسلسل تیرا
بال بال اپنا ہے وابستۂ کاکل تیرا　　ہم ترے جان تری اپنا جز و کل تیرا
دل کے بہلانے کو آیا مرا گلرو اے باغ　　کس کے کاکل سے پریشان ہے سنبل تیرا
گلبدن وصل کی اک فال ہے چشم بلبل　　کلفت انگیز ہے عاشق کا تفاؤل تیرا
کثرت آب سے مواج ہے جوہر اے تیغ　　ٹوٹ جائے نہ تموج سے کہین پُل تیرا
ہے خداداد جوانی پہ ترا حسن و جمال　　قابل رشک ہے عالم مین تجمل تیرا

اُسکے عارض کا مقرب ہون مقید ہو کر
مجکو اے زلف غنیمت ہے توسّل تیرا

یہ غنیمت ہے کہ عاشق سے وہ فرماتے ہین
قابلِ قدر ہے اس فن مین توغّل تیرا

کمر نازک گلدستے سے ہوئی جب تشبیہ
آج شہرہ ہے نزاکت مین رگِ گل تیرا

ابلہان را ہمہ قندست وگلابست وشربت
دشمن عقل یہ مصداق ہے بالکل تیرا

میرے الفاظ نے پایا لبِ جان بخش سے لطف
میرے مضمون کا جوہر ہے تخیّل تیرا

(ق)

گھورتا ہون مین تجھے جان کے انجان ہے تو
عارفانہ ہے ارے یار تجاہل تیرا

میری غفلت نے کیا تیر نگہ سے گھائل
ہے تجاہل مین ترے حسن تغافل تیرا

فوق کاکل سے پریشان نہ ہوا اے زلف دوتا
فرد ہے دست درازی مین تطاول تیرا

آج کیا بات ہے کس سوچ مین ہے اے قاتل
ہاتھ مین تیغ مجربہ ہے تامّل تیرا

شاعری میرے مقابل تو نکرا اے دشمن
منہ چڑاتا ہے تصنّع ہے تغزّل تیرا

استخوان ہون مین سگ یار مجھے چھوڑ نجا
اُس کے کوچے مین غنیمت ہے توسّل تیرا

رنگ و بو اور نزاکت مین ہے کامل تشبیہ
گل ہے عارض تری افشان ہے زرِ گل تیرا

جانِ گلزار ہے گل۔ جان جہان ہے معشوق
گلبدن کیون نہ ہو عاشق ہمہ تن گل تیرا

دل گیا جان گئی عقل ٹھکانے نہ رہی
بارک اللہ ولا صبر و تحمّل تیرا

(٦٦)

یاد عاشق کو ہے پیمان کہ بہلانا تیرا
کبھی بھولے سے بھی ایجان نہ آنا تیرا

تھا ستم اول شب روٹھ کے جانا تیرا
ایسے آنے سے مناسب تھا نہ آنا تیرا

تیر مسکن کا پتا دل نے نجانا افسوس
دلربا ہے دل عاشق مین ٹھکانا تیرا

پھر گیا آنکھون مین شب وصل کی ہے وہ تصویر
لب و رخسار کو بوسے سے بچانا تیرا

ہے ستم شرم سے خلوت مین دم وصل ایجان
چاند سے منہ کو دُلائی مین چھپانا تیرا

نقش دلپر ہے مرے قصد قتل گیری پر
مجھکو دو ہاتھ سے بچ بچ کے ہٹانا تیرا

رات بیداری مین گزری مری ہجران عاشق کی
ہائے ممکن نہ ہوا بر مین سُلانا تیرا

تھا عجب لطف ترے وصل کی شب مستی مین
کھینچکر مجکو کلیجے سے لگانا تیرا

تن سیمین کی عجب شان نظر آنے لگی
وصل مین جب نظر آیا مجھے تنانا تیرا

بخت خوابیدہ ستم ہے مرے حق مین ہر رو
فرقت یار مین راتونکو جگانا تیرا

باغ مین آئی خزان اُٹھ گئے گل اے بلبل
اب تو مشکل ہے چمن مین نظر آنا تیرا

مشق ناوک فگنی آنکھ سے جب ہونے لگی
تھا دل عاشق ناشاد نشانا تیرا

ناز و انداز و ادا سے نہ پر انداز ہوے
یار مشہور ہے عالم مین فسانا تیرا

خواب وحشت نے گھڑی بھر مجھے سونے نہ دیا
تھا ستم ہو کے خفا خواب مین آنا تیرا

ہو گیا خون حقیقت نہ کھلا راز کبھی
رنگ لائے گا کسی روز چھپانا تیرا

ہے یہ اے زلف سبب تیری پریشانی کا
دل پریشان ہے مرا اوس مین جھٹکانا تیرا

وہ تو دشمن ہے مرا اپنا سمجھتا ہے جسے
بن گیا غیر یہان دوست پرانا تیرا

دولت حسن ہے عالم مین نصیب عشاق
نہ ملا خسرو و قارون کو خزانا تیرا

اپنے جامے سے ہون باہر تری عریانی سے
گھاٹ پر سنگ حسینان سے نہانا تیرا

ذوق مستی مین بنا بزم مین طاؤس سنا
دل عاشق کو نچاتا ہے بجانا تیرا

اپنے کوٹھے کے جھروکون مین چھپے غیر و نسے
نقش ہے دلپہ مرے آنکھ لڑانا تیرا

کبھی بھولا نہین مین اپنی پریشانی کو
یاد ہے زلف کو اُلجھا کے اُڑانا تیرا

جان من برلب تو چون نسپاریم روان
رنگ لایا ہے یہان پان چبانا تیرا

بدگمان یار کو عاشق سے کریگا ہیدم
مُسکراتے ہوے یون ہاتھ ملانا تیرا

ڈھونڈتا ہون مین تجھے یار ستانے کو غزل
مجکو ملتا نھین اسے رند ٹھکانا تیرا

باز آسے گا نہ ظالم کبھی اپنی ہٹ سے
کام دے گا نہ وِلا اُس کو منانا تیرا

(۶۷)

یاد ہے آنکھ جھروکون سے لڑانا تیرا
دل چرا کر مری جان آنکھ چُرانا تیرا

مین نہ بھولون گا شب وصل مین آنا تیرا
دیکھے دم کرکے ستم روٹھکے جانا تیرا

رشک مطرب طرب چنگ ہے گانا تیرا
غیرت نغمہ و آہنگ ترانا تیرا

کھیل سمجھا کسی جانباز کی سربازی کو
یہ لڑکپن کا نھین یار زمانا تیرا

مرحبا اسے مرے دلدار تری عمر دراز
مین نہ بھولونگا کبھی یاد پہ آنا تیرا

بے حجابی مری آنکھون مین پھرا کرتی ہے
یاد ہے زلف کو عارض سے ہٹانا تیرا

وصل مین ہو شب فرقت کی مصیبت قائم
میرے دلدار یہی ہے جو ستانا تیرا

کوچۂ یار سے ہٹتا نھین تو ایک منٹ
ارے دشمن مین لگا دونگا ٹھکانا تیرا

بعد مرنے کے بھی عاشق پہ ستم ڈہاتا ہے
قبر پر فاتحۂ خیر کو آنا تیرا

دل صد چاک مرا شوق سے للچانے لگا
نظر آیا جو تری زلف مین شانا تیرا

تو لگانے مین بجھانے مین بڑا ہے اُستاد
آگ خرمن مین لگاتا ہے بجھانا تیرا

دل جلاتا ہے مرے دیدۂ تر کا پانی ؛
اور پانی مین ستم آگ لگانا تیرا

جان جائیگی مری مجھپہ ستم ڈہائیگا ؛
آج وعدے پہ شب وصل نہ آنا تیرا

منتظر بزم مین جب تک ہے ترا عاشق زار
بے تکلف کبھی ممکن نھین آنا تیرا

وصل مین ہین تن عریان پہ مری تصویرین
حُسن صافی ہے مگر آئینہ خانا تیرا

گھورتا ہون کبھی آنکھون کو کبھی ملتا ہون
یہ تصور ہے کہ ہے خواب مین آنا تیرا

ایسے جینے سے تو عاشق کا ہے مرنا بہتر
اے قضا خوب ہوا وقت پہ آنا تیرا

سیرِ دریا مین ستم نقش ہے میرے دل پر
ناؤ مین دیکھے جگہ خاک اُڑانا تیرا

کیون مرے حسنِ طلب کی نہین پروا تجھکو
حسن ایسا ہے کہ طالب ہے زمانا تیرا

کس بلا کی ہے ادا کیون نہ پریشان ہو دل
آئینہ دیکھ کے زلفون کو بنانا تیرا

دم تو دیتا ہے مگر ہم ترا دم بھرتے ہین
تو مخالف ہے موافق ہے زمانا تیرا

دلربائی کی ہے تصویر تری ناز و ادا
حُسنِ انداز تصور ہے بتانا تیرا

عشق کے ترک سے بچتی نہ کبھی جان مری
خیر گزری جو کہا مین نے نہ مانا تیرا

یار کہتا ہے تو محفل کو ڈبوئے گا ضرور
یہ بہانا ہے فقط اشک بہانا تیرا

گوہر اس بحر کے ہین جوہر و داغ اور امیر
غرض جوہر ہے وِلا اشک بہانا تیرا

(۶۸)

شبِ فرقت مین عاشق گاہ لیٹا گاہ اُٹھ بیٹھا
پڑا رویا کیا بستر پہ وقتِ آہ اُٹھ بیٹھا

کسی پہلو نہ آیا چین شب بھر ہجر سے عاشق کو
تڑپتا ہی رہا وہ خواہ لیٹا خواہ اُٹھ بیٹھا

عیادت کو وہ آئے ناتوانی ہوگئی رخصت
فرشتہ رو سرِ بالین تھکے بسم اللہ اُٹھ بیٹھا

تڑپتا تھا بچھونے پر شبِ ہجران ترا عاشق
سُنی جانان ترے آنے کی جب افواہ اُٹھ بیٹھا

پڑا تھا نزع مین زاہد خمارے سے ساقی نے
دیا ساغر تو پھر کہکر جزاک اللہ اُٹھ بیٹھا

رہی باقی نہ جب سہنے کی طاقت دردِ ہجرا
کلیجا تھام کر کہتا ہوا اللہ اُٹھ بیٹھا

عدو کے ساتھ بیفکری سے وہ لیٹا تھا خلوت مین
کسی گوشے سے سُنکر نالۂ جانکاہ اُٹھ بیٹھا

خبر اسکی نہ تھی چھپکر عدو سوتا ہے خلوت مین
بلایا یار نے جب مجھکو وہ بدخواہ اُٹھ بیٹھا

عجب کیا مست خواب ناز بھی حلقے مین آجائے | پئے ذکر خفی جب پیر حق آگاہ اُٹھ بیٹھا
ترے اعجاز کے آگے نہ دم مارا کبھی اُسنے | لب جان بخش پر جب مرکے روح اللہ اُٹھ بیٹھا
مُوا دشمن ہُوا دور فلک قائم مقام اُسکا | جو پیچھا اُس سے چھوٹا یہ مرا بدخواہ اُٹھ بیٹھا
جگایا ذکر نے ذاکر کے ہمسائے مین مشرک کو | وہ مست خواب غفلت بھی بصد اکراہ اُٹھ بیٹھا
ملا جب عالم رویا مین خواجہ کی تجلی سے | تڑپ کر آنکھ ملتا بندہ درگاہ اُٹھ بیٹھا
وہین لیٹا رہا شاید ہماری تاک مین دشمن | جو ہم چلنے لگے بن کر وہ سنگ راہ اُٹھ بیٹھا
بلایا اُسنے مخفی ہم گئے شب کو دبے پاؤن | یہ شامت تھی نصیبونکی سگ درگاہ اُٹھ بیٹھا
تمہاری آنکھ کے ساغر سے جب دیدار کا شربت | مریض عشق نے پایا بحمد اللہ اُٹھ بیٹھا
وہ اپنے آپ کو بھولا ہوا تھا خواب غفلت مین | حقیقت سے ہوا پھر جس گھڑی آگاہ اُٹھ بیٹھا
جگایا مجکو ذکر پاک اسم ذات باری نے | نفس کو روک کر کہتا ہوا اللہ اُٹھ بیٹھا
ارے واعظ پڑا سوتا تھا تو مسجد کے منبر پر | جو دیکھا محتسب کو کہکے قال اللہ اُٹھ بیٹھا
لگا کر وہ طلوع اغل ہوا تھا کیون شہیدونمین | ہوا جب پوسٹ مارٹم سے عدو آگاہ اُٹھ بیٹھا
فرشتے چلدیے مرقد سے میرے رہگئی پرسش | جہان کہتا ہوا مین یا رسول اللہ اُٹھ بیٹھا
نہ سستایا ذرا لیٹا ہی تھا آواز دی اُسنے | کہلوتا بنگیا مین کیا دکن کا آہ اُٹھ بیٹھا

شہید ناز کہتے ہین نصیر سخن پرور بھی
ولا تو بھی سخن گوئی مین اب آگاہ اُٹھ بیٹھا

(۶۶)

بگڑ کر جب مرے پہلو سے وہ ناگاہ اُٹھ بیٹھا | مین اُٹھ بیٹھا تو پھر چلنے کو وہ گمراہ اُٹھ بیٹھا
شب مہ بن گیا ماہ تمام اسکے تصدق مین | ہٹا کر منہ سے چادر جب وہ رشک ماہ اُٹھ بیٹھا
نظر آیا ترا عارض تلاوت کی مجھے سوجھی | سمجھ کر خواب مین اسکو کلام اللہ اُٹھ بیٹھا

رخِ روشن سے خلوت مین بھی تنہائی نہین ہوتی
اٹھا چھپکر تو سایہ بھی مرے ہمراہ اٹھ بیٹھا

وہ میرے خواب مین لیٹے ہوے تھے میرے پہلو مین
طفیلِ ظلم پلے سالکان راہ اٹھ بیٹھا

قیامت ہو گئی برپا جو وہ مجھ سے بگڑ بیٹھے
یہ کیونکر فتنۂ خوابیدہ یا اللہ اٹھ بیٹھا

جگایا عارضِ تابان نے مجکو خواب راحت سے
طلوعِ آفتاب اسکو سمجھ کر آہ اٹھ بیٹھا

سرہالین جو بعدِ مرگ وہ جانِ جہان آیا
تنِ بیجانِ عاشق کہہ کے الا اللہ اٹھ بیٹھا

لبِ جان بخش کے آگے مسیحا کیا شرف تجکو
اگر مردہ بحکمِ قم باذن اللہ اٹھ بیٹھا

کسی بیدار نے پائی فقیری بادشاہت سے
گدائی مین کوئی سویا تو بنکر شاہ اٹھ بیٹھا

تصدق انکے دامن کے پڑا تھا خاکسار رہ مین
جھٹک کر جب چلے مثلِ غبارِ راہ اٹھ بیٹھا

چھڑی جب جنگ برٹش سے تو پہلے سب رئیس و رعیت
اعانت کو نظام الملک آصفجاہ اٹھ بیٹھا

ترے مذبوح مین اللہ اکبر کیسی طاقت ہے
ہوا تن سے جدا سر کہہ کے بسم اللہ اٹھ بیٹھا

کھڑا ہونا ہی بس تھا فتنہ گر چلتا ہے کیون آگے
فساد اک دوسرا بیٹھے بٹھاے آہ اٹھ بیٹھا

تڑپتے ہم رہے شب بھر غضب تھی اپنی ناکامی
مزے سے صبح تک وہ سو کے خاطر خواہ اٹھ بیٹھا

پڑا سوتا تھا مخبر کے بھروسے شیر جنگل مین
وہ سنکر نعرۂ ہشیاری روباہ اٹھ بیٹھا

سمجھ پایا تلاشِ دخترِ رز تھی جو او زاہد
سمجھ کر خانے کو عبادت گاہ اٹھ بیٹھا

گرے جب اشک دامن پر تو صدمے نقش دکھا کر
اٹھا جب میرے دل مین درد مین ہمراہ اٹھ بیٹھا

ابھر آیا تمہارا خاکِ پا نقشِ قدم ہو کر
کسی کی رہبری کو حسبۃً للہ اٹھ بیٹھا

کبھی غافل ہوا ایسا کہ بیخود رات بھر سویا
کبھی غفلت سے اپنی ہو کے مین آگاہ اٹھ بیٹھا

وِلاؔ قامت کے مضمون پر قیامت ہے غزل اپنی
سنی مرقد مین جب غلوی نے کہہ کر واہ اٹھ بیٹھا

درِ جانان کا پتا حلقۂ گیسو سے ملا
جب تری آنکھ کا جوڑا ترے ابرو سے ملا

تھا تحمل میں مرا غیر سے پلہ بھاری
تھی یہی میری سزا میں نہ گیا جان گئی

اب میں سمجھا ترے دامن کے سمٹنے کا سبب
میں جگر بند سے تیری نہیں ٹلتا ہرگز

سرو کو دیکھ کے قامت تری یاد آئی مجھے
ارے واعظ ترے تالو سے زبان جب نہ لگی

اشک پی پی کے ترے عشق میں غم کھائے ہیں
دیکھ لی جب تری صورت تو ہوا گوشہ نشین

ہے خدا ہی کو خبر دل پہ مرے کیا گزری
چھپ گیا نقشِ قدم کچھ نہ چلا آنکھ سے کام

سرو مصری سے تری موت کا بازار ہے گرم
گزرِ عمر سے افسوس نہ تھا میں واقف

میں نظر بند ہوا اُس کی نظر بندی سے
ہم مقابل اُسے دیکھیں گے ہرن ہوتے ہوئے

تہلکے سے ترے حرب بنے ہیں عشاق ہلاک
صف عشاق ہدف پر ہے تری مژگاں سے

اثر قلب حرارت سے نظر آنے لگا

(۶۰)

کعبۂ دل بخدا کافرِ ہندو سے ملا
دل کے میلان کا پتا تیری ترازو سے ملا

میل خاطر ترا پاسنگ ترازو سے ملا
جب مجھے حکم ترا گوشۂ ابرو سے ملا

شرم کا تیری پتا آج لجالو سے ملا
مجھ کو اسے زلفِ رسا یار ستم خو سے ملا

مجھ کو قمری کا پتا نغمۂ کوکو سے ملا
زور سے ہاتھ ہمارا ترے تالو سے ملا

ہم کو رونے کا مزا اپنے ہی آنسو سے ملا
عمر بھر پھر نہ کبھی میں کسی خوشرو سے ملا

بے وفا دوڑ کے جب دشمن بدخو سے ملا
رات کو تیرا پتا زلف کی خوشبو سے ملا

ملک الموت کہیں ہو نہ ہلاکو سے ملا
آج لطف اُس کا تماشا سے لب جو سے ملا

آنکھ ملنے کا مزا یار کے جادو سے ملا
آج تو آنکھ ذرا دیدۂ آہو سے ملا

میں سمجھتا ہوں سبق تجکو ہلاکو سے ملا
آج مضمون نیا یار کے اردو سے ملا

جب ترا ساعدِ سیمیں مرے بازو سے ملا

ہو گئی دل کی حقیقت مرے دلپر روشن
پہلو سے یار ولا جب مرے پہلو سے ملا

(۷۱)

ہو کے نایاب مرا اشک جو لولو سے ملا
آبداری کا لقب اس کو اس آنسو سے ملا

اس کو جوہر کی حقیقت ہوئی اس سے معلوم
جب مرا اشک ہمنار ترے لولو سے ملا

ناز کرتا ہے کرن پھول پہ تیرے گلشن
تیرے زیور کا نمونہ گل شب بو سے ملا

باغ میں گل کی حقیقت ترے عارض سے کھلی
اب صبا کو تو ذرا اپنے ہوا جو سے ملا

تیغ دشمن کے لئے دی تری آنکھوں نے مجھے
مجھکو لڑنے کا اشارہ ترے ابرو سے ملا

بے خطا کاکل مشکیں نے مجھے پھانس لیا
یہ سبق مشک کو کیا نافۂ آہو سے ملا

وصل کی رات عجب لطف سے گزری اے زلف
بوے الفت کا مزا مجھکو ترے گیسو سے ملا

مر گئے ہم تری آنکھوں پہ نہ کچھ اسکی چلی
آج عیسے کو سبق آنکھ کے جادو سے ملا

میرے رونے پہ ہنسا یا تجھے موقع پاکر
اشکباری کا صلہ غیر کے قابو سے ملا

مجھ سے بچنے کے لئے سیکڑوں پہلو بدلے
کوئی قابو نہ ملا جب نئے پہلو سے ملا

جوش الفت میں قدم انکے نہ چھوڑے ہیں نے
مجھکو محبوب مرا قوت بازو سے ملا

داستان بلبل و گل کی ہیں سنا کرتا تھا
ہو گیا اسپہ فدا جب کسی گلرو سے ملا

اسکو ہمدرد بنایا تو گیا اپنا مرض
اے طبیبو مجھے نسخہ یہ ارسطو سے ملا

بزم میں آج جھکا جو مرے جھپکیں آنکھیں
زانو سے پھر اٹھا جب مرے زانو سے ملا

آنکھ کھلجائیگی نرگس کی تری اے گلشن
سنبل تر کو ذرا یار کے گیسو سے ملا

شب تاریک میں تھی چاند سے مکھڑے پہ نقاب
تیرے کانوں کا اشارہ گل شب بو سے ملا

نور تن سے یہ مرصع ہے وہ چاندی کا کنول
اس کرن پھول کو گلشن ترے شب بو سے ملا

آب اس مین ہے تو اُس مین ہمہ تن ہے جوہر
اپنی تلوار کو ظالم خم ابرو سے ملا

شب فرقت کی درازی سے ہوا وصل بیان
اور وہان موے کمر یار کے گیسو سے ملا

نکتہ سنجون کے مضامین کا یہ حصہ تو ہے
ذوق ہم کو جو سخن سنجی اردو سے ملا

فیض تسلیم کو تسلیم ولا کرتا ہون
جو ملا آج اسی ایک سخنگو سے ملا

ردیف باے موحدہ

(۴۷)

طلعت جانان سے جلتا ہے ترا کام آفتاب
اسکے پرتو سے ہے عالم مین ترا نام آفتاب

جب سحر کو کوٹھے پر آ نکلا اسیر شاہ آفتاب
ہو گیا شرما کے خورشید لب بام آفتاب

رات بزم مے کشان مین بادہ خوارون نے کہا
پھر عکس یار ما افتاد در جام آفتاب

آفتاب یار کا بنکر ہوا با آب و تاب
اک کرشمے سے ترے ہوتے ہین دو کام آفتاب

خسرو انجم اسے کہتے ہین اعیان نجوم
تاج زرین ہے ترا اے قیصر شام آفتاب

عالم بالا مین جب چلنے لگا دور شراب
چرخ مینا بن گیا شیشہ ہوا جام آفتاب

پرتو جانان سے چمکا ہے ترا جرم سیاہ
تھا حقیقت مین تو اک خال لب بام آفتاب

خسرو انجم ہے تو تیرا عطارد ہے دبیر
میر لشکر ہے تری دولت کا بہرام آفتاب

یار ہوتا ہی رہا تو نے لئے اُس کے قدم
روز روشن مین ہوا چوری کا اقدام آفتاب

زرد رو مثل گل خورشید ہے عارض ترا
باغ مین تیرا مقابل جب ہے گلفام آفتاب

کیا تری چڑھتی جوانی ڈھل گئی وقت زوال
ہو گئی تیری حقیقت طشت از بام آفتاب

ایک قطرہ بھی ترے چشمے مین پانی کا نہین
تیری تیزی نے کیا ہے تجکو ناکام آفتاب

صبح سے تا شام کر لیتا ہے دنیا کا سفر
سیر مین دیکھا نہین تجھ سا سبک گام آفتاب

یار جب کوٹھے سے اُترا شرم بے نوری سے تھے
گر کے ڈوبا بحر مغرب مین سر شام آفتاب

طلعت خورشید رو سے مٹ گئی انکی چمک
کیون لگاتا ہے عبث ذرّون پہ الزام آفتاب

یار کے پرتو سے طائر کی طرح سایہ اُڑا
رہ گیا تار شعاعی سے ترا دام آفتاب

اُسکو ہوتا ہے نقاب ماہ طلعت سے گہن
دیکھ بدنامی مین آیا ہے یہ تمام آفتاب

تیرے چکر سے عیان ہے سر بسر شوق طواف
کیا حریم یار کا باندھا ہے احرام آفتاب

دستِ ساقی کی تمنا دور کی اُمید مین
آسمان کے میکدے مین بن گیا جام آفتاب

اسکو مغرب سے پلٹنا ہے مقرر ایک دن
گن کے پورے کر رہا ہے اپنے ایام آفتاب

دم نہین لیتا ہے ظلِ عاطفت مین یار کے
ڈر رہے ہو جائے حرارت سے نہ سرسام آفتاب

پختگی کی ہے علامت سرخیِ سیب ذقن
زرد رنگت سے بنا ہے میوۂ خام آفتاب

گر گیا نظرون سے گل اور جھک گئی سورج مکھی
جب نظر آیا گلستان مین گل اندام آفتاب

نور کے سانچے مین ڈھالی ہے وِلا تو نے غزل
مطلع اوج سخن پر ہے ترا نام آفتاب

(۱۷۳)

دست ساقی پہ ہے دائم نظر جام شراب
ہے وہی راہنما راہبر جام شراب

جب پڑی بزم مین ہمپر نظر جام شراب
ہاتھ مین آگئی اپنے کمر جام شراب

بادہ کش تھے ہمہ تن چشم براہ ساقی
بانگ قلقل سے ملی جب خبر جام شراب

کبھی ہوتا ہے وہ کامل کبھی ہوتا ہے ہلال
ہاتھ مین ماہ جبین کے قمر جام شراب

جس نے چوما اُسے پایا طرب و لطف و سرور
کیون نہو دل پہ ہمارے اثر جام شراب

اُسکو لینے لگے ارباب طرب ہاتھون ہاتھ
انکی محفل مین ہوا جب گزر جام شراب

ایک قطرہ نہ گرا اشک کا دامن پہ مرے
کبھی روتی ہی نہین چشم تر جام شراب

غنچۂ دل مرا پھولا ہے خوشی سے ساقی
نخل قامت مین ترے ہے ثمر جام شراب

ہر دلی سے تری خالی وہ ہوا بھر بھر کر
گردش دہر ہے پیش نظر جام شراب

انجمن مین ہے تری گوشہ نشین کی خلوت
جیسے ہوتا ہے وطن مین سفر جام شراب

چشم مخمور سے تیسری یہ ملی ہم کو خبر
تیری آنکھون مین ہے باقی اثر جام شراب

پرتو اوسی کی ہے تجلّی جو ہوئی روشن بزم
آفتاب آج ہوا جلوہ گر جام شراب

ساغر چشم سے ڈرتا ہے بہت اے ساقی
ہوئی مے کی حرکت الحذر جام شراب

کس کی ٹکر سے پڑا ساغر بلّور مین بال
واہ کیا خوب ہے موے کمر جام شراب

جوش مے موج ہے ہو کیون نہ سمندر ساغر
بلبلون سے ہے عیان جب گہر جام شراب

چشم ساغر ہے تو ساغر کو نہ کیون آنکھ کہین
مستحق تر ہے تر اے چشم تر جام شراب

گود مین لیجے وہ محفل مین پھرا کرتا ہے
دختر تاک ہے لخت جگر جام شراب

ساغر دیدۂ مخمور سے ہے کرتا ہے فساد
پی گئے تجکو ہم اے فتنہ گر جام شراب

گرمی خون کبوتر کا نتیجہ تو نہین
بط مے جھڑ گئے کیون بال و پر جام شراب

شیشۂ مے سے ملی جب سے طلاق بائن
دختر رز ہے قبول نظر جام شراب

منکسر ہے متواضع ہے وہ دریا دل ہے
آگے ہر ایک کے جھکتا ہے سر جام شراب

ناخدا اُس کا ہے ساقی وہ ہے کشتی مین سوار
ہے سمندر مری جان ہم سفر جام شراب

رات بھر آؤ بھگت اُس کی رہی محفل مین
بنگئی شام غریبان سحر جام شراب

ایک قطرہ بھی نچھوڑا ارے میکش تو نے
قابل وصف ہے یہ درگزر جام شراب

جھیلنی تم کو پڑی ہا ے جو تکلیف خمار
میکشو تم پہ ٹلا درد سر جام شراب

داغ دل بن گئی مہتاب کی کیون اپنی غزل

فیض صحبت سے ولا یا اثر جام شراب

(۴۷)

دل ہی دل مین رہی آخر ہوس جام شراب
تیرے لب تک نہوئی دسترس جام شراب

کبھی ہوتی جو مجھے دسترس جام شراب
پھر مرے دل سے نکلتی ہوس جام شراب

عکس خال لب میگون کو مگس ران تو نے
جام بلور مین سمجھا مگس جام شراب

لگ گئی آگ کلیجے مین مرے دشمن کے
بوالہوس کو نہ رہی اب ہوس جام شراب

دیدۂ مست تو از دل ببرد لذت مے
حسرت لعل تو از جان ہوس جام شراب

عکس رخسار ترا مصقلۂ کشتی مین
چمن دستے ہین گل تر پیش و پس جام شراب

خوف کس کا ہے اسے تو ہی بتا لے ساقی
شاق ہے دل پہ مرے پیش و پس جام شراب

چشم بیمار کا بیمار ہے وہ اے ساقی
شربت لب سے نہ نکلی ہوس جام شراب

ساقیا خون کبوتر کے نہین جیب پر و بال
اوسکی قسمت مین ہوا کیون قفس جام شراب

پخت در دل ہوس آتش لعلت بہشت
ہوس خام مشکل شد ہوس جام شراب

آپ کو سوخت ہوئی خنجر کو لذت ساقی
دل بریان ہے مرا نقل لب جام شراب

یار ہوتا جو مجھے شربت دیدار نصیب
تیری آنکھون سے نکلتی ہوس جام شراب

لب ساغر پہ ہے ہر اک لب میکش سے غذا
تاک مین دم ہے کہ لب پر نفس جام شراب

آب لب سے ترے جب آتش مے سرد ہوئی
بجھ گئی شربت لب سے ہوس جام شراب

ذوق وصل ست کہ با جان ز تن آید بیرون
از لب لعل تو جانان ہوس جام شراب

کیون بکاتا ہے ہوس جلد ہوس اپنی نکال
وصل سے لب کے ارے بوالہوس جام شراب

ایک جرعے سے ترے ہو گیا ساغر خالی
ساقیا بازپسین ہے نفس جام شراب

اوس کے دل سے ترے لب نے نہ نکالا افسوس
عکس مژگان سے ہے بسکہ خار ہوس جام شراب

لب جان بخش پہ مرمر کے جیا کرتا ہے
مے کے قطرے ہیں شمار نفس جام شراب

ذوق لعلت اثر قند مکرر دارد
لذت تازہ دہد باز ہمیں جام شراب

چشم میگون سے ملا شربت دیدار مجھے
دل میں باقی نہ رہی اب ہوس جام شراب

نہ گرفتار رہا اس دور میں کیون وزوحشا
رات بھر رند میں ہے جب عسس جام شراب

اسکی تقدیر کی گردش ہے کہ دور مے سے
تیرے لب نے نہ نکالی ہوس جام شراب

مستی رند نے توڑے ہیں ہزارون ساغر
ہاے کوئی نہ رہا دادرس جام شراب

ذوق او ذوق کشیدست ازین بیہر ند
نکتہ سنجان معاصر زمس جام شراب

ساغر چشم بلا شست میں ہیا جب آ ہو
کیون نہ پھر اس کو کہیں ہم فرس جام شراب

کشتی مے کی یہان کیون نہ بنائیں کاٹھی
دور کا واہے تو ساقی فرس جام شراب

دور محفل میں ہے جب قافلہ جام روان
کیون نہ ہو قلقل مینا جرس جام شراب

وہ جو دم بھرنے لگا اسکی محبت کا ولا
ساغر دیدہ بنا ہم نفس جام شراب

(۵۵)

شرم کی ہے تیرے عارض پہ نقاب
اس سے ہو سکتی نہیں بہتر نقاب

پردہ شرعی ہے کیا بہتر نقاب
ہاتھ پاؤن فرق وگردن پہ نقاب

بے نقابی میں تجلی سے تری
حسن تیرا ہے ترے منہ پہ نقاب

آب گوہر کی ہے جیسی پردہ دار
بن گیا تلوار کا جوہر نقاب

محفل آرا ہیں حسینان فرنگ
دیکھ لو جالی کی ہے منہ پر نقاب

ہیچ حسن او کہ وحدت جارحت
آب شد بر چہرۂ جوہر نقاب

کس سے شرماتے ہو تم کیا بات ہے
دیکھتا ہون منہ پہ ہیں اکثر نقاب

مردمک کی پردہ داری دیکھ لو
سات پردون مین نھین منہ پر نقاب

حسن کو تیرے چھپا سکتی نھین
تیرے منہ پر اے پری پیکر نقاب

ہیچ ہے تاب و تجلّی کا خیال
عکس سے تیرے ہے سورج پر نقاب

اڑ رہا مین شانتی کی ہوتا ہے شکار
باز کی ٹوپی ہے عارض پر نقاب

یک نقابت حسن واز تار نگاہ
چشم انداز و نقابے بر نقاب

ہو نھین سکتی نقاب شرم سے
تیرے منہ پر بار نازک تر نقاب

عکس برقی مین اتر آیا جو عکس
کیون ہوئی عارض چھپے پر نقاب

ہوش اڑ جاتے ہین صورت دیکھکر
جب الٹتا ہے پری پیکر نقاب

تم کھلے بندون کرو موٹر مین سیر
گرد راہ ہے خلق کے منہ پر نقاب

ہین ولا اس بحر مین وہ ناخدا
موج سیل اشک بہ چشم تر نقاب

(۷۶)

عارض جلوہ ہے عارض پر نقاب
تیرے عارض کی بنی ہمسر نقاب

تم الٹ دو اے مرے دلبر نقاب
چشم تر ہے روے عاشق پر نقاب

یہ علامت ہے وفور شرم کی
جس طرح سہرا ہے عارض پر نقاب

ہے شعاعون سے کرن کی تابدار
منہ پہ تیرے اے شہ خاور نقاب

تار زر سے ہند مین سہرا ہے نام
بن گئی عارض پہ اک زیور نقاب

پردۂ دل اشتیاق جلوہ ات
صورت حسن تو دار د در نقاب

جان عاشق پر ستم کرتی ہے کیون
آپکے چہرے سے ہٹ ہٹ کر نقاب

پردہ داری دختر رز کی ہے خوب
بن گیا بلّور کا ساغر نقاب

آئے ہین خلوت مین دستانونکے ساتھ
پاؤن مین جراب چہرے پر نقاب

ہم کو آنکھون سے بچانے کے لئے
خیر ہے رکہتا ہے افسونگر نقاب

جال پہیلاتا ہے پروہ جال کا
تیری دانائی کے دانے پر نقاب

زلف بر عارض نقاب شب بروز
پردہ بالا یش نقابے بر نقاب

دختر رز کو ہے عریانی پہ ناز
ساقیا کیون ہے ترے منہ پر نقاب

دلپر اس عاشق کے عارض ہے یہ فکر
تیرے عارض سے ہٹے کیونکر نقاب

راز ہے سورج کو ہے اس کی خبر
منہ پہ کیون رکہتے ہین وہ دن بھر نقاب

ماہِ کامل تھا شبِ دیجور تھی
منہ پہ تھی انکے نہ چادر نقاب

حسنِ عارض عارضِ جلوہ بنا
کیون ستم ڈہاتی ہے پھر اُسپر نقاب

پڑگیا پردہ مری آنکھون پہ ہاے
اُٹھ گئی تیری جو اے دلبر نقاب

امتحان اونکا جو پیرس مین ہوا
جسم عریان تھا مگر مُنہ پر نقاب

حسن از صد پردہ می ریزد برون
تاچہ می داری نقاب اندر نقاب

جب سنی میری غزل اُسنے ولا
پھر اُلٹ دی مُنہ سے گہبرا کر نقاب

(۷۷)

جب سمجھتا ہی نہین کوئی زبان عندلیب
پھر سمجھ مین آسے کیونکر داستان عندلیب

ہے اگر گل کو تلاشِ ترجمانِ عندلیب
ایک مین ہون جو سمجھتا ہون زبان عندلیب

وصل کا رونا مجھے ہے فصل کا رونا اُسے
ہے مرے ہجران کا غم رنجِ خزان عندلیب

تجھپہ ہوتا ہے نہ نالونکا مرے کوئی اثر
گل پہ ہوتی ہے نہ تاثیر فغان عندلیب

تیرے کوچے مین نہ ہو کیون تیرے عاشق کا قیام
شاخ گل پہ ہوگیا جب آشیان عندلیب

کیا تعجب تیرے عارض پر اگر مرتے ہیں ہم
جب فدا ہے ہر گل نازک پہ جان عندلیب

یان نقاہت سے سگ ربانچ پائین تڑپیان
وان نحافت سے زغن نے استخوان عندلیب

اے خزان تیرا برا ہو گل چمن سے مٹ گیا
باغ سے جاتا رہا نام و نشان عندلیب

کیون نہ بجلی خندۂ گلرو سے عاشق پر گرے
آتش گل سے جلا جب آشیان عندلیب

برگ ریز گلبن اے گل نیست مخصوص چمن
ریخت چون بر بتوان گفتن خزان عندلیب

رنگ کچھ بدلا ہوا ہے چھوڑ کر اپنا چمن
خانۂ گلرو میں ہے کیون آشیان عندلیب

جان نثاری کا دم و دعوی بہت کچھ ہے اسے
توڑ کر گل میں کرونگا امتحان عندلیب

عشق گل سیر چمن سے گلرخی کے وصف سے
ہند کے بلبل پہ ہوتا ہے گمان عندلیب

ہند میں ہندوستان سر اچھوڑ دل ہے بے عشق گل
عاشق گل ہے عجم میں خاندان عندلیب

کیون ہے جگنو سے بیے کو گھونسلے پر اپنے ناز
ہے چراغ گل سے روشن آشیان عندلیب

قوت پرواز در بازو ہے بلبل از گل ست
نکہت گل در تنش گردید جان عندلیب

رشک طوطی ہے فصاحت میں ولا تیرا کلام
تر ہے تیری مدح سنجی میں زبان عندلیب

(۷۸)

عشق گل سے بڑھ گئی گلشن میں شان عندلیب
باغ میں چلنے لگی سب پر زبان عندلیب

باغ میں سوسن سمجھتی ہے زبان عندلیب
وہ سنا سکتی ہے گل کو داستان عندلیب

فصل گل میں میزبان بلبل کا ہے گل چار دن
پھول ہے جیسے چمن میں میہمان عندلیب

وصف گل میں آسمان ہے جب مری فکر بلند
ہے زمین شعر گویا آسمان عندلیب

مثل غنچہ سنتا ہے گلرو سے عاشق کی زبان
گوش گل سنتا ہے ہر دم داستان عندلیب

بوے گل بلبل کو پہنچا دی نسیم باغ نے
گل کو تنکے نے دکھایا آشیان عندلیب

زمزمہ گل کا ہے اُسپر اِسپہ ٹھرا تا ہے پھول
شاخ گل سے کم نہین نوکِ زبانِ عندلیب

چون براتِ عاشقان بر شاخ آہو گفتہ اند
گل کتند بر شاخ آہو آشیانِ عندلیب

شمع محفل بنگیا ہے گلبدن گل پیرہن
آج پروانہ کریگا امتحانِ عندلیب

ناگوار طبع گل ہے اسطرح قطع کلام
کس لئے قینچی سی چلتی ہے زبانِ عندلیب

اس سے بڑھکر جان نثار یکا بھلا ہو کیا ثبوت
کیسۂ گل مین زرِ گل نقد جانِ عندلیب

برگِ گل سے تال دیتے ہین حسینانِ چمن
ہے رگِ گل تارِ آہنگِ فغانِ عندلیب

ڈر خزان کا باغبان کا خوف ہے صیاد کا
آفتین سہتی ہے کیا کیا ایک جانِ عندلیب

گو قفس کی یاد سے ویران ہے اسکا آشیان
باغبان گلشن مین رہنے دے نشانِ عندلیب

شاخ گلبن بوجھ سے بلبل کے پھر جھکنے لگی
چڑھ گئی باغ دکن مین جب کمانِ عندلیب

دیکھ اے صیاد گلدم کو بچا گلدام سے
باغ مین ہونے نہ پائے کسر شانِ عندلیب

از کتابی چہرہ ات شیرازۂ گل برہم است
در ہوا اوراقِ گل پرّد بسانِ عندلیب

کہہ چکے ہین گو صبا و ہجر و تسلیم و اسیر
نغمہ سنجی مین وِلا تیری ہے شانِ عندلیب

(۱۶۹)

مرنے والون کو جہنم سے ڈراتا ہے طبیب
جان نثارونکا مخالف نظر آتا ہے طبیب

شربتِ لعلِ جو کشتونکو پلاتا ہے طبیب
ملک الموت کے ہاتھون سے بچاتا ہے طبیب

خوابِ راحت کو تو غش سے بدل دیتا ہے
خواب مین آکے مریضونکو جگاتا ہے طبیب

نبض کو دیکھ کے کہتا ہے تپ محرق ہے
مرضِ عشق کو وانستہ چھپاتا ہے طبیب

فرقتِ یار مین جھپکی نہ کبھی آنکھ مری
یہ متوہم ہے عرق کیون مجھے پلاتا ہے طبیب

اپنی تشخیص کی غلطی کو چھپا کر ہم پر
سوءِ تدبیر کا الزام لگاتا ہے طبیب

آپریشن نہ کراؤن گا کبھی مین دل کا
کیون حماقت سے تو سرجن کو بلاتا ہے طبیب

چشم بیمار کا بیمار ہون پھر دیکے دوا
کیون ستم عاشق بیمار پہ ڈھاتا ہے طبیب

ارے اندھے ہے مری شربت دیدار دوا
کیون مجھے شربت عناب پلاتا ہے طبیب

مرچکا اُسپہ تنفس کی مرے کیا اُمید
دونون ہاتھون کو پکڑ کر جو ہلاتا ہے طبیب

پوچھ احوال طبیعت ارے نادان مجھ سے
اپنی کیون راے غلط مجکو سناتا ہے طبیب

ہے مجھے شدت بےخوابی شبہاے فراق
آنکھ لگتی ہے تو رہ رہ کے جگاتا ہے طبیب

اوسکو پروا نہین کچھ دل شکنی کی افسوس
منہ مین جو آئے مریضونکو سناتا ہے طبیب

مین سمجھتا ہون شکایت کے مخالف ہے علاج
مین بناتا ہون تو پھر بات بناتا ہے طبیب

اُس کے آنے سے نظر آتی ہے تسکین مریض
جلد جانے کے اشارون سے ڈراتا ہے طبیب

دل لگی خوب ہوئی واہ رے تفریح مریض
اپنے بیمار کو ہنس ہنس کے رُلاتا ہے طبیب

ہم کو صحت کی ضرورت ہے نہ حکمت کی تری
کیون سند مدرسۂ طب کی دکھاتا ہے طبیب

اُسکو تشخیص کی غلطی پہ کیا جب آگاہ
ناک بھون روٹھ کے بیکار چڑھاتا ہے طبیب

مرگیا تجھ پہ ندامت کے مٹانے کے لئے
کیون تھپک کر مرے لاشے کو سلاتا ہے طبیب

تو تو جراح ہے نشتر ہین نگاہین تیری
ارے حجام تو اپنے کو بتاتا ہے طبیب

اپنے بیمار کی کرتا ہے عیادت ایسی
ملک الموت کے پنجے مین پھنساتا ہے طبیب

ہوئی ایم۔ ڈی۔ کی جو بیمار محبت کو تلاش
کوٹ پتلون مین خود ہی نظر آتا ہے طبیب

عیسی الملک کے آنر کا سزاوار ہے وہ
لب جان بخش سے مُردون کو جلاتا ہے طبیب

تو ہے نباض تو دیکھے گا وِلا نبض تری
کیون تو شریان کو رہ رہ کے دباتا ہے طبیب

(۹۰)

آج تشخیص مرض کے لئے آتا ہے طبیب
تختۂ مشق مجھے اپنا بناتا ہے طبیب

مشورے کی جو ضرورت کبھی پاتا ہے طبیب
ملک الموت کو خط لکھ کے بلاتا ہے طبیب

نقد جاں فیس میں لیتا ہے وہ بیمار و نفیسے
پھر کہو کیوں نہ مریں خوب کماتا ہے طبیب

آنکھ میں زہر ہے تریاق ہے اسکے لب میں
مار کر اپنے مریضوں کو جلاتا ہے طبیب

دیجے بیمار کو یاقوتی لب ہاتھوں ہاتھ
اثر دست شفا ہم کو دکھاتا ہے طبیب

وہ ہے ہمدرد بڑا کیوں نہ مرض ہو زائل
اپنے بیمار کو سینے سے لگاتا ہے طبیب

اے مسیحا ترا شاگرد ہے یہ ٹھوکر سے
(کیا قیامت ہے) کہ مُردوں کو اٹھاتا ہے طبیب

غسل صحت سے مرے جب ہے مسیحا بیمار
بن کے (بیمار تری آنکھ کا) آتا ہے طبیب

لاعلاجی ہے مسلّم مرض الموت ہے یہ
کیا دوا سے کسی مُردے کو جلاتا ہے طبیب

کبھی منضج کبھی مسہل کبھی یا شوربے سے
ناک میں دم ہے مرا مجکو ستاتا ہے طبیب

سوء تشخیص سے عاشق کو سمجھ کر بیمار
مرض عشق کو افسوس بڑھاتا ہے طبیب

فصد کا قصد ہے مجنوں سمجھتا ہے مجھے
ہے جنوں تجکو جو دیوانہ بناتا ہے طبیب

ہوش میں آ تو ذرا دارو ہے بیہوشی کو
خود میں بیہوش ہوں کیوں مجکو سنگھاتا ہے طبیب

جذب الفت کے تشنج سے مرا جاتا ہوں
آلہ برق ہے کیوں ہاتھ لگاتا ہے طبیب

برد اطراف ہے بیمار کو الٹا ہے علاج
سرد مہری سے اُسے برف پلاتا ہے طبیب

کسکی تعلیم ہے اور کس نے بنایا ہے حکیم
جلد مرنے کے طریقوں کو سکھاتا ہے طبیب

تیرا بیمار جہنّم میں ہو یا جنّت میں
حلوے مانڈے سے تو کام اپنا بناتا ہے طبیب

ارے لعنت تری تشخیص ترے نسخے پر
تندرستوں کو بھی بیمار بناتا ہے طبیب

مسمریزم سے کیا کرتے ہیں وہ سلب مرض
چشم بیمار سے بیمار بناتا ہے طبیب

مرنے والے کو کیا کرتا ہے وہ زندہ بگور
اپنے بیمار کا دشمن نظر آتا ہے طبیب

دوستو کیوں نہ کھو اسکو مسیح دوراں
مر گئے اسپہ تو بوسے سے جلاتا ہے طبیب

خطرۂ جاں مریض است مگر نیم حکیم
خود غرض نائی ہے اپنے کو بتاتا ہے طبیب

موت کا اس کو جو دم بھر ہے افاقہ حاصل
اپنے بیمار کی صحت کو دکھاتا ہے طبیب

نبض ہو جاتی ہے ساقط دل محزوں ساکن
تیرے بیمار کو جب تو نظر آتا ہے طبیب

یہ زمیں شعر کی ہے جو نظر آتی ہے ولا
اپنے کشتوں کی جہاں قبر بناتا ہے طبیب

(۸۱)

آنکھ سے گرتے ہیں قطرے جسطرح ساون میں آب
میرے رونے سے ہے جاری کوچہ و برزن میں آب

طور کی آتش فشانی سے بہے دریائے گرم
ہو گیا نایاب جس سے وادی ایمن میں آب

میری آہ آتشیں تخمیر دل کا ہے صعود
ٹپک رہا ہے دلمیں پانی جسطرح انجن میں آب

ہر طرف زیر زمیں بہتی ہیں لاکھوں ندیاں
جس سے آ رہتا ہے ہر اک سو تنکے روزن میں آب

مچ گئی پھر آپکی محفل میں طغیانی کی دہوم
میرے رونیسے بھرا جب خانۂ دشمن میں آب

آبداری کا تری آنکھوں میں ہے ایسا اثر
حسن تشبیہ پلک سے آگئی سوزن میں آب

سیل اشک سرد بھی کرنے لگی بجلی کا کام
ہو گئی سرگرم صنعت جسطرح لندن میں آب

ہے یہ لاشے سے عداوت کا طریقہ وقت دفن
بھر دیا دشمن نے رو رو کر مرے مدفن میں آب

بحر دنیا میں ہے۔ پانی بحر میں۔ پانی میں ناؤ
تا وہیں دل۔ اس کا انجن۔ جان ہے انجن میں آب

آب خنجر تا کمر تیری کمر کا پر تلا
آگیا میرے گلے تک طوق ہے گردن میں آب

دب نہیں سکتا فساد اس کا چھپا دو خاک میں
دشمن حفظان صحت بنگیا گلخن میں آب

ہو نہیں سکتا کبھی عاشق سے دشمن کا ملاپ
لاکھ ہم چاہیں کبھی ملتا نہیں روغن میں آب

ساغر کوثر کے جس ساقی سے ہیں امیدوا آ
ظالموں نے اسکے لخت دل سے روکا ہیں آب

ابر طیارے ہیں ڈینا میٹ کے اولوں کے ساتھ
خوں کے پیاسوں پہ برسانے لگے ہیں آب

سر دھری قالب خاکی میں تیرے کیوں نہ ہو
سر و مٹی کے ہوا کرتا ہے جب برتن میں آب

جلوہ گر قطرہ پسینے کا ہے نوک زلف پر
زہر کا کیسہ ہے ناگن یا ہے تیرے من میں آب

گفت یارم بھر وصلم آب در آہن مکوب
کوشش بیفائدہ ہے کوٹنا ہاون میں آب

ریل کی بد انتظامی سے ہے کہ دشمن کا فتور
ہم کو کیوں ملتا نہیں افسوس اسٹیشن میں آب

وہ نہ ہو گی بند کیوں کرتے ہو مٹھی میں ہوا
ناپنا افسوس لاحاصل ہے پرویزن میں آب

سوز دل سے جسم و جاں میں جب لگی عاشق کے آگ
خیر گزری آب دل نے بھر دیا تن میں آب

فاتحے کو اوروں کے آنے کی غرض یہ ہے ولا
اشک جاری ہو کے بھر جائے مرے مدفن میں آب

(۸۲)

آب دل سے بھر گیا ہیہات میرے تن میں آگ
پی گیا آنسو تو اترا دیدۂ روشن میں آب

اپنے اشکوں سے [illegible] بھرتا ہوں میں دامن میں آب
جسم میں میرے پسینہ اور پیراہن میں آب

منھ میں پانی دامن دریا کے بھر آنے لگا
چشم دریا بار سے تھا جب مرے دامن میں آب

تاب آہن سے برودت آب کی جب جا چکی
آب آہن تاب سے پھر آ گئی آہن میں آب

سنبل کاکل رگ گل عارض نہ ہوں شاداب کیوں
ہے ترے چاہ ذقن سے جب ترے گلشن میں آب

دشمن مکار کی آنکھوں سے کیوں گرتے ہیں اشک
ہاے کیوں آنے لگا چشم بت پرفن میں آب

آب عارض سے کسی کے اب اڑے جاتے ہیں ہوش
ہم اڑاتے تھے ہمارا کھیل تھا بچپن میں آب

ہاں اسی سے ہے دختر ... نوں میں تازگی
ہے یہی جان چمن روح رواں گلشن میں آب

گر نہ ہوتا لعل لب میں چشمۂ آب حیات
آب جوہر سے نہ ہوتا ظلمت معدن میں آب

سنگدل رونے سے میرے ہے تری آہن دلی
میرے اشکِ گرم سے آئی ترے آہن میں آب

آب جوہر میں نھوتی چشمۂ خورشید سے
گر نہ ٹپکاتی حرارت کوہ کے دامن میں آب

کر دیا اندہا مجھے افسوس ضبط اشک نے
کیا اتر آیا ہے میرے دیدۂ روشن میں آب

اشکِ چشمِ ابر سے نیساں نے یہ ثابت کیا
جوہر گوہر ہے اسے دریا ترے دامن میں آب

سوزِ دل سے ہے مرے جب چشمۂ خورشید خشک
کس طرح قائم رہے اس دیدۂ روشن میں آب

خاکساری سے مرے دلکی صفائی بڑہ گئی
آگئی مٹی سے اس آئینۂ روشن میں آب

آبداری اسکے قطرونکی ہے نایابی کا راز
اشک میں میرے ہے جیسے جوہر روشن میں آب

چیں ابرو پر ترے اے آہنی دل ہوں فدا
موج زن ہے جوہر شمشیر سے آہن میں آب

آتش دل کو بجھایا خاک میرے اشک نے
آج برباد یکا ساماں ہے مرے خرمن میں آب

قطرۂ شبنم سے آنسو چشم نرگس میں ہیں آج
دیکھکر تجکو بھر آیا دیدۂ گلشن میں آب

گرد ہے اسکی صفائی تیرے منہ کے سامنے
آب عارض سے ترے آئینۂ روشن میں آب

قافیہ ہے تنگ سہل الممتنع اسکی ردیف
شاعر ذیکی تو نے قلعی کہولدی اس فن میں آب

سر دہیں کیوں میر و صبا بر درد و سودا و نصیر
ہے ردیف آب سے ہر ایک کے مخزن میں آب

بجھگئی کیوں کیا ہوئی آتش زبانی آپکی
کیوں نظر آتا ہے آتش آپکے اینہن میں آب

جس طرح اوروں نے بدلی بحر آسانی کے ساتھ
بحر ممکن تھا بدلتے آپ بھی برتن میں آب

کھا رہا ہوں آج میں اس بحر میں غوطے ولا
کثرت اشک رواں سے ہے مرے دامن میں آب

(۱۸۳)

شام سے آگئی کیا شامت شب
نور عارض سے گئی عزتِ شب

تیری زلفوں سے بڑہی قوتِ شب
روے روشن سے گھٹی ظلمتِ شب

زلف[1] شب ہے لقب ظلمتِ شب
زلف شبگون سے ہوئی حرمتِ شب

زلف شب سے ہوئی روشن یہ بات
تیری زلفون مین ہوئی قسمتِ شب

تیرے مہتاب کی زد مین آکر
ناتوانی سے گھٹی طاقتِ شب

تیرہ بختون پہ وہ کرتی ہے ستم
روز میثاق سے ہے عادتِ شب

دن نکلنے سے بھی تسکین نہ ہوئی
دلپہ ابتک ہے مرے وحشتِ شب

زلف[2] شب سے ہے نہان عارضِ روز
تیری زلفون سے بڑھی جرأتِ شب

کاکل[3] صبح ہے غالب اُسپر
تیرے عارض سے گھٹی ہمتِ شب

سال شمسی ہے ہر اک لحظۂ روز (ق)
ماہ کامل ہے ہر اک ساعتِ شب

در فراقت بچنین لیل و نہار
دارم از روز سیہ الفتِ شب

ہجر مین اُس سے عداوت تھی مجھے
وصل کی رات سے ہے الفتِ شب

چلدیا دل نہ پھر آتی ہے یہان
ہے مرے دلمین بہت وحشتِ شب

زلف سے ہونے لگی شب بازی
وصل کی شب سے ہوئی شہرتِ شب

دیکھکر زلف کو آئینے مین
حد سے بڑھکر تھی مری حیرتِ شب

کیا اُسے ہے کسی مہرو کا فراق
غم سے کالی ہوئی کیون کسوتِ شب

ہو گئی صبح مگر اے فرقت
میرے دل سے نہ گئی دہشتِ شب

رات بھر مین نے منایا تجھکو
میری گردن پہ رہی منتِ شب

اُسکے پردے مین ہین کیسے افعال
ہائے باقی نہ رہی عصمتِ شب

رات بھر خون پیا غم کھایا
کیا عداوت تھی مری دعوتِ شب

زلف کو دیکھکے ہم بھول گئے
تھی زمانے مین بہت شہرتِ شب

شمع رو رات تری محفل میں — کاکلِ شمع بنی ظلمتِ شب
زلف عارض پہ ترے اسے مہرو — قامتِ ماہ پہ ہے خلعتِ شب
زندہ دار تو شداے شب زاہد — بوسہ زن بلبِ طاعتِ شب
روز و شب دربرِ یارم چہ خوشست — ہمسرِ روز شود قامتِ شب

نیند اُس میں ہے تو اس میں غفلت
ہے **ولاؔ** کیسی میں کیفیتِ شب

(۸۴)

وجہِ تکلیف بنی ظلمتِ شب — میرے دل میں رہی اُلفتِ شب
شبِ فرقت سے گئی الفتِ شب — دلکو بھاتی ہے مرے فرقتِ شب
پھر مرے دل میں ہوئی الفتِ شب — وصل سے دور ہوئی کلفتِ شب
وصل میں بھول گیا رنجِ فراق — اب مرے دل سے گئی نفرتِ شب
یاد آٹھی ندکھا پھر مجھکو — ہجرِ شب وصل کبھی صورتِ شب
رات بھر مجکو تڑپتے گزری — کچھ نہ پوچھو مری کیفیتِ شب
کبھی رویا کبھی تڑپا تا صبح — مجکو دم بھر نہ ملی مہلتِ شب
وصل کی رات رہے ہم مدہوش — یاد آتی ہے ہمیں غفلتِ شب
دن مصیبت میں بنا روزِ سیاہ — رنج کے ندر ہوئی راحتِ شب
تیغِ ابرو کی رہی دل میں یاد — کٹ گئی غم میں ہر اک ساعتِ شب
ورقیبانے تو شب اندر روز ست — ہمچو مہتاب کہ شد کسوتِ شب
مجکو بدلی ہوئی آتی ہے نظر — دو پہر رات سے کچھ ہیئتِ شب
زلف نے چاند پہ مارا شبخون — لٹ گئی رات میں کیا دولتِ شب

تیرا آنکھین ہین تھو جب تک وصل / مین نہ دیکھونگا کبھی صورتِ شب
وہ شب و روز ہے یکسان روشن / چاندکو میرے نہین حاجتِ شب
نہ تون یاد رہیگی ہم کو / ہم نہ بھولین گے کبھی صحبتِ شب
یار کو گر نہین آتا باور / دیکھ جاے وہ مری حالتِ شب
زلفِ شب مین ہے ستارونکی چمک / تیری افشان سے ہوئی زینتِ شب
روزِ روشن ترے عارض سے خجل / ہے تری زلفِ سیہ غیرتِ شب
بیقراری مین کٹی ساری رات / اپنی قسمت مین نہین راحتِ شب
تیرے عارض پہ بنی زلف نقاب / شب دیجور تھی یہ حکمتِ شب
زلف کی یاد مین جب کٹ گئی رات / روبرو قطع ہوئی حجتِ شب
مختصر وصل مین ہجران مین دراز / روزِ اوّل سے ہے یہ عادتِ شب
شب ما تیرہ تر از کلفتِ روز / روز تاریک تر از ظلمتِ شب
شب چنین روز چنان می گذرد / آہ زین روز و ازین کلفتِ شب
بحر مواج ہین اس بحر مین ہم / جوشِ قلزم ہے خصوصیتِ شب

اے ولا ہوگئی ہم پر روشن
کل شبِ ماہ مین ماہیتِ شب

(۸۵)

انجام کار سے کبھی غافل نہین حباب / ہے بے بصر مگر ہے بڑا دوربین حباب
یاد آگیا جو مجھکو دمِ واپسین حباب / آنکھون مین بن گیا مری چرخِ برین حباب
گرچہ فنا پذیر ہے ناپائدار ہے / کھولے ہوئے ہے دیدۂ انجام بین حباب
پانی مین جیسے ہوا ہو مقید تو زور سے / ہوتا ہے سطحِ آب پہ ظاہر وہین حباب

خواہی ز بے ثباتی عالم اگر مثال
بنشین کنار جوے روان بین حباب

بحر عجم مین گنبد آب اس کا ہے لقب
پانی مین خود مکان بنا خود مکین حباب

جلتا ہے سوز عشق سے دل مین مرے چراغ
سینہ ہے میرے لب پہ گیا دل نشین حباب

کشمیر مین نہاتے ہین عریان وہ گھاٹ پر
جوبن تجھے نظر نہ لگائے کہین حباب

دست نگار مین ہے وہ زیور بنا ہوا
کہتے ہین اسکو مہندی کے پردہ نشین حباب

بر سینہ تو چون نظر آید ز پیرہن
بردارد ہم ز دور بنا ز آستین حباب

بھر بھر کے اسکو اہل دکن کھیلتے ہین رنگ
دلی کا قمقمہ ہے یہان آتشین حباب

آرائش مکان مین لٹکتا ہے مثل ماہ
قندیل آسمان سے کبھی کم نہین حباب

گو سر بلند ہین وہ مگر رو سیاہ ہین
انگیا مین منہ چھپائین ترے شرمگین حباب

برگشتہ بخت ہے تری الٹی ہے کھوپری
دائم ہے پاسے مرج پہ تیری جبین حباب

نخ نخ چہ زیوریست طبیعی بسینہ ات
دستم ندیدہ بود چنین آہنین حباب

صابون سے اڑاتے ہین لڑکے تری ہنسی
اڑتا ہے تو ہوا پہ ارے آبگین حباب

نازک بہت ہین ٹھیس نہ لگ جائے آنکھ کی
گولے ہین تیرے کانچ کے اے نازنین حباب

سانچے مین نور کے جو ڈھلا ہے ترا بدن
قمقمے ہین نور کے ترے اے مہ جبین حباب

جب میرے آبلے سے سمندر ہے آب آب
کیون لے لگے آبلے سے تجھو شرمگین حباب

بنمودمش بچشم و نشانے ازو نماند
لعنت بہ تہمتیکہ کشیدم ازین حباب

جوے روان پہ عمر رواں کی ہی مثال
پل مین نکل گیا جو کہین سے کہین حباب

انسان بے ثبات ہے پانی کا بلبلا
دم مین اگر حباب ہے دم مین نہین حباب

ہے آبشار کوہ مین سارا ہوا کا کھیل
لڑکون کی ایک پھونک سے ناگہ کہین حباب

ہوتا نہ وہ جہان مین نہ ہوتی اگر ہوا
ہے منت ہوا و ہوس کا رہین حباب

پھوٹین وہ سیل اشک کے بہنے سے ایکبار
آنکھین ہماری آج ولا بنگئین حباب

(۸۶)

مہرو کے انعکاس سے ہے مہ جبین حباب
کیا خود نما ہے آئنہ آتشین حباب

تصنیف دائرہ سے ہے جیسے زمین حباب
تشبیہ مین ہے گنبد چرخ برین حباب

دریائے حسن جوش جوانی ہے موجزن
سینے پہ تیرے چاند ہین اے مہ جبین حباب

تردامنی ثمر تری تشبیہ چشم کا
آنسو کے بلبلے ہین ترے خوشہ چین حباب

خال تو دانہ ایست زریحان سبزہ زار
بحر خطت زچاہ ذقن خواہد این حباب

جوش شراب سے ہین جو ساغر مین بلبلے
سینے پہ دخت رز کے ہین بالا نشین حباب

وہ تاج فرق موج ہے یا تاجدار بحر
دریا مین فرش آب کا مسند نشین حباب

صورت مین شکل مین وہ صدف ہے بعینہ
احباب کی نظر مین بنا گوہرین حباب

افلاک ہین مدارج امواج قلزمی
عالم مین آب کے فلک اولین حباب

بر موج شعبہ تو زند بوسہ ہائے تر
چشم بروے سینہ ندیدہ چنین حباب

کشتی تری ہوائے ہوس سے بھری ہوئی
تشبیہ تیری اے دل اندوہگین حباب

شیشے نے گرچہ پائی ہے صورت حباب کی
لیکن ہے اسمین آب کہین اور کہین حباب

خالی سبو سے بحر مین قانع رہا ہے تو
رکھکر ہوا ہوس سے بچا آفرین حباب

اوراق کو ہوا سے بچانے کے واسطے
بلور کا کوئی ہے کوئی آہنین حباب

دامن کشان گذشت و میان قبا تنگ
برسینہ اش فشاند بناز آستین حباب

چینی پہ تیری نور کا قبہ ہے اے چراغ
محفل مین مثل ماہ ترا ہمنشین حباب

تشبیہ تام اہلِ بلاغت نے کی پسند — سرپوش گنبدی سے بنا آہنین جباب

تصویر مین ہے کاسۂ واژون تنگ ظرف — تشبیہ مین بنا قدح و ساتگین جباب

لڑکون نے تجکو کہیل بنا کر اُڑا دیا — بس خود نمائیان تری سب کہُئین جباب

پر بادمی نمائی و پر بادمی روی — بر ہمت دل تو ہزار آفرین جباب

روتا ہے کیون تو میری طرح پھوٹ پھوٹکر — چالو نکو اپنی رہنے بھی دے بس و ہین جباب

بحرین بدل بدل کے نصیر و امیر نے — باندھا مگر خیال مین آیا نہین جباب

میری غزل ہے کاشفِ اسرارِ شاعرو — ہے آپکے خیال سے بڑہکر کہین جباب

اس بحر مین امیر نے کی رہبری مری — ٹاپو ہے تیرے بحر کا اپنی زمین جباب

دم بھر کا میہمان ہے وِلا نقشِ آب ہے
رکھتا ہے اپنے دل مین اسی کا یقین جباب

ردیف باے فارسی

(۸۷)

فدا حُسن پر ہین حسینانِ یورپ — ترے ناز پر ناز نینانِ یورپ

جبین پر تصدق ہین ابرو پہ قربان — ہلالِ فلک مہ جبینانِ یورپ

ترے حسن قامت پہ اے سرو بالا — تصدق ہین بالا نشینانِ یورپ

بگلزار حسن تو چیند بر ہا — زنخل قدرت خوشہ چینانِ یورپ

فدا تیرے حُسن فراست پہ دائم — حسینانِ یورپ ذہینانِ یورپ

ترے نقطۂ خال وچین جبین سے — ہوے منفعل نکتہ چینانِ یورپ

ہوے تیری سنجیدگی پر تصدق — متانت سے اپنی متینانِ یورپ

پُراست از گہر دست و دامان سائل — زدستِ فراخ آستینانِ یورپ

الف سے تری قامت فتنہ زا کے
سبق پا رہے ہین فطینان یورپ

ہوے نامور تیری مشاطگی سے
سجاوٹ مین حسن آفرینان یورپ

ترے فیض صحبت سے حسن تلا کے
مبصر بنے ہم نشینان یورپ

بیادِ گل عارضت بادہ پیما
بسیرِ چمن خوش نشینان یورپ

تبسم سے تیرے مٹاتے ہین ہر دم
غم دل کو اپنے حزینان یورپ

تری ماہ روئی پہ چکرا رہے ہین
رسدگاہ مین دوربینان یورپ

شہنشاہ خوبان کے آگے سر اپنا
جھکاتے ہین مسند نشینانِ یورپ

بگاہ رکوب از کفِ دوست یاری
پسند ند سیمین شعر بیان یورپ

تری بے نقابی پہ بہر تماشا
نکل آئے عزلت گزینان یورپ

بحکم ادب یار کے قافلے مین
پیادہ ہین محمل نشینان یورپ

تری زلفِ کافر سے ہندوستان مین
پھنسے کفر مین پاکدینان یورپ

وِلاؔ کافر عشق حسن بتا ہند
کہینان یورپ مہینان یورپ

(۸۸)

غیر سے خوش ہم سے خفا کیون ہین آپ
آئینۂ عکس نما کیون ہین آپ

کچھ نہ کھلا ہم سے ہوا کیا قصور
مستعد جور و جفا کیون ہین آپ

حد نہ رہی مجھپہ جفاؤن کی آج
مدعی خوف خدا کیون ہین آپ

عشق کے غم سے ہون بہت ناتوان
درپئے قتل ضعفا کیون ہین آپ

ہم سے ہر اک بات مین کیون اختلاف
غیر سے راضی برضا کیون ہین آپ

ہم تو قدم بوس بھی ہونے نہ پاے
دست بدست رقفا کیون ہین آپ

کل تو نہ تھے آج مرے قتل سے
قائل احکام قضا کیون ہین آپ

میرے عدو سے نھین گر واسطہ
آج وہان جلوہ فزا کیون ہین آپ

آج عدو کے لئے یون بیقرار
(مجھپہ یہ عقدہ نہ کھلا) کیون ہین آپ

ہاتھ اُٹھے یان تو اُٹھی وان نقاب
منکر تاثیر دُعا کیون ہین آپ

خوب سمجھتے ہین سزا اُونکے بعد
طالب اقرار خطا کیون ہین آپ

عشق پہ میرے ہے اگر اعتراض
خوگر انداز و ادا کیون ہین آپ

آینۂ دل ہے مکدر ضرور
دشمن ارباب صفا کیون ہین آپ

ہم کو کسی اور سے گر ہے خلاف
ملتفت غیر بھلا کیون ہین آپ

آج اگر کسی کا جو نھین انتظار
مضطرب ورو بقفا کیون ہین آپ

شرم کی یہ بات ہے غیر اُنکے ساتھ
دستکش ننگ و حیا کیون ہین آپ

ہم سے بناوٹ کی ضرورت ہی کیا
حامی ارباب ریا کیون ہین آپ

کاٹھ کی تپلی کو لئے ہے عدو
ہاتھ مین اُسکے بخدا کیون ہین آپ

رات اندھیری ہے اکیلے یہان
ہمسے تو فرمایئن ذرا کیون ہین آپ

دست بشمشیر یہان (جان بلب
ہم ہین اگر آپ کو کیا) کیون ہین آپ

کہیئے تو کچھ آج ملول اسقدر
غیر سے (ہوا اُسکا بُرا) کیون ہین آپ

آپ کو گر اُس سے عداوت نھین
منتظر مرگ ولا کیون ہین آپ

(٨٩)

حقیقت کو ہم سے چھپاتے ہین آپ
بناوٹ کی صورت دکھاتے ہین آپ

جو ہنستے ہین اُنکو رُلاتے ہین آپ
جو روتے ہین اونکو ہنساتے ہین آپ

امیروں سے آنکھیں چھپاتے ہیں آپ | غریبوں کو آنکھیں دکھاتے ہیں آپ
جو دبتا ہے اوسکو دباتے ہیں آپ | جو ڈورتا ہے اوسکو ڈراتے ہیں آپ
رفیقوں سے آنکھیں چُراتے ہیں آپ | رقیبوں سے آنکھیں لڑاتے ہیں آپ
کچھ ایسی لگاتے بجھاتے ہیں آپ | عدو سے عداوت بڑہاتے ہیں آپ
مشیخت سے باتیں بناتے ہیں آپ | بناوٹکی چالیں سکہاتے ہیں آپ
کھڑے ہوکے محفل میں بیٹھے بٹھاے | نئے سر سے فتنے اُٹھاتے ہیں آپ
تصدّق ہے عاشق اس انداز پر | بلا کر اُسے مُنہ پھراتے ہیں آپ
مرے دل میں ہے مسمریزم کا خوف | نظر گھور کر کیوں ملاتے ہیں آپ
ہوہیں سیکڑوں خانہ بربادیاں | ہوا میں رزیلوں کی آتے ہیں آپ
کہاں تک میں دہراؤں احوال آ | جو سنتے ہیں پھر بھول جاتے ہیں آپ
پھر اگر کوئی دُم کے پیچھے تو پھر | بڑے حسن سے دُم دباتے ہیں آپ
بڑی شرم کی بات ہے دیکھے اتنی | رزیلوں کو ہم سے لڑاتے ہیں آپ
ملائے ہوے ہاں میں ہاں ہم بھی ساتھ | طلاقت کے گھوڑے اُڑاتے ہیں آپ
لب جو ہوے ناؤ میں جب سوار | (ق) کہا کیا مرے ساتھ آتے ہیں آپ
غضب یہہ ہوا میں بنا ہمنشیں | بس اب ناؤ میں خاک اُڑاتے ہیں آپ
کسی دن تو ہوتے مرے میہماں | اسی راہ سے روز جاتے ہیں آپ
طلاقت میں ہے آپکی یہہ کمال | ہر اک دل کو قابو میں لاتے ہیں آپ
یہاں ہم ہیں سیکھے سکھائے ہوے | نئی چال کس کو سکھاتے ہیں آپ

وِلا پوچھتے ہم جو ہوتے ظہیر

غزل کو مری کیسی پاتے ہیں آپ

(۹۰)

چمن میں نئے گل کھلاتے ہیں آپ — ہتھیلی پہ سرسوں جماتے ہیں آپ
جو خرمن پہ بجلی گراتے ہیں آپ — تو منہ دیکھکر مسکراتے ہیں آپ
تصوّر میں نقشے جماتے ہیں آپ — امیدوں کو میری مٹاتے ہیں آپ
غضب بے گناہوں پہ ڈھاتے ہیں آپ — جو عاشق پہ تہمت لگاتے ہیں آپ
لبوں سے جو مُردے جلاتے ہیں آپ — مسیحا کو نادم بناتے ہیں آپ
جن آنکھوں سے جادو جگاتے ہیں آپ — اون آنکھوں کے سَم سے سُلاتے ہیں آپ
جو بھرتے ہیں دم راتدں آپ کا — انھیں ویسے دم دم میں لاتے ہیں آپ
لگا کر حنا اور اُڑا کر گلال — نئے روپ سے رنگ لاتے ہیں آپ
دکھا کر رخِ غیرتِ آفتاب — مجھے خواب سے کیوں جگاتے ہیں آپ
جو سو بار ہے آزمایا ہوا — پھر اُس دل کو کیوں آزماتے ہیں آپ
ابھی تک جسے آزمایا نہیں — اُسے کیوں نہیں آزماتے ہیں آپ
عیادت کے حیلے میں ہے یہ ستم — مریضوں سے آنکھیں لڑاتے ہیں آپ
بناوٹ سے کہتے نہیں کوئی بات — جو کہتے ہیں وہ کر دکھاتے ہیں آپ
اگر میری آنکھوں میں آتے ہیں اشک — تو آنکھوں سے اپنی گراتے ہیں آپ
طبیعت جو آئے کسی بات پر — زمیں آسماں سے ملاتے ہیں آپ
دکھا کر گلِ حسن عشّاق کو — اکھاڑوں میں بلبل لڑاتے ہیں آپ
بگڑتے ہیں کیوں کس لئے بزم میں — مجھے جب کبھی دیکھ پاتے ہیں آپ
چمن میں چلے آئے مثلِ نسیم — خدا جانے کیا گل کھلاتے ہیں آپ

(ق) میاں شب ہے تاریک کچھ خیر ہے ۔۔۔ اکیلے کدھر آج جاتے ہیں آپ
بگڑ کر وہ کہنے لگے سب بلا سے ۔۔۔ چلے کیوں مرے ساتھ آتے ہیں آپ

ٹھیر اسکے مالک ہیں ہم اے ولاؔ
یہاں خیر اپنی مناتے ہیں آپ

(۹۱)

آئینہ دیکھ لیں جو مری چشم تر سے آپ ۔۔۔ حیراں کچھ اسقدر ہوں کہ ہوں بے خبر سے آپ
رہ رہ کے دیکھتے ہیں اُدھر کس کے ڈر سے آپ ۔۔۔ کیا مطمئن نہیں ہیں یہاں اپنے گھر سے آپ

آبِ خنک کے واسطے کیوں رہیں ترسے آپ ۔۔۔ بھر لیتے اپنا جام مری چشم تر سے آپ
خلوت میں دیجے بوسۂ تر کیوں ہیں آب آب ۔۔۔ چھپتے ہیں مجھ سے موسیٰ کی طرح کس کے ڈر سے آپ

ہے یہ مثل زوال نہیں ایلچی کو کچھ ۔۔۔ پھر کیوں ہیں بد سلوک مرے نامہ بر سے آپ
دستِ دعا بلند ہوے گر گئی نقاب ۔۔۔ شرما گئے ہیں میری دعا کے اثر سے آپ

محفل سے اُٹھ کے آپ نے برپا کیا فساد ۔۔۔ جھنجلا رہے ہیں کسلئے پھر شور و شر سے آپ
بنتِ عنب کی آپ کو ملاّ نظر لگی ۔۔۔ دستار کو اُتاریے آج اپنے سر سے آپ

آجائیگی پھر اپنی حقیقت نظر انھیں ۔۔۔ ہو جائیں چار چشم جو شمس و قمر سے آپ
مڈبھیڑ ہو گئی درِ دشمن پہ رات خوب ۔۔۔ کھنچے اِدھر سے ہم نکل آئے اُدھر سے آپ
آنکھیں لگائے رہتے ہیں لیکن خبر نہیں ۔۔۔ دشمن کے پاس جاتے ہیں کس رہگزر سے آپ

یوں عرش پر رہیگا اگر آپ کا دماغ ۔۔۔ گر جائینگے ضرور ہماری نظر سے آپ
کیا آئی ہے خبر مرے دشمن کی موت کی ۔۔۔ آئے ہیں بد حواس بہت تار گھر سے آپ

کیسی ہے دشمنوں کی طبیعت جو سست ہیں ۔۔۔ لیں مشورہ جناب کسی ڈاکٹر سے آپ
دل را بدل رہیست درین گنبد سپہر ۔۔۔ پھر جان بوجھ کر ہوے کیوں بے خبر سے آپ

خلوت میں غیر کا نہیں کچھ کام اے جناب
ہم تخلیے میں بیٹھے ہیں نکلے کدھر سے آپ

میں کیا ہوں اور میری حقیقت ہی کیا جناب
احساں ہے دیکھ لیں جو کرم کی نظر سے آپ

کرتے ہیں کیوں نوشتۂ تقدیر کے خلاف
لڑتے ہیں کیوں جناب قضا و قدر سے آپ

تیر نگاہ اُنکا وِلا اپنا تیرِ آہ
چل جائے گر اُدھر سے چلائیں اِدھر سے آپ

(۹۲)

حیراں آئینے میں ہیں کس کی نظر سے آپ
آئینہ بن گئے ہیں جو اُس کے اثر سے آپ

آگاہ ہوں حقیقت شمس و قمر سے آپ
آئینہ دیکھ لیں جو ہماری نظر سے آپ

کیوں گھورتے ہیں آئینہ ڈر ہے چمک نہ جائے
آئینہ جبیں کو بچائیں نظر سے آپ

مرگِ عدو سے جاں مریجاں بچ گئی
اُسکو ملی نجات بچے دردِ سر سے آپ

اپنی منائیں خیر سمجھ لیں کہ ایک دن
گھاٹے میں ہیں کبھی نہ کبھی اپنے شر سے آپ

نکہت ہوا ہو باغ سے سنبل اُلجھ پڑے
زلفوں کو گر بچائیں نسیم سحر سے آپ

یہ ہے سبب جو ہمکو سمجھتے ہیں بے وفا
واقف نہیں ہیں غیر کے عیب و ہنر سے آپ

خلوت میں کس کا خوف ہے ڈرتے ہیں کسلئے
رہ رہ کے کیوں لپٹتے ہیں میری کمر سے آپ

کرتے ہیں کیوں حنا کو زمانے میں سرخرو
رنگتے ہیں ہاتھ جب مرے خونِ جگر سے آپ

کڑوے ہیں دوستوں سے رقیبوں سے تلخ کام
دشمن کے ساتھ رہتے ہیں شیر و شکر سے آپ

غصے میں آئنے پہ پڑی انکی جب نظر
آنکھیں ملیں تو سہم گئے اپنے ڈر سے آپ

در عفو لذتیست کہ در انتقام نیست
لیتے نہیں ہیں کام کبھی درگزر سے آپ

تیغ نگہ کے زخم سے دی دل نے بددعا
گھائل ہوں چشم زخم خدنگ نظر سے آپ

قدرت میں آپکی ہے بنانا بگاڑنا
رکھتے ہیں ساز باز قضا و قدر سے آپ

عزت کسی کی آنکھ میں کیونکر مری رہے
گر مجکو مثل اشک گرائیں نظر سے آپ

لیکر کہا بلائیں گرفتار زلف نے
اوروں پہ ٹالتے ہیں بلا اپنے سر سے آپ

موئے میاں پہ چاہیئے نازک سا پرتلا
تار نظر کو میرے لپیٹیں کمر سے آپ

کیا بات ہے جو منہ سے اٹھائے ہوئے نقاب
رونق فزا ہیں آج بڑے کر و فر سے آپ

آتش کی اس زمیں میں ہوا میں ہارے غزل
(ق) اے بحر کیا گزر گئے اس بحر پر سے آپ

آتش وزیر بحر و لطافت کے سامنے
سن لیں مری غزل تو لکھیں آب زر سے آپ

اس رہگزر میں بنکے ولا پانچویں سوار
چارونکا ساتھ دینے کو نکلے کدہر سے آپ

(۹۴)

سپہر اوج تجلی کے آفتاب ہیں آپ
فروغ حسن سے سورج کی آب و تاب ہیں آپ

ضیا میں فرد ہیں طلعت میں لاجواب ہیں آپ
اسی صفت سے زمانے میں آفتاب ہیں آج

فروغ حسن سے جام جہاں نما روشن
ضیائے عکس سے ساغر میں آفتاب ہیں آج

کسی کے ہاتھ میں ساغر ہے آنکھ میں غمزہ
خمار چشم سے بدست نیم خواب ہیں آپ

برنگ سایہ نہیں چھوڑتے ہیں ساتھ انکا
(ق) جہاں ہیں حضرت دشمن عجب جناب ہیں آپ

پیادہ پا ہیں تو آگے ہیں چالبازی سے
سوار وہ ہیں تو تھامے ہوئے رکاب ہیں آپ

وہ لاجواب ہیں گر ہو یہاں تلاش مثال
تو اس سوال مقدر کے خود جواب ہیں آپ

ضیائے پرتو عارض سے ہیں مہ کامل
کمال حسن سے رشک ماہتاب ہیں آپ

جفا و جور سے پایا ستمگری کا لقب
ستم کشوں کے لئے مظہر عتاب ہیں آپ

شب وصال ہے خلوت ہے اور تنہائی
حیا و شرم سے کیوں آج آب آب ہیں آپ

ذرا بھی تاب تجلی نہیں ہے عاشق کو
اسی میں خیر ہے ڈالے ہوئے نقاب ہیں آپ

پھر آج کیون نہ ملے دشمنوں کو جام پہ جام
ہماری غم مین جب ساقی شراب ہین آپ

سبھ مین آ نسکین کچھ جناب کی چالین
بڑے بزرگ ہین آپ اور بڑے جناب ہین آپ

فنا سے دم گزرِ عمر سے رہین آگاہ
بروے آب روان گنبد حباب ہین آپ

مدام دیدۂ میگون ہین آپ کے مخمور
سبب یہی ہے جو دلدادۂ شراب ہین آپ

غضب ہے اٹھتی جوانی ہین آپ کا جوبن
بلند مرتبتِ عالم شباب ہین آپ

ملا نہ جام تو قسمت ہے اپنی اے زاہد
جلے ہین ہوسے کیون صورت کباب ہین آپ

بھڑک اٹھی ہے ہوا سے سنبھالئے دامن
ہماری آتش دل۔ وجہ التہاب ہین آپ

تمام اہل جہان آپکے ہین حلقہ بگوش
سبھی رقیب ہین وہ مالک الرقاب ہین آپ

ولا نے پائی ہے ملک سخن مین شان جلیل
حضور خسرو خوبان مین باریاب ہین آپ

(۱۹۴)

حجاب بزم سے گر خوگر نقاب ہین آپ
حیا و شرم سے دلدادۂ حجاب ہین آپ

فروغ حسن مین جب مثل آفتاب ہین آپ
ہماری آنکھ پہ پردہ ہے بے نقاب ہین آپ

وفور حسن سے دلدادۂ نقاب ہین آپ
مثال جوہر لعل و گہر خوش آب ہین آپ

فلک پہ شمس و قمر منتخب ہین طلعت مین
زمین کے ماہ جبینون مین انتخاب ہین آپ

سوال اہل بلاغت سے آپکی تشبیہ
جواب یہ ہے کہ اپنا ہی خود جواب ہین آپ

ہر ایک عضو بدن بے بدل ہے لاثانی
ادا و ناز سے عالم مین لاجواب ہین آپ

جو انتخاب ہین وہ خال ہین جبین مین
سواد نقطۂ افراد انتخاب ہین آپ

ہر ایک ذرۂ افشان ہے ہمسر کوکب
مدار حسن تجلاے آفتاب ہین آپ

علوے مرتبت و رفعت مناصب سے
سپہر منزلت و آسمان جناب ہین آپ

یہ حوصلہ ہے کھڑا ہون نگاہبان بنکر
یہ امتحان ہے کہ خلوت مین مست خواب ہین آپ

تری جو اُس تن نازک پہ ہے پسینے کی
عرق گلاب اگر ہے تو پھر گلاب ہین آپ

خیال زلف پریشان فقط بہانہ بنا
دل حزین کے لئے وجہ پیچ و تاب ہین آپ

شب وصال ہے تن مین لباس عریانی
ز فور آب ندامت سے غرق آب ہین آپ

لپٹ کے عالم رویا مین مجھ سے کہنے لگے
ہمارے حق مین تو گویا خیال خواب ہین آپ

مطالعے مین ہے کیا انکے آئینہ
نگاہ چہرے پہ کھولے ہوے کتاب ہین آپ

فروغ اسکو ہوا عکس روے روشن سے
جبین صاف سے تصویر آفتاب ہین آپ

کچھ اس غضب کی سُریلی ہے آپکی آواز
ستار باز ہین یا بربط و رباب ہین آپ

نگاہ مین ہمہ تن ہے اُبھار سینے کا
کسی کے بحر جوانی مین موج آب ہین آپ

سدا بہار کہین یا گُل ہمیشہ بہار
چمن مین کس نے کہا موسمی گلاب ہین آپ

جلیل مجھ کو تلمذ ہے آپ سے جیسے
امیر ملک فصاحت سے فیضیاب ہین آپ

ولا جلیل کے صدقے مین ہو گئی یہ غزل
بس امتحان فصاحت میں کامیاب ہین آپ

(۹۵)

کبھی دشمن سے نہ گھبرائیے آپ
کام ہمت سے لئے جائیے آپ

اپنی ہمت سے نہ باز آئیے آپ
وقت کو کھو کے نہ پچتائیے آپ

جان کر عاشق ناشاد کو جان
ایسے انجان نہ بنجائیے آپ

سکہ قلب کے ہین وہ سکئین
دل دشمن کو پرکھوائیے آپ

مُردُم بہ ز چنین زیستنم
جنبش چشم نہ چمکائیے آپ

کیون تیلیون مین کرتے ہین کلام
آئیے یا مجھے بلوائیے آپ

بھیجکر گھر پہ مرے دشمن کو
پھر کبھی مجھکو نہ بلوائیے آپ

جائیے نام نہ لونگا مین کبھی
غیر بنکر بھی اگر آئیے آپ

کیجیے کچھ حق و باطل مین تمیز
کھرے کھوٹے کو پرکھوائیے آپ

بام آہون سے گرا چاہتے ہین
اپنے کوٹھے پہ سنبھل جائیے آپ

مین نچھوڑون کا کبھی آپ کا عشق
اپنے اصرار سے باز آئیے آپ

حسن اخلاق بڑہانے کے لئے
ہاتھ میرے دم سے ملا آئیے آپ

دل لگی ہو گئی مرنا میرا
ہنس کے فرماتے ہین مر جائیے آپ

کیا بتاؤن مرے دل کا احوال
پوچھتے کیون ہین سمجھ جائیے آپ

آپکے ساتھ عدو کے گھر پر
مین نہ جاؤنگا کبھی جائیے آپ

ہم بھی ہو جائینگے پھر اسکے غلام
عاشق ایسا جو کہین پائیے آپ

بنگیا آپ کا سایہ دشمن
ساتھ رہتا ہے جہان جائیے آپ

جان پر کھیل کے بھلاؤن جناب
آپکے دل کو جو فرمائیے آپ

توڑتے ہیں مرے دلکو ناحق
کہین ایسا نہ ہو پچھتائیے آپ

روٹھ کر جاتو رہے ہین لیکن
کہین ایسا نہ ہو پھر آئیے آپ

ساغر لب سے گلابی شربت
اپنے بیمار کو پلوائیے آپ

ہو رہے گا وہی جو ہونا ہے
ایسی باتون سے نہ گھبرائیے آپ

کوئی حالت نہ چھپیگی مجھسے
ساتھ ہونگا مین جدھر جائیے آپ

اپنے احباب سے گر خوف ہے کچھ
ساتھ دشمن کو بلا لائیے آپ

مرگئے رند غزل · پئی ولا

یار پر مرکے سنا آئیے آپ

آئیے آئیے جلد آئیے آپ (۹۶) میری آغوش مین آجائیے آپ

وصل مین دیر نہ فرمائیے آپ میرے سینے سے لپٹ جائیے آپ

رند محفل مین اگر جائیے آپ (ق) انکو دم دیجیے لگا لائیے آپ

کٹ کے رہجائے عدو جیسے پتنگ اس نزاکت سے اُڑا لائیے آپ

سُنکے بوسے کی طلب کہنے لگے پہلے مُنہ اپنا تو بنوائیے آپ

مین سمجھتا ہون انوکھی باتین اس طرح مجکو نہ سمجھائیے آپ

ہوگئی شرم کی مدت رخصت آئیے اب تو نہ شرمائیے آپ

ہاتھ دشمن کی بغل مین آیا جائیے یان سے ہوا کھائیے آپ

ابھی لیتا ہون مین دشمن کی خبر ابھی آتا ہون نہ گھبرائیے آپ

ہے کمینہ یہ ہمارا دشمن اِسکو محفل سے نکلوائیے آپ

رات اغیار مین کیسی گزری آئینہ دیکھ کے شرمائیے آپ

پاکے خلوت مین اکیلا مجھ کو اسقدر مجھ سے نہ گھبرائیے آپ

مُنہ سے غیرون کے سر محفل عام گالیان مجکو نہ سنوائیے آپ

آج جس چیز کو مانگے عاشق کبھی انکار نہ فرمائیے آپ

خون ہوجائے گا ناحق کوئی مجکو دشمن سے نہ لڑوائیے آپ

وصل کے بعد مصیبت ہے فراق ساتھ اپنے مجھے لیجائیے آپ

بے تکلّف ہوے کیون غیرون سے کچھ تو احباب سے شرمائیے آپ

اوڑھ لین چادر عُریانی کو ہوچکا اب تو نہ شرمائیے آپ

ملئے پھر دختر رز سے ملّا　　پہلے داڑھی کو تو منڈوائیے آپ
شب فرقت مین ترستے گزری　　وصل مین مجکو نہ ترسائیے آپ
غیر نے آپ کو بدنام کیا　　اُسکے کرتب کی سزا پائیے آپ
ہوگئی شرم کی حد محفل مین　　آج خلوت مین نہ شرمائیے آپ
آپ اور دشمن بدخواہ کا عشق　　شرم یہہ ہے کہ نہ شرمائیے آپ
رند کے رنگ مین ہے اپنی غزل　　بے تمیزی سے نہ گھبرائیے آپ

ہے ولا صحبت ناجنس وہان
اُن کو محفل سے اُٹھا لائیے آپ

(۹۷)

رات کی رات تو رہ جائیے آپ　　جھٹ پٹے وقت چلے جائیے آپ
کرکے پیمان نہ مکر جائیے آپ　　اپنے سر کی نہ قسم کھائیے آپ
اُس کا ایفا جو نہین ہے منظور　　پھر تو وعدہ ہی نہ فرمائیے آپ
مجکو باور نہین آتا کہنا　　مصحف رخ کی قسم کھائیے آپ
لعنت اللہ علیٰ الکذابین　　کرکے وعدہ نہ مکر جائیے آپ
کسی عاشق کو بتاکر بالا　　اپنے پیمان کی قسم کھائیے آپ
اس طرح دشمن مکّار کے گھر　　بھیجکر مجھ کو نہ بلوائیے آپ
بات ایسی جو کوئی سن نہ سکے　　پھر کبھی مُنہ سے نہ فرمائیے آپ
کرتے ہین ترک تعشق کا سوال　　پھر زبان پر نہ کبھی لائیے آپ
ابلہان را ہمہ قنداست وگلاب　　قول حافظ کا مزا پائیے آپ
لیجے دل میرا وہ فرمانے لگے (ق)　　دئیے دیتے ہین نہ گھبرائیے آپ

عرض کی مین نے گیا ہاتھ سے دل
ایسی باتون سے نہ بہلائیے آپ

کبھی ٹلتا نہین قسمت کا لکھا
لاکھ تدبیر کئے جائیے آپ

جان بلب ہون مین عیادت نہ سہی
تعزیت کو تو مری آئیے آپ

مین تو سمجھا ہی نہین مقصد کو
آپ سمجھے ہین تو سمجھائیے آپ

منہ دکھانا جو نہین ہے منظور
میری آنکھون مین سما جائیے آپ

اپنے بیداد و ستم کی فریاد
مرے منہ سے نہ نکلوائیے آپ

بیخودی میری ہے بیجا کہ بجا
آئینہ دیکھ کے فرمائیے آپ

رند اس بحر مین ڈوبے ہین ولا
کچھ گہر انسے نکلوائیے آپ

(۹۸)

جی مین آجائے تو پھر آئیے آپ
دل نہ بہلے تو چلے جائیے آپ

جب کبھی گھر مین مرے آئیے آپ
غیر کو یون نہ لگا لائیے آپ

کبھی آؤنگا نہ پھر آپکے پاس
یون مرے گھر سے اگر جائیے آپ

مجھکو معلوم ہے کیون آئے ہین
آئیے آئیے فرمائیے آپ

ایسے آنے سے نہ آنا ہی بھلا
اس طرح پھر نہ کبھی آئیے آپ

ہین جو آمادہ چلے جانے پر
ہم بھی مر جائین گے بن جائیے آپ

دوست پر اپنے مرے جاتے ہین ہم
کسی دشمن پہ مرے جائیے آپ

ساتھ عاشق ہے فقط ہوکے پری
اپنے سائے سے نہ گھبرائیے آپ

عشق عاشق کا مزا ملنے لگے
غم ہمارا جو کبھی کھائیے آپ

عکسِ قاتل ہو گواہِ رویت
یون مری آنکھ نہ جھپکائیے آپ

آتش دل پہ مری کر کے کرم
اپنے دامن کی ہوا کھائیے آپ

کہتے کہتے ہوے خاموش یہ کیون
کچھ تو فرمائیے فرمائیے آپ

دل ہوا آپ کے ہاتھون برباد
پاؤن بس اور نہ پھیلائیے آپ

اب نہین صبر کی طاقت مجھ مین
رحم حالت پہ مری کھائیے آپ

میرے مرنے کی نہین گر پروا
بھاڑ مین جائیے مر جائیے آپ

کیجئے آپ کا جو جی چاہے
یون نہ دھمکائیے بس جائیے آپ

مر گئے آپ پہ انا للہ
کہین دھوکے سے نہ دفنائیے آپ

مین چلا ساتھ تو کیون غصے سے (ق)
پھر کے کہتے ہین پلٹ جائیے آپ

مین نہ مانونگا کبھی آپ کا حکم
جی مین جو آئے کہے جائیے آپ

اس زمین پر ہے ولا قبضۂ رند
کر کے نالش اُسے اُٹھوائیے آپ

(۹۹)

کیا ہوا افسوس کیون خلوت مین ہین مضطر سے آپ
کون ہے دشمن یہان چھپتے ہین کسکے ڈر سے آپ

یا تو آتے ہی نہ تھے ہر گز عدو کے ڈر سے آپ
یا چلے آئے ہین تنہا بے بلائے گھر سے آپ

لال ڈورے لال لب گلگون ہین گل پیرہن
کیون سجے ہین اسقدر یاقوت کے زیور سے آپ

کیا ہوا اور ہے کہان وہ دوست وہ یار رفیق
آ رہے ہین آج تاریکی مین جسکے گھر سے آپ

آپ اور اندیشۂ اغیار اپنی بزم مین
کہتے کہتے ہو گئے خاموش کسکے ڈر سے آپ

مین سمجھ لونگا وہ مجھ سے بھی تو کچھ لیگا جواب
کیجئے میری شکایت داورِ محشر سے آپ

مصدر جور و جفا کہتا ہے عالم آپ کو
مین یہ کہتا ہون کہ مشتق ہین اسی مصدر سے آپ

خیر دشمن کے لئے شر دوستون کے واسطے
کر چکے تقسیم اچھی اپنے خیر و شر سے آپ

میکدے میں چور دروازے سے کیوں داخل ہوے
کس طرح واقف ہوے اے محتسب اس در سے آپ

کوچۂ دلدار میں کھاتا ہوں غم پیتا ہوں خون
بن کے مہمان حاضری لاتا ہوں اپنے گھر سے آپ

آپ غافل دوڑتے ہیں وصل دشمن کے لئے
کیا نہیں واقف ہیں چلتی ریل کی ٹکّر سے آپ

دشمنی میں ہیں (عدو میرے) بڑے ذات شریف
ہوشیاری میں نظر آتے ہیں کچھ بندر سے آپ

آپکے اجلاس پر عاشق اگر ہو دادخواہ
فیصلہ کرتے ہیں اچھا داخل دفتر سے آپ

بولیان سننے کے حیلے میں اُڑاتے ہیں مزے
ہیں بڑے مانوس اُس دشمن کے چڑیا گھر سے آپ

غیر تھا پہلو میں پاکر میرے آنے کی خبر (ق)
(اب نہیں فرصت ہے) فرماتے ہیں کوٹھے پر آپ

کیوں نہو پھر آپ کو اشغال سے کم فرصتی
جب نہیں واقف رہے کردار کے کیفر سے آپ

چشم میگون حضرت ساقی ہے جب جام شراب
کیوں نہ پلوائیں مئے صافی اُسی ساغر سے آپ

ہم سے بڑھکر حسن کے بازار میں گاہک نہیں
نقد جان مکفول ہے ڈرتے ہیں گر بے زر سے آپ

حکم کیوں دیتے ہیں دشمن کے بلانے کے لئے
لیجیئے اس کام کو اپنے کسی نوکر سے آپ

داغ نے لکھّی غزل اور بحر نے بدلی ہے بحر
آئے ہیں آخر اسی ساحل پہ کچھ چکّر سے آپ

ایک دن آے گا پاے گا **ولا** اپنی مراد
لکھ رکھیں اے یار اس مصرع کو آب زر سے آپ

باخبر جب آہنی جانوں کے ہیں جوہر سے آپ
(۱۰۰) کیوں ڈراتے ہیں پھر اپنی آنکھ کے خنجر سے آپ

آج چل نکلے نگاہ دیدۂ انور سے آپ
دو قدم تیزی میں آگے تیغ پُر جوہر سے آپ

کیوں چھپا کر کاٹتے ہیں بیگناہوں کے گلے
کام لیتے ہیں بہت کچھ راز کے دفتر سے آپ

قدر میری آپکی محفل میں کیوں ہونے لگی
ہاے واقف ہی نہیں ہیں جب مرے جوہر سے آپ

خانہ بربادی ہماری آپ کے ہاتھوں ہوئی
گر حقیقت پوچھئے دلبر بنے اس گھر سے آپ

آپ کی قامت نے ڈہائی ہے قیامت خلق پر
کیا ہوا کس نے ڈرایا کچھ تو فرمائیں جناب

آبداری اور نایابی مین اسکی کیا کلام
آنکھ مین ڈورون سے پیدا ہین خطوط ہندسی

چھیڑنے ہم کو نہ محفل مین نگاہ تیز سے
دل سے دل کو راہ تھی آنکھونسے دلمین آئیے کیون

جب نگہ مین آپکی ثابت ہے عاشق کا جنون
سنگدل ہین آپ پھر مین بھی نہ چھوڑونگا کبھی

دل مسخر اہل محفل کا ہے کسکی آنکھ سے
رات بھر خلوت مین کیا دشمن کو بے لطفی رہی

پوچھئے قامت سے اپنی وعدہ فردا کا راز
جس طرح قابو ملے میرے لئے لیتے ہین کام

وہ لرزتا ہے تو آتا ہے شہ خوبان کو
جانئن خود کردہ خود کردہ را تدبیر چیست

قطرہ قطرہ اشک من چون سیل پیوندد بہ بحر
مین سمجھتا ہون کہ میری قبر کے تعویذ کو

واہ کیا کڑوے کسیلے سے بنے شیر و شکر
جانکہ دشمن ہر کیون منہ لگایا آپ نے

کیا شرارت ہے جو لڑواتے ہین دشمن سے مجھے

آج کیون ڈرنے لگے ہنگامۂ محشر سے آپ
کیون نظر آتے ہین اے جان جہان مضطر سے آپ

کم سمجھتے ہین مرے آنسو کو کیون گوہر سے آپ
جام جم کا کام لیتے ہین اسی ساغر سے آپ

خودکشی کر لینگے ورنہ ہم اسی خنجر سے آپ
چھوڑ کر سیدھی سڑک آئے بڑے چکر سے آپ

فصد کیون لیتے نہین اُسکی اسی نشتر سے آپ
شیشۂ دلکو مرے توڑین اسی پتھر سے آپ

کچھ نظر آتے ہین اس محفل مین چلا دو گر سے آپ
پوچھتے تھے دکون ہے) باہر سے ہم اندر سے آپ

کیا قیامت ہے بنے کیون بدگمان محشر سے آپ
تیر سے تلوار سے برچھی سے اور خنجر سے آپ

اسلئے آنکھین لڑاتے ہین شہ خاور سے آپ
اُٹھ کے محفل سے ہوئے ناراض کیون محشر سے آپ

ہو کے تشنہ ایک قطرہ پیجئے کیون تر سے آپ
کیون بچاتے ہین ہمیشہ ناز کی ٹھوکر سے آپ

دشمن مکار سے گھل مل گئے شکر سے آپ
تھے اگر بیزار اس ظالم کے شور و شر سے آپ

اک نہ اک دن پائینگے بدلا وہ اپنے شر سے آپ

اس زمین مین داغ نے لکھی ہے کیا اچھی غزل
اے دلا بچکر چلین استاد کی ٹکر سے آپ

(۱۰)

میرے دشمن سے لڑی انکی نظر آپ سے آپ | لگ گئی آگ کلیجے مین ادہر آپ سے آپ
تم تو آئے وہ نہ آئینگی اگر آپ سے آپ | ہم چلے جائینگے پھر سوتے گھر آپ سے آپ
اپنے کوچے سے جو عاشق کو کریگا رخصت | پھر تو ہو جائے گا دنیا سے سفر آپ سے آپ
خود بخود وصل سے بدلیگی تمہاری فرقت | جس طرح رات گئی آئی سحر آپ سے آپ
یا نکلیگی مرے دل کی تمنا اکدن | غنچۂ باغ مین جیسے گل تر آپ سے آپ
جذبۂ الفت کا اثر ہے ترے منصوبونکی | ہو ہی جاتی ہے مرے دلکو خبر آپ سے آپ
تھا تصور ترے آنے کا مجھے اوّل شب | تیری تصویر ہوی پیش نظر آپ سے آپ
لاکھ تدبیر کرین کچھ نہین حاصل اس سے | جو مقدر مین ہے آئے گا نظر آپ سے آپ
دل بھر آتا ہے ادہر اور ہوا دیدۂ تر | سیل اشکون سے بہا تا ہے ادہر آپ سے آپ
وار دشمن نے کیا ہاے لپٹ کر اس سے | کیون ہوا تو مری جان سینہ سپر آپ سے آپ
پیار چشمی مین ملا لطف مگر ہاے غضب | پھر گئی یار کی عاشق سے نظر آپ سے آپ
اپنے ہاتھون مین چلا موت کے منہ مین ظالم | تجکو ہو جائیگی مرنے کی خبر آپ سے آپ
میری آہون سے کبوتر کی ضرورت نہ رہی | اڑ کے جاتا ہے مرا خط ترے گھر آپ سے آپ
اپنے آنے کی نہ دیگا تو مری جان دل کو | آئیگی تار نفس پر وہ خبر آپ سے آپ
لب و دندان کے چمکنے کا تعجب کیا ہے | چمک اٹھتے نہیں کیا لعل و گہر آپ سے آپ
جب ید اللہ بنا قوتِ بازو اپنا | غیر پھر اپنا بنا دست نگر آپ سے آپ
محو نظارۂ عارض کا نہین ہمین قصور | لگ گئی میری ان آنکھونکی نظر آپ سے آپ

خیر اس مین ہے سمجھکر مین بچا رہتا ہون
نظر آتا ہے ترے خیر مین شر آپ سے آپ

تم چلے جاؤگے گر یار شب وصل کے ساتھ
آہی جائیگی قضا میری سحر آپ سے آپ

ہون اس امید سے ہمسایۂ دشمن مین مقیم
جذب الفت سے وہ آئینگے ادہر آپ سے آپ

رونق افروز جو ہون کلبۂ مفلس مین جناب
کام بنجائیگا اے حضرت زر آپ سے آپ

دیکھتا ہون مین کرم غیر پہ غم کھا کھا کر
پی رہا ہون مرےجان خون جگر آپ سے آپ

دل بھر آیا تو ہوین جوش سے امواج بلند
بے طرح بہنے لگے دیدۂ تر آپ سے آپ

بھر گیا گوہر نایاب سے میرا دامن
میرے اشکون سے ٹپکتے ہین گہر آپ سے آپ

رات دن جب تری طلعت سے پڑا کام انکو
تجھپہ قربان ہوے شمس و قمر آپ سے آپ

جب عدو کو نظر آیا نہ ترا موے میان
یاس سے ٹوٹ گئی اسکی کمر آپ سے آپ

کھینچدی مین نے جو مضمون مین ولا بالکی کہان
پھر نظر آنے لگا موے کمر آپ سے آپ

۱۰۲

بے بلائے وہ چلے آئے ادہر آپ سے آپ
بھول کر راہ وہ پہنچے مرے گھر آپ سے آپ

دلربائی نے کیا دلمین اثر آپ سے آپ
بنگیا دلمین مرے آپکا گھر آپ سے آپ

سوز دل سے جو ہوا دلپہ اثر آپ سے آپ
پھر نمودار ہوے داغ جگر آپ سے آپ

خم ابرو سے کمان تیری چڑہی رہتی ہے
کیون نہ چلجاے ترا تیر نظر آپ سے آپ

نہ کھلا پھول نہ آئی تھی کبھی نوبت گلشن
نخل قامت پہ نکل آئے ثمر آپ سے آپ

نکس خال سے پایا گل عارض نے سنوف
نخل قامت پہ نہین آئے ثمر آپ سے آپ

دور ساغر کا مجھے لطف ہے دُہرا ساقی
پھر رہا ہے ترے غم مین مرا سر آپ سے آپ

جب تلک تو نے ڈرایا نہ مجھے انگلی سے
غیرت مہ ہوا شق قمر آپ سے آپ

پیٹ سے پاؤں نکالے ہیں مرے دشمن نے
آج چیونٹی کے نکل آئے ہیں پر آپ سے آپ

ایک تلوار اگر اور جراحت پہ پڑے
صاف بھر جائے مرا زخم جگر آپ سے آپ

دہن زخم میں آئی جو زبان شمشیر
آفریں بول اٹھا زخم جگر آپ سے آپ

تیری ابرو کے تصور سے بیک چشم زدن
صف مژگاں ہے تری زیر و زبر آپ سے آپ

امتحان ہو جو عدو جوہر جانبازی کا
صاف کھل جائے ترا عیب و ہنر آپ سے آپ

آپ کے ناز کو انداز کو رعنائی کو
جان جائیگا ہر اک فرد بشر آپ سے آپ

جوہر تیغ کے قطروں کا ہے پانی اے جان
آگیا ہے جو ترے تا بہ کمر آپ سے آپ

کیا ضرورت مجھے غیروں کی خوشامد کی جناب
آگیا جب مرا منظور نظر آپ سے آپ

میں نے حلقہ نہ کیا تجکو نہ تھی جب الفت
ہاتھ میں آگئی کیوں تیری کمر آپ سے آپ

پیشوائی کو ترے حکم کی اے آفت جان
بڑھ کے آتے ہیں قضا اور قدر آپ سے آپ

میں مٹا دونگا خم و پیچ گلی کوچوں کا
پھر چلے آئینگے سیدھے وہ ادھر آپ سے آپ

دل ہی دل میں مری جان کرنے لگے ہم فریاد
تیری فرقت میں یہاں آٹھ پہر آپ سے آپ

ارے دشمن مرے دلدار پہ رفتہ رفتہ
ہو رہیگا تری صحبت کا اثر آپ سے آپ

یہ غنیمت ہے کہ اس ظالم خونریز کے آج
دل میں پیدا ہوا اللہ کا ڈر آپ سے آپ

تیری چالوں کو تری آنکھ کی عیاری کو
تاڑ جاتے ہیں جو ہیں اہل نظر آپ سے آپ

یہ مسلم ہے کہ چھپتا نہیں کامل کا کمال
صاف ہوتا ہے عیاں علم و ہنر آپ سے آپ

صبح سے آنکھ پھڑکتی ہے مبارک ہے شگون
وہ چلے آئینگے شاید مرے گھر آپ سے آپ

ماہر و داغ و سحر ناسخ و تسلیم و ظفر
کل چلے آئے یکایک مرے گھر آپ سے آپ

دیکھتے ہی مجھے شاباش ولا کہنے لگے

رات کل عالم رویا مین ظفر آپ سے آپ

ردیف تاے فوقانی

(۱۰۴۳)

نظر نہ آئی مرے گلعذار کی صورت　　نہ نکلی آج کوئی وصل یار کی صورت

بدل گئی ہے ترے جان نثار کی صورت　　وفورِ رنج سے بے اختیار کی صورت

نظر نہ آئی جو مجھ کو قرار کی صورت　　تو دیکھ لی مری آنکھوں نے یار کی صورت

نگاہِ ناز تری صورت آشنا نہ رہی　　نظر نہ آئی تجھے بے قرار کی صورت

نہ بن پڑی کوئی تدبیر میرے ہاتھوں سے　　مٹائے سے نہ مٹی انتظار کی صورت

مری نگاہ مین اے جان تیری صورت سے　　عیاں ہے قدرتِ پروردگار کی صورت

نگار آئینہ رو تیرے نقش پیاں سے　　ہے نقش دل پہ مرے انتظار کی صورت

مری نظر مین چمک تیری تیغ بُرّاں کی　　بنی ہے زندگی مستعار کی صورت

جلا ہے جو ہر سیماب مین نظر آئی　　مری تڑپ سے دل بیقرار کی صورت

شبِ فراق سراپا ہے بے خودی سی امر　　عیاں ہوئی ہمہ تن انتظار کی صورت

شبِ وصال مین تیری جبین روشن سے　　چمک گئی مرے صبر و قرار کی صورت

تمہارے نقش قدم مین کسی کی آنکھین　　نہاں ہے خاک مین اس خاکسار کی صورت

ہوئی جو سیر چمن آج چشم نرگس سے　　نگاہِ گل مین جچی گلعذار کی صورت

نظر پڑی تو بدلکر نگہ کہا اُس نے　　ہوا پہ نقش ہے تیرے غبار کی صورت

خوشی سے پھول گئے ہے باغ باغ سنبل تر　　چمن مین اس سے بنی زلفِ یار کی صورت

مرے نگار سے آئینہ خانۂ عالم　　بدل گئی ترے نقش و نگار کی صورت

ابھارے ترے سینے کے سیر گلشن مین　　اتر گئی غم دل سے انار کی صورت

ہوا ہے صید ترا دام زلف سے ہشیار
نکال اب کوئی تازہ شکار کی صورت

جو لالہ زار سے گزرا تو آئی مجھ کو نظر
چمن میں میرے دل داغدار کی صورت

چمک رہی ہے مری برق آہ آنکھوں سے
برس رہی ہے وہ ابر بہار کی صورت

عیاں ہوئی ترے دو ابروے ہلالی سے
جبین صاف پہ اک ذوالفقار کی صورت

کھلیں گے غنچۂ دل آج سیر گلشن میں
وہ چل رہے ہیں نسیم بہار کی صورت

تو جان بوجھ کے کیوں پوچھتا ہے حال مرا
سوال ہے ترے امیدوار کی صورت

امیر ورشک کی روندی ہوئی زمین تھی ولا
نسیم فکر سے نکلی بہار کی صورت

(۱۴۴)

گزری خیال زلف میں ایجان تمام رات
دیکھا کیا میں خواب پریشان تمام رات

وان نغمہ و سرود کا سامان تمام رات
اور نالہ و فغان میں کٹی یان تمام رات

روشن تھی شمع آہ رواں تھے سرشک غم
تھی گرم شوق محفل ہجران تمام رات

جلتے رہے معانقۂ غم کے جوش میں
دھوتے اشک اشک سے دامان تمام رات

پہلو میں درد دل تو گلو گیر تھی فغان
فرقت میں تھے وصال کے سامان تمام رات

آئینہ خیال رخ پر صفا پہ صاف
تھا فرش راہ دیدۂ حیران تمام رات

نزدیک تھا کہ پردۂ دل سے نکل پڑے
در پر کھڑی تھی بانوِ ارمان تمام رات

ہونے لگا اشد من الموت انتظار
دل تھا چراغ گور غریبان تمام رات

مہتاب جیسے جیسے ہوا چرخ پر بلند
بڑھتا گیا تصور جانان تمام رات

نقص و فلک کے خوف سے ایجان امید و بیم
تھے دلمیں میرے دست و گریبان تمام رات

سیلاب اشک خون سے گلابی تھا پیرہن
دامن جھٹک رہا تھا گلستان تمام رات

آہٹ پہ تیری کان لگائے ہوئے تھے ہم
خاموش تھا یہاں سگ دربان تمام رات

نقش قدم کے شوق مین سر ہو گیا قدم
پاسے نگہ مین خار تھی مژگان تمام رات

ہجران مین وصل کی مجھے حاصل ہوئی خوشی
لپٹا رہا مین غم سے مریجان تمام رات

ہان بیخودی مین چادر شب تھی مرا لباس
جس مین چھپا رہا تن عریان تمام رات

کاٹی ہے بیٹر یونکی طرح رات رات بھر
جوش جنون تھا حارس زندان تمام رات

دوران سر سے چلنے لگا دور بے وفا
پیمانہ بن گیا ترا پیمان تمام رات

سوز نہان سے پردۂ دلمین لگی تھی آگ
گویا چراغ تھا تہ دامان تمام رات

آباد میرا خانۂ دل تھا فراق مین
تھی آرزوے دل مری مہمان تمام رات

امید وصل کی تھی خوشی وصل سے زیادہ
بعد وصال تھا غم ہجران تمام رات

شان نزول لف مین عارض کے شوق مین
ہوتی رہی تلاوت قرآن تمام رات

مضمون نو کی فکر مین سوئے نہ ہم ولا
پڑھتے رہے نسیم کا دیوان تمام رات

ردیف تاے ہندی

(۱۰۵) کیون ہوا دلداری دلبر سے میرا دل اُچاٹ
بیدلی نے کر دیا کیون گھر سے میرا دل اُچاٹ

عین دلداری تھی تیری دلربائی میریجان
ہو گیا تھا اس تن لاغر سے میرا دل اُچاٹ

عمر بھر کٹتی رہی بے خوف میری زندگی
کیون ہوا یارب کسی کے ڈر سے میرا دل اُچاٹ

حلقۂ محفل مین تھا مین بھی وہان غیر ونکے ساتھ
ہو گیا تقدیر کے چکر سے میرا دل اُچاٹ

اُس لب جان بخش سے ہے آبحیوان آب آب
کیون نہ ہو سرچشمۂ کوثر سے میرا دل اُچاٹ

بحر غم مین دیئے غوطے چشم دریا بار نے
کر کے چھوڑا میرے ابر تر سے میرا دل اُچاٹ

جب محبت کے شجر سے بارِ دل ہاتھ آگیا
ہوگیا ہر نخل بارآور سے میرا دل اُچاٹ

گر نہ پڑتی چاندنی پرتو سے تیرے چاند پر
کاہیکو ہوتا مہ انور سے میرا دل اُچاٹ

موبمو پیش نظر ہے نقشۂ طومار زلف
ہوگیا ہے عشق کے دفتر سے میرا دل اُچاٹ

تیرے قامت سے ہوئی جسدن قیامت آشکا
دمبدم ہونے لگا محشر سے میرا دل اُچاٹ

چاٹ جاتی ہے مرے دلکو مزہ ملتا نہین
ہے تری شمشیر کے جوہر سے میرا دل اُچاٹ

ساغرِ میگون کے اغماض نظر سے کردیا
اشک خونین نے مئے احمر سے میرا دل اُچاٹ

سخت جانی پر مری غالب نہین آتا کبھی
کیون نہ ہو ظالم ترے خنجر سے میرا دل اُچاٹ

ایک قطرہ بھی نہ ٹپکا یا رگ جان سے مری
ہے تمہاری آنکھ کے نشتر سے میرا دل اُچاٹ

ہاتھ سے غیرون کے جب چلنے لگا جام شراب
ہوگیا دوران سر ساغر سے میرا دل اُچاٹ

مارا مارا پھر رہا ہے میرا لاشہ گور مین
کیون نہ ہو جانان تری ٹھوکر سے میرا دل اُچاٹ

لگ گیا جب اُس لب شیرین کا چسکا ایک دن
عمر بھر کو ہوگیا شکر سے میرا دل اُچاٹ

میری بےخوابی کو فرش خاک ہی آیا پسند
عشق جانان نے کیا بستر سے میرا دل اُچاٹ

لعل لب سے لولوِ دندان ہوے جب آشکار
ہوگیا پھر معدن گوہر سے میرا دل اُچاٹ

مین نہین قدمونکا ہو رہتا ترے سر کی قسم
گر نہ ہو جاتا ترے تیور سے میرا دل اُچاٹ

خار ہین مژگان مین اپنے پاؤن پر ہے اپنا سر
ہر قدم پر ہے نئی ٹھوکر سے میرا دل اُچاٹ

تو چھپاتا ہے حقیقت اپنے مقصد کے لئے
کیون نہ ہو واعظ ترے منبر سے میرا دل اُچاٹ

مین نے باندھا پور رز کو تاک کر اُسکے گلے
ہوگیا جب تاک کی دختر سے میرا دل اُچاٹ

ہاتھ دھو بیٹھا ہون اپنی جان شیرین سے وِلاؔ
ہوگیا دُنیا کے کرّ و فر سے میرا دل اُچاٹ

(۱۰۶)

دختر رز کے سبب ہم سے ہوئی یار کی کاٹ
چل گئی پیر مغان اُس زن مکار کی کاٹ

دخت رز بول اُٹھی تاک سے اپنی مان کو
تاک چوٹی ارے مالی اسی مردار کی کاٹ

مِل منڈوے سے چڑھے ہے وہ کبھی پھولے پھلے
دشمنین سو بار پڑے تاک پہ ہتھیار کی کاٹ

اُسکی تیزی سے جگر بہنے لگا کٹ کٹ کر
آب انگور مین ثابت ہوئی تلوار کی کاٹ

خوف ہے دلمین مرے سیل کا اے گریۂ غم
کاٹ جاتی ہے کنار یکو کبھی دہار کی کاٹ

کاٹکر راہ چلے جاتے ہین آگے پیچھے
بڑھ گئی ہم سے ترے عشق مین اغیار کی کاٹ

ایک ابرو کے اشارہ سے ہوئی قطع نظر
نوک خنجر سے ہے فائق تری تلوار کی کاٹ

ڈس گئی زلف تری دلکو ہمارے شب وصل
زہر ہو کر رہی آخر کو سیہ مار کی کاٹ

دل نخچیر کو یاد آگئی شاہین نگاہ
تیرے چنگل کی پکڑ اور تری منقار کی کاٹ

گرم اشکون مین ہے تیزاب مصفا کی جلن
ہمنے دیکھی نہ سنی گوہر شہوار کی کاٹ

کٹ گیا رنگ رخ گل عارض سے ترے
رنگ لائی ترے رخ سے گل گلزار کی کاٹ

باغ عارض مین ہوا سبزۂ نورستہ بلند
حسن پیرا ہوئی مقراض وفادار کی کاٹ

خط لب مرہم زنگار بنا قسمت سے
خنجر زخم زبان ہے تری گفتار کی کاٹ

راہ کی خاک پہ جمنے نہ دیا نقش قدم
باد پائی سے عیان ہے ترے رہوار کی کاٹ

غیر کے دخل سے ہوتا ہے مرا قطع کلام
بات ظالم نہ کبھی عاشق غمخوار کی کاٹ

اک کرشمہ سے ترے ہین ہوس دل صد رنگ
ہے ہوا اور ہوا دار یہ اس وار کی کاٹ

اسکے آنے کی خبر سُنکے کہا مین نے وِلاؔ
حیدرآباد کی گپ سے ہے کہ بلبار کی کاٹ

(۱۰۷)

کاٹ مین کاٹ ترے ابروے خمدار کی کاٹ
جسکی خجلت سے کٹی جاتی ہے تلوار کی کاٹ

اسکی ذر دیدہ نظر سے نہ رہو تم غافل
برش تیغ ہے ترچھی نگہ یار کی کاٹ

ق

نہین کٹتی ہے مری منزل مقصود کی راہ
رفتہ رفتہ ہوئی ظاہر تری رفتار کی کاٹ

کاٹ کر راہ مجھے روکدیا بڑھنے سے
قاطع راہ ہے جانان تری رفتار کی کاٹ

الامان اُس نگہ تیز سے جب پڑتی ہے
اسکے آگے کبھی چلتی نہین تلوار کی کاٹ

پائچے کیا ہین سمندر سے کٹی ہین نہرین
دلکو بہاتی ہے مرے آپکے شلوار کی کاٹ

چشم بیمار کا بیمار ہے عاشق تیرا
تو اُسی تیغ سے گردن اسی بیمار کی کاٹ

نقطۂ خال سے مرکز نے لیا کام مگر
دور خط پر نہ چلی گردش پرکار کی کاٹ

تیرے دو ابروون کی تیغ دوسر مین دیکھی
ذوالفقار کُمر حیدر کرار کی کاٹ

کاٹتا ہون مری جان ہجر کے دن آہون سے
ہے وسیلہ تری شمشیر شرربار کی کاٹ

مجھسے کاٹی نہ گئی جب شب غم رونیسے
اشک دریا ہوے دریا مین نئی دھار کی کاٹ

رشتۂ عمر پہ اُڑتا ہون مین جسطرح پتنگ
کاٹ دیگی اُسے تار نگہ یار کی کاٹ

کیون پریشان مجھے کرتی ہے ناحق اے زلف
راہ اسے رہزن بدخو کسی عیار کی کاٹ

جسم عشاق مین کاٹو تو ذرا خون نہین
سرخرو ہو نہین سکتی کسی تلوار کی کاٹ

کیا خطا اس مین ہے منصور کی اے ظالمو پھر
دار کہتی ہے انا الحق تو زبان دار کی کاٹ

تیرے عارض سے کٹے جاتے ہین سبزے لیکن
اس خط سبز سے ثابت ہوئی زنگار کی کاٹ

کاٹتے جاتے ہین ہم ہاتھون سے پانی تیراک
اسی شمشیر دو سر سے ہوئی انہار کی کاٹ

کیون کٹا نام ترا عشق کے دفتر سے ولا
اس خط نسخ سے ثابت ہوئی دلدار کی کاٹ

ردیف ثاے مثلثہ

(۱۰۸)

کیا جوڑ مقدر کا ہے تقدیر کی تانیث ‏— تذکیر تدبّر ہوئی تدبیر کی تانیث

تاثیر ہے جانان دل عاشق کے اثر کی ‏— معشوقہ تذکیر ہے تاثیر کی تانیث

ایجان ترے عاشق کا ہوا شہر مین شہرہ ‏— باعث تری شہرت کی ہے تشہیر کی تانیث

ہے غبغب و کاکل سے عیان یار تمھارے ‏— کیون طوق کی تذکیر ہے زنجیر کی تانیث

معشوقہ انگلنڈ ترے عکس پہ قربان ‏— صورت سے تری ہو گئی تصویر کی تانیث

ابرو پہ ترے اسے مہ نو لڑتے ہین شاعر ‏— تیغے کی ہے تذکیر تو شمشیر کی تانیث

اے اہل زبان لفظ مین معنے کا اثر ہے ‏— تانیث سے قدرت کی ہے تقریر کی تانیث

معشوقہ و معشوق ہین دو نوبت کا فر ‏— ہے کفر کی تذکیر تو تکفیر کی تانیث

اوس چاند سے عارض سے بنا نور مذکر ‏— اور صورت پر نور سے تنویر کی تانیث

رخسار ترا متن تو خط شرح مبین ہے ‏— قرآن سے ثابت ہوئی تفسیر کی تانیث

تانیث مرمتہ ہوئی ترمیم سے قائم ‏— مبنی بہ عمارت ہوئی تعمیر کی تانیث

خاک قدم یار ہون کشتہ ہون اوسی کا ‏— اس خاک سے ثابت ہوئی اکسیر کی تانیث

کہنے لگے جب آپ مخنث کو مذکر ‏— کیون اہل زبان ہو گئی تذکیر کی تانیث

کیون جمع مؤنث بھی مذکر ہے اودھ مین ‏— مقدار سے ثابت ہے مقادیر کی تانیث

عاشق سے تری خط و کتابت کا اثر ہے ‏— معنون سے عیان ہو گئی تحریر کی تانیث

محفل سے مجھے تو نے ستمگر جو نکالا ‏— اس میری سزا سے ہوئی تعزیر کی تانیث

جسطرح بنا ہند کا معشوق مذکر ‏— مردمی کی بدولت ہوئی تذکیر کی تانیث

کہتی ہے مرے خواب مین معشوقہ لفاظ ‏— اس خط کی عبارت سے ہے تعبیر کی تانیث

لکھتے وہ اگر ریختیان صورت رنگین

آجاتی زبانون پہ وِلا میر کی تانیث

(۱۰۹)

تم شکایت مری اغیار سے کرتے ہو عبث
تو کہنے پر مرے تم مجھ سے بپھرتے ہو عبث

مجھ پہ الزام کسی اور کا دھرتے ہو عبث
فیصلہ غیر کی تقریر پہ کرتے ہو عبث

کچھ نہ ہوگا کسی تدبیر سے نقصان مرا
مشورہ میرے لئے غیر سے کرتے ہو عبث

دست گلگون کی حقیقت کسی دل سے پوچھو
صبحدم باغ کی مہندی کو کترتے ہو عبث

کم نہین حسن خداداد ان آنکھون کے لئے
سادگی پر ہون مین قربان سنورتے ہو عبث

تم پریزاد ہو بے شک مگر اس حیلہ سے
کیون کسی غیر کے شیشے مین اترتے ہو عبث

آتے جاتے مجھے پامال کیا کرتے ہو
راستہ کاٹ کے اس رہ سے گزرتے ہو عبث

عشق بازی مین ہوئی جیت ہماری ہر بار
کسی عیار کے شہ دینے سے ہرتے ہو عبث

ہم خبردار ہین بنگلے کے ہواخواہون سے
ٹالنے کے لئے کوٹھے سے اترتے ہو عبث

نگہ لطف ادھر تیغ نظر ہم سے دریغ
مرنے والون سے خفا غیر پہ مرتے ہو عبث

اینٹھتے ہم سے ہو کیون برف کا موسم تو نہین
سرد مہری سے مری جان ٹھٹھرتے ہو عبث

شاہد حسن سے گزریگی شہادت میری
خون ناحق سے مری جان مکرتے ہو عبث

یار حد ہو چکی اب میری پریشانی کی
اپنے گیسو کی طرح مجھ سے بکھرتے ہو عبث

رات بوسہ کی طلب پر ہوئی انشاء اللہ
مجھ کو کل دیجے زبان آج مکرتے ہو عبث

کسکی رہ دیکھ رہے ہو بخدا کچھ تو کہو
راہ مین کس لئے رہ رہ کے ٹھہرتے ہو عبث

ہم فدا ہونے کو تیار ہین تم پہ ہر دم
دم محبت کا کسی اور کی بھرتے ہو عبث

حال مصحف عارض ہو ذرا خوف کرو
ہم سے اقرار ابھی کرکے مکرتے ہو عبث

وہم سے بڑھ گئی کچھ آپ کی پرواز بلند
پر فرشتون کے تخیل سے کترتے ہو عبث

مجھسے بڑھکر کوئی دنیا مین وفادار نہین
تم مرے قول کو باور نہین کرتے ہو عبث

خوف کس کا ہے سمجھ مین نہین آتا میری
میرے ہوتے ہوئے تنہائی سے ڈرتے ہو عبث

بیخودی مین تو نہ ہاتھ آئیگا ساغر عشاق
نشۂ عشق مین تم حد سے گزرتے ہو عبث

زندگی جب ید قدرت مین ہوئی اُس لب کے
بڑے نادان ہو کیون جان کے مرتے ہو عبث

اسکی ٹھوکر سے مسلّم ہے مری پامالی
دفن لاشے کو مرے قبر مین کرتے ہو عبث

بحر مقصد مین اسی گھاٹ سے پار اتروگے
چشم دلدار کی تلوار سے ڈرتے ہو عبث

سوز دل سے جو بنے خاک تو آہین نکلین
خاک بن بن کے ہواؤن مین بکھرتے ہو عبث

جان اپنی بھی گئی موت بھی بدنام ہوئی
اپنے ہمراہ لئے موت کو مرتے ہو عبث

غیر سے ملتے ہو جب اونکی خوشی پر پھر کیون
دار پر چڑھ کے ولا دل سے اترتے ہو عبث

ردیف جیم عربی

(۱۱۰)

ہم سنتے ہین جانے کو ہو تم غیر کے گھر آج
کرجائینگے ہم بھی اسی دنیا سے سفر آج

کیون خیر ہے جاتے ہو مری جان کدھر آج
رہ بھول کے شاید نکل آئے ہو ادھر آج

دشمن نے مرے قتل پہ باندھی ہے کمر آج
ہے غیر کے قبضہ مین تری تیغ نظر آج

چشمک ہے کسی اور کی تجھکو ارے دشمن
نیّت تری بدلی ہوئی آتی ہے نظر آج

ہوگا ترے ابرو کے اشارے پہ مرا قتل
ترچھی نظر آتی ہے محبت کی نظر آج

دشمن کے کسی وار کی پروا نہین مجھکو
داغ دل محزون ہے مرا سینہ سپر آج

سیراب ہے وہ جوہر شمشیر نگہ سے
بسمل کو تڑپنا نہین منظور مگر آج

تیرے لب جان بخش کے بوسے نے جِلایا
ڈر ہے کہ خوشی سے نہ مرون بار دگر آج

عشاق کے جوہر کی پرکھ اشک سے کر لو
کھلجائین گے موتی کی طرح عیب و ہنر آج

معلوم ہوا مجھ کو نسیم سحری سے
آئین گے مرے نخل تمنا مین ثمر آج

ہم منتظر وعدۂ جانان رہے شب بھر
آتی نظر آئی عوض یار سحر آج

اس آنکھ مین باقی نہ رہی سہل کی محبت
کچھ اور نظر آتے ہین انداز نظر آج

شاید وہ کل آئین گے عیادت کو ہماری
پہونچی انھین بیمار محبت کی خبر آج

شب بھر تری فرقت مین رہا زخم جگر آگ
مرہم مرے سینے مین بنا داغ جگر آج

گننے مین ستارون کے کٹی رات الٰہی
شب بھر وہ مرا چاند رہا پیش نظر آج

وہ آئے تو کیون بیٹھ گئی نالے کی آواز
تعظیم کو اٹھا نہین کیون درد جگر آج

کل ڈھونڈھ کے پایا نہ ترے نقش قدم کو
آغوش محبت مین ہے جانان مرا سر آج

عینک سے رسائی ہے مرے تار نگہ کو
کیون بال سے باریک ہوئی تیری کمر آج

تالے سے مرے ہو گئی طالع کی بلندی
آئی ہے ولا عالم بالا سے خبر آج

(۱۱۱)

مہمان مرے ہوکے نہ آتے وہ اگر آج
موقوف نہ ہوتا مرا دنیا سے سفر آج

شادی سے چمکتے ہین مرے دیدۂ تر آج
اشکون کے عوض آنکھ سے گرتے ہین گہر آج

کیا بات ہے کچھ اونکی توجہ ہے ادہر آج
آتی ہے تو پھر کر نہین جاتی ہے نظر آج

کل تک تو نہ تھی تیری جفا کی مجھے پروا
کیا بات ہے ہوتا ہے مرے دل پہ اثر آج

پیمان گزشتہ کی طرح ہم نہ سنین گے
پھر وعدۂ فردا کی سناؤ گے اگر آج

کل ہجر مین اٹھتا تھا مرے سوز جگر سے
آہون کا دھوان ہوکے گرا شبنم تر آج

آئی جو نقاب اس رخ روشن پہ تمھارے
گرہن کے احاطے مین گھرے شمس و قمر آج

کل رات کسی غیر کو محفل مین بلا کر
معشوق نے عاشق کو کیا شہر بدر آج

سر سے مرے اونچا ہے تری تیغ کا پانی
مرنے کے سوا یار نہ تھا مجکو مفر آج

خم ہے سر تسلیم تری تیغ نگہ پر
ہے حکم کی تعمیل مجھے مد نظر آج

کل کوچ مین باقی نہ رہا کوئی تامل
سامان توکل سے ہوا زاد سفر آج

کل اپنے ہوا خواہ کے گھر کا ہے ارادہ
اڑتی ہوئی ہم نے بھی سنی ہے یہ خبر آج

ہر روز ہے غیرون پہ کرم حد سے زیادہ
اے موجد انداز ستم کچھ تو ادھر آج

طلعت سے تری رات مین سورج نکل آیا
بیوقت ہوا شبنم گلشن کا سفر آج

دھوکا تجھے ہوتا ہے مرے بدر لقا سے
بے وقت جگاتا ہے تو اے مرغ سحر آج

فرقت مین مرے اشک بہے جاتے ہین تھم سے
ملتا نہین آنکھون سے مرا دامن تر آج

آہون سے مری آتش دل دب نہین سکتی
نکلینگے تڑپکر مرے سینے سے شرر آج

گمنام تھی فرقت مریجان پردۂ شب مین
مشہور ہوئی وصل کی عالم مین خبر آج

تم کس سے لئے آئے ہو ولا غیر کے گھر پر
وحشت سے گئی عقل تمھاری ہے کدھر آج

(۱۱۲)

جانان تری فرقت مین کٹی شام و سحر آج
بستر پہ تڑپتے رہے ہم آٹھ پہر آج

سچی ہوئی تعبیر تری خواب سحر آج
مین نیند سے جاگا تو پڑی انپہ نظر آج

کچھ ایسی محبت سے پڑی ہم پہ نظر آج
تشویش سے ہم کو نہ رہی اپنی خبر آج

مین محو تماشا ہون تری ایک نگہ کا
ہے میرے تماشے پہ دو عالم کی نظر آج

اے وعدۂ شب ہو کے رہا ہے ترا ایفا
وہ ساعت موعود پہ آئے مرے گھر آج

حیران ہون مین کیون نہ چلی غیر کی سیفی
زائل نہ ہوا کیون مری آہون کا اثر آج

ہین اون سے بغلگیر ہون وہ مجھسے ہم آغوش
پہلو مین اُچھلتے ہین مرے قلب و جگر آج

اے وصل خبر آج کی دولت کی نہ تھی کل
افسوس کہ اسدل کو نہین کل کی خبر آج

روشن ہے مرا خانۂ دل مُنہ سے تمہارے
جاؤگے تو ہو جاؤنگا مین شمع سحر آج

قربان ترے جوبن پہ شب وصل ہے عاشق
ہاتھ آ ہی گیا نخل محبت کا ثمر آج

کل ہم پہ تھے سو جور و جفا ایک خطا پر
کیون غیر کے سو جرم سے ہے قطع نظر آج

ترجیح کے سامان نہ تھے غیر کے آگے
تقدیر سے ہم ہو گئے منظورِ نظر آج

ختم رمضان کی تھی سحر کل شبِ فرقت
جانے سے ملی تھی ترے آنے کی خبر آج

چادر نہ ہٹی ہو مرے خورشید کے رخ سے
کچھ وقت سے پہلے نظر آتی ہے سحر آج

مِل مِل کے گلے یار سے کٹتا ہون مریجان
ملتا نظر آتا ہے مرا زخم جگر آج

کل غیر پہ تھا لطف مگر آج ہے ہم پر
تقسیم یہ ٹھہری کہ اُدھر کل تو اِدھر آج

کل سر پہ کسی اور کے چڑہ جائیگی چلکر
وہ تیغ جو آتی ہے نظر زیب کمر آج

اس بحر کے حاکم ہین امیر اونکے کرم سے
رہبر مری کشتی کا بنا دیدۂ تر آج

ہین داغ و ظہیر اشک و منیر اپنے چمن مین
کیا بات ہے آئے نہین کیون آپ نظر آج

اس بحر مین غزلین ہین وِلا نامورونکی
خالق کے بھروسے پہ ہے دریا کا سفر آج

ردیف جیم فارسی

(۱۱۳)

زلف پیچان مین چھپے تھے اسکے مکر و فن کے پیچ
آ گئے ہم پیچ مین اور چل گئے دشمن کے پیچ

یار کے تیور کے بل سے ہین عیان چتون کے پیچ
پیچ و تاب زلف مین ہین اس بت پرفن کے پیچ

کھینچ لیتی ہین مرا دل پھینک کر اپنی کمند
ہین نہ واقف تمھاری زلفون مین ہین سر کے پیچ

عاشقان یار سے اسکو عداوت ہے ضرور
آگئیں تار نگہ کے پیچ مین مثل مژہ

بال کے پھندے بنے ہین زلف مین دل کیلیے
وہین دل پھنس گیا گوئے گریبان کی طرح

حلقۂ تار نظر مین گوہر نایاب اشک
نقش پا جاروب دم سے میٹتا جاتا ہے وہ

مار رکھا ہے تری زلف سیہ نے سانپکے
پڑ گئے تھے پیچ جب باہم اُڑاتے تھے پتنگ

گھٹ رہا تھا دم ہمارا پیچ و تاب زلف سے
احمقی سے سادہ لوحون نے اسے سمجھا عجب

پیچ کھاتی ہے تمھارے عارض گلگون پہ زلف
کس نے باندھی زخم پر پٹی ترے موباف سے

یار کے دلمین کدورت عاشقون سے ہے نہان
کس لیے سر پیٹتا ہے خیر ہے اے محتسب

خوب چلتی ہے زبان اور گفتگو ہے پیچدار
چال سیدھی ہے مگر چلکر پلٹتا ہے ضرور

وہ مرصع ہو کے شرمایا کلائی سے تری
دیکھکر دشمن کو میرے جانصاحب نے کہا

زخم دل پر اپنے ٹانکے لیکے پچتانے لگے

عشق پیچے سے نظر آنے لگے گلشن کے بیچ
تیلیان جن سے نظر آنے لگے چلمن کے بیچ

دام سے چلتے ہین وہ ناؤن پہ صید افگن کے پیچ
اس گریبان سے نظر آتے ہین لہرین کے پیچ

ہین مری آنکھونمین تیرے کانکے لٹکن کے پیچ
ہر قدم ہین چال سے پیدا ترے ٹانگن کے پیچ

اُسکے ڈسنے سے ہوے بال سیہ ناگن کے پیچ
یاد ہین مجکو ارے نادان ترے بچپن کے پیچ

رات بھر تم ہم کو دکھلاتے رہے تن تن کے پیچ
اب نظر آتے ہین کاوے مین ترے توسن کے پیچ

ہیچ ہین اسکے مقابل سنبل گلشن کے پیچ
تاب سے کھلتے چلے جاتے ہین اس بدن کے پیچ

تار سے جیسے بنے ہین کیل کے روزن کے پیچ
کیا ہوئی دستار ہین کیسے تری گردن کے پیچ

پر تری تقریر مین چلتے نہین سوسن کے پیچ
اسکے جوہر سے عیان ہین خنجر پر فن کے پیچ

ساعد سیمین پہ چلکر کھل گئے کنگن کے پیچ
تم رہو ہشیار چل جائینگے اس سوکن کے پیچ

اور ما کرنے سے ظاہر ہوگئے سوزن کے پیچ

ہین ترے دیکھے شکنجے مین دبا جاتا ہون آج
سنگدل دل ہین ترے ہین آکر آہن کے پیچ

بے طرح چلتی ہے مقراض زبان کتر کے آج
پارہ ہاے دل سے ہاتھ آے تری کتربیونت کے پیچ

ڈر سے دشمن کے چلا کرتے ہین رستہ پیچدار
ہین گوارا ہمکو ایجان کوچہ و برزن کے پیچ

کس لئے تم نے لپیٹا ہے کمر پر میری جان
دامن دلکو مرے بھاتے نہین دامن کے پیچ

اُسکی لو پر پیچ کھاتا ہے ہمارا دود دل
جس سے جل جاتے ہین شمع عارض روشن کے پیچ

سخت ہے اُنکی زبان تقریر انکی گول گول
آہنی کڑیون سے جیسے ہین عیان جوشن کے پیچ

شکر خالق آج وہ ہم سے لڑاتے ہین پتنگ
پڑ گئے آخر مقدر مین ولا دشمن کے پیچ

(۱۴۴)

غنچۂ باغ نے کی جب دہن یار کی جانچ
پھول جھڑنے لگے منہ سے ہوئی گفتار کی جانچ

جب خریدار نے کی حسن کے بازار کی جانچ
سر بازار ہوئی تیرے خریدار کی جانچ

نقد جان دیکھ کے اغیار کے ہوش اُڑنے لگے
قیمت جنس سے ہونے لگی اغیار کی جانچ

بے بضاعت ہون فلاکت کا ہے اقرار مجھے
دل دُکھانے کو کیا کرتے ہو نادار کی جانچ

بے وفائی کی تری جانچ ہوئی عاشق سے
تو نے افسوس نہ کی اپنے وفادار کی جانچ

ناتوانی ہوئی دونون کے لئے عین سبب
چشم بیمار نے کی جب ترے بیمار کی جانچ

نقطۂ خال سے تحقیق ہوئی مرکز کی
دور خط سے ترے قائم ہوئی پرکار کی جانچ

دمبدم دل مین کٹی تیغ دو دم خجلت سے
اک اشارے سے ہوئی ابروِ خمدار کی جانچ

آیتِ خط سے ہوئی اُس کی بزرگی روشن
زلف کافر نے جو کی مصحف رخسار کی جانچ

قتل ہو کر لبِ جان بخش سے پایا بوسہ
تیری تلوار سے کی مین نے ترے پیار کی جانچ

آج کھلتا ترا اور نہین آتا مجھ کو
روز موعود پہ ہوگی ترے اقرار کی جانچ

امتحان مین ترے ناکام تجھے سب میرے سوا / سر محفل ہوئی جسدن مری اغیار کی جانچ
دم مرا گھٹ کے رہا رات تری زلفون مین / بل پہ بل دیکھے جو کی اپنے گرفتار کی جانچ
نبض بدہوش سے تشخیص مرض ہو نہ سکی / کل طبیبون نے جو کی تھی ترے بیمار کی جانچ
وار کر پھینکدیا مین نے دل اپنا تجھہ پر / تیغ غمزہ سے تری ہو گئی اس وار کی جانچ

جانچ لے مجکو ابھی جس کا ولا جی چاہے
میری آنکھین بھی کیا کرتی ہین معیار کی جانچ

(۱۱۵)

چشم گریان سے ہوئی خنجر خونخوار کی جانچ / آب سے آب جچی دہارنے کی دہار کی جانچ
سخت جانی سے ہماری ہوئی تلوار کی جانچ / جنبش دیدۂ عاشق سے ہوئی وار کی جانچ
غیر کے واسطے تیار ہون مین مرنے پر / تم کو منظور اگر ہے مرے ایثار کی جانچ
اُسنے سر کاٹکے جانچا ہے وفادار کو / جچ گئی آنکھ مین میری تری تلوار کی جانچ
بے وفا ممتحن مہر و وفا ہونے لگے / سخت مشکل ہے زمانے مین وفادار کی جانچ
قدر انداز مرے دل نے نشانہ بنکر / دیدۂ زخم سے کر لی ترے سوفار کی جانچ
جھوٹے سچے کی پرکھ جوہر تو ہمکو نہ تھی / میرے اشکون سے ہوئی گوہر شہوار کی جانچ
چشم و زلف و رخ جانان کے ہین محتاج تمام / نرگس و سنبل و گل سے ہوئی گلزار کی جانچ
ہندو زلف سے تھی خال کی سازش باہم / مصحف رو سے ترے ہو گئی کفار کی جانچ
نکتہ چینی سے سبق کیون نہین لیتے ہردم / کیون کیا کرتے ہو جانان مرے اخبار کی جانچ
جوہری اسکی حقیقت کو بھلا کیا جانین / بادشاہون سے ہوئی گوہر شہوار کی جانچ
بادپائی سے کیا نقش قدم کو معدوم / کی ہوادار نے تیرے ترے رہوار کی جانچ
مژگان ہین نگہبان تری نیزہ بکف / مردم چشم نے کی لشکر جرار کی جانچ

کیون نہین میری زبان مین ترے نغمے کا مزا
مین کرونگا کبھی بلبل تری منقار کی جانچ

بچ گئے اونکی نگہ مین نہ رہا اونکو کلام
کل جو کی اہل زبان نے مرے اشعار کی جانچ

جانچ پرتال مین ضائع نہ کرو وقت اپنا
سخت مشکل ہے **ولا** عشق کے طومار کی جانچ

(۱۱۶)

دل مرا حاضر ہے ظالم خنجر خونخوار کھینچ
ہے سر تسلیم خم شمشیر جوہر دار کھینچ

گیر و دار غیر مین مجکو نہ اے عیار کھینچ
کشمکش مین ہے بڑی ذلت نہ یون ہر بار کھینچ

اے مصور اس کمر کا مو قلم ہاتھ آگیا
لوح خاطر پر مری نقش دہان یار کھینچ

نیت خالص سے اوسکے زر کمر کے واسطے
شُشتش کے جنترے مین آہو تو نکا طلائی تار کھینچ

عشق کی منزل مین اے صحرا نورد سخت جان
زحمت و رنج و مصیبت سختی و آزار کھینچ

رہبری کے واسطے اے خامۂ نقاش ہوش
گرد پر تو نقش پائے بادپائے یار کھینچ

رحل خط پر مصحف رو آیۃ الکرسی بنا
اسکو پڑھ پڑھ کر حصار حفظ کی دیوار کھینچ

شام فرقت کی سحر صبح قیامت بنگئی
یا و قامت مین ابد تک انتظار یار کھینچ

خرمن جان کی نہ پروا کر اگر لگ جائے آگ
سوز دل سے بے تامل آہ آتشبار کھینچ

تیغ کو اپنے خم و دم کا ہے دعوے آج کل
اُسکے شرمانے کو تیغ ابروے خمدار کھینچ

آنکھ تیری ہے بعینہٖ آلۂ تصویر عکس
اپنے آئینے پہ تو اے دل شبیہ یار کھینچ

آج تک تجکو نظر آیا نہ آئے گا کبھی
عمر بھر اے چشم عاشق حسرت دیدار کھینچ

غیر چلتی ریل مین کرتا ہے اے عاشق ستم
دادخواہی کے لئے زنجیر زلف یار کھینچ

نالۂ شبگیر کو سنکر وہ فرمانے لگے
دن مین آہ بے اثر اکدم مین سو سو بار کھینچ

مہ لقا کے روبرو اے پنجۂ مہر فلک
سر سے شانہ نیچے موے طرۂ طرار کھینچ

سوزِ جان سے ہین مِرے قلب و جگر و چھاتیان
بادۂ دو آتشہ اکدم مین اسے خمّار کھینچ

کچھ تجھے شایان نہین اے دل زلیخا کا شعار
یوسفِ محبوب کا دامن سرِ بازار کھینچ

جلنے ساتون آسمانون پر ہو قائم آفتاب
ایسی آہین آتشین اے سوزِ دل و جار کھینچ

وہ انانیت سے بھرتا ہے انا الیار یکا دم
دار پر عاشق کو اے معشوق غیرت دار کھینچ

دل سے دلکو راہ ہے پھر کیون نہ آئیگا جیا
حدِ فاصل کی غبارِ دل سے اک دیوار کھینچ

اب تو عاشق ایسے جینے سے ہے مرنا ہی بھلا
اپنے ہاتھون آج اپنے حلق پر تلوار کھینچ

دفعتہً دل ہوگیا آمادۂ افشائے راز
دوڑ کر اسکی زبان اے محرمِ اسرار کھینچ

نرگس و گل سرو و سنبل سبزہ و شمشاد سے
یار کا نقشہ نظر مین اپنی اے گلزار کھینچ

اپنے مطلب مین سیانا ہے تو اے مجنونِ دل
دامنِ صحرا کے بدلے دامنِ دلدار کھینچ

آبلون سے اشک کے بہتا ہے خونِ دل مرا
اے مژہ پائے نگاہ راہ سے خار کھینچ

خواب سے چونکا وہ صحرو کو سمجھکر آفتاب
غفلتِ عاشق کا نقشہ طالعِ بیدار کھینچ

دستِ گلگون سے کلیجے مین لگی ہے تیرے آگ
دل کے پھپکے مین حنا کا عطر اے عطّار کھینچ

جان و دل سے تجھپہ مین مرتا ہون کاوش عبث ہے
ہاتھ میرے قتل سے او ظالمِ خونخوار کھینچ

اس زمین پر ہے مری فکرِ رسا چرخِ بلند
نظمِ پروین کی طرح لاتی ہے سو اشعار کھینچ

اس زمین مین فکرِ ناسخ ہے سمجھکر رکھ قدم
روک لے اپنا قلم ہاتھ اپنا اے ہشیار کھینچ

اسکے عارض پر پسینہ آرہا ہے دھوپ سے
شیشۂ دل مین وِلا عطرِ گلِ بے خار کھینچ

ردیف حاے حطی

آہ جو دل سے نکلتی ہے غبار کی طرح (۱۱۷) جھلملاتی ہے سرِ چرخ ستارے کی طرح

آتشین آہ مری نیّر اعظم سے بڑھی
فلک افروز ہی عرش کے تاریکی طرح

اشک سوزان سے مرے آگ نہ لگجائے کہین
خون دل آنکھ سے اڑتا ہے شراریکی طرح

ماہ رو گوشۂ ابرو سے ترے شقِ قمر
ہوگیا آج پیمبر کے اشاریکی طرح

حالِ مصحف رو۔ ہوگیا پیمان غلط
ایک بوسہ ہی سہی اُس کے کفاریکی طرح

شیشۂ سطح مین پایا گیا میلان ترا
جب مرے دل مین تڑپ آگئی پاریکی طرح

نقش دیوار ہین عشاق تری منزل مین
سر سے آنکھین نکل آئین ہین اجاریکی طرح

مین ہون وہ خاک جو اشکون مین بلاکر مجھکو
لیپتے ہین تری دیوار پہ گاریکی طرح

گرم اشکون سے نکلتا ہے مرے دلکا بخار
سینکتا ہے مرے دردونکو بہپاریکی طرح

سنگ سینہ سے مرے خانۂ دلکی چھت ہے
سر نکالے ہوے آہین ہین مناریکی طرح

رحم کے جوش سے اشکونکا ٹپکنا ہے محال
دل ناصاف ترا سخت ہے گاریکی طرح

گوہر اشک سے پار اترینگے ہم مقصد مین
سامنے گرد یتیمی ہے کناریکی طرح

سر کے اوپر سے ترے وار کے چور اپنے ہین
رکھدیا اپنا دل زار اتارے کی طرح

رات بھر اسے مرے جان چاندسی صورت تیری
دیدۂ ہوش مین تھی آنکھ کے تاریکی طرح

اشک بہتے ہین مری آنکھون سے دریا ہوکر
بر نیان انکی سمندر کے کناریکی طرح

حلقۂ زلف کو وا کیے ہوئے رکھتی ہے نقاب
سر اوٹھائے ہوے سانپونکے پٹاریکی طرح

ساز و آہنگ فغان ہین رگ جان تار نفس
ایک ہی سانس مین بجتے ہین دو تاریکی طرح

آہو سے دیدۂ معشوق ہے بے باک بہت
اس خط سبز کو چرتا ہے وہ چاریکی طرح

نبع دل سے لگاتار ہے فوارہ بلند
دہار چلتی ہے مری آنکھ سے دہاریکی طرح

اوس خط سبز نے کر دین مری آنکھین ٹھنڈی
سیر مین سبزۂ گلشن کے نظاریکی طرح

کھینچ دامن کو لیا ہاتھ سے تونے ہیہات
جسکو عاشق نے سنبھالا تھا سہاریکی طرح

رنج فرقت ہے مری روح پہ سوہان ستم
کاٹتا ہے وہ مرے قلب کو آریکی طرح

کبھی اغیار پہ ڈالے گا نہ دل اپنا وہ بال
لاابالی وہ نہین ہے مرے پیاریکی طرح

جان سے ہاتھ مین دہوتا ہون مجھے مین انجان
کلیان خون کی کرتا ہون غراریکی طرح

خون دل پیکے ترے عشق مین غم کہاتا ہون
یہ مری وجہ معیشت ہے گزاریکی طرح

حلقۂ زلف مین جب شعلۂ عارض چمکا
شیر نر بہاگ گیا ڈر کے چکاریکی طرح

کثرت اشک نے دریا مین ڈبویا مجکو
سیر ہنگام مین مچھلی کے اجاریکی طرح

ہوس وصل نے محفل سے اٹھایا ہمکو
ہاے آدہا بھی گیا ہاتھ سے ساریکی طرح

اُس خطِ سبز نے کچھ کام کیا بوٹی کا
دل مرا بیٹھ گیا تاب سے پاریکی طرح

میرے نالو نکی بلندی شب غم چار پہر
حیدرآباد مین ہے چار مناریکی طرح

رنگ لایا ہے **ولا** خونِ جگر آج نیا
قطرۂ اشک جھلکتا ہے ہزاریکی طرح

ردیف خاے معجمہ

(۱۱۸۷)

عارض ترا چمن تری کاکل چمن کی شاخ
گلشن مین شاخ گل سے ملی نسترنکی شاخ

خنجر کمر مین قامت نازک بدنکی شاخ
تلوار ہاتھ مین ہے ترے بانکپن کی شاخ

ساغر کا بوجھ ساعد سیمین پہ بار ہے
نازک بہت ہے قامت نازک بدنکی شاخ

جسدن سے آبیار ہے چاہِ ذقن ترا
ٹپکی نہین کبھی ترے سیبِ ذقن کی شاخ

چھینکا ہے قدرتی نہین گرنہ پہ بار کچھ
منت پذیر ہے (ترے سیبِ ذقن کی شاخ

گلدستۂ چمن ہے مرے گل کے ہاتھ مین
جھکتی ہے بار سے مرے نازک بدنکی شاخ

شجرۂ شجر بنا کرم جو سے شیر سے
تیشے سے کٹ گئی نسب کوہکن کی شاخ

ساوات نخل باغ سیادت ہیں ثمر
پھولی ہے بیل جیسے یہاں پنجتن کی شاخ

آب و جلا میں لعل بدخشاں سے ملگئی
صدقے میں تیرے لب کے عقیق یمن کی شاخ

پردیس میں ہے صحبت ناجنس جس طرح
پیوند میں مثال دغریب الوطن کی شاخ

جھڑتے ہیں پھول منہ سے مرے گلعذار کی
کھولے ہوئے ہے دامن گل کو چمن کی شاخ

جھولے سے تیرے شاخ کو ہاتھ آگیا ثمر
بار قدم سے جھول رہی ہے رسن کی شاخ

ہے شاخ آفتابی نازک ترا خدنگ
قوس قزح ۔ کمان سپہر کہن کی شاخ

عاشق کی جب برات ہے آہو کی شاخ پر
پیمان ہرن تو نقض وفا ہے ہرن کی شاخ

قائم ہیں تیرے گوشۂ ابرو پہ خال دو
خم کہا گئی نشیمن زاغ و زغن کی شاخ

عارض پہ زلف یار پھری بیل کی طرح
شاخ سمن ہے یار تو وہ یاسمن کی شاخ

تیری پسند پر وہ بنی موتیا کی بیل
پھولی ہے اس لباس میں نخل چکن کی شاخ

موئے میان سے بڑھکے ہے باریک پہنا
خنجر تری کمر میں ہے موئے بدن کی شاخ

عشاق کا گزر نہیں کوچے میں یار کے
کیونکر بنی نشیمن بلبل چمن کی شاخ

کیا شاخ زر پہ ناز تجھے خسرو عجم
کان طلا ہے مخزن شاہ دکن کی شاخ

ثابت ہے استعارۂ چشم غزال سے
آہو ہے آنکھ آنکھ کا ڈورا ہرن کی شاخ

شیریں مثال شربت بوسہ سے یہ ملی
شاخ نبات ہے لب شکر شکن کی شاخ

ہے شاخ آفتابی نازک کا وہ ثمر
گو نخل آفتاب سے نکلی کرن کی شاخ

آئی زبان تیشۂ فرہاد سے صدا
تھی جو سے شیر یار کے شیریں دہن کی شاخ

ہیں نخل سوز عشق میں شعلے نئے نئے
گرمی سے جل رہی ہے چنار کہن کی شاخ

پلنے لگی وہ مادرِ گیتی کے دودھ سے
گاو زمین سے خلق کو ہاتھ آئی تھن کی شاخ

تقدیر سے بر آئی تمنا مٹی ہوئی
سر سبز آج ہوگئی سوکھے چمن کی شاخ

عارض کے رنگ و بو سے یہ ثابت ہوا وِلا
گُل سے سمن سے ملی نسترن کی شاخ

(۱۱۹)

ہاتھوں سے ہاتھ آئی جو اُس گلبدن کی شاخ
تشبیہ اسکی بن گئی نخلِ چمن کی شاخ

چلنے لگی جو پائے قدِ سیمتن کی شاخ
تصویر بن کے رہ گئی سروِ چمن کی شاخ

ثابت ہوئی جو ساعدِ سیمین سے تن کی شاخ
زربفت آستین سے بنی پیرہن کی شاخ

یاقوت کے ثمر ہین زمرد کی پتیان
مرجان کے شجر سے بنی نورتن کی شاخ

بوٹا سا قد ہے اور شگوفے نئے نئے
بار آور اب ہوئی ہے ترے مکر و فن کی شاخ

تیر نگہ ہے سینۂ عاشق مین غم کا پھل
ابرو کمان دلبر ناوک فگن کی شاخ

کیا سیر باغ مین ہے لٹک تیری چال مین
تیری ہوا مین جھوم رہی ہے سمن کی شاخ

ابرو پہ بل ہین عقدہ کشائی کی فکر ہے
اُسپر تری جبین نے لگا دی شکن کی شاخ

کوکو سے ہم ہین سرو رواں آج کو بکو
سروِ چمن ہے اک ترے آزادپن کی شاخ

نوکِ زبان پہ قصۂ عاشق ہے دلخراش
گویا زبانِ حال ہے نازکبدن کی شاخ

طوبیٰ تری مثال ہے حور و نکی بزم مین
قائم ہے آسمان پہ تری انجمن کی شاخ

ہے خوف بارِ خاطرِ گل باغبان مجھے
نکلی ہے آشیانۂ مرغ چمن کی شاخ

اس سر زمین کی آب و ہوا مین ہوے نہال
ملتی ہے اس چمن سے ہمارے وطن کی شاخ

عارض کو ہے ہمیشہ بہاری پہ اپنی ناز
صد برگ سے ملی ہے یہان نسترن کی شاخ

فرقِ اسعد ہے یہ ہے ترے اختیار مین
تیری نقاب ہے مرے مہر و گہن کی شاخ

ڈسنے مین بل مین سلسلۂ پیچ و تاب مین
ملتی ہے تیری زلف سے مار کہن کی شاخ

سوز غم حسین مین منت ہوئی قبول
مشعل بنی ہے ہاتھ مین نخل حزن کی شاخ

سوز فراق نخل بنا بار دل ثمر
شعلہ ہے شعلہ رو مرے دل کی جلن کی شاخ

قدمون پہ تیرے سر ہے مرے عشق کا ثمر
ہاتھ آئی تیرے پاؤن سے جانان خزن کی شاخ

عالم کو ہوگیا ہے نئے زلزلے کا خوف
گاوزمین سے ملگئی چرخ کہن کی شاخ

شاخون سے تاج کی جو سکندر رہا نہال
تھی اسکی خسروی کرم ذوالمنن کی شاخ

دلمین کپٹ ہے ناک سے اوپر بھنوون کا جٹ
پیوستہ ابروون سے بنی کرگدن کی شاخ

جلتی ہے نخل شمع پہ اسے دل زبان شمع
گویا نکل رہی ہے نہال لگن کی شاخ

مشکین ہے تابدار ہے گوندھی ہوئی ہے زلف
مڑ کر پلٹ گئی ہے غزال ختن کی شاخ

کیون کھل گیا ہے آج گریبان غنچہ دار
گل لیکے آئی ہے مرے گل پیرہن کی شاخ

پھولونمین دب گیا ہون مقید ہون گور مین
ناحق لگائی یار نے بند کفن کی شاخ

رنگین کلام سے ہین گل تر کھلے ہوے
ہے مصرع غزل مرے نخل سخن کی شاخ

سرسبز ہوگئی نئے مضمون کی فکر سے
پہنچی فلک پہ نخل زمین کہن کی شاخ

سرسبز اس زمین مین نہو کیون مرا کلام
میرا قلم ہے باغ و بہار سخن کی شاخ

انشا و ذوق ناسخ و آتش گزر گئے
فکر ولا سے سبز ہے آواگون کی شاخ

ردیف دال مہملہ

(۱۴۰)

تم کو ایام جوانی مین ہے آرام پسند
ہم کو ہنگام ضعیفی مین ہوا کام پسند

زاہد خشک کو کعبہ کا ہے احرام پسند
کافر عشق کو ہے سجدۂ اصنام پسند

دل عشاق کو کعبہ سے سروکار نہین
خانۂ عشق کو ہے کوے دلارام پسند

یادِ جانان مین گزرتے ہین مرے لیل و نہار
زلف و عارض سے ہوے ہین سحر و شام پسند

تیری آنکھون سے جو تشبیہ نہ پاتا ایجان
میری آنکھونکو نہ آتا کبھی بادام پسند

یار کے سلسلۂ زلف مین جبدن سے پھنسا
دل بنا خانۂ زنجیر مین آرام پسند

گھور نیکو مرے مہتاب کے چشم بددور
قرص خورشید کو آیا ہے لب بام پسند

خلوتِ خاص سے نفرت کا سبب کچھ تو کھو
کسکی خاطر ہے تمھین انجمن عام پسند

چوم کر مصحف عارض کو کھا عاشق نے
کافرِ عشق کو ہے شیوۂ اسلام پسند

دانۂ خال پہ زلفون مین پھنسا جاتا ہے
تیرے بلبل کو ہمیشہ سے ہے گلدام پسند

رات دن وصل کی امید کا ملتا ہے مزا
کیون نہو مجکو منجم ترے احکام پسند

دلربا کون ہے اور کسکی خطا ہے ناحق
مجھپہ الزام لگاتا ہے وہ الزام پسند

تیرے غصہ مین مرے دلکو مزا آتا ہے
تیرے عاشق کو ترے منہ سے ہے دشنام پسند

نشۂ مے سے متنفر ہے ترے عاشق کو
ساغرِ چشم سے ہے بادہ ہے جام پسند

روز و شب دیکھ کے طالع پہ حکومت تیری
مین کرونگا نہ کبھی شکوۂ ایام پسند

مین ہون بے نام و نشان کچھ پہ گمنامی مین
نام لیوا ہون ترا مجکو نہین نام پسند

عشق جانان مین ہوا جان کا جانا آسان
ہے زیادہ مجھے آغاز سے انجام پسند

آج تشبیہ زنخدان مین حلاوت ہے نئی
میوۂ سیب سے بڑھکر ہے مجھے آم پسند

پختگی سیب زنخدان مین نہ آئی آخر
ہوس خام کو آیا ثمر خام پسند

چمنستان بلاغت مین جو آئی تشبیہ
غنچۂ دل کو ہوا عارض گلفام پسند

چاہتا ہے وہ قفس ہی مین تڑپکر مر جاے
مرغ بسمل کو ہے صیاد ترا دام پسند

جان جانے پہ بھی آنے کی تمنا سنکر
کبھی آتا نہین ان کو مرا پیغام پسند

ہین ترے حسن کے شیدا ملک و جن و بشر
قابل قدر ہے وہ چیز جو ہے عام پسند

عشق سے میرے اگر ننگ ہے تجکو ایجان
مجکو ہرگز نہین تو مجھ سے ہو بدنام پسند

قدر کی قدر نے کل خواب مین فرمانے لگے
اور کاموں سے ترے ہے مجھے یہ کام پسند

ہوگئے ہم بھی تری زلف کے پھندے مین اسیر
ہے بلاغت مین ہمین صنعت ایہام پسند

قافیہ تنگ ہے میم دہن یار کی طرح
فوج اشعار سے ہے زلف مجھے لام پسند

خاک و خون پر ہے **ولا** بستر راحت اُسکا
سایۂ تیغ مین عاشق کو ہے آرام پسند

(۱۲۱)

چاند گھٹنے لگا کمال کے بعد
زرد سورج ہوا زوال کے بعد

وہ طبیعت کے اشتعال کے بعد
سرد ہوتے ہین انفعال کے بعد

یہ ستم لاجواب ہے تیرا
روکتا ہے مجھے سوال کے بعد

اوج کی قدر تھی نہ سورج کو
قدر نعمت ہوئی زوال کے بعد

کیا نہ ٹھہروگے آج پانچ منٹ
یار آئے ہو پانچ سال کے بعد

شب فرقت ہے مثل صبح وصال
خوب سمجھا مین اس مثال کے بعد

لالہ روئی مین اب نہین ہے کلام
گل عارض پہ داغ خال کے بعد

حُسن مین حور خلد کا رُتبہ
ہے ہمارے پریجمال کے بعد

دیکھکر آئینے مین عشق کی وجہ
اب وہ سمجھے ہین انفعال کے بعد

شب فرقت مین شوق وصل کا لطف
یاد رجاتا رہا وصال کے بعد

اون کے احکام ظلم کی تصویر
کھینچدی مین نے امتثال کے بعد

خط کے آثار کچھ ڈراتے ہین
دیکھ لینا تم ایک سال کے بعد

پھر ہرا زخم دل ہوا تازہ
ہائے افسوس اندمال کے بعد

تیرا درجہ ہے اے مرے محبوب
حسن ہین حسن لایزال کے بعد

جو مناسب ہو حکم دین سرکار
اپنے عاشق کے عرض حال کے بعد

پھر طبیعت سنبھل گئی ان کی
کل کی محفل مین کچھ ملال کے بعد

وہ سمجھتے ہین دوست دشمن کو
ہم چلے اون کے اس خیال کے بعد

محتسب دار و گیر مستان ہین
تیرا درجہ ہے کوتوال کے بعد

کر لیا دخت رز کو واعظ نے
اپنے مطلب کا قیل و قال کے بعد

پھر نہ آویگا بزم عالم مین
میر سے خالق ترے وصال کے بعد

قدر کبک دری کی کچھ نہ رہی
تیری اٹکھیلیون کی چال کے بعد

نکتہ سنجی سخنوری ہین جناب
قدر مضمون ہے بول چال کے بعد

(ق)
داغ دل پر ہے کیون ہمین اے داغ
جانشین تیرے ارتحال کے بعد

جیسے اختر جلیل بعد امیر
ہین کمال و ضیا جلال کے بعد

طبعزاد ولا رہے یا رب
جانشین اس کا انتقال کے بعد

(۱۲۲)

جور سے باز رہا یار مرا میر کے بعد
ہو گیا ہاتھ بھی خنجر سے جدا میر کے بعد

نہ ہوا دم کسی سینے مین خفا میر کے بعد
نہ ہوا کوئی گرفتار جفا میر کے بعد

بیوفائی تری مخصوص تھی مجھ سے ایجان
تیرے پیمان مین ہوا وصف وفا میر کے بعد

تیرے انداز کو پہچاننے والا نہ رہا
ہائے گمنام ہوئی تیری ادا میر کے بعد

خون دل جب تری گردن پہ ہوا یار سوار
دست گلگون ہوئے محتاج حنا میرے بعد

سامنے میرے ہر اک بات میں شرم آتی تھی
تیری آنکھوں سے گئی شرم و حیا میرے بعد

ناتوانی ہوئی آنکھوں کی تجھے اب معلوم
چشم بیمار کی ہوتی ہے دوا میرے بعد

جھوٹ کتنا ہو نکو سچ اسکو خدا جانتا ہے
خیر تیری نہیں اے جان بخدا میرے بعد

تیری فرقت میں مری آنکھ نکو نہ دکھائے خدا
میں چلا تیرا نگہبان ہو خدا میرے بعد

تیری شمشیر کا دستہ تھی بصیرت میری
تیرا عاشق کوئی ہوگا نہ ہوا میرے بعد

میں فدا تجھپہ بتا دے مجھے اے (الفت پیشہ)
کون ہوگا تری قامت پہ فدا میرے بعد

بخشتا ہے وہ ترا مصحف عارض پڑھکر
یہ تعجب ہے عدو دوست بنا میرے بعد

میرے مرنے کا اسے کیوں نہ ہو غم دنیا میں
مرتبہ دشمن کا انکا گھٹا میرے بعد

قبر پر میری ہے اسے یار اسی کا تعویذ
کوہ غم نے بھی عجب کام کیا میرے بعد

اس سے لکھ دیجئے یہ نام و نشان مجھ پر
آکے پوچھے جو کوئی حال مرا میرے بعد

لب شیریں سے ترے ہو گئی شیریں مشہور
نام فرہاد کا تیشے پہ چڑھا میرے بعد

ہو گئے لگنے گرفتار سے پچھلے ہشیار
تیری زلفوں میں پھر کوئی پھنسا میرے بعد

خون بہا بخشدیا میں نے اسے کرکے معاف
بے وفا تھی کہ مرا خون بہا میرے بعد

آج تو دل میں کھلا راز محبت دشمن
میں گرا پہلے وہ غش کھا کے گرا میرے بعد

تجھپہ مرتا ہوں ترا جور و ستم سہتا ہوں
شکر اس کا ہے مرا نام رہا میرے بعد

میں بلاکش تھا مجھے یاد کروگے اک دن
زلف ہوگی جو گرفتار بلا میرے بعد

تیری لیلے سے مرا یار رہا جب فائق
پھر تو در جا ارے مجنوں ہے ترا میرے بعد

کوئی مجھ سا نہیں جو جور و ستم سہتے ہیں
تو نکالیگا بھلا جی کبھی کیا میرے بعد

بد دعا تھی کسی مظلوم کی جو ساتھ ہی ساتھ
آگئی دشمن ظالم کی قضا میرے بعد

منھ پہ کھدسے مری غیبت کی ضرورت کیا ہے
تو نکر اے مریجان میرا گلا میرے بعد

پائیگا تو بھی مرے صبر و تحمل کی سزا
ارے دشمن جو زمانے مین رہا میرے بعد

چار ناچار سہا کرتا ہے ظالم کا ستم
میرا دشمن ہی مرا شاگرد بنا میرے بعد

تو نہ بھولیگا مری یاد دلائینگے تجھے
حلم و تسلیم و رضا صبر و وفا میرے بعد

نکتہ سنجان سخن سنج مثالِ آتش
مغفرت کی [illegible] مانگینگے دعا میرے بعد

پہلے ہی کہ چکے گویا و ظفر غالب و بحر
کون کہتا ہے مین دیکھونگا ولا میرے بعد

(۱۲۳)

کس پہ ڈھاؤگے ستم میرے بعد
کس پہ برساؤگے غم میرے بعد

کیون نہ دشمن کو ہو غم میرے بعد
گھٹ گیا اسپہ کرم میرے بعد

آئیگا آپ کے دم مین دشمن
شوق سے دیجئے دم میرے بعد

بن گئے خلق مجسم ایسے
آگیا پیٹھ مین خم میرے بعد

کیجئے دشمن نااہل پہ آپ
خوب دل بھر کے کرم میرے بعد

روز ہوتی ہے جھڑپ دشمن سے
اُس کا ہے ناک مین دم میرے بعد

مورد جور نہین ملتا ہے
انکو آرام ہے کم میرے بعد

کس نئے ڈھنگ سے بدلا افسوس
انکا اندازِ ستم میرے بعد

کس کے سینے مین گھٹیگا اے دوست
ڈر یہہ دشمن کو ہے دم میرے بعد

ہو گئی تیری حقیقت اے دشمن
کھل گیا تیرا بھرم میرے بعد

بت و مشرک کی ہے اچھی سنگت
اب نہ بگڑیگا دھرم میرے بعد

کوئی غمخوار نہ ہوگا میرا
دل سے مٹ جائیگا غم میرے بعد

اُس کے رہنے کو کوئی دل نہ رہا
اپنا غمخوار ہے غم میرے بعد

سابقہ تم کو عدو سے ہوگا
ہے اسی کا تجھے غم میرے بعد

جان بلب ہون مین مرے دشمن کے
دم مین آجائیگا دم میرے بعد

نہ گرائے گا کوئی آہون سے
آپ کے بام پہ بم میرے بعد

ہاے رونا تو کجا آنکھ مین بھی
نظر آیا نھین نم میرے بعد

دفتر عشق کے لکھنے کے لئے
سر دشمن ہو قلم میرے بعد

ہے سبر اک دو قدم آگے پیچھے
رہرو ملک عدم میرے بعد

نظر آئیگا نہ آنکھون مین کبھی
حسن خوبان مجسم میرے بعد

آپ کا ساتھ عدو دے نہ سکا
عشق مین ایک قدم میرے بعد

تجکو رجعت سے بچایا مین نے
پھر نہ کھا سر کی قسم میرے بعد

دشمنون کو نہ رہیگا باقی
حیدرآباد مین غم میرے بعد

اے ولا دیکھئے اس طرح مین آج
کس کا چلتا ہے قلم میرے بعد

د ۱۲۴۲

جاتی نھین ہے دل سے مرے گلبدن کی یاد
جسطرح عندلیب کے دل سے چمن کی یاد

دشت جنون مین عمر بھٹکتے گزر گئی
لیکن دل حزین سے نہ نکلی وطن کی یاد

گو لکھنؤ کی سیر مین محو سرور ہون
رہ رہ کے مجکو آتی ہے اپنے دکن کی یاد

بانک اور کٹار سے ہے قلا بازیونکا شوق
کیا جانے کیا کریگی ترے بانکپن کی یاد

کفنا کے وقت قاتل ظالم نے کیون کیا
مقتول کے ہے دلمین گلابی کفن کی یاد

پھندا ہے زلف شب ہے پریشان خیال ہے
اس زلف میں پھنسا یگی مشک ختن کی یاد

شمشیر لب نے لی جو خبر کٹ کے رہ گیا
رہبر عدم کی ہو گئی تیرے دہن کی یاد

پروانہ شمع رخ پہ کسی کے تھے اہل بزم
سوز دل حزین ہے تری انجمن کی یاد

وہ سنگدل ہے اس دل نازک سے بے خبر
ہے اس شکستہ دل میں کسی دل شکن کی یاد

عاشق کو بے قرار کیا سیر باغ نے
دیکھا جو سیب آ گئی تیرے ذقن کی یاد

سنکر زبان تیشہ قاتل سے آج تک
ہے میرے دل میں واقعہ کوہکن کی یاد

لب جل گئے ہیں اسکی حلاوت سے آج تک
ہے خوب مجکو اس لب شکر شکن کی یاد

دامان گل کو تھام کے رویا میں زار زار
جب آ گئی بہار میں گل پیرہن کی یاد

آویزہ اپنے کان کا کر لوں پکلیں جو لب
ہے میرے دل میں تیرے عقیق یمن کی یاد

ہر دم نئے نئے ہیں ستم آپ کے مگر
دل سے نہیں گئی ہے سپھر کہن کی یاد

سیلاب اشک سے مرے جاتی ہوا عدو
ہے دل میں اسکے میرے دم شعلہ زنکی یاد

آنکھوں میں پھر رہا ہے شجر چمن چمن
گلشن میں گل کھلاتی ہے اس گلبدنکی یاد

ذرا آپکی شکستہ دلی کا ہے ملکیو
کیا بات ہے ہوئی ہے غریب الوطن کی یاد

گرمی ہے بے قرار ہوئے دگل کو دیکھکر
آئی جو انکو میرے لب شعلہ زنکی یاد

گلگون قبا چمن کے اتاری ہے خوف سے
مقتول کے جو آئی انھیں پیرہن کی یاد

ابتک ہے میرے دل میں محبت کی یادگار
آ تو وہ خون میں مرے گلگون کفن کی یاد

فرقت کی شب بھی شام غریباں سے کم نہیں
رہتی ہے رات بھر مجھے صبح وطن کی یاد

گلرو سے خانہ باغ میں بلبل لپٹ گیا
عارض کو دیکھکر اسے آئی چمن کی یاد

تسبیح ہاتھ میں ہے دل بیقرار میں
زنّار تار سے ہے بت برہمن کی یاد

ایمان شکن ہے کفر ہے عشق بتان ولا
مومن کو تار سبحہ سے ہے برہمن کی یاد

ردیف دال ہندی

(۱۲۵)

جب ہوا زاہد کو اپنی پارسائی کا گھمنڈ
کیوں نہ ہو اُس بت کو پھر اپنی خدائی کا گھمنڈ

کیوں نہ ہو بیدل کو اپنی بیدلی پر فخر و ناز
جب دل دلدار میں ہے دلربائی کا گھمنڈ

کیوں نہ ہو خون دل عاشق کو ان ہاتھوں پہ ناز
دست گلگوں کو ہے جب رنگ حنائی کا گھمنڈ

کیوں ترے ٹھکر گر جائیے ہم سوا نہ ہوں
عمر بھر مجھکو رہا اپنی سچائی کا گھمنڈ

اُسکے وم سے قافلہ ہے منزل مقصود پر
کیوں نہ ہو رہبر کو اپنی رہنمائی کا گھمنڈ

کیوں لب جان بخش سے عیسیٰ بنے ہیں دم بخود
کیا ہوا وہ آپکی معجز نمائی کا گھمنڈ

مجھکو تیری آبیاری سے ہے خون دل پہ ناز
تجکو ہے برگ حنا دست حنائی کا گھمنڈ

آج زاہد اُس بت کافر پہ ہوتے ہیں فدا
جنکو تھا ذرات اپنی پارسائی کا گھمنڈ

تیری صورت سے عیاں ہے تیرے دلکا مکر و فن
ہے تجھے واعظ عبث دلق ریائی کا گھمنڈ

زاہد و داغ جبین سے ہے سیہ روئی کا خوف
ہیں بڑے نادان جنھیں ہے جبہ سائی کا گھمنڈ

بار خاطر ہے ترے پاتا نہیں گرد ملال
تھا مجھے جانان ترے دلکی صفائی کا گھمنڈ

تونے احباب پراے بے وفا کرتا ہے ناز
دلکو میرے تھا تری دیر آشنائی کا گھمنڈ

ناخن شانہ کو ناز مو شگافی کیوں نہ ہو
جب تجھے ظالم ہے اپنی کج ادائی کا گھمنڈ

بزم میں دیکھا نہیں کیا روے روشن کا فروغ
شمع کو ناحق ہے اپنی روشنائی کا گھمنڈ

غیر کی خاطر کیا ہم پر ستم بیگانہ وار
تھا غلط نا آشنا کی آشنائی کا گھمنڈ

ہم وفادارونکو ہے اپنی وفاداری پہ ناز
بے وفاؤنکو ہے اپنی بیوفائی کا گھمنڈ

کچھ نہ ہاتھ آیا شکست دل کا لقا انکو علاج
گرچہ تھا اسکو خواص مومیائی کا گھمنڈ

چھوٹکر بندِ قفس سے عشق گل میں جا پھنسا
بلبل نادان کو تھا اپنی رہائی کا گھمنڈ

گرچہ پھٹکار آگیا ہے آج آ دیکھیگا کل
دشمن مردود کو ہے بے حیائی کا گھمنڈ

بیگمان دل آگیا زلف رسا کے پیچ میں
دلربا اسکو نہ تھا اپنی رسائی کا گھمنڈ

ایک بھی چلنے نہ پائی آج اسکے روبرو
رستم نادانکو تھا زور آزمائی کا گھمنڈ

کھو دیا دل اُسنے اے دلبر تغافل کے سبب
ہے غلط عاشق کو اپنی بیخیالی کا گھمنڈ

اپنے ہاتھوں ایک ٹھوکر سے ہوے پامال ہم
پاے نازک کو نہ تھا نازک ادائی کا گھمنڈ

اُسکے آگے کچھ نہ ہاتھ آیا ندامت کے سوا
تجکو عاشق تھا عبث کار آزمائی کا گھمنڈ

دست و پا کھینچے ہوے ناچار فرش خاک ہیں
خواب غفلت میں جنھیں تھا چارپائی کا گھمنڈ

غیر کے محتاج ہیں جنکو ہے شاہی کا غرور
شاہ ہیں وہ جنکو ہے اپنی گدائی کا گھمنڈ

ناخن عثمان میں ہے دست یداللّٰہی کا زور
دور عثمانی کو ہے مشکل کشائی کا گھمنڈ

میری غیرت نے گوارا کی نہ غیروں کی مدد
زور بازو سے رہا اپنی کمائی کا گھمنڈ

سحر کو جادو بیانی پر ہے اپنی فخر و ناز
مجکو ہے اپنی طبیعت کی رسائی کا گھمنڈ

ہے مثل جسکو پیا چاہے سہاگن ہے وہی
اے ولا باطل ہے اپنی خود نمائی کا گھمنڈ

ردیف ذال معجمہ

(۱۲۶)

ہم لکھا کرتے ہیں اس شوخ کو اکثر کاغذ
چاک کر دیتا ہے بے دیکھے ستمگر کاغذ

میرے قاصد نے جو کی ایک نظر کی خواہش
یار نے پھینکدیا ہاتھ میں لیکر کاغذ

نامہ بر نے کبھی چاہا جو مرے خط کا جواب
تو نے منھ پھیر لیا پھینک کے اُسپر کاغذ

جب مرے خط کو وہ برعکسِ عمل پڑھنے لگا
بن گیا آئینۂ حسن کا جوہر کاغذ

قافیے کے لئے ناسخ ہوئے ایسے محتاج
نہ قلم ہے نہ سیاہی نہ میسر کاغذ

زلف کی قید مین جکڑے ہوئے مفلس ہین اسیر
نہ تو کاتب نہ قلم ہے نہ میسر کاغذ

شہرت خط سے ہوئی نامہ نگاروں کی وہ دھوم
نہین ہوتا ہے مجھے دنیا مین میسر کاغذ

کاغذ زر سے بڑھی کاغذ مکتوب کی قدر
تول کر دیتے ہین سونے کے برابر کاغذ

ملگیا خط و کتابت کا پتا غیروں کی
تہ بتہ جمنے لگے ہین تہ بستر کاغذ

اڑتے پھرتے ہین پتنگوں کی طرح کثرت سے
کوچۂ یار مین اغیار کے پھٹکر کاغذ

کثرت رسل و رسائل کا ملا اس سے ثبوت
مین نے پلٹے ہین ترے کوچے مین اکثر کاغذ

بیرخی سے نہ دیا تو نے مرے خط کا جواب
بدمزاجی سے ہوا داخل دفتر کاغذ

لے چلا نامۂ عاشق کو ہوا پر قاصد
طائر روح کے بازو مین ہے شہپر کاغذ

(ق)

تیرے غصے کے تصدق جو نہ آتا تجکو
چھوٹکر ہاتھ سے جاتا نہ قدم پر کاغذ

تو نہ تعظیم کتابت مین اٹھاتا اوسکو
اور نہ آنکھون سے لگاتا مرے دلبر کاغذ

دور سے قاصد دلبر جو نظر آنے لگا
تیرے عاشق نے لیا ہاتھ سے بڑھکر کاغذ

مین نے چوما ترے سربند لفافے کا دہن
تھا لعاب لب شیرین سے ترے تر کاغذ

یون لفافے مین ہے ناسخ کا کلام شیرین
جسطرح باندھتے ہین قند کے اوپر کاغذ

ذوق پایا نہ ولا نے سخن ناسخ سے
رہ گیا کوزۂ مصری پہ لپٹ کر کاغذ

(۱۲۷)
(ق)

لا ترے پر کو بنا دون مین کبوتر کاغذ
بال و پر سے کہین گر جائے نہ اڑ کر کاغذ

خانۂ یار مین پر جھاڑ کے وہ کہنے لگا
نامۂ شوق کا ہے آج مرا پر کاغذ

لکھ سکوں حالت بے تابی دل حرف بحرف / ہوا اگر صفحۂ عالم کے برابر کاغذ

اختلاج دل محزون جو رقم ہونے لگا / گر گیا ہاتھ سے عاشق کے اُچھلکر کاغذ

اشک گلگون سے مرا کاغذ خط ہے ابری / ابر دیدہ سے مرے خط کا ہوا تر کاغذ

کر دیا شکوۂ انکار سے انکار جدا / دیدیا ہاتھ مین قاصد کے کتر کر کاغذ

جب لکھی راستی قد کی ثنا سودا تے / نھین پایا کبھی محتاج بمسطر کاغذ

حال گویا نے لکھا چین بجبین ہونے کا / جیسے رکھتا ہے شکن صورت مسطر کاغذ

شکوۂ چین بجبینی سے پڑی تجھپہ شکن / اس مرے خط کو نھین حاجت مسطر کاغذ

میری آہون نے جو دی منت قاصد سے نجات / خود بخود جانے لگا ہاتھ سے اڑ کر کاغذ

مجکو ہیہات مری آہ نے لکھنے نہ دیا / اڑ گیا ہاتھ سے مانند کبوتر کاغذ

روشنائی مرے دیدے کی سیاہی سے بنی (ق) / ورق دل سے ملا خط کے برابر کاغذ

یار جب پڑھنے لگا اسپہ پڑی میری نگاہ / رکھ دیا ہاتھ سے ظالم نے جھجک کر کاغذ

خط کے لکھنے مین جو آیا خط عارض کا خیال / بنگیا مدحت عارض مین گل تر کاغذ

حیلۂ خط مین ہوا عاشق محزون کا وصال / ناتوانی سے ہوا جب تن لاغر کاغذ

خامۂ کاتب تقدیر کو شرم آنے لگی / بنگیا خط سے ترے راز کا دفتر کاغذ

آتش عشق ٹپکنے جو لگی خامے سے / بنگیا خط کا مرے بال سمندر کاغذ

ہے زبان قلم کاتب تقدیر کا قول / خط تحریر مین ہے لوح سے بہتر کاغذ

کبھی اُڑتا ہے ہوا پر کبھی بنتا ہے پتنگ / ابر کی طرح ہوا سے ہے سبک تر کاغذ

نسخۂ مشق سے ہے تدبیر کتابت کے لئے / قدرت خامۂ تقدیر کا مظہر کاغذ

اسکے شیرازۂ اوراق سے بنتی ہے کتاب / اپنے مکتوب سے ہے تو وہ دفتر کاغذ

عرصۂ دہر میں وڑاتے ہیں اُسکے گھوڑے
ہے جہان گرد فلک سیر تگاور کاغذ

کاغذی ناؤ سے اُترا نہ کوئی پار کبھی
کاغذی پھول سے ہوگا نہ معطر کاغذ

داد خواہوں کے لئے خاص ہے کاغذ کا لباس
سر خط و قول و تمسک ہے مقرر کاغذ

رنگ لاتا ہے کبھی صفحۂ عارض کی طرح
کبھی افشاں سے ہی ہوتا ہے منور کاغذ

نکتۂ علم بیان محرم اقسام کلام
حامل جسم سخن جان سخنور کاغذ

صفحۂ کاغذ عکسی ہو جو آئینۂ عکس
عکس تصویر پرشیند ہمہ تن بر کاغذ

تاؤ ہم کھانے لگے دیکھ کے سودا کی غزل
پڑھ گئے صفحۂ دیوان سے اُلٹا کر کاغذ

کیوں نہ ہو نامہ بری بلبل گلشن کو قبول
میرے خط کا ہے ولا برگ گل تر کاغذ

ردیف راے مہملہ

(۱۲۸)

ہے گل کو اگر ناز تری گلبدنی پر
غنچے کو تفاخر تری غنچہ دہنی پر

بلبل کو مسرت ہے تری نغمہ زنی پر
طوطی کو حلاوت تری شکر شکنی پر

نادم ہے وہ خود اپنی غریب الوطنی پر
افسوس ہے عاشق کو تری طعنہ زنی پر

ملنی ترے کوچے میں جگہ کچھ نہیں مشکل
رحم آئے اگر میری غریب الوطنی پر

جب یار ہمی پر ہے تری خلق میں تکرار
کیا حرف ہے عاشق کی دریدہ دہنی پر

میں خانۂ کعبہ میں چھپا دوں مرے بت کو
واعظ کو ہے اصرار اگر بت شکنی پر

کیا نخل محبت کا ثمر ہے یہی اے جان
آمادہ ہوے آپ مری بیخ کنی پر

غصے میں تری تلخی گفتار کو جانان
ترجیح ہے بے شک مری شیریں سخنی پر

سینے سے ہوا پار مسلّم ہے مرا غم
قربان ہے دل آپکی ناوک فگنی پر

فرہاتش شیرین سے بہا دودھ کا دریا
فرہاد کو کیون ناز نہ ہو کوہ کنی پر

جب فخر ہے حاتم پہ کریمان جہان کو
حاتم کو نہ کیون رشک ہو عثمان غنی پر

ابرو کے اشارے سے ہوا قتل ہمارا
قربان ہے دل آپکی شمشیر زنی پر

تاراج ہوے صبر و خرد ایک ہی شب مین
اے زلف تعجب ہے تری راہ زنی پر

ہو جائیگی خالق سے وِلا میری شفاعت
جب مجکو بھروسہ ہے رسول مدنی پر

(۱۲۹)

ہوتے ہین فدا گل تری نازک بدنی پر
قربان ہے بلبل تری گل پیرہنی پر

دانتونکو ترے فوق ہے دُر عدنی پر
لب کو ترے ترجیح عقیق یمنی پر

عاشق کو ترے ذوق غریب الوطنی کا
کوچےکو ترے فوق ہے حب الوطنی پر

ایفا نہ ہوا گر ترا وعدہ نہین کچھ غم
ہے مجکو تاسف تری پیمان شکنی پر

تائب ہوا کل آج ہے میخانے مین موجود
لعنت ارے زاہد تری توبہ شکنی پر

یون ہی ترے کوچے مین پڑا ہے مرا لاشہ
کیا رحم نہین تجکو مری بے کفنی پر

دل توڑ دیا تونے مرا دلبر ظالم
آتا ہے مزا تجکو مری دل شکنی پر

تو غیر کو کرتا ہے رقابت کا اشارہ
لاحول ولا تُف ہے تری طبع دنی پر

نازک ہے بہت زندگی مرغ دل آہ
ہے جس کا نشیمن ترے نیر یکی انی پر

تریاق بنا شربت لعل لب جانان
جب اُسنے پلایا مُجھے ہیرے کی کنی پر

سینے سے گیا دل تو ہوا رنج مین ماتم
اغیار کو ابرا دے ہے کیون سینہ زنی پر

صدقے مین امیر آپکے ہے ذوق سخن کا
استاد ہین نازان مری شیرین سخنی پر

لایا ہون وِلا قلزم دل سے دُر مضمون

غواص کو حیرت ہے مری غوطہ زنی پر

(۱۳۰)

تبسم یار کا مجھسے ستم ڈہاتا ہے دشمن پر ❊ وہ جل جاتا ہے جب گرتی ہے بجلی میرے خرمن پر
ہین جو گلچین ہون جسکو شاخ گل نے گالیان دی ہین ❊ جھڑے ہین پھول اسکے منہ سے میرے ولکنے دامن پر
ہین وہ منصوبہ بازِ عرصۂ شطرنج ہون جس کے ❊ پیادے بات کرتے ہین سوار فیل و توسن پر
ہین بسمل ہون کسی خونریز کے دستِ حنائی کا ❊ تڑپ یہ ہے کہین دھبہ نہ آئے اسکے دامن پر
چمن مین تذکرہ گل کا گلون سے عشق بلبل کا ❊ پریشان حال سنبل کا زبان شوخ سوسن پر
کہین غنچہ کہین ہے گل کہین نرگس کہین سنبل ❊ دہان و چشم و رخ کا کل عیان ہین وے گلشن پر
ترے بیمار کو حاجت ہے آہن تاب پانی کی ❊ تری تلوار مین ہے تاب قائم آب آہن پر
ہوا لکھاتا ہے میرا شعر و پھر پھر کے گلشن کی ❊ ہنسی آتی ہے مجکو اس چراغ زیر دامن پر
کھنچی جاتی ہین جو رسنگدل سے آہنی جانین ❊ حکومت سنگ مقناطیس کی ہے میخ آہن پر
کیا تشنو نکو آب تیغ سے سیراب مقتل مین ❊ رہیگا حشر تک قاتل کا احسان میری گردن پر
تلاش غیر مین وہ آگئے ہین بدگمان ہوکر ❊ وگرنہ آج کیون آنے لگے وہ میرے مسکن پر
تمھارے دلکی سختی پر ہوئی ایزا دبے رحمی ❊ مرے سوزِ جگر سے چڑھ گئی ہے آب آہن پر
اگر تارِ نگہ مژگان سے ملجائے تو کیا کھنا ❊ نہ للچائے دلِ زخمِ جگر پھر نوک سوزن پر
کلیجہ تھام کر ہوتا ہون بے خود زخم پنہانکی ❊ اگر قسمت سے پڑتی ہے نظر اُس ناوک افگن پر
ہماری آنکھ سے دیکھو تو پاؤ حظ جوانی کا ❊ خود آرائی سے کیون اترا رہے ہو اپنے جوبن پر
چھپایا مصحف عارض کو زلف و خال کافر نے ❊ تو جتہ شیخ سے بڑھکر ہے اُس بت کی برہمن پر
جگہ دی خانۂ دلمین لگایا اپنے سینے سے ❊ تصدق ہوگیا دل اُس نگاہ ناوک افگن پر
بہایا خون شیشے کا ترے دستِ حنائی نے ❊ خطا تھی باپ کی خون آگیا بیٹے کی گردن پر

ہماری طبع روشن سے ولاؔ مضمون یہ ہاتھ آیا
رہیگی شمع روشن تا قیامت اپنے مدفن پر

(۱۳۱)

نقاب تار زر کافی نہیں اس روئے روشن پر
چراغ اندر ہے پردہ چاہیے کوٹھے کی چلمن پر

ترے ہیں دانت موتی حقہ گوہر دہن تیرا
تفاخر ہے سخن سنجو تمکو اس تشبیہ روشن پر

لبوں میں ہو گئی تکرار جب دانتوں سے جوہر کی
مشتبہ ہو گئے موتی تب دندانکے کندن پر

نحافت سے فن تشریح کے کام آگیا عاشق
مکمل ہڈیوں کا ڈھانچ ہے قائم مرے تن پر

مہ تابان ہیں بیشک جلوہ گر پردیکی اوجھل میں
جبھی تو چاندنی چھن چھن کے پڑتی ہے مرے تن پر

کسی خورشید تابان نے لگادی آگ تربت میں
چڑھی ہے دھیکی زر لفت چادر میرے مدفن پر

فلک سیری سے تیرے بادپائے آتشین سم کی
مہ نو کا گمان ہوتا ہے روئے نعل توسن پر

مرے خورشید تابانکے لب و دندانکا کیا کہنا
جبھی لعل بدخشانکی تہ میرونکے معدن پر

قیامت ساتھ لائیگی ترے عاشق کی پامالی
پڑیگا ہاتھ میرا حشر میں قاتل کے دامن پر

ستم ہے خاکسارون پر ترا دامن جھٹک دینا
غبار راہ بھی نہ بیٹھے تیرے دامن پر

برائی کیا ہوئی جب رحم کا طالب ہوا عاشق
سیاہ صلح پر آمادہ ہیں لڑنے کے چتون پر

ہوا جب عاشق مہر فلک ہمرنگ بلبل کا
گل خورشید کا سایہ پڑا شاخ نشیمن پر

رنگا ہے میرے خون دل سے تمنے دست گلگوں
وبال آیا ہے کیون دزد حنا کا میری گردن پر

لگا ہاتھ ہے پہر کا عشق بتان میں ہو گیا کافر
کسی زاہد کا دل جب آگیا پور برہمن پر

مرے ہی خون دل سے دست نازک ہو گیا گلگون
مرینگے سیکڑون اور خون آنکا میری گردن پر

اگر دعوے کرے گل رنگ و بو میں تیرے عارض کا
قسم حق کی چڑہا دونگا میں اربرگ سوسن پر

مری گردن میں اس شمشاد قد کا طوق ہے ایسا
کہ جیسا طوق احسان سرو کا قمری کی گردن پر

جو ہوتا وہ بت کافر خلیل اللہ کے آگے — ہزاروں بت شکن گرتے وہین پاے برہمن پر

مجھے عشاق کی کثرت سے ہمدردی یہ ہاتھ آئی — ہمیشہ مہربان رہتا ہون مین دشمن کے دشمن پر

ولا اس طرح مین رہبر ہین غالب اور آسیر اپنے
فدا آتش زبان آتش ہماری طبع روشن پر

(۱۳۲۶)

آمادہ کیون ہوا ہے تو اسکے ہلاک پر — بسمل تری نگہ کا تڑپتا ہے خاک پر

خود بینی و غرور کی حد ہو چکی جناب — مکھی بھی بیٹھنے نہین پاتی ہے ناک پر

دشمن کی ہین ہمارے یہ سب کارسازیان — تنکے ہین آج راہ گزر کے مغاک پر

پیتے ہین خون کھاتے ہین غم تیرے عشق مین — ہے اپنی زندگی غم دل کی خوراک پر

دشمن ڈرا اشارے سے ہم نے بڑھا دیا — کام اپنا ہم بنا ہی چکے انکی دھاک پر

لینے کو کیون بڑھے ہین خدا خیر ہی کرے — ہم کو بھی ہے نہاک تمھارے تپاک پر

انکا شکار اُنکے نشانے پہ پہنچ گیا — وہ ہین ہماری تاک مین ہم اُنکی تاک پر

ہو کر بھی خاک ہاے نہ گردش سے ہم بچے — ہم کو پھرا رہا ہے کمھار اپنے چاک پر

دلمین ترا خیال رہے یا کہ غم رہے — راضی نہین ہے عشق مرا اشتراک پر

قبضے مین ہیں مرے مصحف عارض لیے عدو — کیون فاتحہ پڑھون نہ تری روح پاک پر

منہ پر ہے ہاتھ ضبط فغان جوش دل کے ساتھ — ٹھہرا ہوا ہے شیشہ مے اپنے کاک پر

پامال کیا ہو سے کہ ہوئی قلب ماہیت — کشتے ہے تو ناز ہوا اپنی خاک پر

جور و جفا کی ہو گئی حد اے ستمگرو — رحم اب تو کچھ کرو دل اندوہناک پر

بر با لگا کے ہم بھی اُڑائین گے ایکدن — اے سنگدل چٹان ہے تیرے تپاک پر

دامن پکڑ کے ہم نے ابھارا اسے ولا

افسوس کیون ہے اپنے گریبان کے چاک پر

(۱۳۳)

غصہ کچھ اسقدر ہے ستمگر کی ناک پر
مکھی نظر پڑی تو مگس ران ہے خاک پر

سیکش اداے دختر رز پر فدا ہین آج
انگلی قدم قدم پہ وہ رکھتی ہے ناک پر

پلکین ہلین تو پھر ترے تار نگہ کے ساتھ
چلنے لگی مشین دل چاک چاک پر

بے خود بنی ہے جوش محبت سے بزم مین
عاشق ہوئی ہے دختر رز پور تاک پر

جر ثقیل سے بھی نہ ہرگز اتر سکین
غم کے پہاڑ ہین دل اندوہناک پر

توشک سے تھی غرض نہ مسہری کی احتیاج
ہم تھے تمام رات اُسی فرش خاک پر

وہ کر رہے ہین غیر کی سازش سے فکر کیا
لعنت ہے ایسی زندگی خوفناک پر

کشتہ تو ہو چکا ہون مگر کیمیا نہون
پڑ جاے گر تمھاری نظر میری خاک پر

بد قسمتون کی گردش قسمت سے لے سبق
کیا ناز کر رہا ہے کنوین اپنے چاک پر

مہندی لہو لگا کے شہیدون مین مل گئی
رہنی نہین ہے خون جگر اشتراک پر

بیٹھے ہین ہم خطوط رسان کا ہے انتظار
سنتے ہین آج انکا خط آیا ہے ڈاک پر

ہم سامنے ہین ہاتھ مین تیرے کتاب ہے
شاباش آفرین ہے ترے انہماک پر

زاہد کے ساتھ دختر رز کی نہ بن سکی
آخر کو انفصال ہوا انفکاک پر

بیلنس اپنا آپ سنبھالو تو خیر ہے
سیکل سے ورنہ تم پھسل آؤگے خاک پر

دل مین کھبے تو آنکھ کی پتلی بنائین ہم
کچھ انحصار حسن نہین آنکھ ناک پر

ہے اُسکے اختیار مین سب کچھ مگر وِلا
تکیہ کئے ہوے ہین خداوند پاک پر

(۱۳۴)

جو مین نے دیکھی تمھاری صورت بنا دین آئینہ دکھا کر
جبین روشن تھی کدورت نگہ مری آئینے مین پا کر

لبوں سے انکے لیا جو بوسہ بگڑ گئے ناک بھوں چڑھاکر
ادب سے واپس دیا جو بوسہ تو رہ گئے اپنا منہ بناکر

یہ جور انکا ہے یا تغافل جو کوستے ہیں ہاتھ اوٹھاکر
یہ صبر اپنا ہے یا تحمل جو چپ ہیں خاموش سر جھکاکر

قیامت پر رکھدیا زمین نے چلے وہ نقش قدم مٹاکر
مٹادیا شیشہ نازنین نے نزاکت اپنی مجھے دکھاکر

ہوے ہیں پشت ورق افزا بنے ہیں بالا اُٹھاکے سر پر
وہ دیکھتے ہیں مرا تماشا عدو سے ڈویل مجھے لڑاکر

ہم آئے تھے حکم پر تمہارے ستمگرو تمکو خدا ہی سمجھے
بٹھا دیا تھا عدو کو کس نے تمہاری خلوت میں یوں چھپاکر

رہے جو خلوت میں رات تنہا تو بید مشک میں بھی بار پہنچا
کہا بگڑ کر لحاظ میرا ذرا تو اے بندۂ خدا کر

بھلا کے خون کرکے خود مظالم ہوا جو گردن پہ خون قائم
ملا شہیدوں میں آپ ظالم وہ اپنے ہاتھوں گلے لگاکر

وہ دینگے یا ہم کو ایک بوسہ وہ لینگے یا ہم سے ایک بوسہ
کھو نہ کیوں جی کہ ہو بھروسہ پڑے ہیں چپ منہ سے منہ ملا

جو آئے وعدے پہ وہ ستمگر تو خنجر ہی کی تھی کمان ابرو
مرے لیئے ناوک نگہ کو وہ آنکھ میں لائے تھے چھپاکر

جو انکا یہ دہن ہے غنچہ تو عارض سرخ پھول اُسکا
کریں نہ پژمردہ دل ہمارا نئے نئے روز گل کھلاکر

سبق دیا تختۂ دوم نے خط غلامی لکھا قلم نے
جو سخت جانی کا یار ہم نے سبق لیا اپنا سر کٹاکر

گیا ہے جس دن سے دل ہمارا ہم آہ دلبر ہیں بے سہارا
پڑے ہیں بے خانماں خدارا تمہارے کوچہ کو گھر بناکر

نہ کیوں ہو عشاق کو تاسف ہوا ہے غیروں سے تکلف
ذرا تو کر رات تک توقف ذرا تو اے بے حیا حیا کر

کرو نہ دلبر پہ تم بھروسا کبھی نہ پاؤگے اسکا بوسا
بخیل دیگا نہ ایک پیسا فقیر کو اپنا ہاتھ اُٹھاکر

خود آپ حیران تھے ماہ طلعت کہ مشتہر کیوں ہیں حیرت
تو اسکے عاشق نے انکی صورت دکھا ہی دی آئینہ اُٹھاکر

ہوئی ہے حالت خراب اپنی اُٹھاؤ منہ سے نقاب اپنی
دکھاؤ کچھ آب و تاب اپنی چراغ جلتا ہوا بجھاکر

وِلاؔ جو خلوت میں آئی گھنٹی لپک کے اُسنے بجائی گھنٹی
نہ پھر کری آنے پائی گھنٹی کہ آگیا غیر سر اُٹھاکر

جلایا ہیں یوں آپ دل ہمارا جو آگ اس میں لگا لگاکر (۱۳۵) بہائیں آنکھوں سے ہم بھی دریا پھر اپنے آنسو بہا بہاکر

عدو سے آنکھیں لڑا رہے ہو تم اپنی صورت دکھا دکھا کر
ادھر چھپاتے ہو اپنی صورت غلاف میں تم چھپا چھپا کر
نہ اسطرح سے گراؤ آنچل ادا سے تم ہاتھ اٹھا اٹھا کر
بڑھائی اغیار کی عداوت ہماری عزت گھٹا گھٹا کر
وہ اپنی محفل میں گا رہے ہیں غزل کا مضمون بنا بنا کر
وہ خواب میں آئے تھے سرہانے کچھ اونکا مطلب اپنی جگا کر
وہ اسکے دم کے ہیں آچکے ہیں وہ اسکو اپنا بنا چکے ہیں
نہ اپنی قسمت کے ہم ہیں مارے تمہارے کرتوت ہیں ستا کر
نقاب عارض پہ ہو بلا سے ہمیں تو ہٹ جاؤ تم دکھا کر
سکوت عاشق نے یہ سزا دی کہا کہ عارض پہ پی تھا دی
وہ سیر فوج بہار یہ تھی یہ تیغ کیا اور نہیں تمہاری
کھاکی غیبت برائی کیسی غلط ہے دشمن کی ایسی کی یا
پھنسے ہیں خود ہم کیا پھنسایا کیا تھا اپنا جو آگے آیا
میں ہجر میں سنگ سے یار حیران قدم قدم پر ہے درد شکل
بعد یاں میں تم کو یوں نچایا کھلا تھا سینہ بلند سیاہ
ہوا ہوں میں مبتلائے مشکل ہے میرے دل کو یقین کامل
بنادی وصلی جفا و غم نے قلم دیا تیغ دو دم سے
دعا سے پھر ہم بھی ہاتھ اٹھا ہیں اثر کے آتا چھپ پایا
تو مصحف و اگر دکھا دے تو اسپہ میں ہم ہزار بوسے

ہمارے کیوں ہنس اڑا رہے ہو نقاب میں منہ چھپا چھپا کر
ادھر دکھاتے ہو اپنی صورت غضب یہ ہم کو دکھا دکھا کر
نہ اسطرح سے دکھاؤ جوبن تم اپنا آنچل گرا گرا کر
گھٹائی احباب کی محبت کدورتوں کو بڑھا بڑھا کر
ہمارے دلکو تمہارے ہیں جو وہ اپنا عشوہ دکھا دکھا کر
کرم سے اپنے لگے ہیں گانے ہمارا انشا تہ بلا بلا کر
وہ اپنے مطلب پہ آچکے ہیں عدو کو پٹی پڑھا پڑھا کر
نوشتہ بخت کو ہمارے بنا رہے ہو تم مٹا مٹا کر
نہ ہم کو ترساؤ اسطرح سے جمال اپنا دکھا دکھا کر
بنے ہیں جھوٹی قسم کے عادی ہیں مصحف اٹھا اٹھا کر
عدو سے اب گفتگو ہے جاری ہمیں سے دامن بچا بچا کر
کبھی نہ ہم سے ہو بات ایسی بت ستمگر خدا خدا کر
انھیں کی گردن کے طوق یا آنچل میں زلفیں بڑھا بڑھا کر
پھر استخوان کا ہے میرے خواہاں تو لاؤ دم بلا بلا کر
عدو نے کیا بے حیا بنایا شراب تم کو پلا پلا کر
کیا ہے دشمن نے انکو بد دل مری شکایت سنا سنا کر
جو سخت جانی کی مشق ہم نے بجا نہ کیا سر کٹا کٹا کر
کبھی جو مانگیں گے ہم دعائیں خدا سے پھر ہاتھ اٹھا اٹھا کر
ہمارا سجدہ ہو تیرے آگے بت ستمگر خدا خدا کر

باڑھ کر جائیگی اُسکی اور کٹیگی شرم سے
آہنین جانون پہ اسے ظالم نہ تو تلوار توڑ

جب گل گلشن گریبانمین ترے پھٹتا نہیں
پھر تو اپنے عارض گلگون سے اک گلنار توڑ

زلف ہندو سر اُٹھاتے ہین خط و عارض پہ آج
کفر کا فر آیت قرآن سے اے دیندار توڑ

فوج مژگان کی چلی آتی ہے کیون تیر سے سامنے
اِس صف لشکر کو تو اے حیدر کرار توڑ

بار دل سے آپکا تحمل محبت مین شمر
توڑ کر جان اپنی عاشق شاخ کلفت بار توڑ

لن ترانی غیر کی اُسپر بلا ہوگی ولا
ہوش قائم رکھ کے اسکی ہمت دیدار توڑ

(۱۲۷)

جب تمھین رکھتی ہے تیغ ابروئے خمدار توڑ
پھینکدے اپنی سپر اے پہلوان تلوار توڑ

اُسطرف تیر نگہ اور اِسطرف ہے تیر آہ
آج ہم کھینچینگے تیر و نکالا رے سوفار توڑ

کچھ دم شمشیر سے ہو جائیگی تیری مدد
دم نہ جلدی اسقدر اے عاشق بیمار توڑ

چاہتا ہے گر تو اُسکو بھی حقیقت جاننا
کھینچکر اپنے گلے سے تو تسبیح کا ہار توڑ

رات گزری ہے خمار ساغر خمار مین
جام سے لے بادہ کش منہ ہاتھ دھونا یار توڑ

منتظر تیرے کفار بیٹھے ہین اہد سیکڑون
اپنا روزہ ساغر مے سے دم افطار توڑ

تیری عیاری سے ہم بھی مستفید ہون ایکبار
بڑھکے اے زلف سیہ قفل دہان یار توڑ

صنع اسکندری بنی سد سکندر بیجان
آئینہ حائل ہے یہ حیرت فزا دیوار توڑ

بھر گیا ہے دلمین پانی اب ہے غرقابی کا خوف
چھوڑ دے چادر نگہبان بند چشم زار توڑ

اپنے عاشق کو نہتا جانکر خنجر نہ کھینچ
جانتا وہ بھی ہے ظالم بانک کے دو چار توڑ

ہے ترا دامن مرے تار نظر کا کارچوب
تیری انگیا پر مرے تار نفس کا تار توڑ

بیدلی پر تیری ہے گفتگو تردید مین
شاہد ناطق کو خاموشی سے اے ہشیار توڑ

ہین وہ ششدر مجھپہ تیری مہربانی دیکھکر
چشم سیفی سے طلسم حیرت اغیار توڑ

ابر باران پر حکومت ہو چکی لے برق چرخ
ہو سکے تجھسے تو میرے آنسوؤن کا تار توڑ

اِس دوغزلے سے ولا بگڑے ہین گو رشک و منیر
وہ ہین اُستاد سخن اُن سے نہ تو زنہار توڑ

ردیف زاے ہوز

(۱۳۸)

ہے ناز سے بہتر ترے انداز کا انداز
انداز سے بڑھکر ہے ترے ناز کا انداز

آنکھون مین تری غمزۂ غمّاز کا انداز
اور رمز و کنائی مین ترے راز کا انداز

ہر آن سے ظاہر ہے ترے ناز کا انداز
انداز سے باہر ترے انداز کا انداز

انداز کو ہے ناز ترے حُسن ادا پر
عشوون سے نکلتا ہے ترے ناز کا انداز

ابرو مین اگر بازو شاہین کی ادا ہے
زلفون مین تری چنگل شہباز کا انداز

اے سرو روان سرو کو قامت پہ تری ناز
قمری کی فغان مین مری آواز کا انداز

ہے کبک دری مین جو لٹک چال کی تیری
پریون مین تری فکر کی پرواز کا انداز

گر تھی دم عیسیٰ مین مسیحائی عالم
تیرے لب جان بخش مین اعجاز کا انداز

پھولون کی مہک عارض گلگون کی ادا ہے
بلبل کی چہک مین تری آواز کا انداز

ہر آن مین ہین ناز و ادا اسکے نرالے
نادر ہے مرے شاہد طنّاز کا انداز

سو بار ہوا گل کے سراپا پہ تصدق
بلبل نے اُڑایا ہے گرہ باز کا انداز

پڑتے ہین قدم ٹاپ کے عاشق کے جگر پر
نادر ہے ترے اسپ قدم باز کا انداز

کیون طائر جان آج تو پر تول رہا ہے
ظاہر قفس تن سے ہے پرواز کا انداز

سینے مین مرا دل ترے تیرونکا نشانہ
انداز سے باہر قدر انداز کا انداز

آنکھون پہ بٹھاتے ہین تجھے اہل تجمّل　　ہوتا ہے اسی سے ترے اعزاز کا انداز

انداز سے باہر نہین رکھتا قدم اپنا　　یہ ہے ترے گھوڑے کی تک و تاز کا انداز

کیون تونے اُڑایا ہے ارے بلبل گلشن　　نغمون مین مرے نالۂ دمساز کا انداز

دھوکے سے مرے دلکے پھنسانیکو ہے تیّار　　ہین دیکھ لیا زلف دغا باز کا انداز

بھلا نیکو دل جان پہ کھیلا ترے آگے　　بچپن سے یہی ہے ترے جانباز کا انداز

تم بات بناؤ نہ مری جان مرے آگے　　مین خوب سمجھتا ہون سخن ساز کا انداز

انداز کی تصویر کھنچی نازِ بجا ہے　　کیا خوب ہے مانی تری پرداز کا انداز

قصہ کی طوالت پہ کیا زلف کو کوتاہ　　اس حسن بلاغت مین ہے ایجاز کا انداز

کچھ اور ہوا پر نظر آتا ہے عزیزو　　طیارۂ دل آہ ہوا باز کا انداز

دیپک کے ترانے سے مرے دل مین لگی آگ　　مطرب مجھے بھاتا ہے ترے ساز کا انداز

سہتا ہون جدائی مین تری ناز بھی تیرا　　یہ ہے فلک تفرقہ پرداز کا انداز

دل چھین لیا لوٹ لیا صبر و خرد کو　　ہے یہ بھی کسی نہانہ ہے انداز کا انداز

استاد مرے داغ ہین اس باغ دکن مین　　ہر شعر مین ہے بلبل شیراز کا انداز

طوطی کی حلاوت ہے ولا تیرے سخن مین　　نغمون مین ترے بلبل شیراز کا انداز

ردیف سین مہملہ

۱۳۹۳

چھوڑ جاؤ مجھے جلّاد جفاکار کے پاس　　نیند گھڑی مجھے آجاتی ہے تلوار کے پاس

تم عیادت کو اگر آؤگے بیمار کے پاس　　شوق ہے انکا مرض جائیگا اغیار کے پاس

دل مرا جا ہی چکا جب مرے دلدار کے پاس　　رکھدیا جا انکو اپنی قدم یار کے پاس

درد دل کی ہے دوا دیدۂ بیمار کے پاس
نہ ملیگی یہ طبیبو کسی عطّار کے پاس

پوچھتا کیون ہے وہ دلبر مرے دل کا مطلب
جب مرا دل ہے الٰہی اُسی دلدار کے پاس

دل گیا صبر گیا عقل گئی ہوش گیا
ہاے اب کچھ نہ رہا عاشق نادار کے پاس

خار مژگان ہین ترے عارض گلگون کے قریب
گل ہوا کرتے ہین اے غنچہ دہن خار کے پاس

کس کشمکش و پیچ مین تم نے نہ دیا خط کا جواب
ہنسنے دیکھے ہین کئی خط ابھی دو چار کے پاس

ہے مرے تار نظر سے ترے عارض کی نقاب
آنکھ پہنچی ہے مرے جان ترے رخسار کے پاس

تخم ریحان نظر آتا ہے ترا خال سیاہ
سبزۂ خط سے گرا ہے ترے رخسار کے پاس

جان جانے پہ بھی آیا نہ مرے خط کا جواب
خط ترے آئے چلے جاتے ہین اغیار کے پاس

وان انا الحق تو یہان دھوم انا الیار کی ہے
آج عشاق ہین منصور تری دار کے پاس

زلف کی قید مین عارض پہ کھلا یہ مضمون
بعد مدت کے خط آیا ہے گرفتار کے پاس

جان لاشے مین نہ آجاے مری جان کہین
بعد مرنے کے نجانا کبھی بیمار کے پاس

آکے بالین پہ کہی مجھسے نظر خوب ہوا
چشم بیمار کو راحت نہین بیمار کے پاس

ہے اگر آپ کو آئینہ حیرت کی تلاش
دیکھئے آکے یہان رکھا ہے دیوار کے پاس

نقد دل دیکھ کے دلبر نے کہا غصے سے
سکّہ قلب ہے اس میرے خریدار کے پاس

ناتوانی کی بھی حد ہو گئی اے مہر فلک
سایہ بنکر بھی نہ بیٹھے کسی دیوار کے پاس

گل گریبان مین لگانے کی ضرورت نرہی
پھول دو عارض گلگون کے ہین رخسار کے پاس

خطِ عارض پہ کھینچے جاتے ہین عشاق کے دل
نقش تسخیر ہے بے شک ترے رخسار کے پاس

سر برہنہ ابھی میخانے سے نکلا زاہد
رہن دستار فضیلت ہوئی خمار کے پاس

سو بسو حال پریشانی عاشق اے زلف
دیکھ لے آئینہ موجود ہے رخسار کے پاس

سایہ بنکر ترے کوچے مین پڑا رہتا ہون
کبھی دیوار کے آگے کبھی دیوار کے پاس

آگیا جوشِ غضب سے مجھے دشمن کا خیال
اپنے سائے کو جو دیکھا تری دیوار کے پاس

بڑھ گیا ذوق سخن آپکا اے خسروِ حسن
بھیجدونگا غزل اپنی کبھی سرکار کے پاس

دشمنون کی مرے جانان کے طبیعت ہے علیل
اے عدو ڈالدے تو مجھکو وہین دار کے پاس

خانۂ دل کا ٹیلیفون ہے جیب تا نفس
ہو مزا وہ اگر آجائین ذرا تار کے پاس

سحر و میر آتش و غالب نے کہا سکے غزل
امتحان مین ہوئے تم آج وِلا یار کے پاس

ردیف شین معجمہ

(۱۴۰)

ہوئی جو عاشق نالانکو گلبدنکی تلاش
تو عندلیب کو ہونے لگی چمن کی تلاش

تو باغبان ہے مجھے نارونسترنکی تلاش
پھرا رہی ہے مجھے غیرت چمن کی تلاش

سخنورونکو رہی ہے ترے دہن کی تلاش
مری تلاش طبیعت کو ہے سخن کی تلاش

سخن شناس ہین نازک خیال یہ ہے محال
تلاش ہوئے کمر اور ترے دہن کی تلاش

تمھاری بات سے کرتے ہین بات ہم پیدا
سخنورونکو ہمیشہ رہی سخن کی تلاش

تری زبان ترے لب سے ملا لب و لہجہ
کلام سے ترے ہمکو ہوئی سخن کی تلاش

مری مزار پہ تم فاتحہ پڑھو بالجہر
سنا ہے شہر خموشانکو ہے سخن کی تلاش

پکڑ لیا مجھے موباف زلف مشکین نے
خطا یہ تھی کہ ہوئی نافۂ ختن کی تلاش

مین اپنے بت کو چھپا لونگا کعبۂ دل مین
بڑھیگی حد سے اگر آج بت شکن کی تلاش

جو بت شکن کو کرے بت پرست حسن ترا
بتون مین ہونے لگے پھر تو بت شکن کی تلاش

مین وہ اسیر محبت ہون دل لٹانے کو
ہر اک قدم پہ رہی زلف راہزن کی تلاش

لپیٹو دامن صحرا مین پھینک دو لاشہ ۔۔۔ عبث ہے میرے لئے وحشیو کفن کی تلاش
بہاؤ لاش مری آنسوؤن کے دریا مین ۔۔۔ جگہ کہان ہے جو کرتے ہو گورکن کی تلاش
وبائی دانتون مین انگلی جو ملگئے یاقوت ۔۔۔ ہوئی تھی معدن لب مین دُر عدن کی تلاش
پھن کے پاؤن مین زنجیر قید زندان مین ۔۔۔ اسیر کو ہے تری زلف پر شکن کی تلاش
لبون سے کیا کوئی شیرین ملا ہے پرویز مین ۔۔۔ جو کوہ قاف مین ہوتی ہے کوہ کن کی تلاش
نئی شراب سے ہوتا نہین سرور مجھے ۔۔۔ مجھے ہے ساغر لب سے مے کہن کی تلاش
عقیق و گوہر و الماس لعل لب سے ملے ۔۔۔ ہوئی جو مجکو جواہر مین فورتن کی تلاش
ملا وہ حلقۂ کاکل مین اُسکے عارض پر ۔۔۔ دل حزین کو تھی اسے سانپ تیرے من کی تلاش
اگر رموز تناسخ کی کچھ حقیقت ہے ۔۔۔ تو میر بچان کو اسے برہمن ہے تن کی تلاش
بھٹک رہی ہے مری جان عشق جانان مین ۔۔۔ ادہر ہے روح روانکی اودہر بدن کی تلاش
یہ رنگ و بو ہے کہان یار اسکے دامن مین ۔۔۔ جبھی تو گل کو ہوئی تیرے پیرہن کی تلاش
کشیدہ کار ہے تار نگہ سے پردۂ چشم ۔۔۔ نقاب کے لئے کرتے ہو کیون چکن کی تلاش
ادا سے بچ نہ سکی کٹ کے رہگئی دلمین ۔۔۔ ہوئی جو تیغ کو ابرو کے بانکپن کی تلاش
اُدہر پھٹا ہے زلیخا کے ہاتھ مین دامن ۔۔۔ ادہر ہے آپکو یعقوب پیرہن کی تلاش
مین گردش کمر کوہ مین ہے ساز نار ۔۔۔ پھرا رہی ہے کسی پور برہمن کی تلاش
وہ صید ہے ترے آہوے چشم کا مانوس ۔۔۔ شکار مین ہے تجھے اس لئے ہرن کی تلاش
زہے نصیب ملی آپکی غزل اے رشک ۔۔۔ اسی زمین مین تھی آپکے سخن کی تلاش
زبان کو بھول گئے اپنی جب وطن نہ رہا ۔۔۔ زمین شعر مین ہونے لگی دکن کی تلاش

جھان مین ہین ولا سیکڑون مرے اُستاد

قدم قدم پہ رہی مجکو اہل فن کی تلاش

(۱۴۱) تم نے مرے دلکو کردیا خوش | آباد رہو رہو سدا خوش
تیرے دلکو کرے خدا خوش | تونے مرے دلکو کردیا خوش
اک بات مین تم نے کردیا خوش | تم سے ہون رسول و وسرا خوش
گر آپ کی ہے خوشی اسی مین | مین خوش دلخوش مرا خدا خوش
خوش خوش نظر آرہا ہے دشمن | اک انکی نگہ نے کردیا خوش
خوش اقبالی مین میری کیا شک | تم خوش ہے مجھے مین ہوا خوش
ہنسنے تو لگے مگر ہنسی سے | بولے کیون ابتو ہو گیا خوش
فرمائیے مین نے کیا خطا کی | کیون ہو گئے آپ مجھسے ناخوش
کل خوش تھے آپ کیا ہوا آج | مجھسے نظر آرہے ہو ناخوش (ق)
فرمانے لگے چہ خوش مین تم سے | کب خوش تھا اب ہوا جو ناخوش
کیون ہونے لگا وہ مجھسے راضی | دشمن دشمن سے کب ہوا خوش
کیا بات ہے اے غریب پرور | کوئی نہین آپ سے ذرا خوش
خوشنود کی خوشی سے خوش نہ ہونا | اب خوش ہے اک منٹ مین ناخوش
ناخوش مجھسے ہوے ہو ناحق | دشمن نے کیا ہے تم کو ناخوش

ناخوش وہ ہوا کرین ہمیشہ
انسے تو رہین گے اے ولاؔ خوش

(۱۴۲) خوشتر و ترا قد دلربا خوش | رفتار ہے خوش تری ادا خوش
اس شربت لب سے دل ہوا خوش | خوشبو خوشرنگ اور مزا خوش

تم خوش ہو مجھ سے یا ہو ناخوش
ہین خوش تم سے مرا خدا خوش

تم نے عاشق کو کب کیا خوش
جانان وہ تم سے کب رہا خوش

ناخوش ہین آپ مجھ سے یا خوش
فرمایا ہو مری بلا خوش

مشہور ہے انکی خوش بیانی
خوش تقریری سے دل ہوا خوش

خوش خوش نظر آرہے ہین آج آپ
عاشق کو بھی کیجیے ذرا خوش

صورت سے خوشی برس رہی ہے
ہوتا ہے اسی سے دل مرا خوش

قسمت کے بگاڑ سے وہ بگڑا
خوش تقدیری سے ہوگیا خوش

تم انکی خوشی سے خوش نہ ہونا
ظاہر مین ہین خوش تو دل مین ناخوش

شاہونکی خوشی کا کیا بھروسہ
خوش ہین وہ ابھی ابھی ہین ناخوش

ہے کام مجھے تری خوشی سے
مجھ سے کوئی خوش ہو یا ہو ناخوش

خوش آب و ہوا زمین شعرم
کابے خوش وار دو ہوا خوش

گر چاہ ذقن در دست آید
باد سر زلف از صبا خوش

کیا فکر کسی کی ناخوشی کی
گھر مین رہو اپنے تم ولاؔ خوش

ردیف صاد مہملہ

۱۳۴۳

کرتا ہے میکدے مین وہ مست شراب رقص
پردے مین بے خود ہوکے ہو لے نقاب رقص

آنکھون مین کر رہا ہے تمہارا حجاب رقص
محفل مین جام جام مین جوش شراب رقص

تم کو ہوا نصیب طفیل شراب رقص
عارض پہ کر رہی ہے تمہاری نقاب رقص

چکر مین آسمان ہے فرشتون کو وجد ہے
رقاصۂ فلک نے کیا لاجواب رقص

محبوبۂ فرنگ کا یاد آ گیا ہو ناچ
زہرہ کو لیکے کرنے لگا آفتاب رقص

تم ناچتے ہو اور نچاتے ہو غیر کو
آنکھون کی پتلیون کا ہے زیر نقاب رقص

تننے لگا وہ شوخ تو سینہ ہوا بلند
تار نفس پہ کرنے لگے دو حباب رقص

چہرے پہ نور زیر قدم اُسکے چاندنی
کرتا ہے ہر قدم پہ مرا ماہتاب رقص

محو شکار ہین وہ۔ تھرکتی ہین مچھلیان
آئینۂ جمال مین ہے زیر آب رقص

گھنگرو کی آگئی جو صدا میرے کان مین
کرنے لگا جگر مین مرا اضطراب رقص

اٹکھیلیون پہ اُس بت نازک خرام کی
کرتا ہے ہر قدم پہ ہمارا شباب رقص

تیرے غضب نے آج عدو کو نچا دیا
عُشّاق کر رہے ہین بحکم عتاب رقص

غبغب کے شوق مین ہے اُدھر محفل نشاط
دریا مین کر رہی ہے اِدھر موج آب رقص

آسودگان خاک ہین پامال بے حساب
دیکھین گے ہم ترا نگار بروز حساب رقص

دل مین لگی ہے آگ کسی گلعذار کی
شعلون مین ہو رہا ہے دم التہاب رقص

کیون جھومتے ہو وجد مین اے صاحبان دل
ممنوع مانتے ہین سب اہل کتاب رقص

موسیقیون کی بزم مین اے خسرو اصول
ہاتھون پہ کر رہی ہے تمہاری کتاب رقص

دیوار پر گھڑی ہے بگڑ کر کھڑی ہوئی
رقّاص ہو گیا ترے لنگر کو خواب رقص

آنکھین لگی ہوئی ہین قدم پر نگار کے
دکھلا رہا ہے پردۂ غفلت مین خواب رقص

کس زور کی ہوا ہے الٰہی بخیر ہو
چمنی پہ کر رہا ہے تمہاری حباب رقص

رہ رہ کے ڈوبتا ہے ندامت کے بحر مین
کرتا ہے جسم یار کو جب آب آب رقص

واعظ سنبھل کے وجد کرو تنگ ہے جگہ
پگڑی گرا رہا ہے فضیلتمآب رقص

کیون دیکھتے ہو اہل ورع رنڈیون کا ناچ
جائز یہ کس طرح سے ہوا اے جناب رقص

یہ ارذلون کی چال ہے مردو تمہے ساتھ ناچ
قائم قدم قدم پہ ہے بہر ثواب رقص

یہ شان ہے رضا سے شریعت پناہ کی
دربار نوشہی مین ہوا باریاب رقص

ہر ہر قدم پہ آپ کے بجتی ہین تالیان
قانون مطربی کا بنا ہے نصاب رقص

قانون دلبری کا خلاصہ ہے تیرا ناچ
دستور خوش خرام کا لبِّ لباب رقص

گھوڑے پہ تم سوار قضا سر پہ ہے سوار
کرتی ہے پاؤن مین جو تمہاری رکاب رقص

کٹ پتلیون کی طرح نچاتا ہے آپ کو
مطلب مین اپنے خوب ہوا کامیاب رقص

سو رُخ بدل بدل کے بتاتے ہو بھاؤ تم
پیدا کرے نہ خلق مین کیون انقلاب رقص

ٹھوکر سے تیرے پاؤن کی مین مٹ کے رہ گیا
دل لے گیا مرا ترا خانہ خراب رقص

جب اجتناب رقص سے کرتے ہین اہلِ ہوش
رقّاص تجھ سے کیون نہ کرے اجتناب رقص

موزون بہت ہے بھاؤ بتانے مین کیا عجب
گانے مین اس غزل کا کرے انتخاب رقص

لہرا رہی ہے زلف ہوا پر چمن مین آج
عارض کے فرش پر ہے وِلا پیچ و تاب رقص

ردیف ضاد معجمہ

۲۴۴

حلقۂ زلف مین تیرے مرے دلبر عارض
روز روشن مین ہے خورشید زمین پر عارض
پرتو نور سے خورشید کو شرم آنے لگی
شب مہتاب مین جب نکلا گمان ہوتا ہے
وہ نہ ہوتا تو کبھی گل مین نہ ہوتی سرخی
مین سمجھتا ہون کہ ہے خاطر نازک پہ غبار

چودھوین رات کا ہے ماہ منوّر عارض
شب دیجور مین مہتاب سے بڑھکر عارض
دوپہر مین جو ہوا اُسکے برابر عارض
چودھوین رات کے ہے چاند سے بڑھکر عارض
ہان اُسی غنچہ دہن کا ہے گل تر عارض
آئینے مین نظر آتا ہے مکدّر عارض

مدت عمر میں بیمار محبت کو ترے
مرض ایسا نہ ہوا تھا کبھی دلبر عارض

پھر کسی اور تجلی کی ضرورت نہ رہے
شمع بنکر جو مرے دل میں کرے گھر عارض

آئینے میں کبھی پڑتا نہیں آئینے کا عکس
نظر آیا نہ کبھی چاند کے اندر عارض

چاندنی میں نظر آتا ہے جو سایا وہرا
ہے وہ ہر چاند سے بہتر سہ انور عارض

چاند کے دل کی کدورت ہے ترے عکس رخ کا
پھر نہ کیوں داغ بنے چاند کے دلبر عارض

بیچ میں اگر اپنے سے ہے باہر خورشید
یہ علامت ہے کہ پردے سے ہے باہر عارض

چاندنی میں جو ہوا چاند کا سایہ قائم
اس سے ثابت ہے ترا چاند زمیں پر عارض

گل ہے لیکن کبھی گلنار نظر آتا ہے
لال ہوتا ہے جو غصے سے بگڑکر عارض

یہ تعجب ہے کہ ہے سرو مرا بار آور
بار ہے سیب زنخدان تو گل تر عارض

کس خال کو جالے میں پھنسا رکھا ہے
تار زلفوں سے لیا تو نے دو کر عارض

فکر روشن سے ولا نیر اعظم میں اسیر
جسکے پرتو سے بنا ماہ منور عارض

(۱۴۵)

نہ کیوں کسی روئے آتشیں سے بنے مرا دل کباب عارض
وہ شعلۂ حسن ہے کسی کا اگر ترا التہاب عارض

گھٹن لگا چھا گیا اندھیرا جو ہوگئی یہ نقاب عارض
دگر نہ مشکل تھی خیر گزری جو بنگیا بے حجاب عارض

دکھا کے جب تو نے اپنا جلوہ کیا ہے بیہوش تا نکو
گرا کے اپنے عرق کے قطرے چھڑک نہ دے کیوں گلاب عارض

بھاری آنکھ سے جو دریا کسی نے مجکو کبھی نہ پوچھا
گرے پسینے کے چار قطرے تو تو ہے رشک سحاب عارض

ہم اپنے بچپن سے تیرے شیدا نہیں ہیں کچھ ابکے عاشق
نقاب اپنی ہٹا کے دکھلا نکر تو ہم سے حجاب عارض

کبھی تو چھپ کر نگ بدلا کبھی غضب سے نقاب الٹی
ہوا زمانے میں تجھ سے پیدا بہت بڑا انقلاب عارض

حکیم جی آپ ادھر نہ آئیں یہ مصلحت ہے پلٹ ہی جائیں
یہ لاادوا ہے مرض ہمارا ہوا ہے جو اجتناب عارض

نگار رنگین گلبدن نے لگائی ہے دست و پا مین مہندی
مباح ہے خون دل سے میرے کرے جو خط پر حنا عارض

تری ہی کاکل نے راستے مین پکڑکے جکڑا دل حزین کو
پھر اپنی زلفون سے کہہ رہا ہے تو دیکھین پیچ و تاب عارض

خط اپنے موسم پہ آرہیگا عبث ہے یہ تیری بیقراری
تو گال پر استرہ لگا کر کبھی نکر اضطراب عارض

چمک رہا ہے مہ فلک بنکے چشم بد دور حسن تیرا
نظر نہ لگ جائے چشم بد سے ہمیشہ کر اجتناب عارض

عرق کے بدلے اگر جگہ پائین تیری الفت کے مدرسے مین
ادب سے اطفال اشک میرے پڑھینگے ام الکتاب عارض

جو ہر جریدہ دلبرین مین نمبر ملے ہین تیرے ہی خط سے پورے
تو کیون نہ ہو پھر تو امتحان جمال مین کامیاب عارض

کتاب پر تیری تیرے خط سے چڑھا دیا حاشیہ کسی نے
بنا تو صفحے مین خال مشکین کے نقطۂ انتخاب عارض

ہمارے آپس مین کیا ہے پردہ یگانگی مین ہو کیون تکلف
ہٹا دے اپنا حجاب عارض ہٹا دے اپنی نقاب عارض

اسی بہانے مین دیکھ لیگی وہ لپٹے مقبول دل کی صورت
نگہ سے شوق سے پڑیگی پڑھا دے اسکو کتاب عارض

ہوئے شب و روز جب سے یکسان نقاب سے آ گئی ہے جبین
ہے اکطرف آفتاب تابان تو اکطرف ماہتاب عارض

قبا سے دیبا سے پایا خلعت نقاب زر نے بڑھائی عزت
ولا جو دربار خسرو حسن مین ہوا باریاب عارض

۲۴۶

کبھی گل بوستان الفت ہوا تو وقت خطاب عارض
کبھی تو گلنار باغ کلفت بنا بوقت عتاب عارض

سوار گھوڑے پہ جب وہ نکلا بنا ترا ہمرکاب عارض
قدم قدم پر قدم کو چوما ہوا مرا آب آب عارض

کسی نے تشبیہ دی قمر سے کسی نے خورشید جلوہ گر سے
جو دیکھے عشق کی نظر سے جہان مین ہے لاجواب عارض

تری ہی مستی کا یہ اثر ہے چڑھی ہین آنکھیں تو بیخبر ہے
تو اپنے کوٹھے کے میکدے پہ پلا دے ہمکو شراب عارض

تو آتشین ہو گیا ہے کب سے خدا بچائے ترے غضب سے
جو مین نے دیکھا بہت ادب سے تو ہو گیا دل کباب عارض

جو خط بنا خط تو خال نقطہ صفائے رخسار اسکا صفحہ
اگر کتابی ہوا ہے چہرہ تو پھر نہو کیون کتاب عارض

مری تمنا ہے دل کا مضمون اگر اجازت نظر کی پاؤن
سواد دیدہ سے اپنے لکھدون مین تیرے خط کا جواب عارض

میں پڑھ کے مردوں کو بخشوں نگا میں اُسپہ بسند کبھی نہ ہوگا
جو تیرے مصحف سے کام ہوگا ملیگا تجکو ثواب عارض

جو زلف بگڑے مری بلا سے ترے ہیں آنکھوں میں سو بلائے
میں بال بال اسکی مر جفا سے بچا ہوں لیکر حساب عارض

رکھا ہے زلفوں میں کیوں جکڑ کر جو دل ہے بستہ و پا گرفتہ
قسم ترے سر کی اس سے بڑھکر بدر سے تو ہمکو عذاب عارض

اُچٹ گئی نیند کس نے روکا یہ دل بگڑتا ہے ایک پہر کا
نہ آنے پایا ہے کوئی تجھ کا خیال تیرا ہے خراب عارض

گرے جو آنکھوں سے اشک بھکر گرا نہ آنکھوں سے سنگ گوہر
عرق کا قطرہ اسے بنا کر بٹھا دے زیر نقاب عارض

رہا شب و روز تیرا جلوہ یہ راتیں اور روز دن ہیں جسکا
ہے چاند سورج سے بھی زیادہ کہ تری آب و تاب عارض

چھری جو گردن پہ یار پھیرے صدا یہ آئیگی خون سے میرے
ٹپک پڑا قمقموں سے تیرے ہمارے تن پر شہاب عارض

خبر پڑھا ہی آرہی ہے تری محبت ستا رہی ہے
بہار تیری دکھا رہی ہے ہمیں ہمارا شباب عارض

جو تیرے غم میں کوئی مریگا تباہ ہے پھر تو کیا کریگا
قیامت آجائیگی تو دیگا خدا کو تو کیا جواب عارض

ہوئی تسلی مری اسی سے گرا نہیں بیچ ہمیں ترستے جی
ندامت و شرم دلبری سے ہوا ترا آب آب عارض

ملی اجازت تو دل بھر آیا خوشی نے کیا روز بد دکھایا
میں اسکا منہ دیکھنے نہ پایا ہوئی یہ چشم پر آب عارض

اسیر ہیں اس زمین کے عالم منیر روشن خیال ناظم
ولا غزل لکھ کے ہم ہیں نادم جو ہوگیا آب آب عارض

ردیف طائے حطی

بعد مدت جب کبھی آتا ہے خط
آپ کا آنکھوں میں پھر جاتا ہے خط (۱۴۷)

تیرا قاصد جب کبھی لاتا ہے خط
سبز باغ خط دکھا جاتا ہے خط

جب کبھی لکھتا ہوں میں خط کا جواب
سیل ہے اشکوں کی بہ جاتا ہے خط

آہ کیا دشمن بنی ہے میری آہ
سینے پر سے ہاتھ سے اُڑ جاتا ہے خط

شوق کے مضمون کا ہے یہ اثر
ہاتھ سے قاصد کے اُڑ جاتا ہے خط

عاشق ناشاد کا مضمون دل ۔ دلبری سے تیری پہنچاتا ہے خط

ہر کشش مین ہے محبت کی کشش ۔ دلبری کا رنگ دکھلاتا ہے خط

(ق) کیا بتاؤن عاشقونکا اشتیاق ۔ دور سے جب نامہ بر لاتا ہے خط

عاشقون کے اسقدر پڑتے ہین ہاتھ ۔ نامہ بر کے خط پہ پہنچاتا ہے خط

یاد مین تیرے خط عارض کے یار ۔ بوسے لیتا ہون تو مٹجاتا ہے خط

نزع کی حالت مین آتا ہے جواب ۔ صورت یٰسین پڑھا جاتا ہے خط

چوم لون مین ہاتھ تیرے موتراش ۔ وہ انھین ہاتھون سے بنواتا ہے خط

میرے ہر مضمون کی دشمن کو خبر ۔ ہاے کیا پکڑا انھین جاتا ہے خط

سورۂ واللیل کا حافظ ہے وہ ۔ نقش دل عاشق کا بنجاتا ہے خط

ہے خط عارض کا تیرے یہ اثر ۔ کاغذی گھوڑے جو دوڑاتا ہے خط

کیون نہ ہو طرز رجسٹر دلپسند ۔ نام کاغذ پر چڑھا جاتا ہے خط

ناؤ مین کاغذ کی پار اُترا ہے کون ۔ ساحل مقصد سے کتراتا ہے خط

ہے مری برگشتگی تقدیر کی ۔ نامہ بر کیون پھیر کر لاتا ہے خط

کیون نہ دو تار نگہ پر تم جواب ۔ ریل پر دودن مین جب آتا ہے خط

کیون نہ دون تار نفس پر مین جواب ۔ جانتا ہون دیر مین جاتا ہے خط

نقد جان ہر دم ہے میرے ہاتھ پر ۔ جانکر بیرنگ بھجواتا ہے خط

پڑھ نھین سکتا مین اسکو کھول کر ۔ میری آنکھون مین سما جاتا ہے خط

اُسکے آنے سے نہ آنا خوب ہے ۔ جب جدائی کی خبر لاتا ہے خط

ہے طوالت میرے خط کی نامہ بر ۔ بے لفافے کے پہنچ جاتا ہے خط

کیون پتا لکھتے ہو دانستہ غلط　　ہاتھ مین آکر پلٹ جاتا ہے خط

خامۂ دست اسیر زلف سے　　تیرے عارض پر نظر آتا ہے خط

آنکھ کھل جاتی ہے پڑھنے مین وِلا
خواب مین قسمت سے جب آتا ہے خط

ردیف ظا معجمہ

(۱۳۴)

چلے جہان سے ہم اے دلربا خدا حافظ　　یہ آخری ہے ہماری دعا خدا حافظ

مرے سفینۂ دل کا ہے مرا خدا حافظ　　تمہاری کشتی نخوت کا ناخدا حافظ

تری نگاہ کا خنجر چلا خدا حافظ　　خدا کی راہ مین مین بھی چلا خدا حافظ

مرض جو جانے لگا ہے چلا مریض کو ساتھ　　اسی کا نام ہے دست شفا خدا حافظ

مین جا رہا ہون ستمگر خدا تجھے سمجھے　　تجھے خدا کے حوالے کیا خدا حافظ

اٹھا کے ہاتھ وہ کہتے ہین فی امان اللہ　　قدم کو چوم کے مین نے کہا خدا حافظ

بگڑ کے جاتے ہین کیون آپ بولا عاشق سے　　مرے غریب سے ناحق خفا خدا حافظ

فقط اشارۂ ابرو پہ کیون چلا نہ گیا　　قصور یہ ہے مرا کیون کہا خدا حافظ

مرے خدا کی قسم اب نہین مری تقصیر　　خدا کے خوف کو تم نے کہا خدا حافظ

ترے نشان قدم پر چلا قدم بوسی　　نصیب ہوگی جو زندہ رہا خدا حافظ

الجھ کے جاتے ہین لے زلف ہم مگر تجھکو　　ہر اک بلا سے بچائے خدا خدا حافظ

خدا بچائے تری تیغ ناز سے جانان　　ہمارے آگئی سر پر قضا خدا حافظ

بلائین زلف کی لیکر دل پریشان نے　　کہا کہ آگئی سر پر بلا خدا حافظ

جہان سے جا بجہان ہم رہے ہین رخصت　　رہے جہان مین ترے حسن کا خدا حافظ

ترے غرور کو اے بیوفا خدا سمجھے
جو ہم چلے تو نہ تو نے کہا خدا حافظ

جو پہنچے بزم میں تیری خدا خدا کر کے
سنبھلنے پائے نہ تجھ کو کہہ دیا خدا حافظ

مجھے خدا پہ بھروسہ ہے ناخدا تر سو
مصیبتوں میں نہ ہو کیوں ہمارا خدا حافظ

ہمیشہ اس خط عارض کی یاد ہے دل میں
پڑھا ہے سورۂ واللیل کا خدا حافظ

خدا کو سونپ دیا دلربا کے ساتھ اے دل
تو مجھکو چھوڑ کے تنہا چلا خدا حافظ

جو دشمنوں میں مری جان چھوڑ کر تم کو
میں جا رہا ہوں مری جان کا خدا حافظ

کٹھن ہے راہ نہیں ساتھ رہنما کوئی
ہماری منزل مقصود کا خدا حافظ

تو میرے خط کو حفاظت کے ساتھ پہنچا
رہے سفر میں کبوتر ترا خدا حافظ

ابھی تو تھا مرے پہلو میں وہ خدا جانے
کدھر گیا مرا دل کیا ہوا خدا حافظ

اسی زمین کے مالک ہیں زندہ نام آور
تری غزل کا ہے اب اے ولاؔ خدا حافظ

ردیف عین مہملہ

۱۴۹۶

جلنے لگی تو منہ سے نہ نکلی فغان شمع
ضبط فغاں میں خوب ہوا امتحان شمع

آثار درد دل ہے زبان پر فغان شمع
مشہور ہے جہان میں بہت دودمان شمع

تن من میں ایسے عشق کی آتش لگی ہے آج
تیر بن گئی ہے سرشک زبان شمع

سوز و گداز اس کو گھلاتا ہے دمبدم
قالب سے کیوں نکل نہ گئی ہائے جان شمع

پروانہ میزبان نے کی اپنے حسن کی
محفل میں شمع رو جو بنا میہمان شمع

کتری گئی تو پہلے سے بڑھکر ہوئی بلند
قینچی سے بڑھ کے تیز ہوئی اب زبان شمع

ثابت قدم ہے جان لڑانے میں ہے کمال
جب جل گئی تو ہاتھ نہ آیا نشان شمع

مردنگیون کو دیکھ کے خود دنگ رہ گئی
محفل مین جب ہوا نے کیا امتحان شمع

جب بزم مین سوانح عمری پڑھے گئے
مقبول اہل سوز ہوئی داستان شمع

ضبط فغان نے بند کیا ہے زبان کو
روشن نہ ہو سکا کبھی راز نہان شمع

کانون مین اہل بزم کے آنا محال ہے
تار نفس کے ساتھ جلی داستان شمع

قامت مین اسکی خم نہین آتا کسی طرح
گھٹنے لگا جو غم سے قد ناتوان شمع

جب جل گئی تو لگ گئی آگ اس کی خاک مین
مٹ کر رہے نگاہ سے نام و نشان شمع

شہد دہن سے اسکے ہوا ہے وہ ذوق یاب
زنبور بھنبھنا کے ہوا مدح خوان شمع

جانسوز تیرہ و تر شب افروز دل گداز
حسن صفات اوست ولا بر زبان شمع

(۱۵۰)
مشعل کی طرح جلنے لگی جب زبان شمع
شعلے پہ دود آہ بنی داستان شمع

عشاق کی سمجھ مین نہ آئے زبان شمع
جب تک زبان شمع نہ ہو ترجمان شمع

شان عسل سے اسکو قرابت قریب ہے
شیرین ہے مکھیون کے دہن مین زبان شمع

نکلے نہ شمعرو کی شکایت زبان سے
دیکھو جبھی تو لال بنی ہے زبان شمع

ہاتھون سے اپنے قبر بنائی ہے پاؤن مین
دشمن ہین اسکی جان کے اشک روان شمع

جا کر مرا اگرچہ اسی کے خیال مین
پروانہ بن سکا نہ کبھی رازدان شمع

محفل مین شمعدان جسے کہتے ہین اہل بزم
دو منزلے کی طرح وہی ہے مکان شمع

روشن ہین شاخ و برگ کنول کے لگے ہین پھول
طائر کے ہے جھاڑ پہ اک آشیان شمع

آہن ہو اونکے دل نہ پگھل جائین آج کیون
سوز جگر سے نکلی آتش زبان شمع

رشتے پہ موم چڑھ کے نہین موم بتیان
روشن زبان شمع پہ ہے دودمان شمع

اس شمع کی یاد مین عشاق تفتہ دل — سوز و گداز عشق مین ہین ہمزبان شمع

ابتک زبانِ موم پہ قائم ہے ذوق گل — محفل مین گل کی یاد ہے وردِ زبان شمع

ثابت ہے شمعدانکی بلندی سے یہ عروج — افلاک سے بلند ہوا آستانِ شمع

یہ ہے زمین شعر کا صدقہ کہ بزم مین — ہوکر دھوان بلند بنا آسمانِ شمع

تیغ و علم عروس والفت خوشہ شاخسار — تشبیہ اوست مثل قلم و رجبانِ شمع

گو اس زمین مین ہے غزل مومن و ظہیر
بزم سخن مین ہم ہین ولا قدردان شمع

ردیف غین معجمہ

(۱۵۱)

یاد ہے اچھی طرح سے ہم کو بچپن کا چراغ — جب جلایا تھا دکن مین ہم نے بیگن کا چراغ

روز روشن دیدۂ خفاش پر ہنستا ہے کیون — ظلمتِ شب ہے کسی کی چشم روشن کا چراغ

انکے آنے پر اگر گھی کے جلے دشمن کے پاس — دل جلا میرا بھبھک اُٹھا مرے تن کا چراغ

ہاتھ مین قندیل ہے آتا ہے کوئی اسطرف — دور سے دشمن نظر آتا ہے دشمن کا چراغ

بحر اسود مین ہوا مخدوش دریائی سفر — بجھ گیا ساحل کے منارون پہ دشمن کا چراغ

میری تربت آج کیون ہونے لگی محتاج شمع — داغ سینے کا ہے میرے میرے مدفن کا چراغ

بعد مرنے کے بھی ہے اغیار کے دلمین جلن — قبر پر میری جلا کرتا ہے دشمن کا چراغ

رات مین اُس کا خطِ مشکین نظر آنے لگا — عکس رخ سے کان مین اسکے ہے لٹکن کا چراغ

اشکباری سے جو دہیما پڑگیا ہے سوز دل — جھلملاتا ہے مرے پہلو مین ساون کا چراغ

(ڈون پا سنجرا سے ہے (آپ سیل) کی ٹکر کا خوف — بجھ گیا ہے آج غفلت سے جو انجن کا چراغ

بے نقابی تیری چلمن مین تماشا بن گئی — آڑ مین روشن ہے تیرے روے روشن کا چراغ

کچھ نہ کام آئی ترے منہ پر نقاب تار زر
آنکھ کی تپلی ہی مژگان کی چلمن کا چراغ

وہ اُتارے جا رہے ہین ہم کے گولے تاک کر
کیا نشانہ بن گیا عاشق کے مسکن کا چراغ

کیون مرے لختِ جگر سے ہو نہ روشن میری آنکھ
راحتِ جان پدر ہے اُسکے مسکن کا چراغ

نور کا قبہ ہے فانوسِ بلورین کا اُبھار
تیرے سینے پر ہے روشن تیرے جوبن کا چراغ

باغ مین چلنے لگی جب تیری زلفون کی ہوا
گُل ہوا وقتِ سحر گلشن مین سوسن کا چراغ

کیون ہے کالی زلف کی ناگن کو تاریکی کا خوف
سرخیِ عارض سے روشن ہے یہان مِن کا چراغ

ہے فروغ اسکا مسلّم نام ہے بجلی کا لمپ
بجھ نہین سکتا کبھی طوفان سے لندن کا چراغ

وہ الٰہ دین کا چراغ انکھون مین پھر جاتا ہے آہ
دیکھتا ہون جب کبھی معشوق پرفن کا چراغ

فاتحہ کو میری وہ آئے ہین گھوڑے پر سوار
قبر کی ٹھوکر سے چمکا نعل توسن کا چراغ

جب چُبھا کرتی ہے سوئی دیر تک جلتا ہے زخم
ایک تاگے پر ہے قائم چشمِ سوزن کا چراغ

جنگ جرمن سے نہین ملتا ہے جب مٹی کا تیل
ہم جلائینگے وِلاؔ پھر اپنا روغن کا چراغ

(۱۵۲)

ہے چراغ روز تیرے قصر روشن کا چراغ
ماہ شب افروز شب مین تیرے مسکن کا چراغ

جب ہوا محفل مین روشن ہو وے روشن کا چراغ
ماہ تابان بنگیا باہر سے روزن کا چراغ

کیا تعجب ہے جو بوے گل سے روشن ہو دماغ
شمع گلگین ہے تو گل ہے بزمِ گلشن کا چراغ

کیون نہ پروانہ بنے بلبل کو جب ہے سوز عشق
آتشین گل بنگیا ہے بزمِ گلشن کا چراغ

خانۂ دل لوٹتا ہے کیا وِلا ور ہے یہ چور
عارض روشن بنا ہے زلف رہزن کا چراغ

قبر پر آنسو بہانے کے لئے موزون ہے شمع
تیل بتی سے ہو عاشق کے مدفن کا چراغ

ہے مرے تارِ نظر سے تیرے عارض کا فروغ
قوتِ برقی سے جیسے تارِ آہن کا چراغ

میرے تن پر گنبد فانوس میرا پیرہن
بن گیا ہے سوز جان اس خانۂ تن کا چراغ

خون دل روغن۔ فتیلہ ہے مرا تار نفس
سوز پنہان سے ہے روشن میرے شیون کا چراغ

عشق کی آتش ہے روشن جیب تہ دامان دل
ہے چراغ زیر دامن اُسکے دامن کا چراغ

داغ ہے اُس کا دل بلبل پہ سیر شام مین
عکس عارض سے ترے لالہ ہے گلشن کا چراغ

تیرے عارض کی جھلک آتی ہے روشندان سے آج
گھر مین عاشق کے نہین جلتا ہے روغن کا چراغ

بخت خوابیدہ سے اُٹھ بیٹھا سمجھکر آفتاب
خواب مین آیا نظر جب روے روشن کا چراغ

جس طرح بادہ ہے میخانے مین محفل کا فروغ
شعلۂ آتش بنا ہے صحن گلخن کا چراغ

تیرے ہمسائے مین وہ آکر رہا ہے اسلئے
گھر جلے میرا تو پھر روشن ہو دشمن کا چراغ

دل مین روشن ہے مرے عشق بت کافر کی آگ
جس طرح دیول مین جلتا ہے برہمن کا چراغ

آتش دل پر وہ دل مین نہ لگ جائے کہین
ہے بلا سے جان ہمیشہ زیر دامن کا چراغ

ہے بپا سارے پرندون مین بڑا روشن خیال
کرمک شب تاب ہے اسکے نشیمن کا چراغ

رات مین کام اسلئے ہوتا ہے کان لعل کا
جوہر شب تاب سے روشن ہے معدن کا چراغ

روشنی اسکی فروغ تیغ سے روشن ہوئی
زخم کے گھر مین ہے روشن آہن کا چراغ

تاک کر گولی لگا دو شب مین کیا مشکل ہے صید
فلس ماہی مین ہے عکس روے روشن کا چراغ

پھر نہ بھٹکیگا تمھارا عاشق آتش پرست
گر تجلی طور کی ہو دشت ایمن کا چراغ

اے ظفر مین آپ واقف پاے تخت ہند مین
زیر حوض گرم روشن تھا اک آہن کا چراغ

فاتحہ پڑھنے کو آتے ہین وہ چھپکر رات مین
اونکے رونے پر ولا ہنستا ہے مدفن کا چراغ

ردیف فا

د ۱۵۴۳

قائم ہے جب کنار محبت مین جاے زلف
عارض ترے گلے سے لپٹ کیون نجاے زلف

افلاک سے بلند ہے بخت رساے زلف
عارض کے آفتاب پہ قائم ہے پاے زلف

مین اپنے ہاتھون آپ پھنسا اُسکے دام مین
اس مین نہین ہے بال برابر خطاے زلف

اُسکی تلاش مین مین ہوا پر سوار ہون
سر مین مرے ہے روز ازل سے ہواے زلف

لیکر بلائین عاشق ناشاد نے کہا
آجاے میرے سر پہ الٰہی بلاے زلف

آنکھون کے حلقے پاؤن مین زنجیر بن گئے
آنکھون مین کھب گئے جو ترے حلقہاے زلف

بڑھ جائیگا ضرور مری مردمک کا حسن
اس میری آنکھ مین جو تمھاری سماے زلف

ایسی نبندھی ہوا کہ ہوا ہوگئی صبا
چلنے لگی جو سیر چمن مین ہواے زلف

سنبل کا سیر باغ مین دم گھٹ کے رہ گیا
رکنے لگی قیام سے جسدم ہواے زلف

گل کی نظر جو عارض گلشن پہ پڑ گئی
کہنے لگا وہ دیکھ کے سنبل کو ہاے زلف

جھٹکا دیا جو ایک تو دل پھنسکے رہ گیا
بیٹھی ہوئی تھی بال کا پھندا بناے زلف

دیکھا نہین کسی نے گرفتار کے سوا
کیونکر ادا ہو میرے قلم سے اداے زلف

عارض پہ ہین پسینے کے قطرے جمے ہوے
پھر کیون نہ میرے حال پہ آنسو بہاے زلف

مین اس سے بال بال بچا جاے شکر ہے
مجکو نہ تھا تحمل جور و جفاے زلف

حیرت ہے کس مقام سے ہے اسکی ابتدا
ہوگی کہان خدا کو خبر انتہاے زلف

زلفون سے ابتدا ہے مرے پیچ و تاب کی
جسطرح تیرے خط سے ہوئی ابتداے زلف

نقش خیال دل پہ اُتر آے گا اگرچہ
قالب کو اپنے پیچ مین لاکر دباے زلف

مشاطہ نگار کے ہاتھون پہ مین فدا
گوندھی ہے اسطرح کہ بندھے دست و پاے زلف

یک جعد تا بدار تو دارد بہم ہزار
یکتاے روزگار بر آمد دو تاے زلف

پیراستن بقطع خوشے خوش بہانہ ایست
اینست در طریق محبت سزائے زلف

عرصہ کے بعد آج پھنسا ہے دل ولاؔ
پھندے سے تیرے بچکے نکلنے نہ پائے زلف

(۱۵۴)

جس رات لگ گئی مرے دلکو ہوائے زلف
ایسا اثر ہوا کہ ہوا مبتلائے زلف

جسدن سے دل ہوا ہے مرا مبتلائے زلف
سر پر سوار ہوگئی میرے بلائے زلف

دلدار کے حضور مین ہے دسترس اُسے
دشمن کے ہاتھ سے تجھے خالق بچائے زلف

رکھدیگا پھر تو اسکی حقیقت کو کھولکر
شانے کو اتفاق سے گر ہاتھ آئے زلف

اسکے حرم مین دھوم رکوع و سجود کی
زاہد کی ہر نماز مین ہے اقتدائے زلف

قسمت سے اپنی مین ہون پریشان شکستہ دل
آشفتہ روزگار کو پھر کیون ستائے زلف

ظاہر ہین دلپہ اسکی دغا بازیان مگر
سو جان سے ہے عاشق صادق فدائے زلف

ہر مصرع غزل مین اُسیکی تلاش ہے
افلاک سے بلند ہے فکر رسائے زلف

تہمت لگاکے پھانسی دیا بے گناہ کو
مشہور ہے جہان مین بہت افترائے زلف

شانے نے کین اگرچہ بہت موشگافیان
لیکن سمجھ مین آ نہ سکا مدعائے زلف

بچکر رہو خدا کے لئے اسکے زہر سے
سانپ اسکو کہتے ہو تو نہ کیون کاٹ کھائے زلف

شانے سے پوچھنے کی ضرورت نہین مجھے
مین سن چکا ہون زلف سے خود ماجرائے زلف

سورج کی التجا ہے کرین اسقدر کرم
عارض پہ آپکے کبھی آنے نہ پائے زلف

تاریک ہو جہان ترے عاشق کی آنکھ مین
عارض کے آفتاب کو جسدن چھپائے زلف

مین بھی ہون تیرے ساتھ۔ تری عمر ہو دراز
درگاہ بے نیاز مین ہے یہ دعائے زلف

بس کچھ نہ چل سکے بت پرفن کے پیچ سے
بندھ جائین دونون ہاتھ۔ اگر ہاتھ آئے زلف

زلف عروس باج ستاند ز زلف شب
زلف خطا ہے او بستاند بپا ہے زلف

دلبند دل شکستہ ولاویز دلستان
اینست در سخن صفت دلربا ہے زلف

بحر و اسیر اسکی محبت مین ہین اسیر
پائی ہے کچھ نسیم و صبا نے ہوا ہے زلف

وابستگان زلف مین میرا شمار ہے
بچپن سے ہے ولا مرے دلمین لا ہے زلف

ردیف قاف

(۱۵۵)

دل مرا کیون نہ ہو سو جان سے پروانۂ عشق
شمع محفل ہے ترا عارض جانانۂ عشق

مین ہرن اسے وشت جنون آج وہ دیوانۂ عشق
جس سے آباد ہوا کوچۂ ویرانۂ عشق

آپ سن لین مرے منہ سے اگر افسانۂ عشق
کیا عجب ہے جو نہین آپ بھی دیوانۂ عشق

شمع و عارض گلگون سے ترے دل میرا
دن مین بلبل ہے تو ہے رات مین پروانۂ عشق

شمع عارض کی زبان موت کا لاتی ہے پیام
خط رخسار ہے پروانہ پروانۂ عشق

[illegible] ہے آنکھ خیال نگہ جانان مین
ہے مرا شیشۂ دل آج پریخانۂ عشق

صدف دیدۂ گریان سے بہا جب دریا
کیون مرا اشک نہ ہو گوہر یکدانۂ عشق

ہوس رزق مین پھر کیون نہ پھنسے طائر دل
زلف کے دام مین ہے خال ترا دانۂ عشق

جان اور دل کی بچی خود بھی بچا خیر ہوئی
پھنس گیا زلف کی زنجیر مین دیوانۂ عشق

دلربا آج تری جان نہ برانداز ہے
للہ الحمد کہ آباد ہے ویرانۂ عشق

کس مصیبت سے گزرتے ہین مرے لیل و نہار
تنگی صبح وطن شام غریبانۂ عشق

کعبۂ دل مین تو نکی ہے پرستش دن رات
دین و ایمان ہے مرا وقف صنم خانۂ عشق

جان پر کھیل کے سیکھی ہے کہن فکرون نے
ورنہ کچھ کھیل نہ تھی بازی طفلانۂ عشق

صدق دل اور تہ جان سے ادا کرتا ہون
رات دن آہ شرربار سے شکرانۂ عشق

ایک آئینہ عارض کے مقابل ہین ہزار
بنگیا آینہ ہاتھون ہین پریخانۂ عشق

تاقیامت کبھی اندر سے نہ آئیگی صدا
کہٹکہٹاؤگے جوز نجیر درِ خانۂ عشق

ہوگیا حسن پہ تیرے مرا دل کیون عاشق
بھر رہا ہون ہین اسی جرم مین جرمانۂ عشق

سنگ طفلان سے پڑے اشک کے اولے ہچپر
وادی غم مین پریشان ہے دیوانۂ عشق

ہیچ پرواے سر پایہ بلندان نکند
بارک اللہ برآئین غریبانۂ عشق

بار دل تحمل محبت مرا کیون ہوتا ہے
کس نے بویا ہے مرے دلمین وِلا دانۂ عشق

(١٥٦)

شیشۂ و جام سے معمور ہے میخانۂ عشق
بادۂ عشق سے لبریز ہے پیمانۂ عشق

مین ہون وہ بادہ کش ساغر مستانۂ عشق
جس سے پہیلا ہے یہان مذہب رندانۂ عشق

نہ گرا ہاتھ سے میرے کبھی پیمانۂ عشق
کبھی برہم نہ ہوئی صحبت میخانۂ عشق

سحر و شام کھلا ہے درِ میخانۂ عشق
جس کا جی چاہے اٹھالے کوئی پیمانۂ عشق

قلقل شیشۂ دل سے مرے آئی یہ صدا
ساغر دیدۂ دلدار ہے پیمانۂ عشق

خون دل سے مرے لبریز ہوا جام شراب
رنگ لایا ہے مرا گریۂ مستانۂ عشق

اسکی مورت اسی سانچے مین ڈہلی روز ازل
خاک آدم کی ہے دُردِ تہ پیمانۂ عشق

ساغر مے سے کیا کرتے ہین اندازۂ ظرف
امتحان کے لئے موضوع ہے پیمانۂ عشق

جو ہوا آپ سے باہر ہے وہی دانشمند
فکر کی قید سے آزاد ہے فرزانۂ عشق

یہ وہ میخانۂ وحدت ہے کہ انپرنکے سوا
کبھی آنے نہین پاتا کوئی بیگانۂ عشق

آج ہونے کو ہے فصد رگ جان بیمار
نشتر چشم ہے جرّاح شفاخانۂ عشق

اسکی آنکھون کو مری آنکھ سے دیکھے کوئی
چشم مخمور مین ہے جلوۂ مستانۂ عشق

داغ دل ہے ترے پرتو سے مرے گھر کا چراغ
تیرے صدقے مین ہے روشن مرا کاشانۂ عشق

ہے وہ فرہاد کے تیشے کی زبان پر شیرین
گو حقیقت مین بہت تلخ ہے افسانۂ عشق

نشتر و خنجر و سوفار کٹاری برچھی
تیری آنکھون مین ہے خونریز سلح خانۂ عشق

دل مرا کیون نہین آتا تری زلفون کو پسند
موشگافی مین ہے مشہور مرا شانۂ عشق

کام دل یافت بجان بازی خود بر سر تیغ
آفرین باد برین ہمت مردانۂ عشق

اسکے دربار مین منشور بنی فکر امیر
میرے دیوان سے بڑھا رتبۂ شاہانۂ عشق

اسکی ہر بات مین ہوتے ہین ولا دو پہلو
واہ کیا خوب ہے انداز حریفانۂ عشق

ردیف کاف عربی

(۱۵۷)

کیون مجھ سے بنے بیٹھے ہو انجان ابھی تک
خاموش ہو کیون تم پہ ہین قربان ابھی تک

ہان کچھ تو کدورات کا قصہ مرے آگے
کیون زلف تمہاری ہے پریشان ابھی تک

کیون آئے ہین اغیار یہان جان نہ پہچان
کیون کل سے بنے بیٹھے ہین مہمان ابھی تک

کیا بات ہے منہ لال ہے غصے سے تمھارا
ہیہات کہ تم نے نہ دیا پان ابھی تک

ہم آئے ہین غیرون کو ہماری نہین پروا
قائم ہین یہان عیش کے سامان ابھی تک

اس ظلم کی برداشت کبھی ہو نہین سکتی
خاموش ترے ڈر سے ہون ایجان ابھی تک

سن سن کے الٰہی ستم ایجاد کی باتین
زندہ ہون مین اللہ تری شان ابھی تک

آثار خط عارض روشن سے ہے ثابت
تفسیر کا محتاج ہے قرآن ابھی تک

ہے یار اجل کیون نہین آتی مری مشکل
ہوتی نظر آتی نہین آسان ابھی تک

وہ اتنو مقابل نہین تصویر کے تیری پہ — کیون آئینۂ نقش ہے حیران ابھی تک
مین منتظر وقت ہون تقدیر پہ شاکر — اس دل سے لگائے ہوے ارمان ابھی تک
ہے معجزۂ عشق پرستش مین بتو نکی — محفوظ ہے عشاق کا ایمان ابھی تک
ہر لحظہ مرا عشق بڑھے کیون نہ الٰہی — وہ حسن ترقی پہ ہے ہر آن ابھی تک

ہے ذوق سخن پر نہین فرصت ہے ولا کو
اردو مین مکمل نہین دیوان ابھی تک

(۱۵۸)

کئے جائینگے یون جفا کب تک — مین سہون ظلم آپ کا کب تک
مین پکارون تجھے خدا کب تک — نہ کرےگی اثر دعا کب تک
صبر کی حد بھی چاہیئے کوئی پہ — غور تم ہی کرو بھلا کب تک
دیکھ لین گے ہم ایک دن آخر — اپنا مُنہ تو چھپائیگا کب تک
جا رہے ہو کہان ذرا تو کہو پہ — آؤ گے میرے دلربا کب تک
وقت پیمان گزر چکا دلبر — منتظر مین رہون ترا کب تک
ہم بھی دیکھین گے کرکے وعدۂ وصل — بے وفا تو نہ آے گا کب تک
ہم دعا مین ہین آپ کہتے ہین — دوگے تم ہم کو بد دُعا کب تک
اُور رندو کی بزم مین زاہد پہ — تم کروگے خدا خدا کب تک
ہاے ہر روز کل کا ہے وعدہ — یون چلیگا یہ سلسلا کب تک
کہتے ہین کاٹ دونگا تیری زبان — (پھر زبان سے اگر کہا کب تک)
روکتے جا رہے ہو تم ناحق — نہ کرون عرض مدعا کب تک
وصل کی شب ہے صبح کا ڈر ہے — آو اے جان جان چھپا کب تک

جھوٹے وعدون کو ہم کرین باور
کچھ تو فرمائیے ذرا کب تک

ہے زمین سہل ممتنع۔ دیکھین
ساتھ دیتا ہے قافیا کب تک

مرچکے تم پہ زندگی کی ہوس
بس جو ہونا تھا ہوچکا۔ کب تک

لڑ مرینگے ہم آج دشمن سے
بد معاشون سے سابقا کب تک

دیکھیے طرحین نئی نئی۔ مومن
تو مجھے آزمائے گا کب تک

کیئے جاتے ہین وہ ستم پہ ستم
درگزر ہم کرین ولا کب تک

ردیف کاف فارسی

(۱۵۹)

سوز سے میرے لگی ایدل ترے دامنین آگ
تیرے دامن نے لگادی میرے جان و تن مین آگ

جل گئے جب روح و قالب لگ گئی دامنین آگ
میرے دامن سے لگی پھر سارے پیراہن مین آگ

تیری دلسوزی پہ دلبر جان و دل سے ہون فدا
پھونکدی تیری محبت نے مرے تن من مین آگ

سیر گلشن مین ہوا جب آتشین رخ کا گزر
جل کے لالے نے لگادی تختۂ گلشن مین آگ

آنکھ سے پانی اڑاؤن گھر بجھانے کے لئے
ڈالدو تیری سے میرے دلکے قیر انجمن مین آگ

آتشین رخ کے ہوئے عاشق اطبائے فرنگ
داغ طاعون نے جسدن سے ہر مسکن مین آگ

جھونکدی جب آگ تونے اس دل بیتاب مین
بیقراری سے لگی سیماب کے معدن مین آگ

آتش دلکو جلا دیتا ہے وہ تیزاب سے
واہ وا کیا بنگیا پانی کف سرجن مین آگ

آتش دل میرے اشکون سے بھڑکتی ہے مدام
جسطرح پانی سے بھڑکے خاک کے روغن مین آگ

رو دیئے ہم بھی ہم سفر تھے ریل مین رونے لگے
جب کسی کی سرد مہری سے بجھی انجن مین آگ

جل رہا ہے زخم دل تم اسکو سیتے ہو عبث
جان لو لگ کر رہیگی رشتۂ سوزن مین آگ

آج کل کہاؤ نہ اسکو آگ کا گھر ہے یہ آم
اسپر پڑ جائے جو چھینٹا سرد ہو ساون میں آگ

ہو گیا اب میرے دل کی آگ کا بجھنا محال
لگ گئی تجھ سے دیدے کے فقیر انجمن میں آگ

جب سے استادوں نے شش ضربی بنائی پر چلوٹ
آگئی ٹوٹے میں و بکر دست اہل فن میں آگ

آگ توڑے سے دکہا دیتے تھے ہم بندوق کو
آج ٹوپی دار بندوق کی ہے تون میں آگ

تار پر روشن ہوا محفل میں بجلی کا چراغ
لگ گئی خون رگ جان سے مری گردن میں آگ

تیرے دسترخوان پر پہنچے لگے انگو نہیں اشک
لال مرچوں سے لگی ہے آج کیوں سالن میں آگ

ریل میں سردی ہے اکڑے جا رہے ہیں ہاتھ پاؤں
ہائے کیوں بکتی نہیں دلی کے اسٹیشن میں آگ

کیا بتاؤں لگ گئی ہے آگ ہر اک چیز میں
جب سے پھیلی ہے ولا اس جنگ کی جرمن میں آگ

تیرے غصے نے لگا دی عارض روشن میں آگ (۱۹۰)
شمع سے جالی کے پردے ہر اک روزن میں آگ

کیا جوانی نے لگائی عاشقوں کے تن میں آگ
اڑ کے چنگاری نہ لگ جائے کہیں جوبن میں آگ

چاہتا ہے دل بجھائے اسکو اپنے اشک سے
عشق کی بھڑکی ہوئی ہے آج میرے تن میں آگ

آگ سے پانی ہو سے وہ اشکباری دیکھکر
رحمت باری سے بارے بجھ گئی ساون میں آگ

ہے یہی عادت وہی رہتی ہے خاکستر میں وہ
شمع تیری خاک سے بھڑکی ترے مدفن میں آگ

تیرے دامن کی ہوا نے اسکو جب بھڑکا دیا
پھیلتی جاتی ہے ہر دم کوچہ و برزن میں آگ

کیا ہوا سے گرم ہے اور کیا تر آتشکی ہے دم چپ
جسکی تیزی سے لگی جاتی ہے میرے تن میں آگ

اپنے تن میں آگ سلگائی ہے سوز عشق نے
ہڈیوں میں کیوں نہ بھڑکے جسطرح ایندھن میں آگ

جل کے روٹی رہ گئی روتے لگا جب دم لیا
ہنس رہی تھی اسکے رونے پر مرے گلخن میں آگ

سچ ہے آتش کا جلا ہوتا ہے اچھا آگ سے
دل جلوں کا داغ کیوں ہوتا ہے انکے تن میں آگ

ہم نے روکا اُنکے دامن سے جو دلکی آگ کو
وہ بھڑک اُٹھی تو پہلی قلب کے دامن مین آگ

غسل سے ٹھنڈی نہ ہونے پائی ظالم میری لاش
دفن ہونے پر بھڑک اُٹھی مرے مدفن مین آگ

آب گوہر سے ملا پانی تو بجھکر رہ گئی چہ
لگ گئی تھی شعلۂ یاقوت سے معدن مین آگ

وہ اُبلتی ہے زمین سے جسطرح چشمے مین سوت
جسم کی آتش سے سلگی ہے مرے گلخن مین آگ

چاند پر ٹھوکر لگائی ہے سمند ناز نے
ہے ہلال روشن نعل سم توسن مین آگ

آج دشمن نے جلایا میری تربت پر چراغ
شمع جلکر رہ گئی اور لگ گئی مدفن مین آگ

گر محبت ہے ترے دلمین بجھادے دوڑکر
لگ گئی ہے عاشق دلسوز کے مسکن مین آگ

گرم ہوکر تو نے مجکو کیون لٹایا آگ پر
تیری شوخی نے لگا دی آہ میرے تنمین آگ

آگ بھڑکائی ہوئی ہے یہ رقیبون کی ولا
شعلہ رو گرم سخن ہے لگ گئی تنمن مین آگ

(۱۶۱)

ڈھاک کیا پھولا لگا دی ہے کسی نے بن مین آگ
لالۂ وحشی سے روشن کوہ کے دامن مین آگ

دیکھنا اسے گل نہ لگ جائے کہین دامنمین آگ
شمع لالہ سے لگی ہے آج اس گلشن مین آگ

آگ کے پھولون پہ چلتی ہے ہوا کس زور کی
کیون نہ لگ جائے جنون اس دشت کے دامنمین آگ

تا قیامت بجھ نہین سکتی کسی تدبیر سے
جب رقیبون نے لگائی ہے ہمارے تنمین آگ

آگ پر مثل حسن ابدال ہم ہین لوٹتے
کچھ اثر کرتی نہین ایجان ہمارے تنمین آگ

کیا دوا تو نے پلادی اسے طبیب جانستان
پھنک رہی ہے آج اس بیمار کے تن مین آگ

بعد مدت خلوت جانان مین اکدن لپٹے ساتھ
دیکھکر مجکو بھڑک اُٹھی دل دشمن مین آگ

میری آتش برف کے پانی سے کیون بجھنے لگی
آگ ہے زیر قدم اور پھنک رہی ہے تنمین آگ

دوڑتے ہو تم لگا کر آگ پانی کے لئے
پوچھتے کیون ہو لگائی کس نے اس مسکن مین آگ

برف تیری سرد مہری سے بنے ہین ہاتھ پاؤن
کس طرح تاپون بجھی جاتی ہے جب گلخن مین آگ

جب ہوے دونون مقابل جسم سے جھڑنے لگی
سنگ دل اور آہنین جانو تجھے ہے آہنین آگ

بجلیان گرنے لگین غصّے سے تیرے الامان
خوف ہے مجکو نہ لگ جاے مرے خرمن مین آگ

ہم پیئے جاتے ہین دریا تشنگی بجھتی نہین
بادۂ گلرنگ نے کیا پھونکدی ہے تن مین آگ

اپنے ہم چشمون کے اس اخلاق پر روتا ہون مین
کیون حسد سے ہنس رہی ہے طبع اہل فن مین آگ

بعد مدت دل جلے بلبل کی تسکین ہو گئی
لگ گئی گلنار سے گلچین کے جیب و دامن مین آگ

گرم پانی سے جلا کرتے نہین دنیا مین گھر
میرے اشک گرم سے لگتی ہے کیون پانی مین آگ

آگ ہو کر تیرے عاشق کا دہکتا ہے بدن
شدت تب سے لگی ہے آج اُسکے تن مین آگ

دیکھکر رونیکو میرے آگ دشمن بنگیا
یہ تعجب ہے لگی پانی سے اسکے تن مین آگ

آتشین عارض چھپا خاکستر خط مین ولاؔ
تم بچے رہنا دبی ہے کاکل پُرفن مین آگ

(۱۲۳)

زلف کی ناگن دبی رہتی ہے تیرے سینے مین آگ
کاٹ کھاتی ہے تو پڑجاتی ہے سارے تن مین آگ

دوستو کس نے لگائی ہے میرے مسکن مین آگ
کس کے لاشے کے لئے روشن ہوئی چندن مین آگ

آپ آئے ہین یہان ہولی جلانیکے لئے
پھر لگا دیتے نہین کیون خانۂ دشمن مین آگ

حضرت موسی کو کب ہوتا ید بیضا نصیب
انکی قسمت سے نہ ہاتھ آتی اگر بچپن مین آگ

وہ بھڑک اٹھی تمہاری جنبش دامان سے آج
دامن دل نے جو روکا لگ گئی دامن مین آگ

برق وش ہو کر تماشا دیکھنے ٹھہرے ہین آپ
واہ وا کس نے لگائی ہے مرے مسکن مین آگ

شعلۂ عارض بھڑک اُٹھا ہے ہٹکے بیٹھیے
خوف ہے مجکو نہ لگ جائے کہین چلمن مین آگ

کل ہواے یار مین جب ہم نے کی سیر چمن
دیکھکر گل کو بھڑک اُٹھی ہمارے تن مین آگ

دامن دل سے گریبان مین گرین چنگاریان
پھر گریبان سے لگی عاشق کے پیراہن مین آگ

آج کل اسکے ہمارے آگ پانی کا ہے بیر
میرے آنسو سے بھڑک اٹھی دل دشمن مین آگ

میری آنکھون مین نظر آتا ہے کچھ خط کا دھوان
آج روشن ہو رہی ہے عارض روشن مین آگ

تیرے جلوے سے ہوا آتش فشان جب کوہ طور
مثل باران کیون نہ برسے وادی ایمن مین آگ

آگ پانی مین لگا دینا اسی کا کام ہے
بازی آتش بنی ہے پنجۂ دشمن مین آگ

آتشین عارض پہ گرمی سے پسینہ آپکا
آگ پر روغن کبھی ہے اور کبھی روغن مین آگ

خوب چھیڑا تھا دل ناشاد بجھ کر رہ گیا
اسکے دیپک کے ترانے سے لگی ارگن مین آگ

وہ لگانے اور بجھانے مین بڑا استاد ہے
ہان وہی رہتی ہے دائم خاطر دشمن مین آگ

آگ لگ جاے الٰہی آتش غم کو کبھی
بددعا میری لگا دیگی مرے شیون مین آگ

سوز پنہان سے ہمارا دامن دل جل گیا
اس چراغ زیر دامن سے لگی دامن مین آگ

اس دھماکے کا تعجب آپ کو کیون ہے ولا
دل جو دہلا لگ گئی باروت کے مخزن مین آگ

ردیف لام

(۱۶۳)

کیون ہو رہا ہے شوق مین بے اختیار دل
کیون اُچک رہا ہے تیری طرف بار بار دل

کس حادثے کے رنج مین ہے اشکبار دل
روتا ہے کیون لپٹ کے مجھے زار زار دل

رہ رہ کے جوش غم سے بھر آتا ہے آج کل
رہ رہ کے میری آنکھ سے ہے اشکبار دل

جب جا رہا ہے آج کسی دلربا کے ساتھ
روئے گلے لپٹ کے نہ کیون زار زار دل

پہلو سے میرے اٹھ جو گیا دلربا مرا
بیتاب ہو کے بیٹھ گیا بے قرار دل

صبر و قرار ہاتھ سے جس دم نکل گئے
رونے لگا مین تھام کے بے اختیار دل

پیمان وصل قتل سے کیونکر بدل گیا
اس انقلاب پر ہے تمہارے نثار دل

کل تجکو دیکھ لینگے شب وصل یار ہم
گو دلبری مین آج ہے تیرا شکار دل

سیر چمن مین آپکے عارض کو دیکھکر
ہم رنگ روے لالہ بنا داغدار دل

لایا ہے رنگ اس گل عارض کے سامنے
دلبر تمہارے آج گلے کا ہے ہار دل

تجکو تو ہاتھ آ ہی چکا دلربا کا وصل
کس بات کا ہے اور تو امیدوار دل

وہ بچ رہا تھا صاف نشانے کی سیدھ سے
ترچھی تری نظر کا ہوا ہے شکار دل

دلبر تمہارے ہاتھ مین آکر وہ کس لئے
بے صبر بن گیا ہے مرا بیقرار دل

جاتی نہین کبھی مرے دل سے پھر اسکی یاد
آتا ہے جب کسی پہ مرا ایکبار دل

افسوس لیکے دل کو مرے وہ مکر گیا
دلوا دے مجکو اے مرے پروردگار دل

جسدن سے اسپہ عکس رخ یار پڑ گیا
صنع سکندری کی بنا یادگار دل

کیون اسکو بار خاطر نازک کھے کوئی
احسان دلبر کا ہے جب زیر بار دل

دلرا بدل رہیست درین گنبد سپہر
دارد خبر ز کینۂ پنہان یار دل

دیوانہ پن پہ اسکے نجاؤ کبھی ولا
مطلب کا اپنے ہے وہ بڑا ہوشیار دل

۱۲۴۳

سکے ہین تیرے ہاتھ مین پروردگار دل
فضل و کرم کا ہے ترے امیدوار دل

سوز جگر سے جب ہے مرا داغدار دل
داغون سے اپنے کیون نہ بنے لالہ زار دل

رہ رہ کے بڑھ رہا ہے ترا اضطرار دل
کس چیز کا ہے تجکو بتا انتظار دل

لیجا رہا ہے وہ مرے پہلو سے کھینچکر
کیون چھپکے تو نکال رہا ہے بخار دل

عشاق کا شمار نہین تیرے سامنے
اک دل دکھا کے تونے لئے ہین ہزار دل

صد پارہ حسین کی طلب مین تڑپ کے آج ٭ سیماب بن گیا ہے مرا بیقرار دل
اپنے وطن سے دور ہے قبضے مین یار کے ٭ بے خانمان ہے آج غریب الدیار دل
بھولے سے آنکھ پڑ گئی اسکی شکار مین ٭ ہیہات ہو گیا ہے ہرن کا شکار دل
نفرت ہے اسکو اپنے رفیق قدیم سے ٭ سنتا ہون آج کل تجھے کرتا ہے پیار دل
(ق) یان انتظار اشد من الموت ہے مجھے ٭ کرتا ہے وان خوشی سے مرا انتظار دل
عاشق کو تیرے وصل کی نعمت نصیب ہو ٭ پہلو مین میرے آئے اگر ایکبار دل
خود اپنے شوق سے وہ گیا ہے تمہارے پاس ٭ مانون نہین جو بات بنائے ہزار دل
دلبر غبار اوسکے ہوا دلبری کے بعد ٭ یارب نہ اُنکے دلکا بنا ہو غبار دل
روکا بہت مگر نہ رکا جذب شوق سے ٭ نکلا ہمارے ہاتھ سے بے اختیار دل
جس طرح اپنے ہاتھ سے ہم تجھکو کھو چکے ٭ کھوتا کھین نہ ہاتھ سے صبر و قرار دل
قسمت تو دیکھئے کہ رہے ہم اسی جگہ ٭ اوس دلبر حسین کے ہوا ہمکنار دل
کیون مجکو اضطراب نہ ہو اے ستمگرو ٭ پہلو سے گم ہوا ہے مرا ہونہار دل
یارب ترے کرشمۂ قدرت سے کیا عجب ٭ ہو جائین میرے ساتھ جہانمین ہزار دل
گر یکشود و دو دل بجہان کوہ بشکند ٭ بشکستہ است از دو دلی صد ہزار دل

قدر و منیر و میر کو حیرت ہے کیون ولا
صدقے مین داغ کے ہے مرا رازدار دل

(۱۹۵) پڑ گیا تو قفس تنگ کے پالے بلبل ٭ پڑ گئے آج تری جان کے لالے بلبل
حالت غم مین جو صیاد کو پالے بلبل ٭ آپ اپنے کو کرے اسکے حوالے بلبل
قدر بلبل کی اسیکو ہے جو پالے بلبل ٭ کسی پالی مین جو دو چونچ لڑا لے بلبل

توڑ کر پھول کو گلچین نے سنبھالا دامن
دامن دلکو تحمّل سے سنبھالے بلبل

ہم کو بھاتی ہے بہت نغمہ سرائی تیری
ابھی باقی ہین ترے چاہنے والے بلبل

دام مین گل نہ پھنسا لگ گئے گلدام بہت
وصل سے پہلے تو خیر اپنی منالے بلبل

بار غم کا ہے کچھ ایسا ترے دل پر بھاری
جھکتے ہین آج ترے بوجھ سے ڈالے بلبل

ہم سے ہمدرد زیادہ نہ ملے گا کوئی
اپنے نالے ہمین جی بھر کے سنالے بلبل

گلعذاران جہان قدر تری کیا جانین
ہین چمن مین ترے پہچاننے والے بلبل

پت جھڑی مین تو ترا رنگ بگڑ جائیگا
اسی موسم مین تو رنگ اپنا جمالے بلبل

کون سنتا ہے تعلّی تری اس گلشن مین
خوب دل کھول کے بے پر کی اڑالے بلبل

گر میان تیز ہین گلشن مین بھٹکتا کیون ہے
آشیان شاخ گل تر پہ بنالے بلبل

ہوگئی دامن گلچین سے محبت گل کو
دام صیّاد کو تو اپنا بنالے بلبل

گوش گل تک ترے نالونکی رسائی ہوئی
بہے گلشن مین ترے اشک کے نالے بلبل

گلفروشونکی ہے روزی ترے گل پر موقوف
نہ برا مان غریبون کی دعا لے بلبل

ہان کہین آگ نہ لگ جائے قفس مین تیرے
نالۂ گرم کو دیپک سے بچالے بلبل

آج کیون یار لٹاتا ہے چمن کو اے دل
خوف یہ ہے کہ کہین زہر نہ کھالے بلبل

ہم ترے ساتھ نہ جائینگے کبھی گل کی طرف
تو کہین اپنی بلا ہم پہ نہ ڈالے بلبل

حکم سے یار کے اک پھول جو توڑا مین نے
دل دھڑکتا ہے کہ جھگڑا نہ نکالے بلبل

تیرا معشوق ہے گل اور ہمارا گلرو
اپنے ہمدرد کا تو درد بٹالے بلبل

شاخ گل کو نہ کبھی ہاتھ لگایا مین نے
مجھپہ بہتان نہ کر نام خدا لے بلبل

گل برعنائی خود ناز کند در گلشن
عاشق اوست بامیّد وصالے بلبل

گوش گل ذوق کش زمزمۂ نغمۂ اوست | دارد از نالۂ خود رنگ مقالے بلبل

بلبلان عجم و ہند مین ہے فرق ولا
بھوری رنگت کے ہین وہ اور یہ کالے بلبل

(۱۹۹)

پڑ گیا آج تو کیون عشق کے پالے بلبل | نجا کو کرتا ہون مین خالق کے حوالے بلبل
آج دلسوز ہین کیسے ترے نالے بلبل | پڑ گئے دلمین مرے آگ کے چھالے بلبل
کہین ایسے نہ پروبال نکالے بلبل | ساتھ اپنے کسی عاشق کو پھنسالے بلبل
ذوق گل کو مرے گلرو پہ وہ کیون دیتا ہے | اسے کہدو کہ زبان اپنی سنبھالے بلبل
قدر انداز کیا کرتے ہین آواز پہ تیر | اب نہین خیر جو آواز نکالے بلبل
لطف آئیگا جو مل بیٹھینگے دیوانے دو | اپنے نالے کسی عاشق کو سنالے بلبل
پھول توڑے تو ہین گلچین نے چمن سے لیکن | خوف یہ ہے نہ کہین راہ مین آلے بلبل
واہ کیا رنگ اڑایا ہے مرا گلشن مین | آج نالون کے ہین انداز نرالے بلبل
خوف صیاد سے تو بند رہیگا کب تک | آشیان چھوڑ کے گلشن کی ہوا لے بلبل
پھول توڑے ہی چلے جاتے ہین وہ بیٹھا رہ | اک طرف اپنے کلیجے کو سنبھالے بلبل
توڑ لین اس لئے گلچین نے وہ کچی کلیان | دل کے ارمان گلون سے نہ نکالے بلبل
کچھ نہ معلوم ہوا تجھ سے بگڑنے کا سبب | پھولا بیٹھا ہے اگر گل تو منالے بلبل
کیا مجال اسکی ترے سامنے ہو گلپہ نثار | مین سمجھ لونگا اسے پر تو ہلالے بلبل
میرے گلرو کے چمن مین تو نشیمن کرلے | آشیان اپنا گلستان سے اٹھالے بلبل
آج پھیلے ہوے صیاد ہین اس گلشن مین | جان اپنی کسی پہلو سے بچالے بلبل
میرے نالے تو فلک سیر ہین کیا اسکی مجال | میرے منہ پر کبھی آواز نکالے بلبل

ایک مالک نہین اسکے ہین ہزارون مالک
گل کے اوراق ہین گلشن کے قبالے بلبل

کیون نہ انگلنڈ مین گورونکو کبوتری ہو پسند
جب یہان پالتے رہین ہند مین کالے بلبل

گل کے اوراق پہ لکھی ہے گلستان پوری
اپنے نغمون سے سبق ہم کو سنالے بلبل

للہ الحمد کہ آور وصبا فصل بہار
باز آمد بچمن از پس سالے بلبل

رنگ و بو بیش بچمن چون نرساند بمراد
وار واز ہر ورق گل پرو بالے بلبل

سو چکر جائیو اس باغ مین اے رند و اسیر
خوف یہ ہے نہ چمن سر پہ اٹھالے بلبل

ساتھ گلچین کے اڑا جاتا ہے گلشن مین وِلا
دامن گل کو نزاکت سے سنبھالے بلبل

(۱۶۷)

اس گلبدن کو تنگ ہے تن پر قباے گل
کیون کر تھی کی شرم سے مرجھا نجاے گل

رنگین ہے آج پیرہن گل رداے گل
پھر کیون نہ لاے رنگ حریر قباے گل

رنگین ترے بدن سے حریر قباے گل
قربان گل بدن پہ ترے کیون نجاے گل

سیر چمن مین عارض گلگون کو دیکھ کر
کیون اسکے آب و رنگ سے شرما نجاے گل

دیکھا جو تیرے عارض گلگون کو باغ مین
نکلا زبان بلبل غمگین سے ہاے گل

گھل مل گئے ہین عاشق و معشوق اسطرح
گل ہے فداے بلبل و بلبل فداے گل

اے بلبلو چمن مین تمہارا نہین گزر
فصل بہار شاخ پہ جب تک نہ لاے گل

اے عندلیب ہم نہین بیگانۂ چمن
ہم بھی ہین گلبدن کے سبب آشناے گل

عارض کی یاد مین کہین لاشہ مرے پہ سجائے
کوئی مرے مزار پہ ہرگز نہ لاے گل

باقی نہین رہی دل عاشق کو کچھ ہوس
ثابت ہے عشق بلبل و گل سے وفاے گل

غنچون سے آج باد صبا کی چھٹک گئی
جب بلبلون کے سر مین سمائی ہواے گل

بلبل ترے وصال سے رونے لگا چمن
بڑھ کر نہین ہے تیرے ستم سے جفاے گل

ڈر ہے کہ کھل نجاے حقیقت لباس کی
کھلتے نہین ہین شرم سے بند قباے گل

بلبل فدا تھا عارض گلگون کے رنگ پر
جب تو نے بیدریغ چمن مین لٹاے گل

بچپن مین ہے یہ رنگ تو اللہ کو خبر
عارض ترا شباب مین کیا کیا کھلاے گل

گل کرد این عجوبہ بسیرِ تو در چمن
بلبل برو ے تو نہ کند اعتناے گل

تا دامنش ز دامن گلچین جبہ نداشت
پیراہن تو خندہ زند بر قباے گل

روندی ہوئی ہے آتش و سودا و میر کی
مشکل ہے اس زمین مین ولا ہاتھ آئے گل

(۱۶۸)

گلرو جو پیرہن کے گلے مین لگائے گل
جامے مین پھر خوشی سے نہ پھولا سمائے گل

قائم ہوئی جب اسکے گریبان مین جاے گل
پھر ان گلبدن پہ مرے کیون نجائے گل

گلرو کے رنگ و بو کی ہے شہرت بہار مین
مشکل ہے اب چمن مین کبھی رنگ لائے گل

پروانہ عندلیب نہ ہو شمع گل پہ آج
جب تک تمہارے ہاتھ سے کترا نجاے گل

مقصود ہے مقابلہ رنگ و بو اُسے
قائم ہوئی جبھی تو گریبان مین جاے گل

بزم چمن مین عارض روشن کی تاب سے
گل کا چراغ آج کہین ہو نجاے گل

بویا گیا تھا الفت عارض کا دلمین تخم
لاشے نے بن کے خاک چمن مین کھلاے گل

ہے ہاتھ مین قفس جو مرے گلعذار کے
بلبل کو کھینچ لاے نہ کیونکر ہواے گل

آتا ہے جھومنے کے سوا اس کو اور کیا
اے بلبلو تمھین کو مبارک اداے گل

تشبیہ روے یار کی گر دلمین ہے ہوس
عارض پہ اپنے سنبل تر کیون نہ لاے گل

اپنی جگہ سے ہل نہین سکتا وہ دو قدم
ہاتھون مین شاخ گل کے مقید ہین پاے گل

کس چیز کی ہے اُس تن نازک کو احتیاج
بستر پہ گلبدن کے کوئی کیون بچھائے گل

تصویر گلبدن مری آنکھون مین پھر گئی
دامان دل پہ چلنے لگی جب ہوائے گل

گلچین کے ہاتھون دل نہ دُکھے عندلیب کا
کہدو کہ ٹوکری مین کبھی بھر نہ لائے گل

ہر فصل مین ہے وہ گل عارض سدا بہار
موسم کے بعد ہم نے چمن مین نہ پائے گل

تا بوئے زلف یار بسیر چمن گرفت
زلف صبا کنارہ کشیدہ از ہوائے گل

گل پیش گلرخم بورق بال و پر زند
بلبل ہمی پرد بہ ہوس در قفائے گل

گلچین ہین اس بہار کے غالب ـ ظفر ـ قلق
مشکل ہے اس چمن مین ولا رنگ لائے گل

(۱۶۹)

پھولے ہین آج عارض گل پیرہن کے پھول
نازک ہین لال لال ہین جیسے چمن کے پھول

گل پیرہن کہان ہین تیرے پیرہن کے پھول
اے گلبدن دکھا مجھے اپنے بدن کے پھول

گل پیرہن کی آج حقیقت یہ کھل گئی
پھولے ہین تیری لال قبا پر چکن کے پھول

بلبل کو تاب نغمہ سرائی نہین رہی
جھڑتے ہین منہ سے غنچہ دہن کے سخن کے پھول

بنتی ہے جب نسیم تمہاری ہوائے زلف
عارض پہ پھولتے ہین تمہارے چمن کے پھول

ہے گلرخون کی غنچہ دہانی مین یہ کمال
غنچے کبھی ہین اور کبھی ہین چمن کے پھول

ہوتا ہے دیکھکر گل عارض کو یہ گمان
سرو روان پہ ہین تیرے سیب ذقن کے پھول

گلچین ہوا نہال دُلہن یاد آ گئی
چننے لگا جو آج عروس چمن کے پھول

اک پھول گلبدن کے گریبان مین دیکھکر
پھولے نہین سماتے چمن مین چمن کے پھول

سارے گلونکو حلقہ بگوش اسنے کر لیا
سیر چمن مین کان مین اپنے پہن کے پھول

جب سے ملا ہے دلبر عشاق کا لقب
دل بن گئے ہین ہار مین اس گلبدن کے پھول

تاریک شب مین نکلے ستارے چمک گئے
کالی قبا مین تیری رو پہلی کرن کے پھول

جھونکا ہماری آہ کا جس دم گزر گیا
گرمی سے اسکی جھڑ گئے سارے چمن کے پھول

جنت کی سیر ہوگی مجھے حشر تک نصیب
رکھنا مرے مزار پہ اپنے چمن کے پھول

گلرو کی سیر باغ مین کیا بات ہو گئی
بلبل سے پھر لیے بیٹھے ہین سارے چمن کے پھول

نازک بدن پکارے گئے گلرخان دہر
ہو کر گلے کا ہار نزاکت سے بن گئے پھول

ہے میکدے کے پھول مین آتش لگی ہوئی
ساقی کی پھلجھڑی سے جھڑے مکر و فن کے پھول

بوٹو نمین اس لباس مشجر پہ آپ کے
منقش کے ثمر ہین سنہری کرن کے پھول

جسدن سے میرے آہ مین جانمین لگی ہے آگ
آنکھین مری گراتی ہین گلریز بن کے پھول

تیرے کرم سے پھول ہمین منکر ہی سہی
عارض کے گل نہ پاے تو پائے چمن کے پھول

بیلو نمین بوٹیان ہین تمہارے لباس کی
سوزی کے کام سے نکل آئے چکن کے پھول

دو اشرفی کے پھول کا انعام دیجئے
مالن جو گوندہ لائی ہے دولہا دلہن کے پھول

بلبل ہین ہشت جنت مین غلامان اہلبیت
سادات پاک ہین چمن پنجتن کے پھول

شہرت ہے انکی گلشن ہندوستان مین آج
بٹ موگرے سے ہو گئے نامی دکن کے پھول

جب گلرخان ترک سفر مین نظر پڑے
غربت مین یاد آئے ہمارے وطن کے پھول

فرحت سے کیون نہ آج مرا دل ہو باغ باغ
چھوڑے ہین آج تیرے لب خندہ زن کے پھول

گلشن مین رنگ و بو کی نزاکت کو دیکھ کر
قربان ہو گئے مرے نازک بدن کے پھول

نقرے کی اور طلا کی تمنا بر آئیگی
سر پر گرین نثار اگر سیمتن کے پھول

سیر چمن مین عارض رنگین کو دیکھ کر
رنگ آگیا گلاب بنے نسترن کے پھول

داغ غم فراق سے لالہ بنے ہین گل
چاک قبائے گل سے کھلے ہین چمن کے پھول

محبوبۂ فرنگ پہ صدقہ ہے ہند کا
مقیش سے بنے جو تمہارے گون کے پھول

ہر رنگ کی ہے آج کرن پھولین بہار
کُندن سے بن گئے ہین بھان نورتن کے پھول

اے داغ اس چمن مین نہ بلبل ہو کیون وِلا
استاد تیرے منہ سے جھڑے ہین سخن کے پھول

ردیف میم

(۱۷۰)

جب کبھی آپے مین آجاتے ہین ہم
بے خودی سے اپنی شرماتے ہین ہم

جب ترے پامال ہو جاتے ہین ہم
دن مین سو سو ٹھوکرین کھاتے ہین ہم

اُسکے آگے جب کبھی جاتے ہین ہم
اسکی زلفون سے اُلجھ آتے ہین ہم

ہو چکی بس اب ترے دل مین جگہ
اپنی آنکھون سے گرے جاتے ہین ہم

آنکھ جب لڑتی ہے تیری آنکھ سے
شرم سے دلمین کٹے جاتے ہین ہم

رشک سے پاسنگ بنتا ہے عدو
جب تری نظرون مین تلجاتے ہین ہم

نخلِ غم کی آبیاری کے لئے
خونِ دل نالون سے دوڑاتے ہین ہم

کیا تلاشِ نقشِ پاے یار مین
دشتِ غربت مین ہٹے جاتے ہین ہم

کیون تو پیچھا کر رہا ہے اے رقیب
اپنے سائے سے ڈرے جاتے ہین ہم

دشتِ غم مین جب بھٹک جاتا ہے دل
وحشیون سے اُسکو بہلاتے ہین ہم

کیون ہمیشہ ہم سے ہوتے ہو خفا
لو خدا حافظ چلے جاتے ہین ہم

اشک کے بدلے فراق یار مین
اپنی آنکھون خون برساتے ہین ہم

آکے لیجانے کی بھی اچھی ہوئی
وہ نہ آتے ہین نہ پھر جاتے ہین ہم

کیون لگا رہتا ہے دشمن ساتھ ساتھ
وہ جو آتے ہین تو گھبراتے ہین ہم

آج سمجھے اُن کے آنے کا سبب
وصل مین بیہوش ہو جاتے ہین ہم

کیون یہان آئے ہو کسکی ہے تلاش
اس کا مقصد اور کچھ پاتے ہین ہم

کسنے بھیجا کیون بلاتا ہے عدو
اس ترے چھلّے مین کب آتے ہین ہم

محفل اغیار مین کیون ہون ذلیل
عشق مین جب تیرے کہلاتے ہین ہم

بے بلائے ہم نہین آئے یہان
تیرے قدمون کی قسم کھاتے ہین ہم

دشمن جان جب کبھی چلتا ہے چال
اس کے قابو سے نکل جاتے ہین ہم

بس رضاجوئی کی اب حد ہو چکی
دشمنون کے دوست بنجاتے ہین ہم

جس نے لوٹا اس کو کیا کہئے ولا
خانمان برباد کہلاتے ہین ہم

(۱۷۱)

جب کبھی آنکھین لڑا آتے ہین ہم
لڑ گئی قسمت تو لڑ جاتے ہین ہم

چل گیا خنجر تو لڑ جاتے ہین ہم
لڑ گئین آنکھین تو لڑ جاتے ہین ہم

لو تمہارے حکم سے جاتے ہین ہم
بے بلائے پھر کہان آتے ہین ہم

روتے ہین۔ آٹھ آٹھ آنسو روز و شب
پھر کبھی دو چار ہو جاتے ہین ہم

فاتحہ پڑھنے کا وعدہ ہو چکا
اس مسرت سے مرے جاتے ہین ہم

وہ سمجھتا ہے نہ سمجھیگا کبھی
گرچہ اپنے دل کو سمجھاتے ہین ہم

جب کبھی ملتے ہین تنہائی مین وہ
انکے سینے سے لپٹ جاتے ہین ہم

جب ہوے آمادۂ ظلم و ستم
یہ غنیمت ہے کہ یاد آتے ہین ہم

ہوتے ہین جب مائل لطف و کرم
بد نصیبی سے رہے جاتے ہین ہم

کھیل جاتے ہین ہم اپنی جان پر
جب تماشا انکو دکھلاتے ہین ہم

گرم ہے غصے سے گلرو اے نسیم
پہلے اجل اور پھر آتے ہین ہم

اس سے بڑھکر کیجئے ہم پر ستم
یہ نہ سمجھین آپ گھبراتے ہین ہم

واہ وا لینے کے دینے پڑ گئے
اپنے دلکو دیکے پچھتاتے ہین ہم

ناوک ابرو کمان کی یاد مین
تھام کر دل اپنا چلاتے ہین ہم

تو نہین آتی تو کچھ پروا نہین
بے بلائے اے اجل آتے ہین ہم

برق وش ہوتا ہے جب غیرون کے ساتھ
جل کے خاکستر بنے جاتے ہین ہم

غیر کے جانے سے ہے تب بے قرار
تیری خاطر سے بلا لاتے ہین ہم

وہ چلے آتے ہین لیکر غیر کو
روٹھ کر جس دن نہین جاتے ہین ہم

ٹالتے ہو ہم کو فرمائش کے ساتھ
بس انھین چالون سے گھبراتے ہین ہم

غیر کے آگے امید فتح پر
ہار سے قسمت لڑا آتے ہین ہم

کہ چکے ہین بخت رو گویا نصیر
اس زمین مین لکھ کے پچھتاتے ہین ہم

عمر بھر مہمان ہین ان کے اے ولا
خون دل پیتے ہین غم کھاتے ہین ہم

(۱۷۲)

کوچے سے ترے اگر گئے ہم
ایجان سمجھ کہ مر گئے ہم

جس روز گئے عدو کے گھر آپ
رحلت دنیا سے کر گئے ہم

کاکل سے تری ہوے پریشان
گیسو سے ترے بکھر گئے ہم

دشمن کو مزا چکھا کے رہتے
غصے سے تمہارے ڈر گئے ہم

دیکھا سب کچھ تمہاری خاطر
اغماض نگاہ کر گئے ہم

کیا ایسی خطا تھی تیرے در پر
بے بلوائے اگر گئے ہم

قائم تھی وہان تمھاری محفل
دشمن کے جو رات گھر گئے ہم

در پر ترے یا و خط مین جانان
بنکر کبھی نامہ بر گئے ہم

تھی خودغرضی سے ہم کو نفرت
غیرون کا لحاظ کر گئے ہم

بگڑے ہم پر تو ہم بھی بگڑے
پوچھا تو بیان کر گئے ہم

غیرون پہ بگڑ کے جب ہوئی یاد
کرتے ہوئے الحذر گئے ہم

وہ ہنسنے لگے خوشی سے رو کر
دل اپنا نثار کر گئے ہم

دلبر تری دلبری پہ قربان
خدمت تری دل سے کر گئے ہم

صورت نہ کسی کی ہم نے دیکھی
جانانہ کسی کے گھر گئے ہم

آنکھین جو لڑین تو ہم سے بگڑے
دل دیکر صلح کر گئے ہم

غیرونکے گھر تمھاری خاطر
اپنے سے بیخبر گئے ہم

خنجر سے ترے شہید ہو کر
مرتے ہوئے نام کر گئے ہم

گزری جو کچھ بھی ہمپہ گزری
دُنیا سے ولا گزر گئے ہم

(۱۶۲)

دل سے ترے کیا اُتر گئے ہم
جیتے جی ہائے مر گئے ہم

دل اُٹھ ہی گیا تھا زندگی سے
یہ خیر ہوئی جو مر گئے ہم

دُنیا مین کسی نے کچھ نہ پوچھا
کیون آئے تھے کدھر گئے ہم

تھا اپنا قصور اگر نہ پایا
تو ہی تو تھا جدھر گئے ہم

گلرو ترے عشق کے چمن سے
مانند صبا گزر گئے ہم

جس راہ مین جان کا تھا خطرہ
اُس راہ سے بےخطر گئے ہم

تھی عشق کی خوفناک منزل
اس خوف کو جانکر گئے ہم
معلوم نہیں کدھر سے آئے
ثابت نہ ہوا کدھر گئے ہم
کیا جان پہ اپنی کھیل کر آج
مرنے کو کھیل کر گئے ہم
لبریز ہوا پیالۂ عمر
اشکون سے اپنے بھر گئے ہم
وعدہ نہ کیا کسی سے جھوٹا
کھکر نہ کبھی مُکر گئے ہم
اے مظہر حُسن لایزالی
سنکر تیری خبر گئے ہم
تصنیف ہے یادگار اپنی
کیا اچھا کام کر گئے ہم
شطرنج بنی جو عشق بازی
عشاق پہ مات کر گئے ہم
دیوان قلق سے دل نہ بھلا
ق سودا کے خیال پر گئے ہم
آخر میں غزل سے تیری اے درد
بیتاب ہوے تو مر گئے ہم

کس واسطے آئے تھے وِلا ہاے
کیا ہم نے کیا کدھر گئے ہم

آزاد بن کے چلدئے اپنے مکان سے ہم
۱۷۴ چھوڑا قفس تو روٹھ گئے آشیان سے ہم
جب آگئے ہین ایک بار اتنک وہان سے ہم
مر کر ہی جائینگے مری جان اب یہان سے ہم
ہم کو خبر نہیں ہے کہ آئے کہان سے ہم
کیا جانین ہم کہ جائینگے کب اس جہان سے ہم
گزری نہ تھی کہ تیری جفا سے گزر گئے
سرعت میں آج بڑھ گئے عمر روان سے ہم
جو کچھ سُنا ہے تیری زبان سے زبان دراز
نقل اسکی کر رہے ہین قلم کی زبان سے ہم
ابرو کے خم مین اپنی نگہ کو چھپائیے
ڈرتے نہیں کچھ آپکے تیر وکمان سے ہم
ان گالیونکی کچھ ہمین پروا نہیں ذرا
سو بار سُن چکے ہین تمہاری زبان سے ہم

اپنے لئے ہے خیر اسی میں کہ ہو خلاف
دق ہو گئے ہیں رابطۂ جسم و جاں سے ہم

دل پر ہمارے نقش ہو نقش نگیں کی طرح
سن لیں جو ایک بات تمہاری زباں سے ہم

دل کا جہاز ساحل مقصد پہ کیوں نہ جائے
دریا بہا رہے ہیں جب اشک واں سے ہم

طیارہ ہائے آہ میں اسٹیم کے عوض
انجن چلائیں گرمی ضبط فغاں سے ہم

سینے میں ہیں خزائن مضموں بھرے پڑے
شعر اسکے صرف کے لئے لائیں کہاں سے ہم

اس زندگی پہ موت کو ترجیح کیوں نہ ہو
اب ہو رہے ہیں غش میں کچھ نیم جاں سے ہم

جسطرح مجھکو اسکی شکایت ہے ہر گھڑی
شکوہ کریں گے یار ترا آسماں سے ہم

ہیہات مشت خاک بھی انکو نہ آئی ہاتھ
جب خاکسار بنکے اڑے اس جہاں سے ہم

کیوں اپنے رازداں پہ بھروسہ نہیں مجھے
مر جائیں پر کبھی نہ نکالیں زباں سے ہم

وہ آفتاب روئے زمیں حکم دے اگر
تارے اتار لائیں ولا آسماں سے ہم

(۱۷۵)

ایسے تھکے ہیں نالہ و آہ و فغاں سے ہم
کچھ ہو گئے ہیں جاں بلب ناتواں سے ہم

ہیں جاں بلب تمہاری جفائے نہاں سے ہم
کچھ اپنا حال کہہ نہیں سکتے زباں سے ہم

تم حکم دو تو آگ میں کودیں ہزار بار
ڈرتے نہیں تمہارے کسی امتحاں سے ہم

بڑھتی چلی ہے مدت پیماں مثال عمر
لائینگے عمر نوح الٰہی کہاں سے ہم

اس زندگی سے موت بھلی ہے ستمگرو
اب سیر ہو چکے ہیں الٰہی جہاں سے ہم

عارض بنے ہیں صبح تجلی شب وصال
ڈرتے نہیں ہیں مرغ سحر کی فغاں سے ہم

دن میں قضا پڑھیں گے تو دن نماز صبح
اٹھتے نہیں وصال کی شب میں اذاں سے ہم

ہیں زہر دل میں مثل سمندر پئے ہوئے
جا کر کبھی اف کرینگے نہ اپنی زباں سے ہم

گر آستان یار سے وہ ہمسری کرے
ٹکر لڑین خدا کی قسم آسمان سے ہم

پیمان وصل کرکے بلایا تھا رات مین
وہ چلدیے وہان سے جو نکلے پھانسے ہم

سنتے ہین تیرا جور شکایت نہین تری
تعریف اپنی کرتے ہین اپنی زبان سے ہم

نغمون سے اپنے کیون تو ستاتا ہے بارہا
واقف ہین عندلیب تری داستان سے ہم

غیرونکے سامنے وہ اٹھاتا ہے بزم سے
اٹھ جائین اسکے آگے الٰہی جہان سے ہم

اس آفتاب رو کے نہ آئے کبھی پسند
مضمون اتار لائین اگر آسمان سے ہم

ہم سن چکے ہین بلبل آمل ترا سخن
سن لینگے آج بلبل ہندوستان سے ہم

غالب نے کیون غزل نہ لکھی اس زمین مین
پوچھین گے حشر مین اسداللہ خان سے ہم

تسلیم و رشک و میر و صبا کی زمین ہے یہ
اپنی غزل سنائین ولا آسمان سے ہم

(۱۷۶)

قید ہستی سے نھونگے جب تلک آزاد ہم
دام سے زلفون کے چھوٹینگے نہ اے صیاد ہم

جان و دل سے جب ہوے منت کش جلاد ہم
بھول کر احسان کس منہ سے کرین فریاد ہم

ہاے اس عالم مین ہین اسکے مظالم سیکڑون
کوئی سنتا ہی نہین کس سے کرین فریاد ہم

سر پہ آفت آگئی تھی بچگئے ہم بال بال
زلف مین پھنسکر بلاؤن سے ہوے آزاد ہم

خیر گزری قتل کے دن تیرے منہ پر تھی نقاب
ورنہ آنکھون سے بتا دیتے تجھے جلاد ہم

دیکھتے تجکو نہ آنکھون سے نہ ہوتے بیقرار
کاش اس خلقت مین ہوتے کور مادرزاد ہم

ہم سے کیون اڑتے ہو جانان تم کہان اور ہم کہان
تم پریزادون کے حاکم اور آدم زاد ہم

جانکر زلفونکو دام اور مان کر دانے کو خال
تیری خاطر پھنس گئے پہچانتا ہے صیاد ہم

فوج مژگان کی تمہاری مستعد ہو جنگ پر
اپنے ناقوس فغان سے گر کرین فریاد ہم

کیا ہوا خواہی ہین اس کاکل کی اے باد نسیم
جان و دل سے بندھ گئے ہین خانمان برباد ہم

ہم ہین وہ صحرا نورد وحشت آباد جنون
کرتے ہین نالون سے ویرانہ ہر اک آباد ہم

تو اگر لیلی ہے مجنون ہم ہین دشت و کوہ مین
تو اگر شیرین ہے اے شیرین دہن فرہاد ہم

ہم کو دنیا سے اٹھایا آپ کی بیداد نے
کیون بچا ہین حشر مین خالق سے اپنی داد ہم

یہ رضا جوئی ہے اپنی وہ تجسس آپ کا
ناخوشی سے آپکی ہوتے ہین ہر دم شاد ہم

صاف دل ایسے ہین جب ہوتا ہے غیر و پر کرم
اپنے دشمن کو بھی دیتے ہین مبارکباد ہم

دین نہ ہم تشبیہ سرو بے ثمر کو آپ سے
رائے مین اپنی ہین اے سرو روان آزاد ہم

سنگ دل ایسے ہین آہنی جانی پہ اپنی ہو نہ ناز
اف نہین کرتے ہین کہا کر خنجر فولاد ہم

کوک کرسے لو گراموفون ہے عاشق کا دل
ہم ہین موجد دل سے کرتے ہین ہر اک ایجاد ہم

ہم ہین مضمون آفرین داستان حسن و عشق
تیرے صدقے ہین یہان ملنے گئے استاد ہم

ہم کو تو نے کیون نہ پوچھا بھولکر بھی ایکبار
رات دن آٹھون پہر کرتے ہین تجکو یاد ہم

ہم پرکھتے ہین سخن سنجان عالم کا کلام
اپنی ٹکسالی زبان کے ہین بڑے نقاد ہم

دل مین سوز عشق اور آنکھون مین ہین اشک روان
آب و آتش سے ہوئے ہین جامع اضداد ہم

ہم سے ڈرتے ہین سخن گو جب سناتے ہین غزل
اٹھ نہین سکتا کبھی کرتے ہین جب بیداد ہم

لوح خاطر ہے ہماری آئنہ تصویر عکس
مو قلم سے تیرے مستغنی ہین اے بہزاد ہم

سرور عالم کا ہے یوم ولادت مومنو
رات کو قائم کرینگے محفل میلاد ہم

زندہ دل ہے وہ بڑا جیتے ہین اس سے اپنے کام
غیر مر جائے تو پھر اسکو کرینگے یاد ہم

طرفہ نیرنگ است یار ما کہ با طبع سلیم
خشم و تعجیل و تلون دارد و بیداد ہم

بو العجب حریست عاشق در شبستان فراق
قوت ضبط فغان می دارد و فریاد ہم

اے ولا روح اسیر و ناسخ و سودا سے آج
کیون نہ چاہین چلکے اپنی اس غزل کی داد ہم

(۱۷۷)

دوستو رکھتے ہین کام اپنے فقط کام سے ہم
پھر نظر آتے ہین کیون عشق مین ناکام سے ہم

کرکے آغاز حقیقت مین بہت پچتائے
کبھی آگاہ نہ تھے عشق کے انجام سے ہم

عشق دلدار مین ہوتے ہم اگر پختہ خیال
داغ پر داغ نہ کھاتے ہوس خام سے ہم

پھیر دیتی ہے مقدر کو تری گردش چشم
کبھی شکوہ نہ کرین گردش ایام سے ہم

گر تری زلف مین پھانسی کا نہ ہوتا کچھ خوف
صید ہو کر بھی نہ ڈرتے کبھی اسدام سے ہم

ہم نے کی عمر بسر کوچۂ گمنامی مین
متنفر رہے دنیا مین سدا نام سے ہم

جب تلک اس لب جان بخش کا دم بھرتے ہین
خوف کرتے نہین کچھ موت کے پیغام سے ہم

بھول جائیگا ارے بلبل نالان گل کو
گر ملا دینگے تجھے اپنے گل اندام سے ہم

تلخ بادام مین ہے زہر ہلاہل بے شک
ہوے مسموم تری آنکھ کے بادام سے ہم

للہ الحمد بچے ذلت و رسوائی سے
آج دنیا سے چلے عزت و اکرام سے ہم

بت کافر کی پرستش نے بنایا ہم کو
خوش عقیدت نہ ہوے تھے کبھی اصنام سے ہم

ایک پر ایک ترا حکم چلا آتا ہے
تھک گئے ہائے ستمگر ترے احکام سے ہم

سگ و دربان نے پھٹکنے نہ دیا کوچے مین
باولے بن گئے جانان ترے خدام سے ہم

جب ترے آگے ہمارا کوئی بس چل نہ سکا
ہٹ سے نادم ہوئے باز آگئے ابرام سے ہم

بیقراری ہمین آفت مین پھنسا دیتی ہے
جب نکلتے ہین کبھی کوے دلارام سے ہم

ہم کو بازار مین کوڑی کو نہ پوچھے کوئی
بندگی مین تری بکتے ہین فقط نام سے ہم

گر پھنسین بند قفس مین نہین پروا ہم کو
یہ غنیمت ہے کہ زلفون کے چھٹے دام سے ہم

خط بنائے ہوئے ہاتھو نکا ہے بوسہ مقصود
اپنے نقصان کی پروا نہین ہوتی ہم کو

کرہی لینگے کبھی بیعت ترے حجام سے ہم
کام رکھتے ہین فقط منفعت عام سے ہم

زلف و عارض کو ولا یاد کیا کرتے ہین
غم فرقت مین کسی کے سحر و شام سے ہم

(۱۷۸)

دل لگاتے نہ اگر اپنے دلارام سے ہم
اپنے کاشانے مین رہتے بہت آرام سے ہم

ہم سمٹنے مین جو مشاق نہ ہوتے اے زلف
اس طرح بچکے نکلتے نہ ترے دام سے ہم

میکشو تمکو نہ رہی حاجت جام جمشید
ساقیا سیر فلک کرتے ہین اس جام سے ہم

مٹ گئی کثرت عشاق سے سب ناموری
تیرے کوچے مین نظر آتے ہین گمنام سے ہم

زردروئی کا سبب تیرے مقابل لب بام
جا کے پوچھینگے خورشید لب بام سے ہم

تیرے عارضکو اگر مان نہ لیتے مصحف
کام رکھتے نہ کبھی مذہب اسلام سے ہم

وعدۂ وصل کے دہوکے مین تڑپتے گزری
صبح تک منتظر یار رہے شام سے ہم

گرم اشکون سے بھرین اس ترے گنگال کو آج
کام اپنا بھی نکالین ترے حمام سے ہم

چونک اٹھتے جو قدم ہمنے لئے سوتے ہین
آج شرمانے لگے جرم کے اقدام سے ہم

دلربا صاحب دل کیون نہین کہتا ہم کو
تیرے آنے کی خبر پاتے ہین الہام سے ہم

عزم کعبے کا کیا آپ نے جانے نہ دیا
قافلہ چھوڑ کے باز آگئے احرام سے ہم

اس قدر خوف ہے عشاق کے دلبر تیرا
کانپ جاتے ہین جفاکار ترے نام سے ہم

اس نئی بردہ فروشی پہ تصدق عاشق
ایک ہی بول مین واپس ہوے نیلام سے ہم

سو رہے ہین ترے خنجر کے تصدق مین یہان
پاؤن پھیلائے ہوئے قبر مین آرام سے ہم

بنگئی اسکی حجامت جو بنایا ترا خط
لڑ مرے آج مریجان ترے حجام سے ہم

پھول اب منھ سے جھڑین چادر عمر قد کیلئے
جان بلب ہو گئے جانان ترے دشنام سے ہم

جان جانے پہ بھی جانان ہے لبون پر جاری
حشر مین تجکو پکارین گے اسی نام سے ہم

ہم چلے عالم ارواح کو اے روح روان
لے چلے ہین ترا غم عالم اجسام سے ہم

ہم ترا حکم بجا لائینگے جان و دل سے
کبھی ہٹتے نہین ایجان کسی کام سے ہم

زندہ ہو کر ہوے کیون دام محبت مین اسیر
کام لیتے ہین ولا صنعت ایہام سے ہم

(۱۶۹)

جب سنائینگے کسی کو عشق کا افسانہ ہم
سننے والے کو بنائینگے ترا دیوانہ ہم

اے جنون کل تک ٹھکانے تھے ہمارے عقل و ہوش
آج کیون کرنے لگے افعال مجنونانہ ہم

ہم سے چالین چل رہا ہے دشمن بے پیر آج
جانتے ہین اسکو ایجان بازی طفلانہ ہم

کوئی سجدہ کر رہا ہے کوئی کرتا ہے طواف
تیرے مسکن کو سمجھتے ہین عبادت خانہ ہم

قلقل مینا کا بھرنے لگے ہاتھون مین جام
جوش سے کرنے لگے جب گریۂ مستانہ ہم

انقلاب دہر سے دشمن ہوے ہین اپنے دوست
غیر تیرا آشنا ٹھہرا بنے بیگانہ ہم

بٹ رہی ہے ساقیا ہاتھون سے جب تیرے شراب
کیا عجب صدقے مین تیرے پائین اک پیمانہ ہم

اے فرشتو خاک آدم کی حقیقت پہ نہ بھولی
خاندان مے سے ہین درد تہ پیمانہ ہم

دیکھے دل اپنا بنے ہین آج مہمان آپ کے
کل سمجھتے تھے یہان اپنے کو صاحبخانہ ہم

آتش عارض پہ اپنے تو نہ اتنا سر اٹھا
دل مین سوز عشق سے رکھتے ہین آتشخانہ ہم

آنے پاتا ہی نہین کوئی اجازت کے بغیر
تیری محفل کو کہا کرتے ہین خلوتخانہ ہم

لے لیا دل اس بت کافر نے چشم مست سے
خانۂ کعبہ کو چھوڑ آئے سوئے بتخانہ ہم

ہم در دولت پہ محبوبون کے ہین مثل فقیر
گرچہ رکھتے ہین یہان کر و فر شاہانہ ہم

ہے ہمارے دلمین اے دلبر فقط تیرا خیال
کیون نجائین آج اپنے دلکو خلوتخانہ ہم

شمع بزم شعر و پر جب ہو پروانہ نثار
جل مرین یا ہم اوسپہ کچھ اپنی کرین پروانہ ہم

اشتیاق دل ہمارا ہے ترے قدمونکے ساتھ
سر سے چلکر آئے ہین اس در پہ مشتاقانہ ہم

دانہ ہاے اشک و آب دل رہی اپنی غذا
اسکے کوچے مین ولا لائے ہین آب و دانہ ہم

(۱۹۰)

عشق مین رکھتے ہین ایجان مشرب رندانہ ہم
اپنی رندی سے بنے ہین ساکن میخانہ ہم

جوش مستی مین ہوے جب داخل میخانہ ہم
خم سے تھا لبریز دل اور بنگئے پیمانہ ہم

تیرے سینے سے لپٹ جاتے ہین بیتابی کیساتھ
دیکھتے ہین جب ترا انداز معشوقانہ ہم

یہ خلوص دل ہے تم مانو نہ مانو اختیار
عرض کر دیتے ہین اپنی راے آزادانہ ہم

بے سبب بے وجہ ہم دونون سے ہے تو بدگمان
رات خلوت مین تری شمع نہ دشمن تھا نہ ہم

وان امید مین ناآشنا نکلے ہین گل
آج ہین تیرے چمن مین سبزۂ بیگانہ ہم

تو اگر گل پیرہن گل ہے تو ہم ہین عندلیب
شمع محفل ہے ترا عارض تو ہین پروانہ ہم

آشنائی کی ہماری آج ایسی گت بنی
واہ وا غیرونسے آگے بنگئے بیگانہ ہم

قتل ہو جائین اگر لاکھون تو کیا پروا تجھے
جانتے ہین یار تیری ہمت مردانہ ہم

ہو گیا ظالم تری ایک ادا مین اپنا کام
کر نہین سکتے ادا ایجان ترا شکرانہ ہم

دیکھ کر مجنون کو اس جنگل مین ہم واپس ہوے
ڈھونڈتے آئے تھے مسکن کے لیئے ویرانہ ہم

رات اپنے شعر کی بزم مین روشن تھی شمع
اسپہ پروانہ گرا اسپر بنے پروانہ ہم

وحشت آباد جنون اس دشت کا رکھین گے نام
اے جنون کرتے ہین اب آبادی ویرانہ ہم

ساقی کوثر سے لین گے اب مے وحدت کا جام
پاتے ہین لبریز اپنی عمر کا پیمانہ ہم

پڑ گئے ہین دلمین اپنے ہر طرف صد ہا شگاف
گر کھپین لے لین خبر زلفون کی مثل شانہ ہم

امتزاج آب و آتش اختصاص عشق ماست
آتشے واریم در دل گریۂ مستانہ ہم

پانچ ہی اشعار پر غالب نے کی گو اکتفا
اے ولا ہرگز نہ ہارے ہمت مردانہ ہم

(۱۹۱)

جب بے بسی کو جان گئے بیکسی سے ہم
قسمت کو اپنی مان گئے بس اسی سے ہم

ناراض دیکھتے ہین کسیکو کسی سے ہم
ناخوش ہین ہمسے آپ تو خوش ہین اسی سے ہم

سہتے ہین جور جس کا تحمل نہین ہمین
کرتے نہین تمہاری شکایت کسی سے ہم

آتش پرست آتش عارض پہ ہین فدا
پوچھین گے اس کا راز کسی پارسی سے ہم

غیبت کسی کی ہم نہ کرین گے کبھی جناب
جسکی برائیان ہین کہین گے اسی سے ہم

ساتھی نہین ہے کوئی ہمارا جہان مین
تنگ آ گئے ہین یار بہت بیکسی سے ہم

ہر ایک کا ہے ٹیم مقرر نہال ہین
محبوبۂ فرنگ تری پالسی سے ہم

احسان ہے جو ہم سے ہوے آج ہمکلام
تم مطمئن رہو نہ کہین گے کسی سے ہم

جب دل لگی مین دلشکنی کا نہین خیال
باز آئے باز آئے تمہاری ہنسی سے ہم

آب حیات ہے لب جان بخش سے عیان
ظلمات پا گئے ترے لب کی مسی سے ہم

تم دل لگی مین ہم کو سناتے ہو گالیان
ہونے لگے ذلیل تمہاری ہنسی سے ہم

دنیا مین جس کسی نے کیا ہے ہمین شہید
لین گے بروز حشر شہادت اسی سے ہم

زیر نقاب دیکھ رہے ہین وہ اپنا ہاتھ
آنکھین لڑا رہے ہین یہان آرسی سے ہم

ناکس بتربیت نشود اے رقیب کس
شایستہ کھیلتے ہین تری ناکسی سے ہم

عزت ہماری لیتے ہین غیرون کے سامنے

ہوتے ہین بدحواس وِلا بس اسی سے ہم

(۱۸۲)

جسدن سے دل لگائے ہین جانان کسی سے ہم
کھو بیٹھے اپنے دلکو عجب بے بسی سے ہم

تنگ آگئے ہین جان جہان بیکسی سے ہم
امّید رحم کی نہین رکھتے کسی سے ہم

ہم کو کسی سے کام نہین آپکے سوا
رکھتے نہین حجاب محبت کسی سے ہم

دشمن تجھے لگانے بجھانے ہین ہے کمال
ممکن نہین لڑائین کسیکو کسی سے ہم

صدقے ہین اپنے حسن کے ایجان کچھ تو دو
ناچار ہوگئے ہین بہت مفلسی سے ہم

غم ٹالنے کو آئے ہین جانان تمہارے پاس
روتے ہین زار زار تمہاری ہنسی سے ہم

دکھتا ہے دل تمہاری جفاؤنکو کرکے یاد
جب دیکھتے ہین لطف وکرم ہر کسی سے ہم

جوش غضب مین بات وہ منہ سے نکل گئی
کرتے ہین عہد اب نہ کہین گے کسی سے ہم

دیتے ہین ہر سوال کا دندان شکن جواب
بدنام ہو رہے ہین جہان مین اسی سے ہم

اپنے پہ مہربان بتاتا ہے آپ کو
محفل مین پوچھتے ہین یہان جس کسی سے ہم

انداز رخ کو دیکھ کے فوراً پلٹ گئے
جانان کبھی ملول نہین واپسی سے ہم

ملتا نہین جواب تو بکنے سے فائدہ
جب تک نہ ہو سوال نہ بولین کسی سے ہم

اب مستحق ہے غیر جو تھا غیر مستحق
مایوس ہوگئے ہین یہان حق رسی سے ہم

دل را بدل رہیست درین گنبد سپہر
پاتے ہین ذوق اس مثل فارسی سے ہم

مومن جلیل و داغ نے لکھی ہے جب غزل
چلتے ہین اس زمین پہ بہت جی کسی سے ہم

ہے اپنے قافئے مین عجب حسن اے وِلا
کرتے ہین ناز اپنی غزل پر اسی سے ہم

(۱۸۳)

بنگئے ابرو کمان کیونکر نشان تیر ہم
ہو گئے کس کے اشارے سے تہ شمشیر ہم

وان ہلین ابرو یہان ہون قتل بے تقصیر ہم
واہ واکسکی خطا ہے پائین کیون تعزیر ہم

حبس بیجا کا ہوا زلفون سے تیری ارتکاب
ہاے مجرم بچ گیا اور پا گئے تعزیر ہم

قتل مین اللہ اکبر کس قدر ہے ہمپہ جبر
تم نہ بسم اللہ کہو پڑہنے لگین تکبیر ہم

عالم رویا مین وصل انکا ہوا لینے لگے
اب خیال و خواب سے اس خوابکی تعبیر ہم

پھیرتے ہین وہ تیمم کرکے اپنے منہ پہ ہاتھ
خاک ہوکر اپنے حق مین ہو گئے اکسیر ہم

جوش غم مین دل امنڈا آتا ہے سوز عشق سے
گرم ہو ہو کر اُبلتے ہین برنگ شیر ہم

کچھ نظر آتے ہین وے یار پر آثار خط
کیون نہ لکھین سورہ واللیل کی تفسیر ہم

سر جھکا کر حلقہ ہاے دود آہ دل سے آج
اے جنون ڈالینگے اپنے پانو مین زنجیر ہم

لاکھ تدبیرونسے ہاتھ آیا نہ مطلب ایک کا
ہو گئے تیری جفا سے قائل تقدیر ہم

آتش دل سے اگر بنجائین ہم آتش زبان
آگ لگ جاے جہان مین جب کرین تقریر ہم

تیرے صدقے مین سزا سے اب مزا ملنے لگا
بنگئے تیرے ستم سے شائق تعزیر ہم

تیری اسپیچونکے آگے بند ہے گویا زبان
گو بہت مشہور تھے عالم مین خوش تقریر ہم

خاکساری مین ہمارا جب نہ کچھ بس چل سکا
بنگئے آخر ترے دامن کے دامنگیر ہم

مٹ گئی دلدار سے دلداریونکی جب امید
دل پکڑ کر رہ گئے اور ہو گئے دلگیر ہم

روکتا ہے تمکو دشمن پر ہمین پروا ہے کچھ
لے مرین گے کچھ نہ کچھ تمسے بھر تقدیر ہم

کیون نہ آہونکا اثر ظاہر ہو ہنگام سحر
کھینچتے ہین رات بھر جب نالۂ شبگیر ہم

عارض گلرو کے آئینے مین گل کو دیکھکر
بنگئے حیرت سے مثل بلبل تصویر ہم

اپنے سینے سے بنے چھت اپنی آہون سے منا
خاک سے اپنی اگر مسجد کرین تعمیر ہم

ہر کشش پر اسکی دل کھنچنے لگا تیری طرف
آج جب پڑہنے لگے جانان تری تحریر ہم

دود دل تیز بنکر اشک شیریں ہو اگر
پھر بہائیں آنکھ سے فرہاد جوئے شیر ہم

ہم سے دامن کیوں بچاتا ہے تنفر سے تو آج
حشر کے دن ہونگے ظالم تیرے دامنگیر ہم

اپنے اشک آتشیں سے لگ گئی دامن میں آگ
ڈر گئے پائیں پاکر آگ کی تاثیر ہم

جب ہوا دل پر ہمارے شان غفاری کا خوف
با دل ناخواستہ کرنے لگے تقصیر ہم

چشم تر سے دیکھ کر صیاد تیری زلف کو
بحر غم میں کیوں نہ سمجھیں دام ماہی گیر ہم

کیوں نہ جھگڑوں میں مثل آسمان ہم ہوں بلند
آج رکھتے ہیں زمین شعر کی جاگیر ہم

ہیچ تخصیصے نمی دارد ز نخدانش بہ سیب
می توان تشبیہ با شفتالو و انجیر ہم

جب چمن میں آچکے زندو صبا سحر و نسیم
بن گئے جادو بیان کرنے لگے تسخیر ہم

جب نہ کچھ بس چل سکا شاکر ہوئے تقدیر پر
کر چکے جو کچھ بھی ممکن تھی ولا تدبیر ہم

(۱۸۴۳)

گھایل ہوئے جو آپ کے تیر نظر سے ہم
بیتاب ہو کے رہ گئے زخم جگر سے ہم

بجھکر رہا فراق میں اسکے دل حزیں
شب ہی میں ہو گئے تھے چراغ سحر سے ہم

پرواز فکر اپنی ہے بلبل بہت بلند
محروم ہیں اگرچہ ترے بال و پر سے ہم

دشمن کے گھر پہ آج بڑی دل لگی ہوئی
آئے تھے وہ ادھر سے کہ پہنچے ادھر سے ہم

ہیں خانماں خراب عجب دلبری ہوئی
گھر لٹ گیا نکالے گئے اپنے گھر سے ہم

جاتا ہے کون کس کے لئے آج کس کے گھر
آنکھیں لگائے بیٹھے ہیں کیوں رہگزر سے ہم

تیری شمیم زلف گلستاں میں کیوں گئی
بگڑے ہوئے ہیں آج نسیم سحر سے ہم

امید و بیم اپنی ہے ایجان تمہارے ہاتھ
رکھتے نہیں ہیں کام کسی خیر و شر سے ہم

خالی تھا اس کا ہاتھ پھر آیا دل حزیں
روئے گلے لپٹ کے بہت نامہ بر سے ہم

جب تم پھرے ہماری طرف وہ پلٹ گئی
گو ناتوان بہت ہین مگر یاد جب ہوئی
بانکی ادا سے اسکی ٹپکتا ہے بانکپن
زنار جب وفور نحافت سے ہین گرے
واقف نہین ہین جائینگے کب اور کسطرف
لو اپنے چل چلاؤ کے سامان ہو چکے

شکوہ کرینگے یار تمھاری نظر سے ہم
قدمونکے پاس آئے ہین ایجان سر سے ہم
کرتے ہین خوف یار کی ترچھی نظر سے ہم
قابو ملا لپٹ گئے تیری کمر سے ہم
ہمکو خبر نہین ہے کہ آئے کدھر سے ہم
واپس کبھی نہ آئینگے پھر اس سفر سے ہم

فکر منیر نور کے سانچے مین ہے ڈھلی
لکھین گے اس غزل کو ولا آب زر سے ہم

(۱۸۵)

محروم جا رہے ہین خدا تیرے در سے ہم
ہیہات کیا ذلیل ہوے چشم تر سے ہم
بھر کر گراموفون مین بھیجا کرین پیام
ہم سن رہے ہین غیر کے نام آرہے ہین تار
صورت بگاڑ کی تھی مگر خیر ہو گئی
غیروں سے اختلاط نہ تھا ہم کو کل پسند
ایسی نظر مین بھول گئے اپنا طمطراق
کیون تیرے اختیار مین ہے عاشقونکی حرمت
وہ اپنے پیچ و تاب سے لائی ہے پیچ مین
کیا بات ہے جو ایک نہ کی تم نے ہم سے بات
چلتے ہوے جو راہ مین دو دو بیاہ ہوگئے

مایوس ہو رہے ہین دعا کے اثر سے ہم
اشکونکی طرح گر گئے تیری نظر سے ہم
ہین بدگمان جناب کے پیغامبر سے ہم
لینگے ضرور چلکے خبر تار گھر سے ہم
بچکر نکل گئے جو تمھاری نظر سے ہم
محفل مین تجھ سے کہہ نہ سکے تیرے ڈر سے ہم
آئے تھے تیرے پاس بڑے کر و فر سے ہم
پوچھین گے کل ضرور قضا و قدر سے ہم
تنگ آگئے ہین زلف بت فتنہ گر سے ہم
ساکت کھڑے ہوے ہین یہان دوپہر سے ہم
خوشحال لینگے نذر خوش گزر سے ہم

تر دامنی پہ اپنی جو کی ہم نے خود نگاہ　　رو رو کے عذر خواہ ہوئے چشم تر سے ہم
تارِ نگہ سے اپنے بنائی تری نقاب　　مشتاق تیری دید کے تھے عمر بھر سے ہم
بلبل ترا پتا نہ لگا آج باغ میں　　ہر چند پوچھتے رہے اک اک شجر سے ہم
بزم جنان میں یار اگر ہو مشاعرہ　　چاہیں گے داد اپنی غزل کی ظفر سے ہم

محنت جو کی کرائی تھی برباد ہو گئی
یہ حشر جانتے تھے ولا پیشتر سے ہم

(۱۸۹)

کیوں نہ اُتریں ساحل مقصد سے اکدن پار ہم　　رکھتے ہیں دل کا سفینہ چشم دریا بار ہم
ہو گئے جس روز سے عاشق ترے اے یار ہم　　جان سے بڑھ کر سمجھے کرنے لگے ہیں پیار ہم
خاطر نازک پہ جس دن سے بنے ہیں بار ہم　　ایک عالم کی نظر میں ہیں ذلیل و خوار ہم
دیکھتے ہیں جب جبیں پر ابرو خمدار ہم　　ہر نظر میں منہ پہ کھاتے ہیں تری تلوار ہم
تندرستی اب نہ ہو گی خواب میں ہم کو نصیب　　چشم بیمار صنم کے ہو گئے بیمار ہم
چشم ظاہر پر نگاہوں کا نہ کرنا فیصلہ　　دل میں رکھتے ہیں تمہارا خنجر خونخوار ہم
زندہ دل ہیں اور کیا کرتے ہیں ہم سے شوخیاں　　ہر ادا پر آپ کی مرتے ہیں سو سو بار ہم
یہ عجب سودا ہے بک جائیں جو ہیں بائع کے ہم　　نقد جان سے مول لیں جس دم سر بازار ہم
طالع بیدار کا اپنے اثر ہے یہ ضرور　　رات بھر رہتے ہیں تیری یاد میں بیدار ہم
مر رہے ہیں تجھ پہ تیرے ہاتھ میں ہے اپنی جان　　بن گئے جانان عیادت کے لئے بیمار ہم
خال عارض نقطۂ مرکز ہے جس پر ہم فدا　　بن گئے ہیں اپنے حق میں گردش پرکار ہم
سوکھ کر کانٹا بنے گردش میں ہیں آٹھوں پہر　　(لحظۂ ساعت میں سوئی کی طرح سیار) ہم
دیدۂ میگوں کے ساغر سے بجھے کی اپنی پیاس　　جاں بلب ہو کر ہیں تیرے تشنۂ دیدار ہم

ناتوانی سے پڑے رہتے ہین کوچے مین ترے
پرتوِ عارض سے مثل سایۂ دیوار ہم

جس طرح پاے نگہ مین تیری مژگان کی کھٹک
راہِ الفت مین نظر آتے ہین مثلِ خار ہم

کس سے توبہ ہو رہی ہے اسکے دلکو ہے خبر
دیکھکر زاہد کا منھ پڑھتے ہین استغفار ہم

اینہم اندر عاشقی بالاے غمہاے دگر
موت پر تیری رضا جوئی مین ہین تیار ہم

قلقلِ مینا سے سن لے ساقیا اس کا سبب
تیری محفل مین رہا کرتے ہین کیون سرشار ہم

جان نثاری کے یہی معنے ہین اے جانِ جہان
حکم ملجاے تو پھر مرنے کو ہین تیار ہم

دیکھکر سیر گلستان مین گل و بلبل کا عشق
تیرے عاشق بنگئے اے غیرتِ گلزار ہم

حرمت ماہِ مبارک مین کرینگے ساقیا
آب خالص سے سحر اور دُرد سے افطار ہم

مے کشی حد سے بڑھی رخصت ہوئی عقلِ سلیم
دشتِ غربت مین بھٹک جانیکو ہین تیار ہم

آتش و آبے بہم داریم در عشق بتان
آبِ در چشم است و بر لب آہ آتشبار ہم

جنس خود را نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز
نقدِ جان و دل نباشد اندک از بسیار ہم

ناسخ و صابر اسیر و رشک و گویا کی طرح
بے دھڑک کہنے لگے اس طرح مین اشعار ہم

گرچہ اسکے عشق مین کھوئے ہوے ہین عقل و ہوش
پر وِلا مطلب مین اپنے ہین بڑے ہشیار ہم

ردیف نون

(۱۸۶)

کیا قیامت کا اثر ہے آپکی تقریر مین
دل کھچے جاتے ہین جذب قوت تاثیر مین

مین نے کوتاہی نہ کی ہرگز کسی تدبیر مین
ہو رہا آخر وہی لکھا تھا جو تقدیر مین

ستم قاتل بنگئے افسوس میرے اشک تلخ
ہوگئے زہراب اس مژگان کی نوک تیر مین

ہے زبان تیشۂ فرہاد پر اس کا مزا
جو حلاوت ہے لب شیرین سے جوے شیر مین

عالم رویا میں غصے سے ہلے جب تیرے لب / زلزلہ پیدا ہوا اس خواب کی تعبیر میں

آخر مہ چاندنی میں رتجگا ہم نے کیا / وعدۂ وصل اور خیال روئے پرتنویر میں

نذر میں اُسنے دیا دل اپنا شاہ حسن کو / جب خراب آباد عاشق کو ملا جاگیر میں

چھیدتا ہے آہ سوزان کو مرے سینے میں آہ / کیا نزاکت کا نشانہ ہے تمھارے تیر میں

ہوگئے ہم آجکل پیری سے کچھ ایسے نحیف / اب تو عکس آتا نہیں آئینۂ تصویر میں

گھاٹ ساحل جس سے ہم پار اُترے بحر عشق سے / آب پانی موج ہے جوہر تری شمشیر میں

دیکھ کر تصویر تیری بنگئے تصویر ہم / حیرت آتی ہے نظر تصویر کی تصویر میں

دست گلگون سے ترے انصاف کا ہوتا ہے خون / ہے شہادت قتل کی یا عکس ہے شمشیر میں

فرط حیرت سے تماشائی بنے ہیں آئینہ / کیا اثر ہے یا الٰہی دیدۂ تصویر میں

بچکے تیری زد سے ہم برسا لگے آہو کے تیر / توڑا آتا ہے کمان تیرے تفنگ و تیر میں

عکس چشم و طاق ابرو دیکھ کر کہتے ہیں وہ / اب تو گھر بننے لگے ہیں کوچۂ شمشیر میں

شان رحمت ہوگئی ناراض ہم سے اے ولا
بے ادب مجرم بنے تقصیر کی تقصیر میں

(۱۸۹)

دل مرا جب سے پھنسا اس زلف کی زنجیر میں / آتش سوز جگر اخگر ہے آتشگیر میں

کٹ رہی ہے عمر میری سایۂ شمشیر میں / موت میری فکر میں ہے تو لگی تدبیر میں

آگیا زندان میں کیوں زلف سا تیرا خیال / تو مرے دل میں ہے میرا دل تری زنجیر میں

ہوگیا دشمن تری تدبیر سے ہیں کامیاب / وہ تری قسمت میں تھا اور یہ مری تقدیر میں

وہ صفت تھی میرے (شیرین لب) کی اے فرہاد / کیا وہ شیرینی تری شیرین کی تھی جاگیر میں

رشتۂ خط سے مری قسمت بگڑ کر رہ گئی / کیا کبھی رعشہ تھا دست کاتب تقدیر میں

کیون نجائے دلمین جب آجائے تیرے کان تک
لب پہ ہے نالہ اثر ہے نالۂ دلگیر مین

جب پڑی مجھپر نگہ دلمین جگہ پائی مرے
وہ مرے قبضہ مین ہے مین قبضۂ شمشیر مین

وہ چراغ حسن مین پروانۂ شمع فروغ
گل بنا جلکر تو پھر کتر آگیا گلگیر مین

آج روم و شام کی پریونکا جمگھٹ دیکھکر
گھاٹ پر صبح وطن یاد آگئی کشمیر مین

تیرے قبضے مین ترے ابرو سے پائی ذوالفقار
عکس جب الٹا جما آئینۂ شمشیر مین

ہوگیا سینہ سپر اور بچ گیا مانی کا سر
تیغ سی ابرو کھچی جب آپکی تصویر مین

کشتۂ ابروے جانان ہون فدا سے تیغ چشم
مجکو دفنا دو عزیزو سایۂ شمشیر مین

پڑ گئی ہے جان حسن صنعت بہزاد سے
عکس ہے پیدا نمایان دیدۂ تصویر مین

قید مین وصل خیالی اسکو کہتے ہین ولا
وہ مرے دلمین مرا دل زلف کی زنجیر مین

(۱۸۹)

وہ مست ہون مین جسے حاجت شراب نہین
وہ دل جلا ہون جسے لذت کباب نہین

وہان ہے جوش جوانی یہان شباب نہین
وہ مضطرب ہین مرے دلمین اضطراب نہین

عدو کو آتے ہین خط جنکا کچھ حساب نہین
ہمارے جاتے ہین خط ایک کا جواب نہین

ستم کدے مین ترے غیر نے جگہ پائی
وہ امتحان تحمل مین کامیاب نہین

کبھی بتا نسکے مستغیث روز حساب
تمہارے ظلم و ستم کا کوئی حساب نہین

اسی مین خیر ہے میری کہ قتل ہوکے رہون
ستم کے سہنے کی اس ناتوان مین تاب نہین

اثر ہے تیرے گرفتار زلف کے دل کا
یہ تیری کاکل پیچان کا پیچ و تاب نہین

خطا پہ غیر سے کرتے ہو تم مرے منہ پر
عتاب کس کو کہون یہ اگر عتاب نہین

مری دعا پہ بھروسہ نہین قصور معاف
یہ رائے آپکی سرکار باصواب نہین

خمارِ حسن ہے مستی ہے اُنکی فطرت کی
بتوں کی آنکھ مین کچھ نشۂ شراب نہین

ہماری بزم مین واعظ ترا نہین کچھ کام
ترے فریضۂ خدمت مین احتساب نہین

خلوص دل سے چھپا کر کیا کرو احسان
ریا کے زہد و عبادت مین کچھ ثواب نہین

بتون سے راز کھلا آج لن ترانی کا
کلیم مجکو تماشاے رخ کی تاب نہین

وہ اپنے عہد کو بدلا کرین وہان سو بار
یہان ہماری طبیعت مین انقلاب نہین

برا نہ مانئے نفرت ہے مجکو مے سے مگر
شرابخوار کی صحبت سے اجتناب نہین

تمھارا چاہ زنخدان ہے چشمۂ خورشید
یہی سبب ہے جو چاہ ذقن مین آب نہین

جو دیکھ لے کوئی مجکو تو پھر بتائین ہم
اگرچہ روے جہانتاب پر نقاب نہین

وہ گھور نہین ہے مشتاق مہر کو لیکن
تری نگاہ کی سورج مکھی کو تاب نہین

مری سمجھ مین نہ آیا وہ مست ہے کیونکر
تمھاری آنکھ کے ساغر مین جب شراب نہین

چڑھا ہے مصحف عارض پہ حاشیہ خط کا
رموز عشق مین ایسی کوئی کتاب نہین

فقط یہ اپنے مقدر کی بات ہے اُنکو
ہمین سے شرم ہے غیرون سے کچھ حجاب نہین

غنی لقب ہے ترا آج اے شہِ عثمان
ترے عطا و کرم کا کوئی حساب نہین

بلا ہے اُسکے تصدق مین اے ولا سب کچھ
کچھ اب مجھے ہوس منصب و خطاب نہین

(۱۹۰)

وہ کمسنی کے سبب خوگر نقاب نہین
نگہ مین شرم نہین آنکھ مین حجاب نہین

ابھی تو منہ پہ ترے شعلۂ شباب نہین
جبھی تو آتش عارض مین التہاب نہین

سنا ہے آپکو اغیار سے حجاب نہین
جبھی تو آپکے رخسار پر نقاب نہین

کھنچی ہے تیغ نگہ آنکھ پر نقاب نہین
ہماری جان کی کچھ خیر لہ بجناب نہین

سدا بہار رہے اے گلبدن ترا عارض
جو پھولے فصل پہ وہ موسمی گلاب نہین

ثبوت بیدہنی کے لیئے یہی بس ہے
مرے سوال کا اے بیزبان جواب نہین

ملیگا تم کو مری نیک نیتی کا ثبوت
خدا گواہ ہے نیت مری خراب نہین

کیا گر و نہ کبھی ترک عشق پر اصرار
یہ مجھ سے ہو نسکے گا نہین جناب نہین

ترے فراق مین لاکھون ہین یار مجھ جیسے
شمار عشق مین میرا کوئی حساب نہین

زبان حال ہی بیقراری سیماب
تڑپ نجائے اگر دل تو اضطراب نہین

ہین انکے وعدونسے واقف ہون وہ نہ آئینگے
اسی سبب سے مرے دلمین اضطراب نہین

ترے خمار پہ اے چشم مست مین قربان
بتا مجھے ترے ساغر مین کیون شراب نہین

صفائے عارض روشن ہے عکس کا پردہ
تمھارے سامنے آئینہ بے حجاب نہین

وہ پوچھنے لگے اغیار سے ہمارا حال
مزا یہی ہے کہ ہم سے کوئی خطاب نہین

جو جی مین آئے ہمارے ہم اسکو کر گزرین
ہمارے دلپہ حسینو تمہارا رعب داب نہین

رچاؤ رنگ مسرت تمھین مبارک ہو
یہ خون دل ہے مرا دوستو خضاب نہین

خدا بچائے نہ معلوم کل ہے کیا گت
یہ کمسنی کے ستم ہین ابھی شباب نہین

پلٹ گئی مری تقدیر تیرے پیمان سے
یہ انقلاب طبیعت کا انقلاب نہین

بتا تو کیا ہے مرا سوز گر نہین آتش
بتا تو کیا ہے مرا دل اگر کباب نہین

سنا ہے تم نے کہا ہاے بے وفا مجھکو
اب ایسی بات کے سننے کی مجھ مین تاب نہین

جفائے یار کو وہ سہہ چکا ہے دنیا مین
ولا کو قبر مین اندیشۂ عذاب نہین

نکل جائے مرا دم جب پہنچ جاؤن مدینے مین (۱۹۱) تمنا بس یہی دلمین ہے اور دل اپنے سینے مین

جلا دل بھر گیا اسکا دہوان عاشق کے سینے مین
جما ہے اس کا کاجل چشم تر کے آبگینے مین

سیاہی سے مرے دیدے کی دلبر ہوگیا ثابت
یہ کاجل آنکھ مین ہے اور دل سوزان ہے سینے مین

تن سوزان مین میرے غیر مرئی گئین جم جم کر
نظر آتا ہے خاصا کاربن اپنے پسینے مین

دہوان نکلکر رکا دم ضبط آہ دود پیما سے
چراغ زندگی بجھکر رہا عاشق کے سینے مین

ہماری آنکھ ہے ایوان دل کی دوسری منزل
نفس کی سیڑہیان قائم ہین اس کوٹھے کے زینے مین

دل سوزان کی گرمی بھاپ کے باریک قطرے سے
جمی آنکھون مین جیسے آب میرے نگینے مین

بناوٹ ہو تو ایسی ہو عداوت ہو تو ایسی ہو
نظر آتی نہین کوئی کدورت انکے کینے مین

ہوا جب آگ گئی سمجھتے ہوے پانی کو آنکھون سے
بنے موتی صدف مین یا گرین ہو جہین سفینے مین

ہے آنسو نظر آتا ہے آگے ساحل مقصد
خیال یار رہتا ہے اک ناخدا دل کے سفینے مین

کہچا تا ہے وہ ہم کو کیسی کم ظرفی ہے دشمن کی
شرافت کی نہین بو باس بالکل اس کمینے مین

وفاداری کو کیا نسبت ہے ایجان بیوفائی سے
پرکھ لین آپ اصل و نقل ہے ہر اک نگینے مین

نکل آتے ہین شکل اشک نایاب ہین نکر
بھرے ہین بے بہا موتی مرے دل کے خزینے مین

گل عارض مین تیرے گلبدن اب تک نہین باقی
گلابی عطر کی بو باس ہے تیرے پسینے مین

تراویح شب ہجران ہے اور ماہ مبارک ہے
پڑھینگے ہم ترے عارض کا قرآن اس مہینے مین

لب و دندان کی صنعت صانع قدرت کا کیا کہنا
خجر سے الماس کے ریزے ہین یاقوتی نگینے مین

ستم کے ساتھ ہے ذلت بہم مرنا بھلا اس سے
نہین باقی رہا کچھ لطف ایجان ایسے جینے مین

مری آنکھون مین آنسو ڈبڈبا آتے ہین کچھ ایسے
کہ جیسے بلبلے پانی ہین ہین یا آبگینے مین

لٹاتا ہون ولا اہل سخن پر بیدریغی سے
گڑی ہے دولت مضمون مرے دل کے دفینے مین

(۱۹۲)

حسن دیدار ہین تیری آنکھین — نور ابصار ہین تیری آنکھین

کیسی عیار ہین تیری آنکھین — کیسی مکار ہین تیری آنکھین

ناتوان مین ہون تو وہ ہین بیمار — میری غمخوار ہین تیری آنکھین

اپنے پردے مین مرے دشمن کی — کیون طرفدار ہین تیری آنکھین

تو لڑاتا ہے انہین عاشق سے — گرم پیکار ہین تیری آنکھین

نیزہ بازون سے صف مژگان — کیا سپہدار ہین تیری آنکھین

میری آنکھین ہین تری آنکھون مین — عکس بردار ہین تیری آنکھین

تیری آنکھین ہین مری آنکھون مین — دو ہین یا چار ہین تیری آنکھین

لوٹ لیتی ہین یہ غافل پاکر — کیسی ہشیار ہین تیری آنکھین

ہے سر آنکھون پہ ستانا تیرا — مردم آزار ہین تیری آنکھین

نقد جان لیکے پلاتی ہین شراب — کیسی خمار ہین تیری آنکھین

مین ہون بیدل تری آنکھین دیکھکر — کیسی دلدار ہین تیری آنکھین

گردش ناز ہے کاوا ان کا — جب تو رہوار ہین تیری آنکھین

دل دہڑکتا ہے غضب ہے غصہ — کیا شرربار ہین تیری آنکھین

خواب مین بھی نہ ملین عاشق سے — کیسی بیدار ہین تیری آنکھین

خون غصے سے اتر آیا ہے — مثل گلنار ہین تیری آنکھین

نظر بد سے بچاتی ہین تجھے — کیا نگہدار ہین تیری آنکھین

میرے دلمین خلش خار مژہ — نسبت خار ہین تیری آنکھین

عکس سے انکے مرے اشک ہین آب — کیا گہربار ہین تیری آنکھین

مطلعِ رخ پہ ستارونکی طرح
کیا چمکدار ہین تیری آنکھین

جانچتی کیون ہین متاعِ دل کو
کیا خریدار ہین تیری آنکھین

ہان تجلّی سے مری آنکھون پر
بار ہین بار ہین تیری آنکھین

آئینہ دیکھ مری آنکھون سے
محفِ بےکار ہین تیری آنکھین

ق
دیکھ اردو مین ہے شانِ عربی
میرے اشعار ہین تیری آنکھین

رہبرِ کاملِ سیلِ اشک
دیدۂ کزار ہین تیری آنکھین

اُسکی آنکھونسے ولاؔ اُسکو نہ دیکھ
اِسکو درکار ہین تیری آنکھین

(۱۹۴۳)

کیسی خونخوار ہین تیری آنکھین
تیز تلوار ہین تیری آنکھین

کیا جفاکار ہین تیری آنکھین
کیا ستمگار ہین تیری آنکھین

گر گنہگار ہین آنکھین میری
پھر سیہ کار ہین تیری آنکھین

تجکو حاصل صفتِ یکتائی
حسن تکرار ہین تیری آنکھین

حسن کی ناک ہین چشمِ بددور
کیا مرے یار ہین تیری آنکھین

دوبدو عکس مرا کھتا ہے
دو نہین چار ہین تیری آنکھین

ناتوانی مری یہ کہتی ہے
سخت بیمار ہین تیری آنکھین

دیکھنے وہ نہین دیتین تجھ کو
کیا حیادار ہین تیری آنکھین

لال ہین دیدۂ مریخ کی طرح
آہ خونخوار ہین تیری آنکھین

خنجر و نشتر و پیکان و خدنگ
اور تلوار ہین تیری آنکھین

دلربا۔ دلبر و دلکش۔ دلجو
اور دلدار ہین تیری آنکھین

نہین مستی مین بڑی ہین ہشیار
گرچہ سرشار ہین تیری آنکھین

بے طرح آنکھ دکھاتی ہین مجھے
کیا طرحدار ہین تیری آنکھین

فتنہ پرداز ہین اور شعبدہ باز
بڑی عیار ہین تیری آنکھین

مست و بیست و سیہ مست نہین
جب سے مے خوار ہین تیری آنکھین

وار وہ کرکے مکر جاتی ہین
کیسی مکار ہین تیری آنکھین

دل بنا ہے ہدف تیر نگاہ
کیا کماندار ہین تیری آنکھین

ساغر و بیضوی و بادامی
کیا مزیدار ہین تیری آنکھین

کیسی بیرحم ہین کیسی بیباک
کیا جگردار ہین تیری آنکھین

نوکِ مژگان ترے پیکان نگاہ
مثل سوفار ہین تیری آنکھین

ہے اشارون مین تکلم کا مزہ
محو گفتار ہین تیری آنکھین

پھوٹ جائین مری آنکھین یارب
مجھ سے بیزار ہین تیری آنکھین

ہان تری چاند سی صورت کے لئے
یہ سزاوار ہین تیری آنکھین

تھام کر دل کو یہ کہتا ہے ولا
کیا دل آزار ہین تیری آنکھین

(۱۹۴)

سخن شکر زبان شیرین فصاحت اسکو کہتے ہین
کنایون سے مری نفرین بلاغت اسکو کہتے ہین

دعائین دل سے جب نکلین تو مجکو ہوگئی تسکین
ستمگر نے کہا آمین اجابت اسکو کہتے ہین

غلاف چشم سے تیغ نگہ نکلی تو پھر کیا تھا
جھکی عشاق کی گردن اطاعت اسکو کہتے ہین

تصدق جب ہوے تجھپر فقیر ونکو دیا تونے
تری ہمت کا کیا کہنا سخاوت اسکو کہتے ہین

بنی محفل مین اپنی گت ہوے غم کھاکے ہم رخصت
بہت اچھی ہوئی دعوت عداوت اسکو کہتے ہین

زبان چلتی ہے قینچی کی طرح تردید عاشق مین ۔ سخن سازی کا کیا کہنا طلاقت اسکو کہتے ہین
مدد زاہد کی دخت رز نے کی شب زندہ داری مین ۔ برہمن و بت پرستونکی عبادت اسکو کہتے ہین
بحمد اللہ مرے حسن طلب پر وہ نہین بگڑے ۔ چلے آئے مرے گھر (خرق عادت) اسکو کہتے ہین
ہلا کر گوشۂ ابرو گئے وہ اپنی خلوت مین ۔ اشارت ہو تو ایسی ہو بشارت اسکو کہتے ہین
گرامونون سے مطلب ادا ہوتا ہے قاصد کا ۔ سخنور (اپنے منہ اپنی سفارت) اسکو کہتے ہین
شب وصل آمد دشمن سے کیون مجکو ڈراتے ہین ۔ شرارت آپکی (حضرت سلامت) اسکو کہتے ہین
عداوت ہم سے چھپ چھپ کر مرے غمخوار سے تو ۔ (دلیری ہے امانت مین خیانت) اسکو کہتے ہین
سپر بنکر عدو کے وار کو روکا ہے دلبر نے ۔ رذالت اسکو کہتے ہین شرافت اسکو کہتے ہین
وہ ظالم روبرو ہے اور صف عشاق سجدے مین ۔ نماز خوف کی الٹی امامت اسکو کہتے ہین
عذاب قبر کی فکرین ہین جب تم میرے مرقد پر ۔ عدو سے بوسہ بازی ہے عداوت اسکو کہتے ہین
اتر آئے مسیحا لب ہین ۔ راز نشتر قدمون مین ۔ عجب قامت ہے آثار قیامت اسکو کہتے ہین
تری ٹھوکر نے پائی قوت کشف قبور ایجان ۔ زبان عشق مین کشف و کرامت اسکو کہتے ہین
سمجھ کر ہم تری چالونکو ہین خاموش غافل سے ۔ ذہانت اسکو کہتے ہین متانت اسکو کہتے ہین
مری گردن پہ ہے سر تیغ ابرو اسکی ہے مالک ۔ اتر جائے نہ کیون (بار امانت) اسکو کہتے ہین

ولا لطف زبان حسن بیان کا انکے کیا کہنا
لطافت اسکو کہتے ہین فصاحت اسکو کہتے ہین

(۱۹۵)

لیا دل لیکے دم ہم کو عنایت اسکو کہتے ہین ۔ دیا دل رکھ لیا غم کو محبت اسکو کہتے ہین
نکلنے دی نہ پھر دل سے تمنا میرے دلبر نے ۔ دیانت اسکو کہتے ہین حفاظت اسکو کہتے ہین
گیا دل ساتھ اسکے چل بسین میری تمنائین ۔ معیت اسکو کہتے ہین رفاقت اسکو کہتے ہین

عدو نے دیکھکر دلکو مرے دلبر کے پہلو مین
وہ دل اسکو کیا مجھ سے رقابت اسکو کہتے ہین

بدل ہوتا جو دیدیتا دل اپنا لیکے میرا دل
مجھے بیدل کیا ناحق عدالت اسکو کہتے ہین

وہ آئے اپنے گھر وعدے سے پہلے واہ ری حکمت
ہوے آپے سے ہم باہر مسرت اسکو کہتے ہین

تلک جب مصحف رخ پر پڑی ہم نے دیا بوسہ
بگڑ جاتے ہو کیون ہو تم (حسن عقیدت) اسکو کہتے ہین

تم اب آئے ہو جب مر چکے ہم تین دن پہلے
(عیادت کے بجائے ہین زیارت) اسکو کہتے ہین

اٹھا کر ہاتھ سر پر رکھ لیا آداب سے پہلے
سلام ایسے کرم کو (حکم رخصت) اسکو کہتے ہین

سر بزم آپکی سرگوشیان بڑھ بڑھ کے دشمن سے
سفر اندر وطن جلوت مین خلوت اسکو کہتے ہین

بلا کر ہم کو تم تھے حور طلعت کل کہان غائب
پری بنکر اڑے کیا آدمیت اسکو کہتے ہین

دکھایا خواب مین ظالم نے مجھکو وصل دشمن کا
مین اٹھ بیٹھا تڑپکر خواب وحشت اسکو کہتے ہین

کسی کے ظلم سے دشمن نے پائی وصل کی ڈگری
ہوا یان فیصلہ فصل خصومت اسکو کہتے ہین

عدو کی موت سے خط پر کھنچے ہے سیہ جدول
تمھارے رنج کا غم ہے مسرت اسکو کہتے ہین

بنے ہین آئنہ اہل نظر تیرے تماشے مین
تحیر اپنی نہین کچھ (محو حیرت) اسکو کہتے ہین

شکایت آپکی آپ سے کی ہم نے گلا کیا ہے
گلا اپنا ہوا غیرون سے غیبت اسکو کہتے ہین

ادھر ہین گالیان چن چن کے بوسے کے اشارے ہین
ادھر اغماض ہے ثقل سماعت اسکو کہتے ہین

بہت کچھ ہم نے سمجھایا مگر مانا نہ ظالم نے
کٹایا پھر سر اپنا (قطع حجت) اسکو کہتے ہین

کہا رات آؤ تم محفل مین (ہین یان عاشق و دشمن)
نہ سمجھا اسکو کہتے ہین کہ حضرت اسکو کہتے ہین

لگا دو تم نہ منہ زنہار زاہد دختر رز کو
لگی منہ سے تو چھوٹیگی نہ پھر لت اسکو کہتے ہین

بدلکر قافیہ قدر سخنور کی ہین دو شعر اب
ہم اونکے قدر دان ہین قدر نعمت اسکو کہتے ہین

ولا مضمون کی کثرت سے گھٹا دم فکر کا لیکن

قلم رکتا نہین زور طبیعت اسکو کہتے ہین

(۱۹۶)

تیری جفا سے گرچہ مصیبت کشیدہ ہون | لیکن نہین مجال جو تجھ سے کشیدہ ہون
ناصاف دل ترا ہے تو مین بھی کبیدہ ہون | تو کھنچ رہا ہے مجھ سے تو مین بھی کشیدہ ہون
بسکہ تیرے دام زلف مین پھنسنا مرا محال | دشت جنون مین یار ہرن سے رمیدہ ہون
تم ہو اگر دریدہ دہن مین دریدہ چشم | اے بیدہ مین جواب بہ دہان دریدہ ہون
اے بادہ نوش آج مرا دل ہوا کباب | آتش پہ تیری سرخی رخ کی طپیدہ ہون
شہرت ہے تیرے حسن کی میرے ہی عشق سے | آصف کی سلطنت مین مثال جریدہ ہون
ہان کھیل جاؤن ایک اشارے سے جان پر | مین جان نثار گوشۂ تیغ خمیدہ ہون
بوسہ نہین ملا لب شیرین سے یار کے | گھلتا ہون رنج مین شکر آبدیدہ ہون
اس رہ مین پھونک پھونک کے رکھتا ہون مین قدم | آبلہ ندیدہ موزہ ز پا برکشیدہ ہون
تیری ہی زلف سے مین پریشان ہون یا اسیر | تیری بلا سے گر مین مصیبت کشیدہ ہون
کیسا ہی مین برا ہون مگر سچ ہے یقین | عشاق مین جناب کے مین برگزیدہ ہون
ڈرتا ہون بال بال سے بچتا ہون بال بال | جس دن سے مار زلف کا تیرے گزیدہ ہون
لاغر ہون ناتوان ہون کچھ ایسا کہ ہاتھ مین | دامن ہے آپکا تو مین اسپر کشیدہ ہون
مین سرد مہر آج تو کل ہونگے گرم جوش | کچھ مین بھی گرم و سرد زمانہ چشیدہ ہون
تعبیر پوچھتا ہون معبّر سے صبح وصل | اپنے خیال خام مین مین خواب دیدہ ہون
تصویر داستان ہون کہ صورت سوال ہے | اغماض سے ترے سخن ناشنیدہ ہون

کہتی ہے بزم اہل سخن یہ مری غزل
دیوان سے ولا کے مین اشعار چیدہ ہون

(۱۹۷)

ایجان ضبط اشک سے ہین آبدیدہ ہون / گر گر تری نگاہ سے اشک چکیدہ ہون

مانند اشک آنکھ سے اپنی چکیدہ ہون / شبنم کی طرح مین ہمہ تن آبدیدہ ہون

وہ آفریدگار ہے تیرے جمال کا / مین تیری عاشقی کے لیئے آفریدہ ہون

آہو نگہ تلاش مین مضمون چشم کی / مین اس غزل مین مثل غزال رمیدہ ہون

تیر نگہ کے سامنے حاضر ہے تیر آہ / ابرو کمان ہین آپ تو مین بھی خمیدہ ہون

وہ عندلیب ہون کسی گلرو کو دیکھ کر / گلشن مین عشق گل سے مین دامن کشیدہ ہون

حسن طلب کلام بنا ہاتھ ہین بلند / تشبیب ہے غزل مین دعاے قصیدہ ہون

کعبے مین بت پرست ہون کافر ہون عشق کا / بتھال کے خیال مین مین بدعقیدہ ہون

کھٹکا کہ چشم یار مٹا دے تو مٹ سکون / حرف غلط ہون نوک قلم سے چکیدہ ہون

حرمان کے بعد مجھکو ہوئی وصل کی امید / مین (آب رفتہ باز بجوے رسیدہ) ہون

پھولا ہے آج غنچۂ دل ہے امید وصل / تیری ہوا مین آج نسیم وزیدہ ہون

ہون مرکز دوائر تہ چرخ چنبری / پھرتے ہین جو مین گردش دوران کشیدہ ہون

عاشق ترا ہون عشق نہ چھوڑونگا مین کبھی / آفت رسیدہ ہون کہ مصیبت کشیدہ ہون

بوسہ لیا تو شرم و حیا سے ہین آب آب / خلوت مین انکی سخت ندامت کشیدہ ہون

باغ و بہار حسن کے تم ہو اگر نہال / مین بھی زمین شعر مین نخل دمیدہ ہون

فصل بہار مین یہ ستم باغبان کا ہے / پھولے ہوے نہال کی شاخ بریدہ ہون

قند و نبات سے مجھے لذت نہین ولا
ذوق (شکر فشان لب شیرین) چشیدہ ہون

(۱۹۸)

جسدن سے گلرخون کا گریبان دریدہ ہون / جیب امید چاک ہے دامن کشیدہ ہون

دنیا کے مخمصون سے تعلق بریدہ ہون
مین گوشۂ فراق مین عزلت گزیدہ ہون

اے آفریدگار تو خالق ہے حسن کا
مجکو ہے عشق مین بھی ترا آفریدہ ہون

وحشت کا میری آج ٹھکانا نہین کوئی
گویا ہرن ہون آنکھ سے تیری رمیدہ ہون

پژمردہ گل کو تیرے گریبان مین دیکھ کر
بلبل کے رخ کا آج مین رنگ پریدہ ہون

بویا تھا دل مین ۔ تیری محبت کے تخم کو
یہ پھل ہے ۔ بار دل سے مین شاخ خمیدہ ہون

احوال زار کو مرے اے رہروان عشق
کیا پوچھتے ہو تم عجب آفت رسیدہ ہون

اخفاے راز مین مجھے پرواے سر نہین
ہون راز دار مثل قلم سر بریدہ ہون

سینے سے لگ کے لب سے ہون شربت انار
مین قدردان میوۂ نار رسیدہ ہون

بوسہ لیا تو ہنس کے مرے لب کتر دئے
ہونٹھ اپنے چاٹتا ہون مگر لب گزیدہ ہون

ہشیار اسقدر ہون کہ کاٹے ہین اسکے کان
کوچے مین تیرے مثل نگہ رم رمیدہ ہون

ناصاف ہو ہزار کدورت سے انکا دل
ممکن نہین کہ اون سے کبھی مین کبیدہ ہون

پہلو مین لیکے مجھکو شب وصل مثل دل
آغوش مین تری ہمہ جان آرمیدہ ہون

شکر شکن ہون کیون نہ ہو شیرین مرا کلام
تیری جبین سے طوطی آئینہ دیدہ ہون

سایہ بنا ہوا ہون مین سرو روانکے ساتھ
یعنی بزیر سایۂ قد کشیدہ ہون

سودا نصیر ناسخ و سوز و ظہیر و درد
سب کے چکھے ہین ذوق فصاحت کشیدہ ہون

رہبر ہین اس زمین مین ولاؔ سالک و اسیر
جن کے کرم سے مین بھی بمنزل رسیدہ ہون

(۱۹۹)

ستم آج ہمپر نرالے ہوے ہین
تری بزم سے ہم نکالے ہوے ہین

تحمل سے ہم دل سنبھالے ہوے ہین
ترے جور کو ہم بھی ٹالے ہوے ہین

کئے جا رہے ہین وہ لاکھون جفائین
نقاب اپنی آنکھون پہ ڈالے ہوے ہین

کبھی ہم سے ناخوش ہین دل ہی دل مین
کبھی ہم پہ آنکھین نکالے ہوے ہین

نہ مژگان کا ڈر ہے نہ بھالون کی پروا
ہمارے تو یہ دیکھے بھالے ہوے ہین

سلاسل ہین پانو مین زلفین تیری
گلے مین مرے طوق ڈالے ہوے ہین

ارے تھے جو گل آتش دل کے اخگر
زبان پر مری آج چھالے ہوے ہین

چمن مین بہار آگئی پھر الٰہی
مرے زخم دل آج آلے ہوے ہین

وہ داغ جگر سوز کی تازگی ہے
جو گل لال تھے آج کالے ہوے ہین

ترے ناز و انداز پر ہین تصدق
کسی ناز کے ہم بھی پالے ہوے ہین

کھلے کان اب انکے قدرت خدا کی
وہ فریاد کے سننے والے ہوے ہین

جبین سا تھے قدمون پہ کل آج دشمن
گلے مین ترے ہاتھ ڈالے ہوے ہین

خبر جلد لے اے ستمگر دل اپنا
سنبھالے ہوے ہین سنبھالے ہوے ہین

ترے طوق گردن ہین یہ تیری زلفین
یہ سانپ آستینون کے پالے ہوے ہین

جو گلزار مین گل کے عاشق ہین گلرو
وہ بلبل ہمارے ہی پالے ہوے ہین

الٰہی خطا اپنی کیا تھی جو ایسے
ستمگار کے ہم حوالے ہوے ہین

مرے گوہر اشک تار نگہ سے
گلے مین حسینون کے مالے ہوے ہین

سمجھ مین نہ کچھ آئی کل تھے جو فاسق
وہ کیون آج اللہ والے ہوے ہین

بڑھاپے مین آئیگی اونکی جوانی
جوانی مین وہ ننھے بالے ہوے ہین

اثر کیون نہو جو کرین یار دل سے
مرے درد دل ہی سے نالے ہوے ہین

ترے ساغرے مین مٹھا مزہ ہے
یہ آب دہن سے کھنگالے ہوے ہین

ترپتے ہین عشاق سردی مین شب بھر
عطا دشمنو نکو دوشالے ہوے ہین

وہ گیسو جو کالے تھے اپنے بلو نمین
ترے کان سے سر نکالے ہوے ہین

جگر اور دل سے محبت ہے مجکو
مری گود کے دونون پالے ہوے ہین

تمھارا ہی اسے میکشو یہ کرم ہے
جو ساقی کے پیہم پیالے ہوے ہین

وفاداری ہند کا یہ اثر ہے
طرفدار گورونکے کالے ہوے ہین

یہی خیر ہے محفل مے کشان ہین
زبان اپنی واعظ سنبھالے ہوے ہین

وہ حضرت سلامت ہین عاشق کے دشمن
یہ سارے فساد انکے ڈالے ہوے ہین

غزل دیکھکر کھدیا ماہرون نے
سب اشعار سانچہ مین ڈہالے ہوے ہین

وہ دشمن جو تھے سرخروئی پہ نازان
ولا آج منہ انکے کالے ہوے ہین

(۲۰۰)

تماشے کو ناٹک مین آئے ہوے ہین
وہ عارض سے پردہ اٹھائے ہوے ہین

وہ غیرت کا پردہ اٹھائے ہوے ہین
جو غیرون سے آنکھین ملائے ہوے ہین

وہ آنکھون مین کاجل لگائے ہوے ہین
ہرن ہر نہونکو بنائے ہوئے ہین

کھلے بندون آئے جو تھیٹر مین لیکن
وہ زلفون سے منہ کو چھپائے ہوے ہین

پہنکر لباس حسینان یورپ
وہ میڈم کی صورت بنائے ہوے ہین

گرون انکے تن پر ہے سر پر ہے ٹوپی
بڑے حسن سے روپ لائے ہوئے ہین

خمار آنکھ مین اور قدم مین ہے لغزش
برانڈی کا ساغر چڑہائے ہوے ہین

وہ کثرت سے اپنے تماشائیون کی
پریشان ہین سٹ پٹائے ہوے ہین

بغل مین کسی غیر کے ہاتھ انکا
وہ غیرت سے یون ہاتھ اٹھائے ہوے ہین

وہ کیا جانین انداز ہندوستان کو
ابھی آپ یورپ سے آئے ہوے ہین

سجاتے ہین وہ تالیان بے محابا
یہ یورپ کا فیاشن اُڑائے ہوے ہین

سمجھتا ہون اسٹیج کا ہے ارادہ
جبھی تو بنا رنگ لائے ہوے ہین

تو کہدون رو کتا ہے ارے پھرنے والے
نہین جانتا ہم بلائے ہوے ہین

سمجھتے ہین عاشق سے محفل کو خالی
جگہ ہم پس پشت پائے ہوے ہین

یہ خونریز وہ ہین جو کشتون پہ اپنے
نگاہون سے خنجر چلائے ہوے ہین

(ق) وہ کہتے ہین ہاتھ اپنے سینے پہ رکھکر
یہ نارنج کیا سر اُٹھائے ہوے ہین

کہا بڑھکے عاشق نے جانے نہ پائین
یہ میرے لئے ہاتھ آئے ہوے ہین

سمجھتے ہین وہ دل لگی اسکو لیکن
حقیقت مین ہم دل لگائے ہوے ہین

وہ ہین بے خبر عاشق رازدان سے
سمجھتے ہین ہم چھپکے آئے ہوے ہین

ولا انکی چالون سے پاتے ہین ہم بھی
ہتیلی پہ سرسون جمائے ہوے ہین

(۲۰۱)

عیادت کو احباب آئے ہوے ہین
نگاہون سے ہمکو بچائے ہوے ہین

وہ صورت کو اپنی چھپائے ہوے ہین
ہم انکی حقیقت کو پائے ہوے ہین

وہ ہونٹون پہ مستی جمائے ہوے ہین
غضب اسپہ یہ پان کھائے ہوے ہین

شب وصل خلوت مین آئے ہین لیکن
وہ اپنے کو ہم سے بچائے ہوے ہین

اگر ہم نے بوسہ لیا کیا خطا کی
تنفر سے کیون منہ بنائے ہوے ہین

لگانے بجھانے سے اغیار کے وہ
لگائے ہوے ہین بجھائے ہوے ہین

اگر تیغ ابرو پہ ہے ناز تم کو
تو ہم بھی سر اپنا کٹائے ہوے ہین

انھین تیرے ہاتھون سے ہم اے ستمگر
ستائے ہوئے ہین مٹائے ہوئے ہین

وہ اٹکھیلیان کر رہے ہین چمن مین
تو ہم انکا دامن اُٹھائے ہوئے ہین

ترے عارض و زلف کے رنگ و بو سے
گل بوستان خار دکھائے ہوئے ہین

لُٹھے اپنی محفل سے بیٹھے بٹھلائے
یہ فتنے انھین کے اٹھائے ہوئے ہین

مرے خون سے دست و پا انکے گلگون
دکھانے کو مھندی لگائے ہوئے ہین

اگر یہ نہ تھی آپ کی دلربائی
بغل مین اُسے کیون دبائے ہوئے ہین

انھین کا ہون بیمار جو سادگی سے
عیادت کو تشریف لائے ہوئے ہین

تو کیون آزماتا ہے بن بن کے چال
رقیبون کو جو آزمائے ہوئے ہین

نہ تھی انکی فطرت مین یہ چالبازی
کسی چالئیے کے سکھائے ہوئے ہین

مزے لوٹتے ہین شب وصل جانان
لبون سے لب اپنے ملائے ہوئے ہین

شب وصل یاد آئے بچپن کے بوسے
مزا انکا پہلے سے پائے ہوئے ہین

مین کرتا ہون زاہد انھین کی پرستش
جو ماتھے پہ قشقہ لگائے ہوئے ہین

یہ تہمت ہے عاشق پہ وہ بے خطا ہے
یہ طوفان دل سے اُٹھائے ہوئے ہین

عدو دل مین انکے ہماری طرف سے
خدا جانے کیا کیا جمائے ہوئے ہین

زمرد سے یاقوت و نیلم ہین پیدا
مسی پر گلوری چبائے ہوئے ہین

امیر آپکی رہبری کا تصدق
جو ہم اس پرستان مین آئے ہوئے ہین

ولا پوچھتے ہین وہ غیرون سے ہم کو
یہ وہ ہین جو دل سے بھلائے ہوئے ہین

ردیف واؤ

(۲۰۲)

زبان اپنی اے بدزبان تم سنبھالو — نہ گالی کبھی منہ سے اپنے نکالو

سنو واد دو مجکو صاحب کمالو — زمین سخن یون نہ سر پر اٹھالو

خدا سے ڈرو دم نے والون پہ اپنے — نہ یون جیتے جی دلبرو خاک ڈالو

مرا خون بہتا ہے خونریز تم کو — نہ دہبا لگے اپنا دامن سنبھالو

چلا قافلہ بج گیا کوس رحلت — اٹھو خواب غفلت سے او سونے والو

مین بیخود ہون اور لن ترانی کا قائل — گئی لن ترانی سنبھالو سنبھالو

رہو دستکش خون برگ حنا سے — مرے خون دل ہی سے مہندی لگالو

ستم بے گناہون پہ اچھا نہین ہے — غریبون کی اے بندہ پرور دعا لو

بجا نبرہو عاشق جو تیغ نگہ کو — ستم چشم و مژگان مین اپنے بچھالو

مرا چاہتا ہون مین تیغ نگہ سے — بچالو بچالو بچالو بچالو

گرا چاہتا ہون مین غش کہا کے تم پر — سنبھالو سنبھالو سنبھالو سنبھالو

جگاتے ہو کیون نیند سے دشمنونکو — ذرا بخت خفتہ کو اپنے جگا لو

وہ حیرت سے گلشن مین پتھرا گئی ہے — نہ تم چشم نرگس پہ یون آنکھ ڈالو

محبت کا اپنی ہے خلوتمین دعوا — برہمن جو سمجھے ہو گنگا اٹھا لو

تماشے سے کیا فائدہ بیخود یکے — سنبھلکر ذرا ہوش اپنے سنبھالو

یہان موشگافی ہے موے کمر کی — نزاکت سے دیکھو تو نازک خیالو

تنفر ہے کیون تم کو کالون سے گورو — محبت ہے کیون تم کو گورو نسے کالو

مین جی بھر کے دیکھونگا اے دوستو تم — ذرا اپنی باتون مین اسکو لگالو

مکرتے ہو کیون آج کل کرکے وعدہ — خدا سے ڈرو یار نام خدا لو

بہت وجد کرتے ہو تم بے خودی مین
ذرا اپنی دستار ملّا سنبھالو

ہر اک شی استرہ سامنے آئینہ ہے
خطا اپنا تم اپنے ہی ہاتھون بنالو

نہ تھا اپنا دشمن تو تھی سر محفل
طلبگار جسکے تھے وہ آگیا لو

زبان لکھنؤ کی ہے مرغوب مجھ کو
مجھے رد کرتے کیون ہو اے دلی والو

ولا رہنما ہین اسیر سخنور
قدم اپنی آنکھون سے انکے لگالو

(۲۴۳)

وفاداروں سے اپنے بے وفا نامہربان کیون ہو
جفا کے بعد بھی مجھ پر خفا اے میری جان کیون ہو

خدا جانے مرا دل لیکے مجھ سے بدگمان کیون ہو
بجا ہون غیر کو دل دیکے اسپر مہربان کیون ہو

اگر دل مین نہین آہین تو پھر لب پر فغان کیون ہو
تو پھر جب دل ہی سینے مین نہین منہ مین زبان کیون ہو

اسی سے حال دل کہتا جو دلسوزی کرے غالب
تو پھر جب دل ہی سینے مین نہین منہ مین زبان کیون ہو

تمھاری دلربائی سے دلیری ہم کو ہاتھ آئی
اگر دل ہی نہ ہو پہلو مین خوف دلستان کیون ہو

بلایا تھا اگر وان غیر کو پھر مجھ کو کیا مطلب
مرے سر کی قسم ایجان کھو تم اب یہان کیون ہو

جفاکارونکے انداز تجاہل کو خدا سمجھے
یہ مجھسے پوچھتے ہین وہ تم اتنے ناتوان کیون ہو

بچاتا ہون مین اپنے دلکو بوسے یاس و حرمان سے
یہ باغ عشق کا گل ہو کے پامال خزان کیون ہو

ہماری داستان سنکر بھی منہ سے تم نہ کچھ بولے
اگر خاموش جینا ہے تو پھر منہ مین زبان کیون ہو

تمھاری سخت باتین سنکے تیشہ ہم کو یاد آیا
کسی فرہاد کے قصہ مین تم شیرین زبان کیون ہو

اگر رونے کو روکون دل نکل آتا ہے آنکھون سے
رگین جب ابشارین آب چشمون سے روان کیون ہو

جفا و جور کو عشاق جب آسان سمجھتے ہین
شکایت عاشقون کی آپ کے دل پر گران کیون ہو

تہ و بالا ہون مین وحشت جنون کی خاک ہے سر پر
زمین کے بدلے یارب میرے سر پر آسمان کیون ہو

بظاہر تم چھپاتے ہی رہے انداز الفت کو
اگر راز محبت ہے تو پھر مجھ سے نہان کیون ہو

اڑا پھرتا ہے تنکے کا سہارا مل نہین سکتا
ہمارا طائر دل باغبان بے آشیان کیون ہو

ہمارے دل سے پوچھو خوف اس ترک ستم خو کا
خدنگ چشم پر ظالم کے ابرو کی کمان کیون ہو

سبق تم نے نہ پایا تھا ولا گر شمع محفل سے
تو سوز عشق کے اظہار مین آتش زبان کیون ہو

(۲۰۴۳)

تم مظہر قدرت خدا ہو
یا آئینہ خدا نما ہو

باطن مین وہی خدا نما ہو
ظاہر مین جو مظہر خدا ہو

محبوب کہا خدا نے تمکو
تم کہتے پیمبر خدا ہو

محبوب خدا ہی جانتا ہے
مین کچھ نہ سمجھ سکا کہ کیا ہو

وہ کون ہے یہ ہے کون اس سے
واقف یا تم ہو یا خدا ہو

للہ معاف کیجئے گا
جو مجھ سے قصور ہو گیا ہو

ہے ہم کو یقین کہ ہو رہے گا
تقدیر مین اپنی جو لکھا ہو

معشوق مرے خدا ہی جانے
عاشق کا ترے مآل کیا ہو

ہم سے کرتے ہین جو برائی
ہم کہتے ہین آپ کا بھلا ہو

جو کچھ فرمائیے بجا لاؤن
راضی ہون جو آپکی رضا ہو

ہے حسن طلب وہی جو دلدار
ایہام سے عرض مدعا ہو

جس کو چاہو وہی ہے مقبول
مردود ہے جس کو تم نہ چاہو

ہو جائیگی صبح کو قیامت
جس رات وصال یار کا ہو

کس نام سے تم کو مین پکارون
ارشاد تمھین کرو جو چاہو

مرتے ہین جو تجھپہ یار اُنکی
ارواح پہ رحمت خدا ہو

کرتے ہین دُعا دُعا یہی ہے
مقبول جناب کبریا ہو

رکھتا نہ کہین کا اس نے ہم کو
اُس دشمن عشق کا بُرا ہو

عاشق کو خدا ہی یاد آیا
ظالم ترا منتقم خدا ہو

کرتا ہون خدا خدا مین اے عشق
ڈر یہ ہے نہ بت مرا خدا ہو

لے جاتے ہین تیرے حکم سے ہم
حافظ جانا ترا خدا ہو

ہے یہ بھی رہِ خدا کا سودا
عاشق تری زلف سے رہا ہو

دشمن کو مرے خدا اُٹھا لے
ہاتھ اسکا جو دوست پر اُٹھا ہو

انشاء اللہ شرط پیمان
کیون کہتے نہین کہ تم جو چاہو

اُس عاشق کو خدا ہی سمجھے
ایمان مین جس کے بت خدا ہو

کیا عشق مجاز کی حقیقت
باطن مین جو رہبرِ ولا ہو

(۲۰۵)

ظلم آپ کا اس سے بڑھکے کیا ہو
فرماتے ہین کم ہے جو ہوا ہو

جو آپ کے ساتھ باوفا ہو
افسوس وہ موردِ جفا ہو

جانان تم مجھ سے کیون خفا ہو
کیون تم آمادۂ جفا ہو

کیا بات ہوئی ذرا تو کہدو
کیون تم مرے جان خفا خفا ہو

شمشیر ادا کا وار کردو
جھگڑا مٹ جائے فیصلا ہو

ہم سے اور اس طرح کی باتین
اُس سے کہو جو نباہتا ہو

کیون کرتے ہو چھپا چھپا کر
جو کچھ ہو یار بر ملا ہو

بوسہ خلوت مین دیکے بولے
ڈر ہے کوئی نہ دیکھتا ہو

خونریز ستم ہے (اسکے ذمے
خون جس کا بھا ہو) خون بہا ہو

پاداش کے ہم نہین سزاوار
دشمن سے اگر کوئی خطا ہو

دلبر وہ کبھی ادا نہین ہے
خاطر سے کسی کی جو ادا ہو ؛

ایمان کی بات ہم جو کہدین
وہ بُت ہم سے ابھی خفا ہو

وہ ڈوب رہی ہے بحر غم مین
تم جس کشتی کے ناخدا ہو

اللہ رے عدو کی فاقہ مستی
شاید کچھ آج پی گیا ہو

قدرت ہے خدا کی شان اُسکی
کل کیا تھے یار آج کیا ہو

انداز مین ہے تمھارے شوخی
شوخی مین تمھاری کچھ حیا ہو

ہم سہنے کو ہین زلف تیار
سر پر آجاے جو بلا ہو

آتا ہے کوئی جو وہ نہین ہین
پھر میری (خدا کرے) قضا ہو

بس کام ہوا تمام اپنا
فرماتے ہین اس سے بڑھکے کیا ہو

تم غیر نہین ہو مثل دشمن
بچپن سے ہمارے آشنا ہو

بس دلمین ہے میرے اک تمنا
پیمان ترا بے وفا وفا ہو

جیسا تم نے کیا ہے مجھ پر
ایسا نہ ستم کوئی ہوا ہو

فتویٰ تم لیکے مفتیون کا
خونریز اگر ہو بجا ہو ؛

بیمار کو تیرے چشم بیمار
درد دل یار ہی دوا ہو ؛

(ق) کیون ٹال رہے ہو آج زاہد
مغرب کی نماز کیون قضا ہو

خالی ہوتا ہے جام پر جام
پھر کہتے ہو کہ پارسا ہو

وہ پی چکے مجکو دے تو ساقی
جو کچھ اُس مین رہا سہا ہو
ہو رشک کو رشک اس غزل پر
جنت مین یہ غیرت صبا ہو
دونون ہین ولا کی سیر غزلین
شاید کوئی قافیہ رہا ہو

(۲۰۶)

اے یار دشمنون سے عداوت ہی کیون نهو
دلدار دوستون سے محبت ہی کیون نهو

غیرون سے انکو ہوگی محبت ہی (کیون نهو)
اپنون سے انکو ہوگی عداوت ہی (کیون نهو)

اپنے پرائے مین ہے اگر فرق (ہم سے یار
الفت نهو) تو غیر سے کلفت ہی کیون نهو

دشمن سے دشمنی ہے سزاوار (کیون نهین)
ہم دوست ہین تو ہم سے محبت ہی کیون نهو

کہتے ہین ہر نہال سے ملتا ہے اُسکا پهل
یون ہو تو بار نخل محبت ہی کیون نهو

کہتے ہین بار نخل محبت ہے بار دل
پهل یہ اگر ہو تم سے عداوت ہی کیون نهو

کیون انجمن مین غیر سے ہے بے تکلفی
پروا نهین کسی کی تو خلوت ہی کیون نهو

محفل مین عاشقونکو عداوت کا ڈر نهین
جب بے بلائے آتے ہین دعوت ہی کیون نهو

جو دلمین آئے کہئے وہ میٹھی زبان سے
کانون پہ میرے آپکی منت ہی کیون نهو

بیمار چشم یار کو ہے درد دل دوا ؟ ؟
دل چاہتا نهین تو عیادت ہی کیون نهو

کیا لطف غیر سے جو محبت تری جتائین
جو کچھ نهین تجهی سے شکایت ہی کیون نهو

جیتے ہین ہم امید پہ پیمان سے باخبر
پایان انتظار ہلاکت ہی کیون نهو

دل اپنا دیدیا مگر ارمان یہ دلمین ہے
ملجائے کچھ مجهے بهی وہ عبرت ہی کیون نهو

عشق مجاز سے جو حقیقت ملی اسد
پهر اپنی عمر صرف عبادت ہی کیون نهو

اٹھ جائین آپ بزم سے لیکن اٹھین نہ ہم
جو کچھ بهی آئے سر پہ قیامت ہی کیون نهو

ایجان عدو کے سامنے ہم سے یہ گفتگو
ہے ناگوار اپنی حمایت ہی کیون نہو

احکام ترکِ عشق کی پروا نہین ہمین
اپنے کہے کی تم کو ندامت ہی کیون نہو

بنتا ہے اوس کا کام جو اپنے وجود سے
دشمن کو یار ہم سے محبت ہی کیون نہو

بازو پہ اپنے جور کا ٹیکا لگائین ہم
عادی پھر اسکی اپنی طبیعت ہی کیون نہو

عاشق جو قتل ہو تری تیغ نگاہ سے
جھگڑا مٹے پھر اُس سے فراغت ہی کیون نہو

اونکی ہنسی سے خوف ہے غالب عتاب کا
ہرچند بر سبیل عنایت ہی کیون نہو

نازک ہے انکا دل تو گوارا نہین مجھے
بار انکے دل پہ (میری محبت ہی کیون نہو)

غالب نے دیکھکر یہ غزل لکھدیا وِلا
(فکر سخن مین ہے تو طبیعت ہی (کیون نہو)

(۲۰۷)

آئے ہین آپ دل لبھانے کو
اپنا عاشق مجھے بنانے کو

یار کیون مستعد ہو جانے کو
ہے سلام اپنا ایسے آنے کو

تم ہو تیغ نگہ چلانے کو
ہم بھی تیار سر کٹانے کو

سنگدل سنگِ دل ترشوالو
غیر کا مقبرہ بنانے کو

غیر پر کر رہے ہو لطف و کرم
صرف عاشق کا دل دکھانے کو

ہائے کعبہ سمجھتے ہو مومن
بت کافر کے آستانے کو

ہائے دُنیا مین ہم ہوے پیدا
گلرخون کا ستم اُٹھانے کو

ظلم کے بعد لیکے ہاتھ مین تیغ
آئے ہین کیا مجھے منانے کو

دیکے دشمن کو آنکھ پھر ہم سے
مستعد آپ ہین لڑانے کو

بھیجدو جُرم عشق مین مجھکو
اپنی زلفون کے قید خانے کو

تیغ ابرو سے ہے ارادۂ قتل — حکم دیتے ہیں سر جھکانے کو

چلو وعدے کا ہو چکا ایفا — آئے لاشہ مرا اُٹھانے کو

ہم مرے اُنپہ وہ ہوے افسوس — مستعد خاک میں ملانے کو

حیدرآباد میں ہیں وہ تیار — گرم پانی سے گھر جلانے کو

گھر پہ زاہد کے جاکے ہم نے سنا — وہ گئے ہیں شرابخانے کو

میں سمجھتا ہوں غیر سے باتیں — آپ کے پیر تیں ہلانے کو

اس بناوٹ سے کام اپنا بنا — بنگئے نائی خط بنانے کو

خواب میں میرے بن کے وہ خورشید — آئے ہیں نیند سے جگانے کو

بنگئے شیر کیا مرے حق میں — تاؤ میں آج خاک اُڑانے کو

میرے رونے پہ دل لگی سوجھی — آگ لگ جائے مسکرانے کو

کیا بتایا مرے مرض کا علاج — اپنے ہی خون میں نہانے کو

وصل کی رات حضرتِ دشمن — آئے ہیں اپنا حق جتانے کو

دشمنِ جان سگِ حضورِ بتان — کیوں لپکتا ہے کاٹ کھانے کو

صبر کا امتحان ہے منظور — جور کرتے ہیں آزمانے کو

ہم بنے یار آپ کے مہمان — اشک پینے کو غم کے کھانے کو

آئے وعدے پہ غیر کی ہے تلاش — خوب سمجھے ہیں اس بہانے کو

ایک باقی نہیں رہا مومن — ہائے کیا ہو گیا زمانے کو

کیا بناوٹ سے سو گئے وہ ولا
سنکے حال مرے فسانے کو

(۲۰۸)

ہوا نہ دل پہ اثر انکے ہو تو کیونکر ہو — دُعا دُعا نہ رہی پھر کہو تو کیونکر ہو
ہر ایک کام مین کہنڈت کرو تو کیونکر ہو — جو ہوتے کام کو ہونے نہ دو تو کیونکر ہو
سُنے نہ کوئی تو کیا فائدہ ہے کہنے کا — اثر کہے کا ہمارے جو ہو تو کیونکر ہو
وہ سنگدل ہین کسیکے کہے کی کیا پروا — اثر نہ ہو تو نہ ہو صبر ہو تو کیونکر ہو
لگا ہے ساتھ کوئی ہو نہ ہو وہی دشمن — اگر وہ آ ہی گئے رات کو تو کیونکر ہو
وہ انجمن مین لکھا چاہتے ہین کچھ ہم سے — جو راز اپنا ہے وہ بات ہو تو کیونکر ہو
وہ ہم سے کہتے ہین لو مانگ لو جو جی چاہے — عدو ہے ساتھ وہ کہدے نہ دو تو کیونکر ہو
شبِ وصال وہ کہتے ہین وصل ہو گا نہ آج — اگر نہ ہو نہ ہو کہدو کہ ہو تو کیونکر ہو
لگے نہ سینے سے بوسے سے بھی ہوا انکا — ستم ہے اُنکا یہ بھی نہ دو تو کیونکر ہو
تمھین تو پوچھ رہے ہو یہ کیا ستم ہے جناب — جو عرض حال بھی کرنے نہ دو تو کیونکر ہو
ہوا وصال نہ بوسہ کوئی ملا افسوس — بلا سے وہ نہ ہو یہ بھی نہ ہو تو کیونکر ہو
نہ ہو عطا تو جفا ہی سہی اداؤن سے — جو یہ بھی ہو تو زہے بخت دو تو کیونکر ہو
دل اپنا دے ہی چکے پھر یہ نذر جان اپنی — پسند خاطر عاطر نہ ہو تو کیونکر ہو
شب وصال مین بے اذن ہم لگائین ہاتھ — جو صبح تک ہو یہی گو مگو تو کیونکر ہو
سنین تمھاری بہت گالیان ہوئے محظوظ — اگر ہماری بھی تم سن نہ لو تو کیونکر ہو
عدو کے ساتھ عجب کشمکش رہی شب وصل — جو ایک یار کے عاشق ہین دو تو کیونکر ہو
زبان ہم نے نہ کھولی سنا گئے اب بھی — نہ ہو جناب کا غصہ فرو تو کیونکر ہو
ملا رہا ہون شہ حسن ان مین ہان تیری — اگر مین دن نہ کہون رات کو تو کیونکر ہو
بجز خدا کے نہین کوئی عیب سے خالی — قدم قدم پہ ہو تم عیب جو تو کیونکر ہو

امیدوار ازل سے ہے عاشق ازلی
کبھی جو اس سے نہ وعدہ کرو تو کیونکر ہو

کھلا نہ خط نہ ہوا کام پھر گیا قاصد
جو لیکے ہاتھ مین خط پھینکدو تو کیونکر ہو

عدو جو ساعت موعود پر چلے جا لین
وہ اپنے وعدے کا پابند ہو تو کیونکر ہو

سوال میرا کچھ آسان نھین ہے ڈر ہے مجھے
اگر جواب سے تسکین نہ ہو تو کیونکر ہو

اکیلے آؤ کسی کو نہ لاؤ وصل کی شب
تمھین لکھو اگر ایسا نہ ہو تو کیونکر ہو

خبر ہے آپکی سرگوشیونکی دشمن سے
کسیکو ثقل سماعت نہ ہو تو کیون کر ہو

سمجھ مین کچھ نھین آئی تمھارے عاشق کی
نہ ہو وصال تو کیونکر ہو (ہو تو کیونکر ہو)

گئی وہ بات ہماری جو تھی وہان غالب
لکھے سے کچھ نہ ہوا پھر لکھو تو کیونکر ہو

ظفر کی طرح سے غالب ہین خوشہ چین انکے
ولا فروغ سخن ہم کو ہو تو کیونکر ہو

(۲۰۹)

برق نگہ کو چمکا دو
صورت روشن دکھلا دو

بوسہ لو اور بوسہ دو
لینا ایک تو دینا دو

بوسۂ لب مین ہے تکرار
لینا ایک نہ دینا دو

چاند سے رخ پر آئی نقاب
یارگہن کا صدقا دو

مرتا ہون آنکھون پہ نھین
قتل کی حاجت (؟) جلا دو

زلف مین ہم ہونگے نہ اسیر
اور کسیکو فقرا دو

ہم بھی گرین ہو کر بیہوش
اپنی تجلی دکھلا دو

آتے ہین وہ اے عشاق
ہٹو بڑھو اور رستا دو

عاشق کا پھوڑا ہے عمیق
نشتر مژگان گھسرا دو

اپنے دردِ دل سے (مرے — دردِ دل کی دوا) لا دو

پیمان سے ہو دل کو قرار — قول کو اپنے ٹھہرا دو

چار ہوئیں آنکھیں تو ہوا — تیغ نگہ سے جوزا دو

دل جو بھر آیا اشک بہے — ایک ہے چشمہ دریا دو

کچھ نہ کھلا راز ابرو پر — ایک ہے پیوستہ یا دو

ہم ہیں کھلاڑی ہم ہیں حریف — یار نہ ہم کو چکما دو

تم پر جو مرتا ہے اسے — زمین شہر میں دفنا دو

غیر ہے مجرم مجھ کو سزا — کس کی خطا ہے بتلا دو

رحم کرو بلبل ہے اسیر — موسمِ گل ہے صیادو

اپنے اسیرِ زلف کو یار — کالے پانی بھجوا دو

تم جو نکالو محفل سے — گور میں مجھ کو پہنچا دو

آئے عیادت کو تھے مگر — چلا جنازہ کاندھا دو

ناک پہ انکی ہے انگلی — چاند ہے مثلِ جوزا دو

پیوستہ ابرو کی ترے — ایک ہے تیغ دو سر یا دو

دیا نہ خالی جائے گا — ہم کو بھی کچھ داتا دو

گوہرِ اشک عاشق کو — نوکِ مژہ سے برما دو

ایک غزل تھی تیری اسیر — اب ہوئیں غزلیں چھپوا دو

راہنما ہیں وِلا کے اسیر
سخنوری میں استادو

(۲۱۰)

میں سنائے دیتا ہوں ماجرا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
نہیں مجکو اس کا بھی غم ذرا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وہ جو ہم سے وعدہ وصل تھا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہ تمہارا ہم سے معاہدا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وہ مری شکایت برملا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
جو رہے تھے مجھ سے خفا خفا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

کوئی بات دل سے اتر گئی تمہیں یاد ہم نے دلا جو دی
وہ تجاہل اور وہ بھولنا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

ہوا ذکر وعدہ وصل کا تو کہا کہ یاد نہیں ذرا
میں کبھی نہ چھوڑونگا داد وا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وہ جفا وہ جور و ستم او مصیبت اور وہ رنج و غم
ہے مجھے تو یاد ذرا ذرا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

تو مرے عدو سے مرے خفا اسے اب سمجھتے ہو باوفا
یہی تم سے میں نے کہا تو تھا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

تمہیں یاد وعدہ اگر نہیں مجھے اپنی بھول کا ڈر نہیں
ہے بہت قوی مرا حافظا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

کہا بھولتا ہوں میں دلربا وہ عدو سے کیا تھا معاملا
وہ بگڑ کے کہتے ہیں شکوہ کیا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

مرے دل پہ تم نے کیا ستم مرے دشمنوں پہ ہوا کرم
جسے جانتا ہے مرا خدا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

مرے ساتھ وعدہ وصل تھا جو کسی نے مجکو بھلا دیا
ہے عدو کی یاد پہ فیصلہ تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وہ تمہاری ساری شرارتیں وہ ہماری تم سے شکایتیں
شب وصل اپنا جو تھا گلا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

اگر اپنا قول تمہیں یاد تھا تو ہوا کرے مری کیا خطا
جو بگڑ کے کہتے ہیں کیوں کہا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

چلے ایک رات جو تم کہیں ہمیں ساتھ ہم بھی کہا نہیں
ہمیں یاد ہے کہ کبھی سوال کا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وہ جو ہم سے قول و قرار تھا کبھی آج تک نہ ہوا وفا
مری جان وفا کا اثر ذکر کیا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

شب وصل وعدہ جو کر گئے ہوئی صبح صاف مکر گئے
مجھے یاد ہے مرے دلربا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

کرو حفظ مصحف روئے یار رکھو اپنے سامنے آئینا
تمہیں کم ہے قوت حافظا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

سر [illegible] مگر ایسی تھی نہ ستمگری
کبھی ہم بھی تم سے ہوئے خفا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

مرے دل پہ نقش ہے [illegible] کبھی اسکو میں نہیں بھولتا
مرے منہ پہ تم نے کہا جو تھا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

ہوئے سب مراتب جو طے اسی رات وعدہ وصل ہے | مری جان مجکو سنا دیا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

ہے کلام مومن نکتہ رس اسی طرح ہیں شعر کرو ہوس
میں سنائے دیتا ہوں اے ولا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

(۲۱۱)

جس بت پہ طبیعت آ گئی ہو | معشوق وہی ہے اپنا جو کوئی ہو
آتا ہے خدا کرے وہی ہو | آ جائے تو آج دل لگی ہو
تھا وعدۂ وصل کل کا لیکن | وہ آ گئے۔ کیا عجب ابھی ہو
لو آ گئے۔ انکے ساتھ ہے کون | کیا غیر ہے۔ ہو نہ ہو وہی ہو
کیوں آئے تمھیں بتاؤ تنہا | یہ کون ہے۔ تم بھی ایک ہی ہو
پکڑا جب ہاتھ۔ دیکھیے وہ ہنکا | فرمانے لگے کہ تم سڑی ہو
میں ہنسنے لگا تو دیکے گالی | کہتے ہیں یہاں سے دور ابھی ہو
میں رونے لگا تو ہنس کے بولے | گستاخ نہ ایسا پھر کبھی ہو
گھر پر مرے غیر سے مزے ہیں | کیا کام یہ میرے جیتے جی ہو
کہتے ہیں یہ دوست ہیں ہمارے | کیوں اس سے تم کو دشمنی ہو
دشمن اپنا عجب تمھارا | کیونکر تمھیں ہم سے دوستی ہو
ساغر میں ترے بچی بچائی | دیدے ہمیں جو رہی سہی ہو
انصاف یہ ہے کہ خود بلائیں | جب جائیں ہم تو بیرخی ہو
گر غیر پہ رات دن ہو احسان | ہم پر بھی کرم کبھی کبھی ہو
کیوں آتش رو کی ہے پرستش | عاشق کیا تم بھی پارسی ہو
تھا آج ہی تذکرہ تمھارا | اچھا خوب آئے شیخ جی ہو

کیون ہوتی ہے گالیونکی بوچھار
کچھ ہو بھی خطا جو مین نے کی ہو

جانان مری داستان تو سن لو
عام اس سے بُری ہو یا بھلی ہو

الجھاون مین یار اب ہین سمجھا
شاید مطلب ترا یہی ہو

اے یار کسی سے کچھ نہ بگڑے
گر ہم پہ فضل ایزدی ہو

آجاے تو پھر مزہ بتائین
ڈرتے نہین یار جو کوئی ہو

سوجھا نہین جب جواب اُنکو
فرماتے ہین تم بھی منطقی ہو

لیتے ہو خبر بری وشون کی
کیا تم بھی ولا کچھ آدمی ہو

(۲۱۲۳)

تم حور ہو غیرت پری ہو
تم رشک بتان آزری ہو

شوخی جب آپ مین بھری ہو
فرمائیے کیون نہ دلبری ہو

جس فرق پہ تاج قیصری ہو
اس کو بھی نہ تم سے ہمسری ہو

جب دزد حنا کی دلبری ہو
ملزم الزام سے بری ہو

دلدار وہی ہے میرے دلبر
جسکے دلمین دلاوری ہو

لیلےٰ کو کمال دلبری مین
تم سے نہ کبھی برابری ہو

ہو تم سے جو کوئی مقابل
ہر بات مین تم کو برتری ہو

آنکھون مین تمھاری پانچ ہتیار
اُستاد فن سپہگری ہو

ہو جاے اگر عدو سے مٹھ بھیڑ
یہ ڈر ہے کہ جنگ زرگری ہو

کیسا ہی ستم ہو ہم پہ لیکن
الزام سے یار تم بری ہو

آنکھون سے چلا رہے ہو ہتیار
ایجان غضب کے تم جری ہو

پھرتے پر جاگین رات بھر ہم — خلوت مین جو اپنی نوکری ہو
کرتے ہو پلک سے آپریشن — تم ماہر فنّ سرجری ہو
لاتا ہے جب آپکا وہ پیغام — قاصد کو نہ کیون پیمبری ہو
ہے تم مین یداللّٰہی کی طاقت — تم قوّت دست حیدری ہو
گر ہو لب بام وہ مقابل — سورج کے بدن مین تھرتھری ہو
ٹھوکر کھائے قدم قدم پر — جس مرد خدا مین خودسری ہو
عاشق کا اسکے کیا ٹھکانا — جس مین ایسی ستمگری ہو
عشّاق پہ کرسکے حکومت — جس یار کا حکم نادری ہو
معشوق ہے ایک وہین عاشق — پھر وصل مین کیون نہ کرکری ہو
ہو حبس دوام زلف یا قتل — جو کیس ہو یار نمبری ہو
اندھیر ہے جو گیا وہ غائب — کیا خط کی مرے رجسٹری ہو
تم اپنی زلف کی بدولت — رہزن عیّار مفتری ہو
ایک آنکھ مین جب ہون چار ہتیار — مشکل پھر اس سے جانبری ہو
کیا اسکی ادا ہو جسمین شوخی — فطرت نے کوٹ کر بھری ہو
کیا کہنا اون سخنورون کا — جنکی کہ زبان مادری ہو
جھڑتے ہین زبان سے اپنی موتی — پرکھے گا وہی جو جوہری ہو

کہتے ہین منشیر اے وِلا تم
اردو مین عدیل انوری ہو

ترے عارض سے تیرے گھر مین پاکر بار گلشن کو (۲۱۴) قفس مین ڈھونڈتا ہے عندلیب اپنے نشیمن کو

عداوت کیون ہوا اس عاشق مومن سے دشمن کو
پرستش کے لئے تاکا ہے اس بت نے برہمن کو

نہ ہو جب تک تمیز دوست دشمن سادہ لوحی سے
سمجھتے ہی رہوگے دوست اپنا میرے دشمن کو

ہٹا دے آئینہ یا چھوڑ دے منہ پر نقاب اپنی
نظر تیری نہ لگ جائے کہین تیرے ہی جوبن کو

مرے تار نفس سے آگ لگ جائیگی عالم مین
دل سوزان سے گر بھڑکاؤن مین بجلی کے انجن کو

نہ تم معشوق ہو اسکے نہ اسکا نام ہو عاشق
مرا رتبہ نہ ہو حاصل الٰہی میرے دشمن کو

نگاہ تیز کی چنگاریون سے الامان یارب
نہ لگ جائے کہین آتش ترے عاشق کے خرمن کو

دبی ہے آتش دل اور مرا لاشہ ہے خاکستر
خدا سمجھے (بہانا اشک ہے کیون) میرے دشمن کو

بہا کرتا ہے جب خونریزی عشاق کا دریا
ہمیشہ دیکھتا ہون مین شناور تیرے توسن کو

کفن کاغذ کا پہنائین مرے جب آپ پر عاشق
زمین شعر کام آئیگی جانان اسکے مدفن کو

ترے تار نگہ کو رشتہ داری تار سوزن سے
قرابت سوزن مژگان سے ہے مژگان سوزن کو

تری گلگونی عارض پہ قربان بلبل عاشق
ترے غنچے نے چمکایا ہے تیرے رنگ و روغن کو

بہین جب اشک خون دریائے رحمت جوش پر آئے
پکڑ لونگا مین پھر دادخواہی اُسکے دامن کو

بہے گر اُسکے ہاتھون خون مرا پروا نہین ڈر ہے
نہ لگ جائے کہین دھبہ مرے قاتل کے دامن کو

سحر۔ داغ و اسیر و آتش و غالب کی ہین غزلین
ولا چمکائیگا مضمون تمہارا فکر روشن کو

(۲۱۴)

چھپاتے اسلئے ہین آپ اپنے روے روشن کو
نہ دیکھین ہم شب وصل آپکی عریانی تن کو

بُرا تم مانتے ہو سجدہ ہم کیون میرے شیون کو
نہ روکا گل نے اے گلرو نوا سنجان گلشن کو

گریبان مین تمہارے دیکھکر گلہاے گلشن کو
گل عارض پہ شیدا بلبل نے چھوڑا گل کے دامن کو

رہا ہونگے گرفتاران زلف سرو بالا بھی
چھڑائے گر مقید طوق سے قمری کی گردن کو

ستم خو تیرے ہاتھون استے پائی دسترس ایسی
لپٹتا ہے گریبان ہوا جو تیرے دامن کو

ہر اک ٹانکے پہ قطرے خون کے پیہم ٹپکتے ہین
کیا ہمدرد زخم دل نے کیسا مژگان سوزن کو

لٹے ایسے پھنسے کچھ اسطرح عارض پہ جا پہنچے
مقرب ہین دعا دیتے ہین تیری زلف رہزن کو

مقابل آئینہ ہے چھپ رہے ہم آڑ ہین تیری
دکھاتا کیون ہے تو تن تن کے ظالم اپنے جوبن کو

ہوا ہون مین تمھاری تیغ کا محکوم جسدم سے
اُس ابرو کے اشارے پر جھکا دیتا ہون گردن کو

تقاضاے ادب تھا ہم پھنسے زلفون مین گردن سے
بنایا طوق بیڑی کے عوض زنجیر آہن کو

بہے جب اشکو کا سیل کو کیا موج دریا نے
ڈبونے کے لئے دامن بنایا میرے دامن کو

محبت کی کشش سے دل ہے مقناطیس عاشق کا
کلیجے مین رکھا کرتا ہے تیرے نعل توسن کو

ہمارے سوز دلکو دامن دل کا سہارا ہے
بجھا سکتا نہین کوئی چراغ زیر دامن کو

مسلمان ہون مگر عشق بت کافر ہے اشکون سے
بنایا رشتۂ تسبیح زنار برہمن کو

زمین غالب کی ہے اے مہربان ٹھوکر نہ لگ جائے
ذرا روکو قلم قابو مین رکھو اپنے توسن کو

نیا پیمان ہے آنے کا یقین ہے کیون نہین
وہ کہتے ہین بلا رکھو ولا گھر اپنے دشمن کو

(۲۱۵)

اے مرے مہربان ادھر آؤ
آج تک تھے کہان ادھر آؤ

روٹھ کر جا رہے ہو خلوت سے
کیون ہوے بدگمان ادھر آؤ

کون تم کو بلا رہا ہے اُدھر
تم نجاؤ وہان ادھر آؤ

نہ پھرو یون اندھیری راتون مین
یار تم ہو جوان ادھر آؤ

بعد سننے کے پھر چلے جانا
سنتو لو داستان ادھر آؤ

یار سن جاؤ ایک بات مری
اے مرے رازدان ادھر آؤ

اب تمھارا کرینگے ہم - اپنا ہو چکا امتحان ادھر آؤ
رہنے دو جام بس وہین زاہد ہو گئی ہے اذان ادھر آؤ
صحبت غیر سے کرو پرہیز تم ہو کس میان ادھر آؤ
غیر سے جب اُدھر ہے ناچاقی کیون نہ پھر مہربان ادھر آؤ
ریل آتی ہے تم نجاؤ اُدھر اُٹھ رہا ہے دھوان ادھر آؤ
جان جاتی ہے ایک لحظے مین دوڑ کر میری جان ادھر آؤ
مین دکھا دون دہن کو بوسے اے مرے بے دہان ادھر آؤ
چوم جب تک نہ لون لبِ جان بخش نہ کھلیگی زبان ادھر آؤ
حیدرآباد مین ہے قدر کمال اہل ہندوستان ادھر آؤ
آج کل ہے دکن مین لطف سخن شاعر خوش بیان ادھر آؤ

چھوڑ کر کام اُدھر جو آئے ولا
اتنی فرصت کہان ادھر آؤ

(۲۱۶)

میرے آرام جان ادھر آؤ جا رہے ہو کہان ادھر آؤ
سُن رہا ہون مین دیر سے آؤ نا جان جان ہو کہان ادھر آؤ
اتنی فرصت کہان ہے دشمن سے کہ تم اے مہربان ادھر آؤ
کہتے ہو (کیا بلا رہے ہین آپ) کہے جاتا ہون ہان ادھر آؤ
دیکھکر مجکو وہ اکھاڑے مین کہتے ہین مہربان ادھر آؤ
کیون بلاتے ہو مجکو محفل مین مین نہ آؤنگا وان ادھر آؤ
میرے سر کی قسم نہ جاؤ اُدھر وہ عدو ہے وہان ادھر آؤ

مر رہا ہوں میں تمہیں بچپن سے
اے مرے جان جان ادہر آو

پھر چلے جاؤ تم جدہر چاہو
پہلے اے مہربان ادہر آو

جا چکی ہے تمہاری عقل کدہر
تم نجاؤ وہاں ادہر آو

جا رہے ہو جہاں وہاں سے کبھی
آسکوگے نہ یاں ادہر آو

جان جائیگی جاؤگے تم اگر
دیکھو اے مہربان ادہر آو

جا رہے ہو گلے تو مل لیں پھر
ہم کہاں تم کہاں ادہر آو

تم نجاؤ اُدہر خدا کے لئے
کیا ادہر ہے وہاں ادہر آو

لکھنؤ میں ہے کچھ نہ دلی میں
اب ہے سب کچھ یہاں ادہر آو

ڈہونڈتے کس کو تم ہو اہلزبان
ہم ہیں اہل زبان ادہر آو

ہم سنائیں تمہیں ولا کی غزل
اے ظفر تم کہاں ادہر آو

ردیف ہائے ہوز

(۲۱۷)

لکھو چکے جب ہم جوانی کا مزہ
اب تمہیں کچھ زندگانی کا مزہ

ہے انھیں کو زندگانی کا مزہ
جن کو حاصل ہے جوانی کا مزہ

منہ میں جو آتا ہے کہدیتے ہو صاف
پاؤگے تم بد زبانی کا مزہ

جب گراموفون میں آیا پیام
مٹ گیا پھر منہ زبانی کا مزہ

گالیاں وہ دیکے فرمانے لگے
چکھ چکے تم خوش بیانی کا مزہ

گالیوں میں تیری اے یار ہم
میوۂ ہندوستانی کا مزہ

ہم ہیں تیرے میہمان کھاتے ہیں غم
لوٹتے ہیں میہمانی کا مزہ

میہمان اپنا بنا کر آپ کو ہم نے پایا میزبانی کا مزہ
خضر بھی مرتے ہین دلبر پر جنھین ہے حیات جاودانی کا مزہ
ہم رہین چھوٹی حاضری مین انکے ساتھ لگ گیا اب چائے پانی کا مزہ
عاشقون کو آپ کے نالونکا ذوق بلبلون کو نغمہ خوانی کا مزہ
نوجوانان دکن کو آج کل پہ لگ گیا قانون دانی کا مزہ
گالیان دیکر کسی دن غیر کو پائین اپنی بدزبانی کا مزہ
سامنے دشمن کے بگڑے ہمپہ آپ اسکو آیا مہربانی کا مزہ
جنگ سے نوٹونکی ارزانی ہوئی چکھ رہے ہین ہم گرانی کا مزہ
خون پیکر غم کے کھانے مین ہمین ہے پلاو زعفرانی کا مزہ
خانہ بربادان عشق یار کو مل گیا نقل مکانی کا مزہ
بلبل دستان سرا کو ذوق گل ہمکو ہے ہمداستانی کا مزہ

یہ تعجب ہے کہ غم مین آپ کے
ہے ولا کو شادمانی کا مزہ

(۲۱۸)

وہ اڑاتے ہین جوانی کا مزہ لوٹتے ہین زندگانی کا مزہ
خاک ہم کو زندگانی کا مزہ جب نہین باقی جوانی کا مزہ
دوبدو کرتے نہین جب ہمپہ وار کیا رہا اب سخت جانی کا مزہ
ساغر میگون چشم یار مین ہے شراب ارغوانی کا مزہ
یان مضی ما قد مضی سے درگزر انکو ہر دم تیغ رانی کا مزہ
آج ہم سے او عدوے نابکار چکھ چکا تو چھیڑ خانی کا مزہ

نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز
تا کہ چکھیں ہم گرانی کا مزہ

بات اب تم ہم سے کیون کرنے لگے
ملگیا جب بیدہانی کا مزہ

پاچکا ہون تیری تیغ چشم سے
ہوکے بسمل نیم جانی کا مزہ

خواب راحت کے لیئے لو ایکبار
اپنے عاشق کی کہانی کا مزہ

ہم پہ تہمت کرکے خوش ہوتے ہو کیون
پاؤگے تم بدگمانی کا مزہ

دیکھکر بیمار چشم یار کو
مجکو آیا ناتوانی کا مزہ

کوچۂ دلبر مین بےخوابی سے ہم
لے رہے ہین پاسبانی کا مزہ

زلف نے مجکو چکھایا پھانس کر
کیا بلاے ناگہانی کا مزہ

سرد مہری سے ترے عاشق کو یار
مل رہا ہے سرد پانی کا مزہ

بے طرح چلنے لگی انکی زبان
ہم کو آیا بدزبانی کا مزہ

ہوگیا دولت مین آئینی عمل
کیا رہا اب حکمرانی کا مزہ

راجگان و والیان سلطنت
لوٹتے ہین راجدہانی کا مزہ

ہوگئے بیہوش جلوے سے ولا
چکھ چکے ہم لن ترانی کا مزہ

(۲۱۹)

ہنسنے لگے وہ لطف وکرم سے ملا کے ہاتھ
انکی ادانے چھین لیا دل۔ بڑہا کے ہاتھ

آئے جو میرے ہاتھ مین اس دلربا کے ہاتھ
دہوکے سے وہ سنبھل گئے ہٹ کر چھڑا کے ہاتھ

بیمار کردیا ہے کسی نے دکھا کے ہاتھ
کیا پاؤنگا مین تم کو طبیبو دکھا کے ہاتھ

باتین نہ اس طرح سے کرو تم ہلا کے ہاتھ
ہوتے ہین دل فگار۔ تمہاری ادا کے ہاتھ

بیہوش ہوکے ہم ترے قدمون پہ گرپڑے
دینے لگا جو ساغر مے تو بڑہا کے ہاتھ

وہ گل پہ ہے نثار مین گلرو پہ ہون فدا — بلبل نے لی خبر مرے غم کی بٹا کے ہاتھ
پڑتی نگہ تو ہاتھ سے جاتا دل حزین — پہ خیر ہے وہ آئے بغل مین چھپا کے ہاتھ
ہم سے مصافحے کی ضرورت نہ تھی مگر — عزت بڑہا رہے ہین ہماری بڑہا کے ہاتھ
آتش ہے جسم۔ بھاپ کلائی کو لگ نجائے — خنجر مرے گلے پہ چلا نا بچا کے ہاتھ
چاہین تمھین سے واد۔ قدمبوس ہوکے ہم — منصف ہو جو جور و ستم سے اٹھا کے ہاتھ
دریاے غم کا ساحل مقصد ہے سامنے — پار اترو اے شناور مجنون لگا کے ہاتھ
تسخیر دل سے کیون نہ دہوین کا چلے جہان — پرزون سے ہے سفینۂ دل اب ہوا کے ہاتھ
دلبر کا ہاتھ ہے ید بیضا تو کیا عجب — چمکا دیا ہے آتش دل نے جلا کے ہاتھ
پرزے اڑ سے تو پھیل گئے آسمان پر — آیا جواب نامۂ عاشق ہوا کے ہاتھ
پامال تیرے ہون تو نہین ہم کو کوئی غم — آئے ہین اپنی جان سے جانان اٹھا کے ہاتھ
کیا میری زندگی سے ہے مایوس اے طبیب — خاموش کیون ہے نبض سے میری اٹھا کے ہاتھ
وعدے پہ بے وفا کے بھروسہ نہین مجھے — کھائے قسم جو کعبے کی جانب اٹھا کے ہاتھ
خدام مین شریک ہوے ہم بدلکے روپ — دہو بیٹھے ہاتھ جان سے اپنی دبا کے ہاتھ
شرماکے آپ شرم مین تم کیون نہا گئے — نادم ہین ہم تمھارے بدن کو لگا کے ہاتھ
چپکی مین رات اسکے قدم چومتے رہے — چھوتے تھے اسکے پاؤن کو سر سے اٹھا کے ہاتھ
ثابت قدم ہو اسکو ادہورا کبھی چھوڑ نہ — ہمت نہ ہار عشق کو ایدل لگا کے ہاتھ
کون آرہا ہے کس سے ڈرے جارہے ہو آج — آنے سے منع کرتے ہو کیون تم ہلا کے ہاتھ
محبوبۂ فرنگ سے جب آنکھ لڑ گئی — کس کس ادا سے دلکو پڑہایا بڑہا کے ہاتھ
سیڈم کو ہم نے کر جو کیا مسکرا کے پھر — غمزے کے ساتھ آنکھین لڑائین ملا کے ہاتھ

کٹ جائے ہاتھ وزد حنا کا اگر وِلا
شکوہ پھر اس کا وہ نکرینگے دکھاکے ہاتھ

(۲۲۰)

دل اپنا لگ گیا جو کسی دلربا کے ہاتھ
پھر اپنے دل سے بیٹھ گئے ہم اُٹھاکے ہاتھ

ہم کر چکے دُعا ترے حق مین اُٹھاکے ہاتھ
کرنا تھا جو کیا اب اثر ہے خدا کے ہاتھ

ہو کر طبیب بنگئے بیمار کیون مسیح
کیا دل لیا ہے آج کسی نے دکھاکے ہاتھ

اظہار درد سر ہے کہ تسلیم کا جواب
ماتھے پہ رکھ رہے ہو جو اپنا اُٹھاکے ہاتھ

تم ہاتھ اپنے مصحف عارض پہ پھیر کر
بخشو ثواب قبر پہ میری اُٹھاکے ہاتھ

تم مشتری ہو مال کی قیمت ادا ہوئی
ہم بک گئے ہین آج تمھاری ادا کے ہاتھ

یہ تاک جھانک کا ہے نتیجہ کہ بنگئے بیل
چڑھ ہی گئی جو دختر رز پارسا کے ہاتھ

خونریزیونکا ڈر ہے خدا خیر ہی کرے
مہندی لگی ہے آج مرے دلربا کے ہاتھ

زلفونکی طرح مجکو رسائی ہوئی جو آج
لینے لگا ہین اسکی بلائین بڑہاکے ہاتھ

پامال ہوکے ضعف بڑہا ہے کچھ اسقدر
اٹھنا زمین سے ہے ہمارا خدا کے ہاتھ

آٹ کھیلیان نسیم چمن کو ہوئین نصیب
تیری شمیم زلف لگی جب صبا کے ہاتھ

قدمونکو چومتے ہین ترے اپنے مُنہ سے ہم
آنکھون پہ پھیرتے ہین قدم کو لگاکے ہاتھ

ایسا کچھ انکو شعبدہ بازی مین ہے کمال
دل لیکے وہ مکر گئے خالی دکھاکے ہاتھ

دشمن کے وار چل گئے بس چل سکے تو پھر
کچھ ہم بھی اپنا زور دکھائین چلاکے ہاتھ

خلوت مین سُنکے چلدیے وہ غیر کی صدا
ہاتھون سے وہ نکل گئے ہیہات آکے ہاتھ

جب ہم وفور شوق سے لپٹنے لگے قدم
رکھنے لگے وہ ناز سے سر پر اُٹھاکے ہاتھ

بے عزتی پہ باندھ چکا ہے کمر رقیب
عزت ہماری آج ہے ایچان خدا کے ہاتھ

غفلت سے تمنے ہاتھ بڑہایا سمجھ کے غیر
بوسہ لیا تو کھینچ لیا سٹ پٹا کے ہاتھ

زاہد جو پی چکے ہو بہت جام مے سے آج
قد قامت الصلوٰۃ کہو پھر اُٹھا کے ہاتھ

خوش قسمتی کا اپنی بیان تونے کیون کیا
شرما گئے وہ تجھکو منجّم دکھا کے ہاتھ

عزت بڑہی جنازۂ عاشق کی خلق مین
وہ ہٹ گئے جو ناز سے اسکو لگا کے ہاتھ

بوسے مصلحے کے بہانے سے لے چکے
ہاتھون سے اسنے پر کھینچ لیا مسکرا کے ہاتھ

دست ید اللّٰہی مین ہے آسان ہر ایک کام
میری مراد ہے مرے مشکل کشا کے ہاتھ

تیغ نگہ سے باندھ کے زلفون مین ہاتھ پانون
دو چار ایک دم مین لگا دو بلا کے ہاتھ

لغزش قدم کو ہونے لگی ہمرھی مین آج
دل ہل گیا جو چلنے لگے وہ بلا کے ہاتھ

میر و ظہیر و اقف و اشک و اسیر و سحر
سب لکھ چکے ہین آج قلم ہے وِلا کے ہاتھ

(۲۲۱)

اے جفا جو تری جفا ہے یہہ
گر جفا یہ نہین تو کیا ہے یہہ

ناز و انداز ہے ادا ہے یہہ
عاشقون کے لئے قضا ہے یہہ

ہم پہ ہوتی ہے رات مین نازل
کیا تری زلف کی بلا ہے یہہ

غور کر مدعی کے دعوے پر
تیرے عاشق کا مدعا ہے یہہ

درد پیدا ہو آپ کے دل مین
کسی بیمار کی دوا ہے یہہ

ہے غضب کیون دکھا کے غیر کو تم
مجھسے کہتے ہو آشنا ہے یہہ

ملتجی کو کبھی نکر مایوس
تیری خدمت مین التجا ہے یہہ

چمن عشق مین نسیم چلی
کاکل یار کی ہوا ہے یہہ

بے بلائے ہم آ گئے بے شک
بخشدو تم اگر خطا ہے یہہ

کیون لپٹتی ہے ہمسے بڑھ بڑھکر
زلف ہے یا کوئی بلا ہے یہ

تم بھلائی کرو ہر ایکسے ساتھ
غور کرلو کہ کیا برا ہے یہ

مر گئے ہم تو لاش ہے پامال
تیری سختی کی انتہا ہے یہ

لے چلے ہم عذاب قبر کو ساتھ
سخت جانی کی انتہا ہے یہ

جام ساقی سے ہو گئی بیعت
بادہ خوار و نگار رہنما ہے یہ

نہین کرتا وہ جان بوجھکے ظلم
اسکی عادت کا اقتضا ہے یہ

چھپکے پیتا ہے مے خدا کی قسم
کون کہتا ہے پارسا ہے یہ

مے سے رغبت کیا ہے توبہ
زاہدو اپنا اتقا ہے یہ

پینے والون کو جب سرور نہو
کیا شریعت مین ناروا ہے یہ

ہم کو سمجھین اگر وہ خاک قدم
اپنے حق مین توکیمیا ہے یہ

غیر کے ساتھ ہم نہ آئین کبھی
انکا کہنا بہت بجا ہے یہ

کیون نہ مقبول ہو کلام اسکا
وہ اگر مہر سے ولا ہے یہ

(۲۲۲)

حسن کیا ہے بڑی بلا ہے یہ
گرچہ ظاہر مین خوشنما ہے یہ

حسن ہے قدرت خدا ہے یہ
اسکی صنعت کی انتہا ہے یہ

شاہد وحدت الوجود ہے حسن
تیری صورت سے کب جدا ہے یہ

شاہد ذات ہے حسین کا حسن
وہ خدا ہے خدا نما ہے یہ

خال ہندو ہے مصحف رخ پر
دوستو دشمن خدا ہے یہ

نقش پیمان ہے اسکی بسم اللہ
بے وفائی کی ابتدا ہے یہ

وہ مزا جب چکھا چکے ہم کو
پھر اُلجھتے ہین کیا مزا ہے یہ

طاق ابرو مین ہم پڑھین گے نماز
دوستو خانۂ خدا ہے یہ

آج مرنے پہ ہم ہین آمادہ
جان لو اپنا مدعا ہے یہ

تیرے ابرو سے چلی تلوار
مر گئے ہم تری ادا ہے یہ

تم سلامت رہو مرے دلدار
صدق دل سے مری دُعا ہے یہ

یہ وفا ہے کہ خون بہائین وہ
ہم کہین یہ کہ خون بہا ہے یہ

ہم دُعا مانگتے ہین رو رو کر
وہ سمجھتے ہین بد دعا ہے یہ

جوش دل سے برس پڑین آنکھین
عاشقو رحمتِ خدا ہے یہ

ظلم سنتے تھے اب تو ہونے لگا
وہ خبر تھی تو مبتدا ہے یہ

غیر کو کیون بلا کے ہم سے پھرے
وہ شکایت تھی اور گلا ہے یہ

آ گئی موت اُنپہ مرنے لگے
ابتدا وہ تو انتہا ہے یہ

لڑ گئی آنکھ ہو گئی تکرار
وہ اگر ناز ہے ادا ہے یہ

تیغ ابرو پہ ہم ہوے قربان
اپنی قسمت کا فیصلا ہے یہ

پوچھتے کیون ہو ہم پہ کیا گزری
دیکھ لو تم کہ ماجرا ہے یہ

جان لی اسنے جانکر عاشق
کیا تعمد نہین خطا ہے یہ

وہ مخالف نہین تو کیون نہ پھرے
کیا بھروسہ ہے جب ہوا ہے یہ

طوطی میسر ہو چکی گویا
بلبل نغمۂ ولا ہے یہ

خیر ہے آج وہ کیون آئے ہین تلوار کے ساتھ　(۲۲۳)　ہم لپٹ جائینگے لے تیغ ترے وار کے ساتھ

دل لگی سوجھی ہے کیون ابرو خمدار کے ساتھ
تو نہتا ہے مقابل ہو ترا تلوار کے ساتھ

کیون لڑاتے ہو نگہ تم نگہ یار کے ساتھ
کیا ملاتے ہو کسی تیر کو سوفار کے ساتھ

کیون محبت ہے تمھین ناوک خونخوار کے ساتھ
دشمنی کرتے ہو کیون اپنے دل زار کے ساتھ

کھچ گئی وہ تو کبھی جان وہ جب چلنے لگی
چلدئے ہم بھی جہان سے تری تلوار کے ساتھ

نقد جان لیکے کرتے سر بازار ہین وہ
واہ کیا خوب یہ سودا ہے خریدار کے ساتھ

دیکھکر باغ مین گلرو کو فغان کرنے لگا
ہم نوا ہم بھی بنے بلبل گلزار کے ساتھ

جال مین ہم نہ پھنسے خیر ہی گزری اے زلف
سابقہ ہم کو پڑا تھا کسی مکار کے ساتھ

آنکھ کو اپنی بچانا جو عیادت کرتا
کبھی راحت تھین بیمار کو بیمار کے ساتھ

ایک ابرو سے ہین دو وار کے سامان تیار
آج کیون تیغ ادا آئی ہے تلوار کے ساتھ

سر جھکائے ہوے رہتے ہین ملاقات مین ہم
آنکھ لڑجاتی ہے ظالم ترے دیدار کے ساتھ

وعدہ وصل کے ایفا پہ تصدق عاشق
آج وہ گھر پہ مرے آئے ہین اغیار کے ساتھ

کبھی ممکن نھین عشاق کو خلوت ہو نصیب
رات دن آپ رہا کرتے ہین دو چار کے ساتھ

ہم تو غافل ہین ازل ہی سے خدا خیر کرے
سابقہ ہم کو پڑا ہے کسی ہشیار کے ساتھ

بخت خوابیدہ سے کیون نیند نہ آئی شاید
رات گزری ہے مری طالع بیدار کے ساتھ

ہو کے پامال عیان ہو گئی حالت اپنی
اٹھ گئے خاک پہ نقش قدم یار کے ساتھ

باغ کی سیر مین چمکا جو چمن پر خورشید
اڑگئے اشک مرے شبنم گلزار کے ساتھ

وہ ہوا کھانیکو جس روز گئے گلشن مین
تھا ہوا خواہ بھی ہمراہ ہوادار کے ساتھ

باغ مین سنبل و گل کی نہ بنی ایک جگہ
نبھ گئی زلف کی کیونکر ترے رخسار کے ساتھ

بار غم ولیہ ہے اٹھتے نھین ہیہات قدم
ہم پھرا کرتے ہین اس کوہ گرانبار کے ساتھ

گھورتا کیون ہے تو اے آئینہ رو حیرت سے / بنگئے تصویر کھڑے ہین تری دیوار کے ساتھ

پھر قیامت مین ملینگے جو بلائے خالق / آج دنیا سے چلے حسرت دیدار کے ساتھ

آنکھ لڑجائے تو عاشق کا خدا حافظ ہے / فوج مژگان کی ہے اس ترک سپہدار کے ساتھ

آج ناسخ کے مقابل ہوے استاد خلیق / صورت قافیہ ہم ساتھ تھے تلوار کے ساتھ

ناتوانی سے ہمارا نکل آیا مطلب / چڑھ گئے ہم بھی ولا سایۂ دیوار کے ساتھ

(۳۴۳)

خنجر بکف ہے آنکھ تمھاری ادا کے ساتھ / وابستہ زندگی ہے ہماری قضا کے ساتھ

ہم دل لگا چکے ہین کسی بے وفا کے ساتھ / دن رات سابقہ ہے ہمارا جفا کے ساتھ

عاشق کو اتفاق ہے اسکی جفا کے ساتھ / معشوق کو نفاق ہے اہل وفا کے ساتھ

قاتل ہو تم مواخذہ موت اسکے سر / اچھا تمھین سلوک تمھارا قضا کے ساتھ

طوفان مین ہم کو اپنا خدا یاد آگیا / کشتی ہین سامنے جو پڑا ناخدا کے ساتھ

تیغ نگہ کا ڈر لب جان بخش کا گھمنڈ / کٹتی ہے عمر جیتے ہین خوف و رجا کے ساتھ

زلف صبا نسیم کو کہنے لگا چمن / جب آئی تیری زلف کی نکہت صبا کے ساتھ

ناوک بنا کے اسکو چلاتے ہو جنگ مین / احسان یہ ہوا نگہ جانفزا کے ساتھ

بیمار عشق ہم ہین دوا اس کی درد دل / کیا واسطہ ہے ہم کو طبیب و دوا کے ساتھ

بخشش کی شان ہے متقاضی گناہ کی / پھر احتراز بے اثر ہے خطا کے ساتھ

اپنون سے احتیاج نہ غیرون سے کچھ غرض / ہم اپنی لو لگائے ہوے ہین خدا کے ساتھ

خالق سے التجا ہے نتیجہ بخیر ہو / دعوت ہوئی قبول بہت التجا کے ساتھ

دست دعا کو دیکھ کے پھر اٹھ گئی نقاب / انکو ہے اعتقاد ہماری دعا کے ساتھ

اُٹھنے پہ اُنکی بزم سے رونے لگے جو ہم ۔۔۔ وہ ہو گئے براہ کرم مسکرا کے ساتھ

وعدے پہ اپنے آئے ہو تم پر یہ کس لئے ۔۔۔ دشمن کو میرے لائے ہو ایجان چھپا کے ساتھ

محبوب تیرے ساتھ ہے نسبت مجھے وہی ۔۔۔ نسبت ہے جو حبیب خدا کو خدا کے ساتھ

ہین لکھنؤ کے راہ نما اختر و جلیل ۔۔۔ دہلی کی سیر ہو گئی داغ و ضیا کے ساتھ

میری دعا کو کیون نہ رسائی ہو اے ولا
آہ رسا شریک ہے میری دعا کے ساتھ

(۲۲۵)

دل جا چکا ہے آج کسی دلربا کے ساتھ ۔۔۔ عاشق کو سابقہ ہے کسی بے وفا کے ساتھ

انکا ہر ایک حکم ہے جور و جفا کے ساتھ ۔۔۔ اپنا ہر ایک کام ہے صبر و رضا کے ساتھ

تم چل رہے تھے رات چمن مین صبا کے ساتھ ۔۔۔ ہم تھے قدم قدم پہ تمھاری ادا کے ساتھ

تیر قضا نظر ہے تو ابرو کمان تیر ۔۔۔ دونون کو ساز باز ہے باہم قضا کے ساتھ

جانے لگے وہ غیر کے گھر چھپ چھپا کے رات ۔۔۔ پیچھے سے ہم بھی ہو گئے آنکھین بچا کے ساتھ

محتاط ہین حفاظت حق العباد مین ۔۔۔ باقی معاملہ ہے ہمارا خدا کے ساتھ

دعوت مین سایہ بنکے رہا انکے ساتھ تو ۔۔۔ پچتائے ہم بہت تجھے دشمن بلا کے ساتھ

خلوت مین مدعی نے جو کہین چالبازیان ۔۔۔ چالون مین کامیاب ہوا مدعا کے ساتھ

بوسہ دیا مریض کو سوگا لبون کے بعد ۔۔۔ شربت کا بدرقہ ہے یہ کڑوی دوا کے ساتھ

آہ و فغان عاشق محزون کو دیکھکر ۔۔۔ باتین وہ کر رہے ہین غضب کی ہوا کے ساتھ

قاضی نے آج حرمت مے کو مٹا دیا ۔۔۔ بیاہی گئی ہے دختر رز پارسا کے ساتھ

وعدے پہ خوب آئے کہ ہم گھر سے چلدئے ۔۔۔ خوشیان منا رہے ہین وہ دشمنکو لا کے ساتھ

خدمت مین شکر ہے کہ گرفتار ہو گئے آج ۔۔۔ ہم بھی پہنچ گئے تری زلف رسا کے ساتھ

گرنے لگے ہم انکے اشارون پہ کھاکے غش
لڑنے لگے جو ہاتھ اٹھا کر ادا کے ساتھ

میت کے حق مین فاتحہ خیر چاہئے
ہم مر چکے ہین یاد کرو تم دعا کے ساتھ

مائل ہے آفتاب مرا غیر کی طرف
ملتا نہین کبھی وہ خط استوا کے ساتھ

اسکے ہوائے زلف مین جیتے ہین ہم ولا
ثابت ہے زندگی کا تعلق ہوا کے ساتھ

(۲۲۶)

وہ سر جھکائے بیٹھے ہین شرم وحیا کے ساتھ
آنکھین لگائے بیٹھے ہین ہم التجا کے ساتھ

کیون شوخیان دکھاتے ہین شرم وحیا کے ساتھ
خنجر وہ کیون چلاتے ہین ناز و ادا کے ساتھ

آئی شمیم زلف چمن مین صبا کے ساتھ
ہم بھی ہوئے کسی کی ہوا مین ہوا کے ساتھ

حسن سلوک ہے یہ ادا کا قضا کے ساتھ
آئی ہے جب قضا تو تمھاری ادا کے ساتھ

لیکر بلائین اسکی گرفتار نے کہا
اے زلف ہم کو کام پڑا کس بلا کے ساتھ

بھلا رہا ہے دلکو لڑاتا ہے آنکھ سے
کرتا ہے دل لگی ارے ناداں قضا کے ساتھ

وہ خوش تھے ہم بھی خوش تھے تماشے کے شوق مین
فوٹو لیا جو ہم نے عدو کو بٹھا کے ساتھ

مرتے ہوون کو موت مین آنے لگا مزا
لڑنے لگی جو شرم تمھاری ادا کے ساتھ

کرتے ہین عکس حسن نظر سوز سے حجاب
آئینہ دیکھتے ہین وہ شرم وحیا کے ساتھ

واقف ہین آبیار ہے اسکی کسیکی آنکھ
کرتے ہین شرم صورت برگ حنا کے ساتھ

کیا ساتھ ساتھ چلتے ہین تیر انکی تیغ کے
ابرو ستم نگاہ غضب ہے ادا کے ساتھ

رغبت ہے مے سے جام سے نفرت ہے واہ وا
زاہد کا زہد خوب ملا اتقا کے ساتھ

دونون طرف سے ہم کو بچاتے ہین دونون ہاتھ
کس کشمکش مین ہین تری زلف دوتا کے ساتھ

زیر قدم ہے دامن گل شوق سے نسیم
چلتی ہے سیر باغ مین دامن اٹھا کے ساتھ

یہ اونکی کمسنی کا تقاضا ہے بزم مین
زانو سے میرے بیٹھے ہین زانو ملا کے ساتھ

الجھا ہوا ہون سخت پریشان ہون لفت سے
کیون سابقہ پڑا ہے مجھے اس بلا کے ساتھ

فیضِ جلیلؔ و مومنؔ و میرؔ و نسیمؔ سے
ہم بھی ہوے ہین زورِ طبیعت دکھا کے ساتھ

اُس صافِ دل کو تم سے محبت ہے اور خلوص
تم کو ہے کیون عداوت شبلی وِلاؔ کے ساتھ

(۲۲۷)

جلوہ گر آج وہ کوٹھے پہ ہین کس آن کے ساتھ
چاند ہو کر وہ چمکتے ہین عجب شان کے ساتھ

جائیگی دل کی تمنا جو مری جان کے ساتھ
جان میری بھی نکل آئیگی ارمان کے ساتھ

ایک لحظہ بھی مین جدا ہو نہین سکتا تجھ سے
جان میری ہے مری جان تری جان کے ساتھ

خطِ عارض کسی انسان کے قلم کا نہین خط
کیا یہ تفسیر بھی نازل ہوئی قرآن کے ساتھ

تالیان بجنے لگین ہونے لگا وجد مین رقص
سات سُر ملنے لگے جب تری اک تان کے ساتھ

کافرِ زلف کی یہ بے ادبی ہے لاریب
پیش آتا ہے بُری طرح سے قرآن کے ساتھ

ہم سنبھالے ہوے دامن ہین ترے ہاتھون سے
چاک ہوتے ہین گلوگیر گریبان کے ساتھ

رنگ لائیگی کسی روز یہ سرگوشی گل
کیون کرن پھول ہمیشہ ہین ترے کان کے ساتھ

نشترِ چشم بڑھا فصدِ رگِ جان کے لئے
آپریشن ہے مرا قتل کے سامان کے ساتھ

جب وہ آئے مرے گھر آپے سے باہر مین ہوا
جب گئے ہوش مرے لے گئے اوسان کے ساتھ

مین پریشان ہون ہمرنگ کی ہے مجکو تلاش
مجکو اے زلف محبت ہے پریشان کے ساتھ

کیون دکھا کر وہ کرین جور و جفا اہلِ کرم
نام کو اپنے چھپا رکھتے ہین احسان کے ساتھ

آگ بہنے لگی پانی کی طرح۔ دل ہلا
زلزلہ آ ہی گیا اشک کے طوفان کے ساتھ

بے وفائی سے وفادار کو صدمہ پہنچا
دل مرا ٹوٹ گیا جب ترے پیمان کے ساتھ

یہ عجب لطف ہے سوڈے میں ملا ہے لیمونیڈ
لب ترا کوزۂ شکر ہے نمکدان کے ساتھ

دلربائی اسے کہتے ہیں کہ ہو کر مجروح
چل دیا ہائے مرا دل ترے پیکان کے ساتھ

سخت جانی کے سبب پار اُسے ہوتے نہ دیا
چل دیا ٹوٹ کے دل آپکے پیکان کے ساتھ

ہوشیاری سے بہت ٹال رہے ہو مجھ کو
ایسی باتیں تو کرو تم کسی نادان کے ساتھ

بے مروت ہو جفا کار ہو مکار ہو تم
نبھ نہیں سکتی تمھاری کسی انسان کے ساتھ

دل اُلجھتا ہے پریشان ہے تجھسے اے زلف
کس قدر سخت بکھیڑے ہیں مری جان کے ساتھ

دانت الماس بنے معدن لعل لب میں
دو جواہر ترے مخصوص ہیں اس کان کے ساتھ

اس کا آنا ہے محال اُس کا بلانا ہے محال
لے گیا دل کو مرے تو مرے ارمان کے ساتھ

رشک کو رشک ہے اور میر سخن انکو شہید
اس غزل سے ہے شہادت مرے دیوان کے ساتھ

ہے یہی میری دعا درگہ خالق سے ولا
یا الٰہی تو اٹھا لے مجھے ایمان کے ساتھ

(۲۲۸)

انعام لیا کرتے ہیں اغیار ہمیشہ
کیا ہم ہیں سزاؤں کے سزاوار ہمیشہ

کرتے ہیں وہ سودا سر بازار ہمیشہ
ہم نقد دل و جان سے خریدار ہمیشہ

میخانے میں جو رہتے ہیں میخوار ہمیشہ
وہ شام و سحر رہتے ہیں سرشار ہمیشہ

جس صاحب قسمت کو ملے علم کی دولت
رہتا ہے وہ افلاس سے نادار ہمیشہ

مجھکو تو رہا ناز ترے ناز و ادا پر
کیوں تجھکو مرے عشق سے ہے عار ہمیشہ

ہم رہتے ہیں افسوس ہر اک کام میں غافل
وہ رہتے ہیں ہر کام میں ہشیار ہمیشہ

بھولے سے بھی گر ہوتے ہو تم ہم سے مخاطب
کیوں دل میں جلا کرتے ہیں اغیار ہمیشہ

کرتے ہیں ہر اک کام کو ہم سوچ سمجھکر
رہتا ہے ہمیں [illegible] ہمیشہ

فرصت ہے مگر ہاے وہ کچھ کر نہین سکتے
جو لوگ پڑے رہتے ہین بیکار ہمیشہ

سیڈم نیو فاشن کا بُرا کیون نہو صاحب
تھے قصہ کی بلا مین ہین گرفتار ہمیشہ

اب موٹر و سیکل پہ ہوا کھانے لگے وہ
تھا جنکی سواری مین ہوادار ہمیشہ

کیون دار پہ وہ مجکو چڑھاتا نہین ظالم
کہتا ہون مین منصور انا الیار ہمیشہ

میخانے مین آتا ہے خبر لینے کو زاہد
مخبر پہ بنا رہتا ہے مکار ہمیشہ

تم سے ہے کوئی مفلس کو نہ کچھ ڈر ہے کسی کا
مشکل مین رہا کرتے ہین زردار ہمیشہ

یان فکر معیشت کے سوا فکر سخن ہے
رہتے ہین سخن سنج کو افکار ہمیشہ

وہ لطف سے پیش آتے ہین جب ہاتھ بڑھا کر
لیتے ہین ولا ہم قدم یار ہمیشہ

(۲۲۶)

آنکھون مین تری آنکھ کی تلوار ہمیشہ
کانون مین تری تیغ کی جھنکار ہمیشہ

چلتی ہی رہی آنکھ کی تلوار ہمیشہ
ہوتے ہی رہے ہم پہ ترے وار ہمیشہ

تم رہتے ہو کیون اس پہ سرپیکار ہمیشہ
کیون صلح سے تم کرتے ہو انکار ہمیشہ

بچپن سے رہے ہم بھی وفادار ہمیشہ
ہین خیر طلب آپ کے سرکار ہمیشہ

وہ تاک کے لیتا ہے خبر بے خبری مین
دشمن سے رہو دوست خبردار ہمیشہ

یان بیٹھے ہین لیکن ہے خبر سارے جہان کی
ہم دیکھ لیا کرتے ہین اخبار ہمیشہ

بم ہوکے گرا کرتی ہے محفل مین تمھاری
دشمن پہ مری آہ شرربار ہمیشہ

اے دشمن جان کھول زبان سوچ سمجھکر
رہتی ہے بغل مین مری تلوار ہمیشہ

سنتے جو لگے تیری شجاعت کے فسانے
یاد آنے لگے حیدر کرار ہمیشہ

چلتا ہے تہ آب مرے دل کا سفینہ
رہتا ہے سرنگون سے خبردار ہمیشہ

ایجاد یہ عاشق کا ہے اب رہتی ہے محفل
دود دل سوزان سے دہوان دہار ہمیشہ

وارا سپہ چلا دیتے ہین قابو سے نکلکر
ہم رہتے ہین دشمن سے خبردار ہمیشہ

ہے اُس قد بالا مین عجب قوت برقی
اب ہم کو خبر ملتی ہے بے تار ہمیشہ

وان تیر نگہ تیغ نظر چلتی ہے ہر دم
یان آہ کے گولون کی ہے بھرمار ہمیشہ

اے تیغ نگہ جیتے ہین عاشق ترے دم سے
یاد آتی ہے رونے مین تری دہار ہمیشہ

پھرتی ہین مرا دل ہے ترے تیر کے صدقے
ہوتا ہے کلیجے سے مرے پار ہمیشہ

اُردو مین ولاؔ ناز ہے آتش سخنی پر
ہوتے ہین مضامین دہوان دہار ہمیشہ

(۲۳۰)

وہ کر کے پلٹ جاتے ہین اقرار ہمیشہ
ہم جا کے پلٹ آتے ہین ہر بار ہمیشہ

گھیرے ہوے وان رہتے ہین وہ چار ہمیشہ
ہم پھر کے چلے آتے ہین ناچار ہمیشہ

کیون وصل سے تم کرتے ہو انکار ہمیشہ
اچھا نظر آتا نہین اصرار ہمیشہ

سہتے ہین ترے ظلم کو اے یار ہمیشہ
اور مرنے کو ہم رہتے ہین تیار ہمیشہ

کیا انکو پرستانکی پریونکی ہے پروا
جنکو ہے میسر ترا دیدار ہمیشہ

ٹھوکر سے تری کیون نہ اُٹھین قبر سے مردے
ہے فتنۂ محشر تری رفتار ہمیشہ

رکھتے ہی نہین سودے کے لئے جیب مین نقد
بک جاتے ہین ہم بن کے خریدار ہمیشہ

وہ کرنے لگے ہم پہ ستم حد سے زیادہ
ہم رہنے لگے زیست سے بیزار ہمیشہ

قسمت مری سوتی ہے مگر ہجر کی شب مین
بیدار رہون اے طالع بیدار ہمیشہ

سُن لیتے ہین ہر بات تری کان سے اپنے
ہم رہتے ہین ایجان پس دیوار ہمیشہ

عشاق سے کیون چھیڑ چلی جاتی ہے دائم
ہوجاتی ہے کیون آپسے تکرار ہمیشہ

زلفونکو ترے خال نے عارض سے لڑایا
مسلم کے عدو رہتے ہین کفار ہمیشہ

عارض ترا گل غنچہ دہن زلف ہے سنبل
سرسبز رہے عشق کا گلزار ہمیشہ

اے زلف ترے دام مین مشہور شکاری
جب دیکھو پھنسے رہتے ہین دوچار ہمیشہ

ہے ہم کو کوئی خط نہ خبر غیر کو سب کچھ
آتے ہین وہان تار لگا تار ہمیشہ

کیا انکو سناتا ہے جو بنتے ہین مخالف
کیون گرتی ہے واعظ تری دستار ہمیشہ

یہ خیر ہے تو انکی عیادت نہین کرتا
مرتے ہین ترے حسن پہ بیمار ہمیشہ

بلبل قفس تنگ مین ہے اپنی بلا سے
ہم ہین تری زلفون مین گرفتار ہمیشہ

پڑھ لیتے ہین دو چار کبھی رندکی غزلین
ہین پیش نظر میر کے اشعار ہمیشہ

کیون ذوق پھر اُنسے نہواے میر ولا کو
ہوتے ہین مزے کے ترے اشعار ہمیشہ

(۲۳۱)

جب ہوا آئینہ رو تیرے برابر آئینہ
تجکو دکھلانے لگا پھر اپنا جوہر آئینہ

سامنے آٹھون پہر رکھتا ہے دلبر آئینہ
چڑھ گیا ہے اسقدر کیون اُسکے دلپر آئینہ

آہنین جانون سے ہے اسکو قرابت دوستو
آہنے سے بنگیا تبدیل پاکر آئینہ

آفتابی چہرۂ معشوق سے ثابت ہوا
گول تھا ایجاد اول مین مقرر آئینہ

عشق کی صنعت کا صدقہ ہے مگر اے سنگدل
سوز عاشق سے بنا پتھر پگلکر آئینہ

مشرب صافی سے ہے وہ صاف باطن ساده لوح
صاف دل حیرت نما پاکیزہ گوہر آئینہ

سیکڑے مین میکشو نکا توڑتا ہے وہ خمار
گرچہ ہے تشبیہ مین مینا و ساغر آئینہ

عکس کے آنے مین ہے قائم مقام لوح نقش
پھر جا آئینہ تصویر بنکر آئینہ

خود نمائی سے بناتا ہے یہ خود بین غیر کو
دل بڑھانے مین ہوا ثابت ولا ور آئینہ

یہ تماشا ہے رخ پرنور مین اُستاد ہے
بنگیا کامل ترا شاگرد بنکر آئینہ

قید تنہائی ہے اسکی رازداری کی سزا
جو کہ کوٹھے مین بند ہے اور گھر کے اندر آئینہ

یہ تقرب کا سبب ہے اور یہ اسکی احتیاط
اپنے گھر مین بند جو رہتا ہے اکثر آئینہ

اسکے اندر ٹھیس جوبن کی نہ لگجائے کہین
صاف دل دیکھو نہ تم اس طرح تنکر آئینہ

ہاتھ مین آکر ترے کرنے نہ پایا چار پانچ
بنگیا ہو ہفت پرائے یار ششدر آئینہ

غش اُسے آتا ہے تیرا روئے روشن دیکھکر
تھام لیتا ہے دلکو دیوارون سے لگکر آئینہ

خردبینی سے ملا اسکو کلان مین کا لقب
بنکے عینک سے چڑھ گیا آنکھون کے اوپر آئینہ

بے اثر باتون سے واعظ منہ چڑاتا ہے عبث
دیکھ لے منبر پہ اپنے ساتھ رکھکر آئینہ

جب مرے آئینہ رو کے وہ مقابل ہوگیا
محو نظارہ بنا حیران ہوکر آئینہ

گول آئینے مین ہے عکس کا چہرہ آفتاب
کھا رہا ہے صورت گرداب چکر آئینہ

اسنے تیرے حسن پر کھولی ہے چشم اشتیاق
بند وہ اسکو کرے اے یار کیونکر آئینہ

در حریم چار چوب او را مقید کردہ اند
تا نگردد در صفت با او برابر آئینہ

مثل طوطی اے ولا کرتے ہین ہم مشق سخن
فکر روشن سامنے رہتی ہے بنکر آئینہ

۱۲۴۳

گر نہ ہوتا اس خط نازک کا جوہر آئینہ
[illegible] کے پاس لے نظر آتا منور آئینہ

تیرے کانون مین بنا گندہ نکا زیور آئینہ
تیرے ماتھے پر ہوا زیبا سراسر آئینہ

آفتابی چہرہ روشن کا تیرے ہے اثر
حسن [illegible] تو سے ہے ماہ منور آئینہ

آپکے پیچھے تھا عاشق آئینہ تکتا روبرو
آپکو [illegible] نے چمکایا ہے بنکر آئینہ

دل ہوا آزردہ صفائی سے پتلے کا [illegible]
آئینہ زانو ہے کیون رکھتے ہو اُس پر آئینہ

کیا تعجب اہل ہیئت کی رصد گاہوں میں آج
دور بینی سے مقرب ہو گیا گر آئینہ

کیا اثر پکڑا حسن آئینے میں چمکا مثل برق
گر گیا ہاتھوں سے تیرے کیوں اچھلکر آئینہ

آڑ میں بیٹھے تھے وہ آنکھیں لڑیں عاشق سے کیا
سامنے تھا قد آدم کے برابر آئینہ

ہم نے دیکھی اپنی صورت جب اٹھی انکی نقاب
واہ وا بیٹھا تھا کیا پردے میں چھپکر آئینہ

پیاس حوروں کی بجھیگی بزم جنت میں کبھی
اسکی آب رو سے ہو جب حوض کوثر آئینہ

کیوں تعجب ہے جو پڑتا ہی نہیں عارض کا عکس
کب نظر آتا ہے آئینے کے اندر آئینہ

پرتو عارض سے غالب آگئی اسکی جلا
ورنہ ہوتا منعکس عارض کے اندر آئینہ

ہے صفائے پیکر آئینہ رو کا یہ اثر
ہو گیا حیرت زدہ تصویر بنکر آئینہ

کل عیادت میں ہوا عاشق کا سکتہ آشکار
جب ترے رخسار سے آیا لبوں پر آئینہ

عکس سے گیسو کے کیوں ڈرتا ہے اے نازنیں
بال آجائے تو بنجائے دو پیکر آئینہ

ایک آئینے سے گھر آئینہ خانہ بنگیا
پرتو عارض ہے آئینے کے اندر آئینہ

فوجیوں کے چار آئینے سے یہ ثابت ہوا
ہے نگہبان و معین قلب لشکر آئینہ

دیکھ لو تم دیکھکر ماہ صفر کے چاند کو
اُس ہلال ابرو کے عارض سے ہے مُنھ پر آئینہ

بیقراری سے مگر پارے کی قلعی اڑ گئی
عشق میں آئینہ رو کے ہے مکدر آئینہ

جام ایجاد جہان بین است گر جمشید را
یادگار است از صنیع سکندر آئینہ

ڈھونڈلاتا ہے وہ گوہر قعر قلزم سے ولا
بنگیا غواص کی آنکھوں کا زیور آئینہ

(۲۴۳)

جب تری تصویر میں ہے روے انور آئینہ
آئینہ اندر ہے قائم اور باہر آئینہ

جب نظر آنے لگا آئینہ پیکر آئینہ
چل دیا محفل سے منہ اپنا سا لیکر آئینہ

بنگیا الماس کے کندن کا زیور آئینہ ‎ ‎ شوق مین پھرنے لگا صورت بدلکر آئینہ

ایک زیور سے لگے ہین منہ کو اسکے چار چاند ‎ ‎ بنگیا ٹیکا جو پیشانی کے اوپر آئینہ

آرسی مین آگیا وہ خود نمائی کے لئے ‎ ‎ تیرے ہاتھون بنگیا ہے آج خود سر آئینہ

یہ عجب افسون ہے شیشہ ہے پریکے ہاتھ مین ‎ ‎ گرچہ رکھتا ہے پری شیشے کے اندر آئینہ

اسکی آرایش سے لگ جاے نہ عارض کو نظر ‎ ‎ دوستو اسکو دکھا دینا الٹ کر آئینہ

جلوۂ زنگار خط سبز جانان سے مگر ‎ ‎ آج دکھلانے لگا ہے اپنا جوہر آئینہ

تیرے آئینے کے بوسے کیون نہون اصلاح کا ‎ ‎ تو بنا دیتا ہے خط اسکو دکھا کر آئینہ

پوچھتا ہے مجھ سے کیون احوال میرا سادہ لوح ‎ ‎ تیرے آگے حال ہے میرا ستمگر آئینہ

جب کبھی جاتا ہون آئینہ ہے اسکے روبرو ‎ ‎ میرے حق مین بنگیا سد سکندر آئینہ

گر تری آئینہ داری مین مجھے قابو ملے ‎ ‎ دیکھ ہی لونگا تری صورت۔ دکھا کر آئینہ

غرہ شوال ہے کل۔ دیکھ لے پانی مین چاند ‎ ‎ بنگیا ہے آج میرا دیدۂ تر آئینہ

مردمک کی پردہ داری سے ہوئی بے پردگی ‎ ‎ چھپ گئی پردون کے اندر منہ کے اوپر آئینہ

تیری صورت سے ہے روشن یار تیرے دل کا حال ‎ ‎ آئینہ تیری جبین ہے یا جبین پر آئینہ

سنگدل ہے باپ اسکے جو پر پتھر پڑین ‎ ‎ ٹوٹ جاتا ہے اگر پڑتا ہے پتھر آئینہ

میری تربت پر لگا دو تم مرے سینے کی لوح ‎ ‎ ہے صفائے قلب سے یہ سنگ مرمر آئینہ

حسن کا اپنے حسینونکو نہ ملتا کوئی لطف ‎ ‎ گر نہ ہوتا ہاتھ مین ان کے برابر آئینہ

آنکھ مین پھرتا ہے ہر دم اسکا جوہر اسکا دم ‎ ‎ ہے چمک تلوار کی عاشق کے دلپر آئینہ

قدر کیا جانے سخن کی طبع جوہر ناشناس ‎ ‎ دل لگی کرتے ہو اندہے کو دکھا کر آئینہ

کرد چون عزم سفر آئینہ روے صاف دل ‎ ‎ ریخت جوش گریہ آب از چشم تر بر آئینہ

داغ و آتش کے مقابل ہے ولا لغزش کا خوف
تم قدم رکھو سنبھلکر ہے زمین پر آئینہ

(۲۳۴)

جب خود ہی دل ترا ہے مرے دلبر آئینہ
حیران ہون کیون چڑھا ہے ترے دلپر آئینہ

رہتے لگا ہے کیون ترے زانو پر آئینہ
حیرت ہے کیون بنا ہے ترا ہمسر آئینہ

کیون اسکو اپنے طالع روشن پہ ہو نہ ناز
ٹیکے سے بنگیا جو ترا زیور آئینہ

دیکھا جو اُسکے عارض روشن مین اپنا عکس
آئینہ رو سے آج ہے اسکندر آئینہ

صورت تری جو اس مین نظر آرہی ہے آج
اپنا دکھا رہا ہے تجھے جوہر آئینہ

حسن اُس کا ہے فقط ترے عارض سے ملا
صورت کے عکس سے ہے پری پیکر آئینہ

عکس شراب۔ دیدۂ میگون مین جسطرح
جام بلور سے ہے ترا ساغر آئینہ

قاتل ہمارا عکس تا نہ جسے میری آنکھ مین
ہاتھون مین بنگیا ہے ترے خنجر آئینہ

شہرت ترے سنگار کی جب چارسو ہوئی
آنے لگا جہان مین نظر گھر گھر آئینہ

جب صاف باطنی کی صفت دیکھتے ہین ہم
پھر کیون نہ تیرے دلمین بنائے گھر آئینہ

صنعت کو نور علم سے جب ہوگیا فروغ
روشن خیالیون سے بنا پتھر آئینہ

گھر سے نکل پڑا تری صورت کے شوق مین
پردے سے اپنے آج ہوا باہر آئینہ

منھ ہاتھ دھو کے صبح کو منھ دیکھتے ہین وہ
رہتا ہے انتظار مین جب شب بھر آئینہ

جوبن کے عکس سے وہ مگر بنگیا حباب
تم دیکھتے ہو آج جو تن تنکر آئینہ

صورت کو اپنی دیکھ کے تم ہو رہے ہو خوش
صورت تمھاری دیکھ کے ہے ششدر آئینہ

نیند اسکو خواب مین کبھی ہوتی نہین نصیب
بند اپنی آنکھ تم سے کرے کیونکر آئینہ

داغ اسکے دلپہ ہے نہ چڑھا تیرے دلپہ کیون
آیا جو رات سبکے سوا نور آئینہ

وزرات مستعد ہے یہان تیرے روبرو
خدمت مین تیری چھوڑ چکا ہے گہر آینہ

محفل سے بڑھ کے جنگ مین اسکو ہوا فروغ
جب چار آئنے سے بنا بہتر آینہ

روشن کیا ہے خلق مین موجد کے نام کو
دکھلا رہا ہے صنعت اسکندر آینہ

گول آینے مین جب نظر آیا وہ آفتاب
گرداب بنکے کھانے لگا چکر آینہ

ہوتا ہے اس سے حسن دوبالا حسین کا
ثابت ہوا جہان مین بلند اختر آینہ

روشن جبین کے دل پہ نہ آیا کبھی غبار
پرزے گھڑی کے صاف ہین اور اوپر آینہ

خودبین و خودنما و تماشا و شوخ چشم
چشم پر آب چشمہ و چشم تر آینہ

دیدم ز ابروے تو ہلال مہ صفر
چشم از جبین صاف نشادم بر آینہ

حیرانیش نشاند بدیوار خانہ ات
شد محو جلوۂ رخ روشن ہر آینہ

آئینہ دیدنش چہ تماشاے عالم است
دارد ہزار جلوہ رخ او در آینہ

چمکا دیا اسیر و صبا کو ردیف نے
روشن طبیعتوں کا بنا مظہر آینہ

صورت جب آینے مین ولا دیکھنے لگے
احوال عاشقوں کا ہوا انپر آینہ

(۲۲۵)

تم ہم پہ کرو یار ستم اور زیادہ
برداشت کئے جائینگے ہم اور زیادہ

غیروں پہ کرو لطف و کرم اور زیادہ
ہوجاے بلا سے مرا غم اور زیادہ

ہم صلح پہ راضی ہین لڑاؤ نہ کبھی آنکھ
اس جنگ مین پاتے ہین ستم اور زیادہ

کیون جانے پہ اصرار ہے ایجان ہمارے
اس جبر سے مجبور ہین ہم اور زیادہ

لکھنے جو لگے خط مین ترے شوق کا مضمون
جلنے لگا کاغذ پہ قلم اور زیادہ

دامن نہ جھٹک دلمین مرے آگ لگی ہے
بھڑکیگی مری آتش غم اور زیادہ

تھی جان بلبی پہلے سے قطرہ ہوا دشمن
ہو جائیگا اب ناک مین دم اور زیادہ

ظالم کے تلوّن سے اُکھڑنے جو لگے پاؤن
جمنے لگے دشمن کے قدم اور زیادہ

عشاق مین بڑھ جاے ترے مرتبہ میرا
ہو جاے ترا جاہ و حشم اور زیادہ

سینے مین مرے گھٹنے لگا جب سے مرا دم
بھرتا ہون ترے عشق کا دم اور زیادہ

جسدن سے بنا دل ترے تیرِ نگہ کا نشانہ
بڑھنے لگا سینے کا ورم اور زیادہ

پہلے سے بھی اب بڑھ کے اُٹھانے وہ لگے سر
اپنا سرِ تسلیم ہے خم اور زیادہ

شل ہو گئے دم بھر مین گرا چاہتے ہین ہم
باقی نہین اب پاؤن مین دم اور زیادہ

گر درد نہ ہو تجھکو مریجان مرے غم کا
ہو جاے مرا رنج و الم اور زیادہ

مقصود یہی ہے کہ کوئی چل نہ سکے ساتھ
اُٹھنے لگا اب اُن کا قدم اور زیادہ

ناراض نہین ہون جو گیا تن سے مرا سر
راضی ہون ترے سر کی قسم اور زیادہ

ہر دم ہین ولا ہمپہ ستم اونکے کم و بیش
بگڑے ہی چلے جاتے ہین کم اور زیادہ

(۲۳۶)

جتنا تو کرے ہمپہ ستم اور زیادہ
اتنا ہی تجھے چاہین گے ہم اور زیادہ

جانان نکر ہمپہ ستم اور زیادہ
ممکن نہین اب ضبطِ الم اور زیادہ

دشمن تو چلا بات بن آئیگی ہماری
بڑھ جاے جو دو چار قدم اور زیادہ

تھا ضبطِ فغان اسپہ ستم آہ کا رُکنا
اب رُکنے لگا سینے مین دم اور زیادہ

تدبیر کی جب بے اثری ہو گئی ثابت
تقدیر پہ شاکر ہوے ہم اور زیادہ

پہلے سے ہین عشاق وفادار بہت کم
اس ظلم سے ہو جائینگے کم اور زیادہ

گستاخ بنا غیر تجاہل سے تمھارے
دیکھو کہ بڑھائے نہ قدم اور زیادہ

بڑھ جائے اگر غیر تو پروا نہین مجھکو
ہو جائے مرا مرتبہ کم اور زیادہ

موتی کے برابر ہین مرے اشک کے دانے
تولین تو ذرا بھی نہ ہون کم اور زیادہ

بیمار محبت ہون نہ ہوگی جو عیادت
ہو جائیگی طاقت مری کم اور زیادہ

گھائل ہوا دل اور جگر ایک ادا مین
چمکیگی تری تیغ دو دم اور زیادہ

عشاق پہ بس ہوگئی حد انکی جفا کی
کیا اس سے کرینگے وہ ستم اور زیادہ

دم بھر جو ملی دشمن مبارز کی صحبت
دینے لگے عشاق کو دم اور زیادہ

زورون مین چلے تیر نگہ دل پہ ہمارے
ابرو مین تری آ گئے جو خم اور زیادہ

چلنے کے بغیر آج تو ٹالے نہ ٹلین گے
اب تم نہ کرو لا و نعم اور زیادہ

نازک دل دلدار کو تکلیف ہو ناحق
احوال مرا گر ہو رقم اور زیادہ

وان ذوق سے ہے انکی زورون پہ طبیعت
یان شوق سے ہے زور قلم اور زیادہ

صابر کی غزل پڑھ کے ولا ہم ہوئے حیران
لکھا نہین کچھ چاہتے ہم اور زیادہ

(۲۳۷)

کہین یارب نہ بدلجائے مرے یار کی آنکھ
کہین پھر جائے نہ مجھ سے مرے دلدار کی آنکھ

کچھ نہین خوف اگر پھر گئی اغیار کی آنکھ
خوف یہ ہے کہ نہ پھر جائے کہین یار کی آنکھ

نظر بد سے بچاتا ہون مین چشم بد دور
میری آنکھون سے نہ آ جائے کہین یار کی آنکھ

چشم صیاد کی ناوک فگنی ہے مشہور
پھر سمجھنے لگے آہو اسے سوفار کی آنکھ

بڑھ گئی دیدۂ جانباز کی جرءت جس دم
صف مژگان پہ پڑی مردم جرار کی آنکھ

صف عشاق سے جب آنکھ لڑی محفل مین
جنگجو اور جفاکار بنی یار کی آنکھ

کیون رسیلی نہ ہو شاداب ہے گلرخ کی طرح
کیون رنگیلی نہ ہو خونریز ہو جب یار کی آنکھ

زلف پیچان کو نہ بدنام کرو وان ہے نقاب
پردہ دارون سے الجھ جاتی ہے اغیار کی آنکھ

ہو گیا ہے وہ نقاہت سے کچھ اسطرح قریب
اٹھ نہین سکتی مریضان ترے بیمار کی آنکھ

بے رخی حد سے زیادہ ہے خدا خیر کرے
آج بدلی ہوئی آتی ہے نظر یار کی آنکھ

تاب نظارہ نہ تھی اسکو جو کھولین آنکھین
ہو گئی بند ترے طالب دیدار کی آنکھ

سیر گلشن مین تڑپتا ہے وہ مثل بلبل
پڑ گئی گل پہ جو اُس غیرت گلزار کی آنکھ

کج نگاہی سے جفا تجھپہ ہوا کرتی ہے
کبھی سیدھی نہ ہوئی مجھسے ستمگار کی آنکھ

بے تکلف وہ ملاتے ہین ہر اک سے آنکھین
ہم سے شرما گئی کیون آج حیادار کی آنکھ

یہ مصیبت ہے کہ دیکھا نہین جاتا ہم سے
تجھپہ للچائی ہوئی پڑتی ہے اغیار کی آنکھ

پڑ گیا گھاؤ جگر مین مرے کچھ بن نہ پڑی
لڑ گئی مجھسے یکایک مرے دلدار کی آنکھ

کبھی لڑ جاے تو پھر مین بھی خبر لون اُسکی
کیون مری آنکھ سے لڑتی نہین اغیار کی آنکھ

قتل تو کر ہی چکا آنکھ چُھپاتے کیون ہے
ستم فاش سے چھپتی تو نہین یار کی آنکھ

آنکھ نیچی ہوئی خونریز کی ہم چشمون مین
نہین اُٹھتی ہے ندامت سے گنہگار کی آنکھ

ہو نہ جاے کوئی خون آج خدا خیر کرے
لال غصے سے ہوئی دشمن خونخوار کی آنکھ

وہ بچے رہتے ہین دائم نظر بد بین سے
میری جانب ہی لگی رہتی ہے اغیار کی آنکھ

آنکھ سے قدر کی ارباب بصیرت سے ولا
ہے اگر آنکھ تو ہو گی مرے اشعار کی آنکھ

(۲۳۸)

مین گیا رات تو آہٹ سے کھلی یار کی آنکھ
نیند تھی شکر خدا دشمن ہشیار کی آنکھ

مین نے کی صاف دلی سے کسی رخسار کی آنکھ
کھین میلی نہ ہوئی ہو مرے دلدار کی آنکھ

بعد مدت جو دیا جام تو ہم تھے بیہوش
ہاتھ ساغر سے ملا ہم سے ملی یار کی آنکھ

ہے غنیمت ترے جلوے کا تحمل مجھ کو
سامنے ہو نہیں سکتی کبھی اغیار کی آنکھ

میری آنکھون مین کھبا حلقۂ جوہر اس کا
مجھپہ کیون پڑتی ہے ہر دم تری تلوار کی آنکھ

ٹیڑھی ٹیڑھی نظر آتی ہے خدا خیر کرے
کج ادائی سے ادا کرتی ہے کیون یار کی آنکھ

آج کچھ اور ہین پیارے تری پیاری چتونین
چھپ نہین سکتی مری جان تری پیار کی آنکھ

ملگیا آنکھ کو جب تیز زبانی کا لقب
نوک مژگان سے بنی تیز نظر یار کی آنکھ

ہے تری آنکھ کے جادو کی جہان مین شہرت
سامری کو تھی اسی ساحر عیار کی آنکھ

شرم ایسی ہے اٹھاتی نہین اپنون پہ نگاہ
ہے حیادار زمانے مین حیادار کی آنکھ

نہین چھپتا کسی تدبیر سے آنکھون کا خمار
کسی انکار سے چھپتی نہین خمار کی آنکھ

وہ خبر لیتی ہے بے طور خدا خیر کرے
چشم پُرفن کو تری ہے کسی عیار کی آنکھ

چشم بیمار کا بیمار ہے تیرا عاشق
دیکھ لے صاف بتائے دیتی ہے بیمار کی آنکھ

کیا لکھون ہائے تری آنکھ کی بیدادگری
وہ نکلواتی ہے ہر طالب دیدار کی آنکھ

بے خودی مین ہے تری آنکھ کچھ ایسی بدمست
چھپ جاتی ہے پیمان ساغر سرشار کی آنکھ

گھورتا ہے جو مجھے دشمن جان غصے سے
مین سمجھتا ہون کہ ہے اس مین مرے یار کی آنکھ

نیم خوابی سے چڑھی رہتی ہے مثل بیمار
ناتوانی مین اُسے کہتے ہین بیمار کی آنکھ

پردۂ شرم بنا عارض روشن کی نقاب
شرم کرتی ہے ندامت سے حیادار کی آنکھ

کیون تری آنکھ کو گھتال ۔ بلا کہتے ہین
حلقۂ زلف سے کہتی ہے گرفتار کی آنکھ

رات جاگے ہین کہین ڈال مین کچھ کالا ہے
نظر آتی ہے گلابی مرے دلدار کی آنکھ

ستم ایجاد ستم پیشہ ستمگر ہے وہ
قتل کرتی ہے اشارے سے ستمگار کی آنکھ

رنگ لائی ہے ولا آج دکن کی صنعت

بن گئی میری غزل گلبن اشعار کی آنکھ

۲۳۹۶

جب کبھی پڑ گئی عاشق پہ مرے یار کی آنکھ
کبھی جھپکی نہین اس طالب دیدار کی آنکھ

پھر گئی گردش قسمت سے جو دلدار کی آنکھ
کھل گئی غفلت عارض سے دل زار کی آنکھ

اسکے دیدے کی سیاہی سے ترے عارض پر
جب پڑا خط تو پڑی طالب دیدار کی آنکھ

اسکے شیشے مین اتر آئی ہین ساری پریان
خود پری ہے کہ پریزاد مرے یار کی آنکھ

سرخی چشم ہے خونریزی عاشق کا اثر
کیون نہ خونخوار ہے ظالم خونخوار کی آنکھ

رات چھتی پہ رہے خود متقیون مین ہم بھی
آنکھ چہرے پہ لگی لگ گئی جب یار کی آنکھ

خون عاشق جو ٹپکتا ہے اسے کیا پروا
واہ کیا دھوکی ڈبلائی ہے مرے یار کی آنکھ

مست بدمست سیہ مست ہین اسکی آنکھین
ساغر و بادہ و مے خوار ہے دلدار کی آنکھ

دام مین پھنسکے تماشے کی ہے رغبت باقی
کیا تری زلف کا حلقہ ہے گرفتار کی آنکھ

یہ مرا حسن طلب تھا کہ نگاہ لب سے
میرے بوسے کی طلب تاڑ گئی یار کی آنکھ

دل بھر آیا جو رکا ضبط الم سے رونا
پھوٹ جائیگی ترے طالب دیدار کی آنکھ

ہو مبارک اسے دشمن کی محبت کا اثر
جوش الفت سے ابل آئی مرے یار کی آنکھ

وہ رہا کرتی ہے احباب سے شرمائی ہوئی
شرمگین ہے مرے محبوب حیادار کی آنکھ

حسن سے اپنے ہوا ہے مرا معشوق حسین
خود طرحدار ہے اس میرے طرحدار کی آنکھ

ہوشیاری مین رہا کرتی ہے مخمور بہت
عین مستی مین ہے ہشیار مرے یار کی آنکھ

تیر انداز ہے ناوک فگن و ترکش بند
قدر انداز ہے ابرو کے کماندار کی آنکھ

بے وفا جل گئی آتش سے ترے غصے کی
جا پڑی جب ترے عارض پہ وفادار کی آنکھ

برق سوزانکی تڑپ سے نہین جھپکی وہ کبھی
کبھی بجلی کی چمک سے نہ جھپکی یار کی آنکھ

اپنے جادو سے بنائی ہے مجھے دیوانہ
ہے فسون ساز و فسون کار فسونگر کی آنکھ

فتنہ انگیز کہا کرتے ہین فتان اسکو
مردم آزار ہے عیار ہے عیار کی آنکھ

گھات مین رہتی ہے رہزن ہے وہ غارتگر ہے
آفت جان ہے مگر اس بت عیار کی آنکھ

شوق سے کیون نہ سما جاے مری آنکھ مین وہ
جب مری آنکھ کی پتلی ہے وِلا یار کی آنکھ

(۲۴۰)

میری آنکھون مین سما جاے اگر یار کی آنکھ
میان بنکر ہو نگہبان کسی تلوار کی آنکھ

ہے اطاعت مین ترے ابروے خمدار کی آنکھ
آنکھ تلوار ہے تلوار کو تلوار کی آنکھ

نقد جان جب سر بازار دکھایا مین نے
خوش ہوے دیکھکے وہ اپنے خریدار کی آنکھ

دل کی تبخیر جھلکتی ہے مرے اشکون سے
دل فریبی ہے ٹوٹتی ترے بیمار کی آنکھ

ناوک کا ہے یہ اثر اور نظر کی تاثیر
سیر کرتی ہے ترے روزن دیوار کی آنکھ

بانکپن سے ہوین آنکھون کی نگاہین ترچھی
بانک کا انکو اشارہ ہے کہ تلوار کی آنکھ

راتدن گریۂ عاشق سے جو نل چلنے لگا
چشمۂ فیض سے اشکون بنی دہار کی آنکھ

کاکل و خال مشرف ہوے اسلام سے آج
پڑہکے مصحف عارض پہ جو کفار کی آنکھ

اسکی آنکھون مین ہے وہ دود دل عاشق کا اثر
آج کاجل سے دہوان دہار ہے اس یار کی آنکھ

دیکھ لو وہ متحرک نہین پتلی کی طرح
ہے یہ بنوائی ہوئی دشمن مکار کی آنکھ

جب گیا دل مرے پہلو سے ہوا یہ ثابت
دلبر و دلکش و دلدار ہے دلدار کی آنکھ

قسمت عاشق مہجور نہ سو جاے کہین
خواب آلود ہے کیون طالع بیدار کی آنکھ

لن ترانی کو سنا تو سزا خوب ملی
پھر تجلی سے کھلی طالب دیدار کی آنکھ

یہ نہین جوش محبت یہ مرض ہے ساری
جوش کر آئی ہے اس دشمن مکار کی آنکھ

آج کیون آئینہ دلپہ ہوا اس کے غبار
ہم سے میلی نہ ہوئی تھی کبھی دلدار کی آنکھ

یہ ہے تعبیر جو کل خواب مین دیکھی تھی شرآب
دختر رز سے لگی زاہد مکار کی آنکھ

ہم شش و پنج سے ناچار ہین اُسکے ہر روز
چار رہو رہتی ہے دو چار سے عیار کی آنکھ

آنکھ گویا ہے جو کرتی ہے اشارونسے کلام
بیدہان آپ ہین مشکور ہے گفتار کی آنکھ

مسمریزم سے بناؤن مین اسے تختۂ مشق
کیون مری آنکھ سے ملتی نہین مکار کی آنکھ

ہم نے پھیری نہین آنکھین کبھی توتے کی طرح
کیون خطِ سبز سے بدلی ہے مرے یار کی آنکھ

نشترِ چشم سے روشن ہوئی چشمِ عاشق
قابلِ قدح تھی اُس طالبِ دیدار کی آنکھ

کیون مری آنکھ پھڑکتی ہے الٰہی کل سے
کیا عجب ہے نظر آجائے مجھے یار کی آنکھ

اس زمین مین ہے ولا داغ کی بس ایک غزل
انکے دیوان کی ہے ناک کہ دلدار کی آنکھ

(۲۴۱)

باعث بیماری عاشق تری بیمار آنکھ
آلۂ خونریزی واثق تری خونخوار آنکھ

چالبازی حیلہ سازی مین ہے کیا عیار آنکھ
جعلسازی اور دغابازی مین ہے مکار آنکھ

کھو چکے ہین ہم دل اپنا چشم دلبر کے سبب
دلربا دلبر ہے عاشق کی تری دلدار آنکھ

سوز دل سے جب وہ برساتی ہے اشک آتشین
پھر نہ کیون اسکو کہون مین میری آتشبار آنکھ

حسن کے چرچے وہ کرتی ہے ہر دم تاک جھانک
لائق تعزیر ہے دشمن کی بد اطوار آنکھ

یہ شب ہجران مین ہے بے خواب اور شب زندہ دار
ہے جواب بخت خوابیدہ مری بیدار آنکھ

اشک خون برسے تو پھر بہنے لگا دریاے خون
خون فشان خون ریز پر خون ہے مری خونبار آنکھ

مہ جبین خورشید رو کے شوق مین شام و سحر
عالم بالا پہ رہتی ہے مری سیار آنکھ

رنگ لایا عشق تیرا یہ گئے جیسا شک سرخ
زرد تھا چہرہ مرا جب ہوگئی گلنار آنکھ

اشک ٹپکے اور بہا آنکھوں سے دریا موج موج
ابر نیسان بن گئی عاشق کی گوہر بار آنکھ

سامنے تیرے نہیں آتی نظر عاشق کی خیر
تیر اور برچھی کٹاری بانک اور تلوار آنکھ

اس نگاہ کا وار یا مری تقدیر کا چکر ہے یہ
آنکھ کی گردش سے ثابت اور ترا ہموار آنکھ

اے کمان ابرو نشانہ کیوں نہ ہو عاشق کا دل
تیر ہے تیری نگہ اور بن گئی سوفار آنکھ

کسکے حسن دلربا سے ہے ترا دل بیقرار
ڈالتا کیوں تو ہے آئینے پہ سو سو بار آنکھ

دیکھ کر مین اپنا منہ آئینہ رو گھبرا گیا
اتفاقاً جا پڑی جب جانب رخسار آنکھ

ہوں مریجان اک نگاہ لطف کا امیدوار
ہیں عنایت پر تری رکھتا ہوں اے دلدار آنکھ

گر چلی دھار اسکی جب چلنے لگی اشکوں کی دھار
کاٹ سے دشمن کی کیوں اپنی بنی تلوار آنکھ

آپریشن کی ضرورت کثرت زاری سے ہے
آنکھ میں پانی اتر آیا ہوئی بےکار آنکھ

آنکھ تیری تیر ہے اور ہے جگر میرا ہدف
کیوں نہ ہو نا وک فگن سینے جگر سے پار آنکھ

آنکھ مصنوعی لگا آیا ہے دشمن کانچ کی
کس نے مارا کسنے پھوڑی کیوں ہوئی بیکار آنکھ

ہے ولا حسن صفات چشم میں اپنی غزل
تم ملا کر دیکھ لو ہو تم سے گر دو چار آنکھ

(۲۴۲)

خود غرض ہے عین مستی میں تری سرشار آنکھ
اپنے مطلب میں بڑی ہشیار ہے ہشیار آنکھ

کاٹ میں میری ہے ہر دم وا میں تلوار آنکھ
جب کبھی پڑتی ہے وہ کرتی ہے مجھپر وار آنکھ

پھیرنا اس سے عیادت میں نہ ہر گز یار آنکھ
پھیر دیگا ورنہ وحشت سے ترا بیمار آنکھ

آنکھ میں آنسو نہیں ہیں اور کلیجا ٹوک ٹوک
پونچھتا جاتا ہے ہر دم دشمن مکار آنکھ

کچھ نظر آتی نہیں بیمار کی خیر اے طبیب
دے چکی کیا تجکو اسکی نرگس بیمار آنکھ

کچھ نہ بولیگا ہمارا دشمن کم عقل سے
ہر دیا اسکو کر و پہچان مد یار آنکھ

روئین ہم آٹھون پہر آٹھ آٹھ آنسو ہے غضب
تجھ سے دس دس بار اکدن مین ہو دشمن چار آنکھ

ٹکٹکی باندھے ہوے ہون سر بھی کٹ جائے اگر
تیرے چہرے کی تجلی سے نہ جھپکے یار آنکھ

دیکھکر تشبیہ پر نازان چمن کی سیر مین
مارتے ہین آج نرگس پر ترے رخسار آنکھ

آنکھ لگتی ہی نہین دم بھر شب فرقت مین ہائے
لگ گئی کیون تجھ سے میری اے بت عیار آنکھ

ابر شرماتا ہے فوارو نکی کیا ہستی یہان
باندہ دیتی ہے جو شکونکا ہماری تار آنکھ

یہ عیادت ہے کہ ہے بیمار محترون کا علاج
ناتوان اسکو بناتی ہے تری بیمار آنکھ

ہوچکے مخفی اشارے اٹھ گیا ڈر غیر سے
(مین اگر یان ہون بلا سے) بے تکلف یار آنکھ

تو نہ بھی چاہے تو جا پڑتی ہے روے غیر پر
شوخ ہے افعال کی اپنے ہے خود مختار آنکھ

کچھ تو کہیئے کیا ہوا وہ آپکا شرم و حجاب
اب لڑا کرتی ہے یارو نسے سر بازار آنکھ

بند مایوسی سے اب رہتی ہے میری رات دن
ہو گئی ہے مبتلاے حسرت دیدار آنکھ

وصل کی شب تک نہ ہوگا اب مجھے سونا نصیب
بخت خفتہ سے ہے میری رات بھر بیدار آنکھ

آج وہ سیر چمن مین ہو رہے ہین باغ باغ
چشم بلبل ہے ہماری (عاشق گلزار) آنکھ

غیر سے آنکھین لڑانے سے انھین فرصت کہان
اپنے عاشق سے بھلا کرنے لگے کیون چار آنکھ

گر گئے آنکھون سے ہم اور چڑھ گیا آنکھون پہ غیر
کیون نہ کر لے بند اپنی طالب دیدار آنکھ

آنکھ بھر کر دیکھنا مجکو نہین ہوتا نصیب
میرے دشمن پر پڑا کرتی ہے کیون سو بار آنکھ

آنکھ اوٹھا کر دیکھنا مشکل ہے عاشق کی طرف
غیر پر جاتی ہے للچائی ہوئی سو بار آنکھ

آنکھ کس کس سے بچاؤن آنکھ سے کیونکر بچون
وان تو بیٹھے ہین لگائے چار چکیدار آنکھ

ہم کو اب بھاتا نہین کوئی تماشا ایک آنکھ
نور زائل ہو گیا پھر ہو گئی بیکار آنکھ

ایک دن رند و ظفر سے داد چاہین ہم ولا

عالم رہا مین ان دونون سے ہوگر چار آنکھ

ردیف یاے تحتانی

تیری صورت سے عیان دلکی کدورت تیری (۲۴۳) اُس کدورت مین نہان مجھسے محبت تیری
میرے سینے مین ہے دل دلمین محبت تیری — تیرے آئینۂ خاطر مین کدورت تیری
کیسی مخلوق ہے فطرت مین شرارت تیری — اپنے خالق سے کرونگا مین شکایت تیری
جور سہتا ہون شب و روز بت ظالم کا — مین رضامند ہون اللہ مشیت تیری
قلقل مے پہ ترے کان لگے ہین واعظ — کچھ نظر آتی ہے بدلی ہوئی نیت تیری
دل گیا صبر گیا عقل ٹھکانے نرہی — وقت ٹلجانے پہ یاد آئی نصیحت تیری
اب غم عشق مرا گھٹ نہین سکتا ایجان — بڑھ گئی جوش جوانی سے نزاکت تیری
رازدارون سے کریگا تو اگر یون اغماض — کھول دونگا مین ابھی یار حقیقت تیری
مجکو آتی ہے نظر آج خدا کی قدرت — تو نہ سمجھا تھا مجھے کچھ آج (یہ قدرت تیری)
وصل ہو یا نہ ہو بوسہ بھی ملے یا نہ ملے — ہم کو ہے یار ملاقات غنیمت تیری
تجکو دشمن سے بچانے کے لئے تدبیرین — لاکھ کین ہم نے مگر تھی یہی قسمت تیری
کیون ہر اک بات مین ہوتا ہے دخیل اے دشمن — مین بتادونگا مزا کیا ہے حقیقت تیری
کس صفائی سے وہ فرماتے ہین دکل آئیکو — مین چلا ہی تھا کہ غیر آگیا قسمت تیری
تو ہے لٹو کی طرح غیر کے جب قابو مین — اب کرینگے نہ مرے جان شکایت تیری
دیکھکر غیر کے پیچھے مجھے خلوت مین کہا — ہم کو معلوم تھی پہلے سے یہ عادت تیری
چوکڑی بھول گئے یاد جو خلوت مین ہوئی — ہوگئے ہوش ہرن دیکھکے صورت تیری
بخت خوابیدہ سے کہتے ہین عاشق شب وصل — لگ گئی آنکھ تو جاگی نہین قسمت تیری

جان و دل صبر و خرد چل دیئے سب ساتھ مرے
اک رفاقت مین فقط رہ گئی حسرت تیری

اسنے پوچھا جو مرا حال تو رو کر یہ کہا
عوض شکر مین کرتا ہون شکایت تیری

دل پہ ہے نقش تو آنکھون مین ہے خالی تصویر
رہتی ہے شام و سحر سامنے صورت تیری

کیون نہ بھڑکاؤن طبیعت کو تری مہر جمال
اور غصے سے چمک جاتی ہے صورت تیری

مین نہ ہوتا ترا عاشق تو نہ بنتا معشوق
اسی گمنام کے ہاتھون ہوئی شہرت تیری

تیرے مظہر سے ملی وحدت و کثرت کی مثال
آئینے مین جو نظر آگئی صورت تیری

خواب مین دیکھ کے جاتے ہوئے مین چیخ اٹھا
جب وہ بولے ابھی جاگی نہین قسمت تیری

در میخانہ سے باہر نہین جاتا واعظ
مین سمجھتا ہون کہ کچھ آئی ہے شامت تیری

تجھے انکار نہین جیتے ہین امید پہ ہم
ہم سے وعدہ تو ہوا یہ بھی عنایت تیری

دیکھکر خواب مین مجنون سے کہا لیلےٰ نے
ہائے کیا بڑھتی چلی جاتی ہے وحشت تیری

جس طرح ہے ترے قبضے مین دل زار مرا
ہے اسی طرح مرے دل مین محبت تیری

آفرین باد برین ہمت مردانہ ولا
کیا بڑھاپے مین جوان ہو گئی ہمت تیری

(۲۴۴)

یار پاتا ہون کچھ اتری ہوئی صورت تیری
آج کیسی ہے مری جان طبیعت تیری

ہائے جسدن سے بڑھی غیر سے الفت تیری
ہم سے گھٹتی نظر آتی ہے محبت تیری

کیا ہوئی آج وہ بچپن کی محبت تیری
اب تو صورت سے ٹپکتی ہے شرارت تیری

بے اجازت ترے ہر کام کا مین ہون مختار
پر اجازت نہین دیتی ہے محبت تیری

شاہد خون مین بنا دونگا اسے حشر کے دن
دست گلگون مین ہے انگشت شہادت تیری

خیر کچھ ہم کو نظر آتی نہین اے عاشق
کیسے عیار پہ آئی ہے طبیعت تیری

ہاے ٹھکر کے وہ کہتے ہین قدمبوسی پر
پاؤن پر میرے ترا سر ہو یہ طاقت تیری

ہم نہائین گے کبھی خون مین اپنے قاتل
رنگ لائیگی کسی روز محبت تیری

تیرے قبضے مین ہے جب تک مرا دل اے دلبر
مین نہ چھوڑونگا کبھی یار رفاقت تیری

وہ تو دلبر ہے خدا انجکو بچائے اے دل
نہ رہی اب مرے قابو مین حفاظت تیری

مر کے زندہ ہوے رفتار پہ مرنے والے
جب سے آٹھا قیامت ہوئی قامت تیری

داستان اپنی سناتے ہوے جی ڈرتا ہے
باتون باتون مین الجھتی ہے طبیعت تیری

جان دیتا ہون مین اصرار کی حاجت کیا ہے
کس کو انکار ہے حاضر ہے امانت تیری

ہان ہنسی سے تری بڑھتا گیا رونا میرا
میرے نالون سے بگڑتی گئی عادت تیری

مین دل و جان سے فدا ہو کے لپٹ جاؤنگا
نظر آئیگی اگر دور سے طلعت تیری

جب شب وصل مین فرقت کا زمانہ آیا
نعمت وصل پہ فائق ہوئی فرقت تیری

چشم خونریز نہ کرنا مرے انصاف کا خون
حشر کے روز جو گزریگی شہادت تیری

دل ربائی سے تری دل نہ رہا پہلو مین
میرے قابو مین نہ آئیگی طبیعت تیری

دیکھنا گور غریبان پہ سنبھلکر چلنا
کہین ٹھوکر سے نہ مٹ جاے یہ تربت تیری

جا رہے تھے وہ کہین اور جو دیکھا مجھکو
ہنس کے فرمانے لگے واہ رے قسمت تیری

لاکھ مانع ہون مگر تو نہین ملتا ظالم
جب کسی بات پہ آتی ہے طبیعت تیری

سنکے شق قمر ہو کے خجل مان گئے
ناک پر دیکھ کے انگشت شہادت تیری

میری آنکھون سے ذرا دیکھ تو اے آئینہ
تجکو بھی نظر آتی ہے یہ صورت تیری

آج لڑتا ہے عدو میرے مقابل ہوکر
ارے تو کون ہے اور کیا ہے حقیقت تیری

تیری صورت مین نظر آنے لگا آئینہ
آئینے مین نظر آتی نہین صورت تیری

تیرے پرتو سے ہے آئینہ روشن میں چمک
تیری صورت میں نظر آتی ہے صورت تیری

رکھ سمجھ بوجھ کے محفل میں قدم اے بلبل
خوف ہے مجکو نہ بجائے کہیں گت تیری

جو ہیں محروم ترے فیض سے ناداں ہیں بلبل
بزم عالم میں غنیمت ہے یہ صحبت تیری

اس زمین میں تھے سخن سنج ولا داغ و امیر
فکر کی تو نے بھی اللہ رے جرأت تیری

(۲۴۵)

غبار دل تصور میں بنا تصویر مٹی کی
ہوئی تصدیق ہیں آہیں مری تقریر مٹی کی

تری صورت سے عالم میں بڑھی توقیر مٹی کی
مری صورت سے دنیا میں ہوئی تحقیر مٹی کی

مرے جینے سے قائم تھا نشان قالب خاکی
مرے مرنے سے مٹی میں ملی تصویر مٹی کی

غبار رہ سے اس نقش قدم کو پا لیا میں نے
اسی مرہم سے زائل ہوگئی تاثیر مٹی کی

بقائے عمر تک دامن جھٹکتے ہی رہے لیکن
محبت ہوگئی تربت میں دامنگیر مٹی کی

بدلکر اپنی ہیئت یار کے عارض پہ جا بیٹھی
کہاں تھی اور کہاں ہے واہ رے تقدیر مٹی کی

نہ اترا تا خم ابرو کی صیادی پہ اے ظالم
ہزاروں بار قسمت کش ہوئی شمشیر مٹی کی

مسلم ہے مرا لاشہ لحد میں ایک مدت سے
مرے سوز جگر سے مٹ گئی تاثیر مٹی کی

غبار دل سے نکلی آہ نوک استخواں ہوکر
بہ رنگ تیر خاکی چل گئی تدبیر مٹی کی

بنایا خاک کو آب نظر سے کیمیا تو نے
اسی دن سے نظر آنے لگی اکسیر مٹی کی

ہوا گھل گھل کے پانی جسم خاکی اشکباری سے
اسی سیل رواں سے بہ گئی تعمیر مٹی کی

زہے قسمت نشانہ اس خدنگ چشم کا دل ہے
تمنا تھی یہی صیاد مثل تیر مٹی کی

ہوا میں پرتو خورشید سے ذرے چمکتے ہیں
ہماری آہ سے چمکی مگر تقدیر مٹی کی

یہ منہ دیکھی ہیں باتیں دل سے پیاں چاہیے ہمکو
کہیں ہوتی ہے نقش کالحجر تحریر مٹی کی

مثل ہے درد دل کے واسطے پیدا ہوا انسان
فرشتوں نے دیے اشکو نسے کی تخمیر مٹی کی

ٹپکنا دل کی آہ گرم کا اشکو نسے کیا مشکل
برس پڑتی ہے قطرت سنکے جب تبخیر مٹی کی

نہ کیونکر روسیہ ہون مجرم جرم محبت ہون
ہوئی بے صورت سے عالم مین ہوئی تشہیر مٹی کی

۱۲۱

جہان مین عاشق و معشوق آدم سے ہوئے پیدا
فرشتوں کا کھلونا بن گئی تصویر مٹی کی

قدر انداز کے دلمین ہے قدر تو دہ خاک کی
دل و جان سے ہوئی شاکر کمان تیر مٹی کی

بھلائی اور برائی اسکی ہے مذکور قرآن مین
کلام پاک مین پائی گئی تفسیر مٹی کی

بساط الارض ہے فرش زمین ہے تخت عالم کے
اسی سے خلق مین شہرت ہے عالمگیر مٹی کی

کلید ہندسہ اشکال پیمائش سے ہاتھ آئی
جب اقلیدس نے کی جانچ و ثنا تحریر مٹی کی

سلامی تشنہ لب نے آب خنجر خاک پر پایا
[illegible] تنگی تھی گردن شبیر مٹی کی

اڑے آل عبا مین جسپہ تھی تطہیر کی چادر
[illegible] اسپہ چادر ظالم نے پھیرا مٹی کی

مقرر خاک عاشق سے نہین اسلام مین جائز
[illegible] سے تعین ہوئی تکفیر مٹی کی

فروغ انڈیا مین جب ہوا ہتیار کا قانون
[illegible] مین نظر آنے لگی شمشیر مٹی کی

ہماری خاکساری نے ملایا خاک مین ہم کو
کسی کا کچھ نہ بگڑا ہو گئی توقیر مٹی کی

غبار راہ بنکر دامن جانان پہ جا پہنچی
[illegible] ٹھکانے لگ گئی تدبیر مٹی کی

بگولا خاک کا اٹھا جو میری آہ پیچان سے
[illegible] مین لپٹے ہاتھون پڑ گئی زنجیر مٹی کی

مری آنکھون مین ڈالی خاک جب خواب پریشان نے
ہوئی نقش قدم سے منکشف تعبیر مٹی کی

خفا کیون اسقدر ہو میری مشت خاک پر اے جان
اگر قالب بنایا اس مین کیا تقصیر مٹی کی

غنیمت ہے قلق کی طرح کو علوی نے دی رونق
ولا تھی اس زمین مین ایک ہی تعبیر مٹی کی

(۲۴۶)

ہم کو اُلفت تمھاری صورت سے — تم کو نفرت ہماری صورت سے
کیون ٹپکتی ہے شرم صورت سے — آئینہ یان ہے کس ضرورت سے
کیون مکدر ہے آپ کا چھرہ — خوف ہے آپ کی کدورت سے
اُس سے تم پوچھتے ہو کیون احوال — حال جس کا عیان ہے صورت سے
کامیابی ہے یار تیرے ہاتھ — آج آئے ہین اک ضرورت سے
ہے مقولہ قیافہ دانون کا — حُسن سیرت ہے حسن صورت سے
تیرا چھرہ مرے پری پیکر — خوبصورت ہے خوبصورت سے
ہم سے کیون آگیا ہے دلپہ غبار — کیون مکدر ہو تم کدورت سے
دیکھکر پوچھتے ہین ہم سے جناب — آج آئے ہو کس ضرورت سے
تم سے خلوت مین یار کھدینگے — آج آئے ہین جس ضرورت سے
ہم بنا کر مجسمہ تیرا — حظ اُٹھائینگے تیری صورت سے
آج وہ آئے ہین یہان بے وقت — نھین معلوم کس ضرورت سے
خوب آراستہ ہے میرا حسین — حُسن سیرت سے حسن صورت سے
مجھ سے کیون پوچھتے ہو کیون آئے — میری حاجت عیان ہے صورت سے
پھیر لے اپنے منہ کو اے واعظ — مجکو نفرت ہے تیری صورت سے
غیر کی غیر حاضری یہ کھا — جا اُسے لا کسی بھی صورت سے

قافیہ منتخب کیا ہم نے
اے ولا حسن کی ضرورت سے

(۲۴۷)

ہم بھٹکنے لگے تھے شامت سے — پھنس گئے زلف کی عنایت سے

حشر آگاہ تیری قامت سے
حشر واقف ہے اپنی شامت سے

ہم نہ چھوڑین قدم تو پھر کیا ہو
کیون ڈراتے ہو تم قیامت سے

پیچ زلفون کا ہم پہ چل نہ سکا
بچ گئے اپنی ہم نحافت سے

کس سے شرما گئے ہو خیر تو ہے
سر جھکائے ہو کیون ندامت سے

اسقدر ناتوان ہے یہ بیمار
آنکھ اٹھتی نہین نقاہت سے

ہین بہت خوش دسلام سے شرکا
مقتدی آپ کی امامت سے

باز آتا نہین مرا دشمن
حیلہ بازی سے اور عداوت سے

تیری ٹھوکر ہے وصل کی مشکور
بے خبر وعدۂ قیامت سے

بعد مدت کے لائے ہین تشریف
آپ بیٹھے فراغت سے

یہ لگائی ہوئی ہے اگ تری
مین ہون واقف تری شرارت سے

ہم قدمبوس انکی ٹھوکر کے
یہی عادت ہے بے ندامت سے

آج آنکھون پہ چڑھ گئی عینک
اگر گئین دیدۂ بصارت سے

صوفیو آپکا ہے کشف قبور
انھین اقدام کی کرامت سے

سر کٹائے ہین ہم کو ہے گالی
باز آئے ہم اس بلاغت سے

رات کل تھے وہ نیند مین بیہوش
کام ہم نے لیا دیانت سے

بات نالائقون کی سنتے ہو
ہے بعید آپ کی لیاقت سے

غیر کی طرح کیون نہون ہم بھی
منحرف آپ کی اطاعت سے

ہین وِلا اس زمین مین تجنیس
کار فرما بڑی نزاکت سے

تم ہو معذور اپنی فطرت سے (۲۴۸) ہم بھی مجبور ہین طبیعت سے
کیون وہ شرما گئے ہین غیرت سے آئینہ دیکھتے ہین حیرت سے
کیون ہمین گھورتے ہو حیرت سے ہم مرے جا رہے ہین غیرت سے
ہم تجھے چاہتے تھے مدت سے پا گئے آج اپنی قسمت سے
شب دیجور میری قسمت سے لڑ گئی آنکھ ماہ طلعت سے
ہم نہ اُکتائین اپنی کلفت سے ہم نہ باز آئین تیری اُلفت سے
محتسب ہین بڑے ہی ذات شریف کون واقف نہین ہے حضرت سے
شکر ہے مجکو دیکھکر غمگین بات کرتے ہین وہ مسرّت سے
جب کبھی ہم کو مل گیا قابو اُنکو دیکھا نگاہ حسرت سے
دل لگی کر رہے ہو غیر کے ساتھ دل مین شرماؤ اپنی غیرت سے
آج دشمن کے نام آپکے تار کیون چلے جا رہے ہین کثرت سے
آج دشمن کی گت بنی اچھی پھنس گیا وہ خدا کی قدرت سے
ہم جہنم مین جائینگے اپنے دشمن کی تم کرو چین عیش و عشرت سے
عمر بھر ہم رہے یہان گمنام ہم کو نفرت ہے اپنی شہرت سے
ہم مرے جا رہے ہین ہائے غضب رنج سے فکر سے مصیبت سے
ہاتھ سے جب نکل گیا موقع تب کھلی آنکھ خواب غفلت سے
جھڑکیان مجکو دین۔ نہ تھی امید اُنکے اخلاق سے مروّت سے
زور پر تھا جو عشق کا دریا پار اُترے ہم اپنی ہمت سے
مل گیا ہم کو انتظار کا ذوق وصل فائق نہین ہے فرقت سے

ہم کو حاصل ہین نعمتین سب کچھ
تیرے اقبال تیری دولت سے

تو کریگا وہی جو چاہے گا
ہم ہین واقف تیری طبیعت سے

کیون گلہ آپ سے کرین ناحق
ہم کو شکوہ ہے اپنی قسمت سے

کبھی بدلی نہین مری نیت
شاد ہون اپنے حسن نیت سے

صبر سے کام لون ۔ پڑا ہے مجھے
سابقہ ایک بے مروت سے

لے مین جاتا ہون خوش ہولے دشمن
کس لئے مر رہا ہے غیرت سے

اے ولا آج ہم کو زندہ جیب
دیکھتے ہین کمال حیرت سے

۲۴۹

مقابل جب کسی عاشق کے چشم یار ہوتی ہے
کبھی پیکان کبھی خنجر کبھی تلوار ہوتی ہے

تری نوک مژہ جب بر سر پیکار ہوتی ہے
مرے سینے سے پہلو سے جگر سے پار ہوتی ہے

کسی پہلو سے دل میرا ترا بچ نہین سکتا
تری تیغ نگہ جب قتل پہ تیار ہوتی ہے

وفور آب تیغ ناز و رعنائی سمجھتا ہون
اگر اشکون سے تیری آنکھ گوہر بار ہوتی ہے

خود اپنی ناتوانی سے کسی بیمار الفت کا
مقولہ ہے کہ چشم دلربا بیمار ہوتی ہے

ترے بیمار کو ہے شربت دیدار کی حاجت
مری خاطر سے چشم دلربا بیمار ہوتی ہے

کسی کی گلعذاری نے کیا ہے غنچہ لب گل کو
اگر کھولے زبان اسکے گلے کا ہار ہوتی ہے

متاع حسن جب نقد روان سے مل نہین سکتی
خریدارون کی ذلت بر سر بازار ہوتی ہے

کلیجا تھام کر کہنے لگا عاشق کہ اب سمجھا
نگاہ یار کیونکر محرم اسرار ہوتی ہے

عنایت کا سبب سمجھے ہین سب نام اسکو لے ظالم
جو ہم پر ہیگا لینگی اسقدر بوچھار ہوتی ہے

رضا جوئی کی بس حد ہو چکی ہے اب خدا حافظ
پنپتا ہی نہین وہ جس پہ تیری مار ہوتی ہے

جفا خود کرکے ہوتے ہو خفا تم میرے رونے پر　　تمھاری بدمزاجی بھی مری غمخوار ہوتی ہے

کسی کو کیا غرض ہے میرے رونے سے خدا جانے　　طبیعت آپکی کیون اس قدر بیزار ہوتی ہے

تعجب ہے تعجب پر تمھارے میرے رونے پر　　یہی حالت مری دن رات مین سو بار ہوتی ہے

جگایا خواب مین تم نے مجھے سوتا ہوا پا کر　　بھلا سوئی ہوئی قسمت کہین بیدار ہوتی ہے

سکوت یار سے جب بیدہانی ہو گئی ثابت　　تو پھر نازک لبون مین کس لئے تکرار ہوتی ہے

تری ابرو سے لیتے ہین سند اہل سخن سارے　　قوافی مین کسی مطلع کے جب تکرار ہوتی ہے

شب فرقت نے ظاہر کی امید وصل کی مشکل　　جسے آسان سب سمجھے ہین وہی دشوار ہوتی ہے

نہ غافل ہو خمار چشم کی غفلت پہ اے نادان　　یہ نرگس عین مستی مین بہت ہشیار ہوتی ہے

ولا مسرور ہے دل اپنے مرشد کی توجہ سے
نگاہ فیض بھی کیا کیا مسرت بار ہوتی ہے

(۲۵۰)

پیدا جو کل ہوئے تھے سنا آج مر گئے　　آنکھین کھلی نہ تھین کہ جہان سے گزر گئے

آئے تھے ہم جہان مین کہان سے کدھر گئے　　حسرت یہ ساتھ لے گئے ہم کچھ نہ کر گئے

زندہ ہے انکا نام جو کچھ کام کر گئے　　گو انکے انتقال کو برسون گزر گئے

مرنے لگے جو ہم تو کرم ہم پہ یہ ہوا　　اپنی نگاہ ناز سے وہ قتل کر گئے

غفلت نے بعد مرگ خبردار کر دیا　　افسوس اس جہان سے ہم بے خبر گئے

جن کا وجود مغتنمات جہان سے تھا　　جب تک رہے جہان مین بہت کچھ وہ کر گئے

جب اپنے جان نثار کی پروا انھین نہ تھی　　ایجان اپنی جان سے ہم بھی گزر گئے

تنہا تھے وہ بغیر اجازت جو آج ہم　　کوٹھے پہ چڑھ گئے تو نظر سے اتر گئے

آنکھون کے روبرو نظر آنے لگا جو خط　　سبزے کو اسکے کیون ترے آہو نہ چر گئے

تنہا نہیں ہو عاشق محزون ہے ساتھ تم
کیون اسقدر تم اسے جو بیجان مجھسے ڈر گئے

جاکر نہ لاے وہ خبر منزل و مقام
پھر کر نہ آئے وہ جو سفر یان سے کر گئے

قاصد کو دیکھتے ہی وہ کہنے لگے کہ واہ
یہ کس کا خط ہے ہم نے سنا وہ تو مر گئے

بد قسمتی سے ایک کا آیا نہیں جواب
آزار اور گرامئون سے نگئے نامہ بر گئے

کیون اپنے خط کا ملنے لگا تھا کوئی جواب
ہم آپ کے خیال مبارک مین مر گئے

اغیار سے نجات ملی جاے شکر ہے
ہم کر رہے تھے بند جبین جو وہ اپنے گھر گئے

گھڑیان شب فراق کی گنتے رہے مدام
شکر خدا عذاب کے وہ دن گزر گئے

تیغ نظر سے آپ کی جب سابقہ پڑا
سینے کو لیتے ہم بھی بنا کر سپر گئے

فرقت مین بار بار بلاتے تھے موت کو
جب آگئی تو ہوش اُڑ سے ڈر کے مر گئے

حسدن سے چڑھ گیا مری آنکھون پہ ماہ نو
دُنیا کے کل حسین نظر سے اُتر گئے

منصوبہ ہاے دل تو بہت کچھ تھے اِبتدا
کرنے کا تھا خیال مگر کچھ نہ کر گئے

وہ آگئے تو آج وِلا بدحواس ہین
وہ ولولے وہ جوش کے اُمنگ کدھر گئے

(۲۱۵۲)
کہتے ہین وہ عدو سے مخالف کے گھر گئے
وہ کیا گئے کہ ہم بھی جہان سے گزر گئے

آنکھون کے سامنے سے وہ مثل نظر گئے
ہم کو خبر نہیں کہ ہم آئے کدھر گئے

ایجان تیری وعدہ خلافی سے مر گئے
کہنے کو بات رہ گئی اور ہم گزر گئے

جب دل گیا تو صبر و خرد کی ہوئی تلاش
دونون اسی جگہ تھے ابھی پھر کدھر گئے

آوارہ ہین وہ ان کا ٹھکانا نہیں کہین
چھپنے ادھر سے ہم تو سنا وہ اُدھر گئے

محفل مین اپنے ساتھ ابھی تھے اِسی جگہ
کیا جانین ہم خدا کو خبر وہ کدھر گئے

سائے کی طرح ہم نہ ہوئے اکدم جُدا
ہم بھی تمھارے ساتھ رہے تم جدھر گئے

کیون چھپ چھپا کے جاتے ہین وہ چور کی طرح
ہم جانتے ہین خوب مگر وہ جدھر گئے

دنیا مین موبمو تھے تری زلف کی طرح
ایجان بلا سے جان ہی ہے ہم جدھر گئے

جلائے ہم تو پھر کے نہ دیکھا کبھی ہمین
ایجان نہ بس وہین کے ہوے تم جدھر گئے

کیا خاک ہم لکھین کہ رہا کس قدر قیام
راہیان کی طرح آئے اُدھر سے اِدھر گئے

اِک لحظہ ہم جدا نہ ہوے اُن سے عمر بھر
آگے سے ہٹ گئے تو پکارا کدھر گئے

آتی نہین ہے موت تو مشکل تھی کونسی
خود اپنے ہاتھون کیون نہین کچھ کھا کے مر گئے

بے لطف زندگی سے بھلا فائدہ ہی کیا
مرتے تھے یار پر تو کہو کیون نہ مر گئے

مدہوش ہین نشیب و فراز جہان مین ہم
ہم بھی نشے کے ساتھ چڑھے اور اتر گئے

اورون کی تھی نہ فکر نہ اپنون کی کچھ خبر
ایسے ہی بدحواس گئے جسقدر گئے

جب ہو سکا نہ ضبط تو آنکھین برس پڑین
مُنہ پر ہمارے اشک کے موتی بکھر گئے

ایجان اسکی آپ کو کچھ بھی خبر نہین
صدمے ہماری جان پہ کیا کیا گزر گئے

ہم جانتے ہین تیری عیادت کو تعزیت
فرط خوشی سے آنکھ لگی تھی کہ مر گئے

خوبان دلربا کا نہین ہے کچھ اعتبار
دل لے چکے تو بات بنا کر مکر گئے

جائینگے ایک روز ولا ہم بھی اسطرف
جس راہ میر و غالب و رند و ظفر گئے

(۲۵۲)

مل گئے یار مرے لب جو ترے گالون سے
آج دم بھر مجھے تسکین ملی نالون سے

زلف لپٹی تو لپٹ ہم بھی گئے بالون سے
زہر چڑھتا نہین ڈرتے نہین ہم کالون سے

ہندو خال کے درشن کے لئے شام و سحر
برہمن آتے ہین کاشی کے دھرم سالون سے

کھال کھچولتے ہو عشاق کی تم خیر تو ہے
کیا دباغت کی تجارت ہے انھین کھالون سے

غم برسنے جو لگا خانۂ دل کی چھت پر
اشک خون بہنے لگے آنکھ کے پرنالون سے

چھد گیا دل جو مری آنکھ لڑی غفلت مین
صف مژگان سے نہ خبر لی ہے مری بھالون سے

راتدن اسکے بکھیڑون مین پھنسا رہتا ہون
مین پریشان ہون بہت عشق کے جنجالون سے

بدشگونی سے تو ہر روز ڈراتا ہے مجھے
ارے ما آ مین پریشان ہون تری فالون سے

یکدلی انکی ستائیگی تمھین آخر کو
یار ڈرتے رہو عشاق کی ہڑتالون سے

کم سنی انکی تھی جب آنپہ مرے ہم عاشق
آج کیون انکو غرض ہے کہن سالون سے

ضبط دشمن سے بڑھا حسن کے بازار کا بول
کبھی سودا نہ بنا چوک کے دلالون سے

آہ سوزان سے ہماری نہ رہو تم غافل
بستیان پھنکگئین خانہ انھین بھبھالون سے

تندیا چڑ ر طرف تار نظر سے ہم نے
کس خال تری [illegible] نہ سکی جالون سے

تار گریہ مین جو اشکون سے پروئے موتی
لدگئی گردن دلدار نئے مالون سے

خون دل سے ہے مرے پرورش برگ حنا
اشک گلگون مین روان خون مرے نالون سے

کرۂ ارض سے دمدار ستارے کی طرح
لڑگئی آنکھ تری آنکھون کے دنبالون سے

ابر سے ملکے بخارات زمین چاند کے پاس
ہیئت خاص مین موسوم ہوے ہالون سے

پھبتیان غیر پہ وان روز اڑا کرتی ہین
دل لگی کرتے ہین جسطرح بہیان سالون سے

تیری آنکھون نے عجب سحر کی قوت پائی
سامری کی ہوئی شہرت انھین گوسالون سے

میرے لاشے کو مرے اشک سے نہلائے تو غسل
کام ڈالے نہ کبھی عشق کے غسالون سے

ہم نے ہمسائے سے سیکھی ہے زبان دلی کی
کچھ مدد ہم کو ملی ہی نہین گھر والون سے

بار غم کا متحمل ہے فقط عاشق زار
بوجھ یہ اٹھ نہ سکا ریل کے حمالون سے

عنکبوتِ نگہِ یار سے گھبراتا ہون ۞ جس طرح شام کو ڈرتی ہے مگس جالون سے

اپنی گلتے ہین وہان حضرتِ واعظ ان کبر ۞ صوفیون کو تو یہان عشق ہے قوّالون سے

حبشیون پر ہے ستم مغرب پر ریپین بہت ۞ کیون عداوت ہوئی گورونکو ولاؔ کالون سے

۲۵۴

آتشِ عشق بھڑکتی ہے مرے نالون سے ۞ تن مرا بچ نہ سکا آگ کے پرکالون سے

یہ اثر ہم پہ ہوا آگ کے پرکالون سے ۞ اشک آنکھون مین نظر آنے لگے چھالون سے

ہین سوا لال لبِ سرخ ترے لالون سے ۞ کیا گُلِ سرخ ٹپکتے ہین ترے گالون سے

اُگ رہا ہے جو خطِ سبز ترے گالون سے ۞ سبز شاخین نکل آئی ہین ترے لالون سے

آسمان سر پہ ہے قائم مری آہون سے اگر ۞ ایک طبقہ ہے زمین کا ترے پامالون سے

ہر قدم پر نئے انداز سے کرتے ہین ستم ۞ ہم بہت تنگ ہین ان ناز و ادا والون سے

اُنکی مدہوشی و مستی کا ٹھکانا ہی نہین ۞ ہم خبردار رہا کرتے ہین متوالون سے

ایک بوسے پہ خفا ہوکے وہ فرمانے لگے ۞ دور رہو ہم کو تنفّر ہے انھین چالون سے

کبھی غافل نہ رہے دشمنِ مکّار سے ہم ۞ پیش آتا ہے وہ ہر وقت نئی چالون سے

ہین مری آنکھ مین موتی تو زبان ہوتی چور ۞ وہ بنے اشک کے قطرون سے تو یہ چھالون سے

وہ ہوا عاشقِ گل اور مین گلرو پہ فدا ۞ ذوق بلبل کو ملے کیون نہ مرے نالون سے

تو مرا لال تو تُنیا مری کیون بول نجاے ۞ لبِ رنگین کی ہے تشبیہ اگر لالون سے

لال پیارا ہے تو پیارا ہے مجھے اسکا خیال ۞ صادق آتی ہے کہاوت یہ مرے لالون سے

تخمِ ریحان ہے اگر ایک تو اک دانۂ مشک ۞ یار تیرے لب و رخسار کے دو خالون سے

تیری صورت سے سوا ہین ترے ٹخنے دو چار ۞ ہوئے روشن ترے پازیب کے دو ہالون سے

حدت سوز جگر جوشش دل عاشق زار / لب محزون پہ عیان ہے مرے تبخالون سے

عمر بھر اپنے موافق کوئی پانسا نہ پڑا / داؤن پر داؤن رہا عشق کے رمالون سے

ارے ظالم ہے بہت تیز تری تیغ نظر / کبھی پڑتی ہے تو رکتی ہی نہین ڈھالون سے

حلقۂ زلف ہین وہ اور یہ تری حلقہ بگوش / بالیان کان کی لڑتی ہین ترے بالون سے

منھ چڑھے ہین وہ ترے اور مقرب گستاخ / رشک ہے ہم کو ترے ہاتھ کے رومالون سے

دست بوسی کا شرف انکی ہے قسمت مین مدام / بختور ہین ترے رومال تری شالون سے

منھ لگایا ہے انھین بوسۂ لب دے دیکر / گڑگڑاتے ہین ہم ایجان تری نہالون سے

رند کیا بات ہے ٹکسالی زبان کا سکہ / ہاے چلتا نہین اب ہند کے ٹکسالون سے

پیار کرتے ہوے سینے سے لگا رکھتے ہین / کم سنی مین جو پڑا کام ولا بالون سے

تیری صورت ہے یا کہ صورت ہے / یہ ہے بت یا پری کی صورت ہے

یا الٰہی یہ کیسی صورت ہے / اس سے بچنے کی کون صورت ہے

تیرے مجنون کی اے مری لیلٰے / تیرے غم مین جنون کی صورت ہے

نہ تو ہے ترک عشق ہی ممکن / نہ کوئی چارہ گری کی صورت ہے

مین تڑپتا ہون صورت بسمل / تیغ ابرو قضا کی صورت ہے

ہم نے کچھ اور ہی سنا تھا یہان / خبث باطن ہے حسن صورت ہے

حسن صورت تھا حسن سیرت کا / یان مگر یان الٹی صورت ہے

کیون مکدر ہین آپ عاشق سے / آپکے دل مین کیون کدورت ہے

مین رہون یار یار ہے دشمن / ایک ہی زندگی کی صورت ہے

سامنے میرے ہے تری تصویر
بس یہی زندگی کی صورت ہے

دلنشین ہو کے آنکھ سے پردہ
یہ بھی چھپنے کی کوئی صورت ہے

مہ وشون مین پریجمال مرا
خوبصورت سے خوبصورت ہے

کیون پریشان ہو استفسار ایجان
کچھ تو کہدو کہ کیا ضرورت ہے

روتی صورت کو میری دیکھکے آج
آپکی کیون ہنسی کی صورت ہے

دیکھئے وصل کی ہو کیا صورت
آج بدلی ہوئی جو صورت ہے

بھولی بھولی تھی یار بچپن مین
آج کچھ اور تیری صورت ہے

روپ ظالم کا وہ بھرے ہین آج
لال غصے سے انکی صورت ہے

آئینہ دیکھکر وہ کہتے ہین یہ
چشم بد دور کیسی صورت ہے

مین ہون حیران وہ مکدر ہین
وہ محبت ہے یہ کدورت ہے

گرچہ بدخلق ہے حسین مرا
نیک سیرت ہے خوبصورت ہے

دیکھکر آئینے کو کہنے لگے
مین ہون حیران یہ کسکی صورت ہے

تنگئی زلف آپکی واللیل
مصحف رخ کی یہ بھی صورت ہے

ہاے اُلجھی ہوئی ہین کیون زلفین
کیون پریشان تمہاری صورت ہے

پوچھتے کیون ہو تم ہمارا حال
کاشف حال اپنی صورت ہے

زلف مین چھوڑ دینگے جسم ایجان
بس رہائی کی ایک صورت ہے

ہم سے بگڑو تمہاری کیا صورت
دلبرو یہ دکن کی صورت ہے

جب پریشان ہو زلف بھاگو ولا
بس یہی مخلصی کی صورت ہے

(۱۵۵)

کیا صفائی ہے کیسی صورت ہے | دیکھ کر آئینے کو حیرت ہے

یہ نہ صنعت ہے اور نہ مدت ہے | حسن کیا ہے خدا کی قدرت ہے

بنگئے آئینے مین آئینہ | کسکی صورت پہ تم کو حیرت ہے

غیر سے بے حجاب خلوت مین | آپ کو شرم ہے نہ غیرت ہے

یہ اثر تیری سرد مہری کا | نبض مین میری کچھ حرارت ہے

میرے دشمن کے بنگئے ہمراز | یہ عداوت ہے یا شرارت ہے

دل لگی ہو رہی ہے دشمن سے | دل لگانے سے بھی نفرت ہے

مجکو اس ماہرو سے ہے الفت | اپنے عاشق سے جسکو نفرت ہے

دشمن بے وفا ہے کچھ مغموم | تیرے عاشق کو یہ بشارت ہے

تم کو دعوے ہوا خدائی کا | اے بتو یہ خدا کی قدرت ہے

کسی کا اثر ہے چہرے پر | ہائے کیا بھولی بھالی صورت ہے

تیری بے التفاتیون سے مگر | ساری محنت مری اکارت ہے

ہاتھ لگتے ہی ہٹ کے کہنے لگے | انھین باتون سے ہم کو نفرت ہے

ہاے دشمن بھی ہم کو غصے سے | گھورتا ہے خدا کی قدرت ہے

ہر قدم پر ہے ناز کی ٹھوکر | چال مین تیری کیا شرارت ہے

انکو عاشق کی کچھ نہین حاجت | ہم کو معشوق کی ضرورت ہے

شہرۂ روزگار ہون مجھ سے | سارے عالم مین تیری شہرت ہے

خون بہا کر وہ داد چاہتے ہین | کیسی جرأت ہے کیا جسارت ہے

مشتری بک رہے ہین ہاتھون ہاتھ | یہ ترے حسن کی تجارت ہے

فتنہ گر میرے رقیب و زیر
پھر تو اقلیم عشق غارت ہے

کچھ بُرا ماننے کی بات نہین
عاشقو یہ تو اون کی فطرت ہے

بکر جان شُفتہ ام وِلا بسخن
جانُمن جوہر بکارت ہے

(۲۵۶)

ہر ادا مین تری نزاکت ہے
ہر سخن مین ترے لطافت ہے

گوری رنگت ہے اور ملاحت ہے
آن ہے حسن ہے صباحت ہے

حشر برپا ہوا ہے ٹھوکر سے
تیری قامت بھی کیا قیامت ہے

دیکھنے آئے وہ تو مرنے لگا
کیا یہ بیمار کی عیادت ہے

جس سے چاہو خوشی سے بات کرو
میری جانب سے یہ اجازت ہے

کیسے مستی مین پڑھ رہا ہے نماز
ارے زاہد یہ کیا حماقت ہے

اس توجہ کے مین نہ تھا لائق
یہ فقط آپ کی عنایت ہے

خواب مین قند کو نصیب نہین
لب شیرین مین جو حلاوت ہے

نہ وہ صحبت رہی نہ عاشق زار
شکر اس کا ہے تو سلامت ہے

مدّعی کے ہین آج ہم مدعو
یار رعوت ہے یا عداوت ہے

مجھکو دشمن کی کچھ نہین پروا
دلربا تو اگر سلامت ہے

عیش مین ان کے ہین خلل انداز
دفع ہم ہون تو پھر فراغت ہے

واہ تیری زبان کا کیا کہنا
کیا بلاغت ہے کیا فصاحت ہے

عشق کو درد کہہ رہا ہے طبیب
واہ وا کیا تری حذاقت ہے

میرے دشمن کی نالش بے اصل
یار نا قابل سماعت ہے

آپ نالائقون کے ہین حامی — واہ کیا آپ کی لیاقت ہے

اے ولا اس غزل کا کیا کہنا
کیا لطافت ہے کیا فصاحت ہے

(۴۹۷)

تیرے عاشق کو تجھ سے الفت ہے — تجھکو عاشق سے اپنے نفرت ہے
میرے دل مین تری محبت ہے — تیری نفرت سے مجھکو الفت ہے
مجھکو دشمن کی کامیابی کا — رنج کیا اپنی اپنی قسمت ہے
ہے مرجح جہان مین ایک سے ایک — بعض کو بعض پر فضیلت ہے
کیا لکھون یار حالِ دل اپنا — غم و اندوہ ہے مصیبت ہے
سیل باران دیدۂ تر سے — ایک عالم غریق حیرت ہے
ہم جو بیٹھے تو آپ اٹھنے لگے — کیا کوئی یہ بھی آدمیت ہے
جو چلی آرہی ہے دل سے مدام — یہی آواز کوس رحلت ہے
لٹ گیا اپنا گھر ہوے برباد — مفلسی آپ کی بدولت ہے
آج آئیے تو کہدیا پھر کل — کل سے یہ بھی قطع محبت ہے
غیر پر آگئی تو کچھ نہین غم — اپنی اپنی مگر طبیعت ہے
حسنِ نیت پہ ناز ہے انکو — انکے عاشق بھی نیک نیت ہے
دخترِ رز کو منہ لگایا کیون — اے زاہد یہ کیا فضیحت ہے
کچھ توجہ ہے آج عاشق پر — میرے مرشد یہ خرق عادت ہے
دوست تیرا بنا مرا دشمن — تو یہ کہتا ہے اسپہ تہمت ہے
تیری صحبت سے ہم بچے ناصح — کیا مؤثر تری نصیحت ہے

کیا بھروسہ ہے زندگانی کا
مرنے والون کا دم غنیمت ہے

بے وفا ان کی جان لیتے ہین
جان نثارونکی اب یہ نوبت ہے

ضبط زاری سے مین ہوا بیمار
اشک برسین تو غسل صحت ہے

نہ کسی کا لحاظ ہے نہ ادب
یا الٰہی یہ کیسی صحبت ہے

مرمٹے تجھپہ ہم ذلیل ہوے
ایسے جینے پہ یار لعنت ہے

عرض احوال پر کہا خاموش
نہ یہ موقع ہے اور نہ فرصت ہے

جو کہے غیر مان لیتے ہو
ہم سے کیون ہر قدم پہ حجت ہے

وہ جو شیخی بگھارتے ہین یہان
شیخ صاحب کی یہ مشیخت ہے

اون سے شکوہ کبھی کرے نہ کوئی
آ گئے بس یہی غنیمت ہے

ہاے کس کس کو روؤن آٹھ پہر
غم اغیار رنج فرقت ہے

غیر سے ہے وصال ہم سے فراق
ہم سے دوری ہے اس سے صحبت ہے

آج تک تو بدل چکا سو رنگ
تیرے عاشق کی ایک حالت ہے

میر اور رشک ورند کے آگے
اے ولا کیا تری حقیقت ہے

(۲۵۸۴)

جب خفا ہو کے برس مجھپہ تم اے یار پڑے
تم پہ اولے مرے اشکونکے لگاتار پڑے

کیون ترے حسن پہ سر آنکھ نہ سو بار پڑے
ایک سے ایک زیادہ ہین خریدار پڑے

کھل گئی آنکھ نظر آنے لگی حسن کی قدر
جب نظر تجکو ہزارون ہی خریدار پڑے

ایک پر ایک خریدار گرا پڑتا ہے
لاڑی کیون نہ ترے حسن پہ اے یار پڑے

نگاہون سے جو یہان لوٹ کی نوبت آئی
ہاتھ اس حسن پہ تیرے سر بازار پڑے

کیوں آ سے جا نکلے لالے نہ پڑیں اے عیسیٰ
جب ترے عشق کے پالے ترا بیمار پڑے

غیر پر ہے یہ کرم اُس سے ہنسے یار اپنا
اور ہم پر یہ ستم برق شرربار پڑے

آنکھ مخمور ہے اور ہاتھ میں ننگی تلوار
خوف ہے مجھ پہ کہیں گر نہ ستمگار پڑے

بیڑیاں پاؤں میں کافی نہ ہوئیں کیا اے زلف
میری گردن میں جو و طوق گرانبار پڑے

ہو رہیں نقش قدم ایک نہ اک دن سارے
خاکساروں پہ اگر یوں قدم یار پڑے

سنگدل چھیڑ کے پچھتانے لگا کیوں مجھکو
کیا تری عقل پہ پتھر ارے دلدار پڑے

ہے اُدھر تار نگاہ اور ادھر رشتۂ آہ
ڈر یہی ہے کہ کہیں پیچ تلے یار پڑے

پھیر لیتا ہے تو اسطرح کہ دیکھا ہی نہیں
آنکھ بھولے سے جو مجھ پر کبھی اے یار پڑے

میری رخصت کے لئے ریل پہ تھے دشمن و دوست
پھر گلے میں مرے پھولوں کے بہت ہار پڑے

مختصر دیدہ و دانستہ لکھا خط میں نے
خوف تھا آنکھوں پہ تیری نہ کہیں بار پڑے

ہم گرانے جو لگے آہ کے بم دشمن پر
بزم میں آگ لگی خاک اُڑی غار پڑے

وجد مستی میں نہ کر کچھ تو سنبھل اے ملا
خوف یہ ہے نہ کہیں گر تری دستار پڑے

دل مرا جوش سے لبریز ہے خوف اسکا ہے
کہیں تجھ پر نہ وبال اے مرے دلدار پڑے

تو بہت دیر سے گاتا ہے یہاں مستی میں
کہیں تیرا نہ گلا مطرب سرشار پڑے

بد دعاؤں سے ڈرو تم نہ کرو رد سوال
خوف یہ ہے نہ فقیروں کی کہیں مار پڑے

زلزلہ جب مری آہوں سے ہوا گردوں پر
تھلکہ کیوں نہ زمیں میں مرے دلدار پڑے

شب میں رہتا ہے مجھے زلف پریشاں کا خیال
خواب آشفتہ دکن میں مجھے سو بار پڑے

بت کافر ترے دیول کے پجاری بنکر
روٹھیوں پر ہیں ترے عاشق نادار پڑے

منہ لگایا ہے بہت تو نے مرے دشمن کو
خوف یہ ہے کہیں منہ اسکا نہ ہر بار پڑے

تیغ ابرو کو ولاؔ منہ نہ لگاؤ ہرگز
اپنے ہاتھون نہ گلے اپنے وہ تلوار پڑے

(۲۹۴)

گر مہ نو پہ ترا پرتو رخسار پڑے
پھر ضرورت کبھی سورج کی نہ زنہار پڑے

آنکھ ہم پر نہ عیادت مین کبھی یار پڑے
ہم مریضان انھین آنکھون سے ہین بیمار پڑے

میرے پیچھے ہین بہت دشمن مکار پڑے
ظالمون پر مرے اللہ تری مار پڑے

اٹھ گئی جب ترے چہرے سے نقاب اے مہرو
کیون نہ پھر آنکھ مری چاند پہ سو بار پڑے

بوسۂ مصحف رخ سے تری زلفین بگڑین
ہاتھ دھو کر مرے پیچھے ہین یہ کفار پڑے

آج کا وعدہ تھا کل آج ٹلا پھر کل پر
کل تلک کل مجھے ممکن نہین اے یار پڑے

چاند سے پیش نظر نیند ہے اب خواب خیال
ہم ترستے ہین تری یاد مین بیدار پڑے

دیکھے جب کبھی چاہے ترا دل اے ظالم
توڑتے دم ہین ترے کوچہ مین دوچار پڑے

دب کے مرجاؤن رہین اپنی نقاہت کے سبب
مجھپہ یارب جو کبھی سایۂ دیوار پڑے

کوئی پرسان نہین ایجان ترے بیمار و نکا
ایڑیان اپنی رگڑتے ہین وہ اے یار پڑے

مصحف رخ سے جو کی بے ادبی کافر نے
سخت جھگڑے ہین تری لٹ سے دیندار پڑے

تیرے ابرو کا اشارہ جو کبھی ہو جائے
عاشق زار پہ تلوار پہ تلوار پڑے

لاکھ دشمن نے کئے ہم پہ ستم کھو کے دل
کبھی ابرو مین ترے بل نہ مرے یار پڑے

دست نازک مری گردن مین جو ڈالے تو نے
پھول کی طرح گلے مین مرے دو ہار پڑے

دل بھر آیا ترے غم مین تو گیا ہاتھ سے صبر
خود بخود آنکھ سے آنسو نکل اے یار پڑے

ہوئی سوز دل عاشق سے جو تبخیر بلند
مثل ساون کے برس دیدۂ خونبار پڑے

خواب غفلت سے ذرا انکو جگا دے ساقی
آج مخمور یہان سوتے ہین میخوار پڑے

جان ہم اپنی بچا لینگے لپٹ کر اس سے
ٹوٹ ہم پر وہ اگر کھینچ کے تلوار پڑے

ایڑیں ٹوٹ پڑیں پل پڑیں دشمن سارے
آپ جھنٹے ہی رہیں ہم پہ اگر مار پڑے

جب ہوے چین بجبین تیز ہوئی انکی نگاہ
جوہر اس تیغ میں اے ابروئے خمدار پڑے

لگ گئے ہاتھ تو پامال ہوے اہلِ دکن
ایسی الفت کے مگر پاؤن ہم اے یار پڑے

عاجزی ہم نے جو کی انپہ ہوا کچھ نہ اثر
ہاتھ جوڑے نہ فقط پاؤن بھی سو بار پڑے

ناتوانی میں لپٹ جائیں جو ہم اے کافر
رشتۂ تن سے گلے میں ترے زنار پڑے

گت بنے ایک نہ اک دن ترے عاشق کی ضرور
سابقہ یون اسے دشمن سے جو ہر بار پڑے

اس زمین میں ہے ولا زند کو کیون فکر ردیف
ہم کو ڈر ہے نہ کہین قافیہ بے کار پڑے

۱۵۹۵

بلاتے وہ اگر ہم کو تو جاتے اپنی آنکھوں سے
اگر آتے قدم انکے لگاتے اپنی آنکھوں سے

اگر سوتے ہیں طپاتے قدم انکے تو قدموں پر
گرا کر اپنے آنسو ہم جگاتے اپنی آنکھوں سے

اگر قسمت سے بجاتیں وہ نقش پردۂ حیرت
ہم اپنے خانۂ دل کو سجاتے اپنی آنکھوں سے

ہماری شعبدبازی میں جو ہوتا رنگ گلبازی
سمجھ کر پھول ہم تم کو اٹھاتے اپنی آنکھوں سے

اگر گرد یتیمی ساحلِ مقصود ہو سکتی
تو پھر ہم بے بہا موتی گراتے اپنی آنکھوں سے

تمھیں باور نہ آیا تھا جو مرنا اپنے عاشق کا
پڑا ہے اس کا لاشہ دیکھ جاتے اپنی آنکھوں سے

کبھی جب مجلسوں کے سامنے ہوتا گزر انکا
تو ہم چھڑکا یہاں مجھ کر اڑاتے اپنی آنکھوں سے

لحاظ بزم عشرت آج دامنگیر تھا ورنہ
جو ہم روتے تو محفل کو ڈلاتے اپنی آنکھوں سے

اگر ہم آنکھ پاتے گوشۂ ابرو کے ایماء سے
قسم حق کی بجا ہم اسکو لاتے اپنی آنکھوں سے

اگر وہ گھورتے ہم کو کبھی غصے سے پھر ہم بھی
تماشا سمرہ کا دکھلاتے اپنی آنکھوں سے

دکھا دیتے جو منہ تصدیق ہوتی لن ترانی کی
تو پھر غفلت کے پردے اٹھ ہی جاتے اپنی آنکھوں سے

تصور انکا آجاتا تو پھر اشراقیوں کو ہم
ہلا کر انگلیاں بھیس بناتے اپنی آنکھوں سے

ہوا ملتی تو پھر روتے ہوئے بحر تماشا مین
بہم دو کشتیاں ہم بھی چلاتے اپنی آنکھوں سے

نہ ہوتی گر نگاہ ناز کو منظور خونریزی
تو مجھپر یون نہ تم خنجر چلاتے اپنی آنکھوں سے

جو آجاتا نظر ہم کو تمہارا مصحف عارض
تو بوسہ دیکے ہم اسکو لگاتے اپنی آنکھوں سے

اگر درد اُن کو ہوتا اور اثر عاشق کے رونیکا
تو دشمن کی طرح کیون مسکراتے اپنی آنکھوں سے

جما کر آنکھ گر وہ دیکھتا جلوہ تصور کا
فقیر ایک میر قمر کو وہ دکھاتے اپنی آنکھوں سے

اگر ہوتی جگہ کچھ انکے دل مین اپنے عاشق کی
تو مثل اشک کیون اسکو گراتے اپنی آنکھوں سے

ولا قطرے ندامت کے گراتا یار کا عارض
اگر اشکون کو میرے وہ گراتے اپنی آنکھوں سے

ادا کو نکی ادا گر وہ دکھاتے اپنی آنکھوں سے
(۲۶۶) اثر کیکر ہم قدم اونکے لگاتے اپنی آنکھوں سے

نگاہ ناز سے خنجر چلاتے تیغ برساتے
کبھی تو سخت جانی آزماتے اپنی آنکھوں سے

حصول قوت ادراک باطن چاہتے گر وہ
حواس ظاہری کو ہم اُڑاتے اپنی آنکھوں سے

لڑین آنکھیں مگر کچھ خیر گزری بچ گیا عاشق
وہ مر جاتا جو تم خنجر چلاتے اپنی آنکھوں سے

ادب کے ساتھ پھر دل دیکے ہم بھی صلح کر لیتے
جو آنکھوں کو ہماری وہ لڑاتے اپنی آنکھوں سے

توجہ انکی گر ہوتی توجہ دل سے ہم کرتے
پھر انکے دل کے مطلب کو دکھاتے اپنی آنکھوں سے

نظر لگنے کا ڈر تھا خیر گزری وہ نہین آئے
جو آجاتے تو ہم انکو بچاتے اپنی آنکھوں سے

تمہاری دل لگی ہوتی تو ہم عارض کے پردے مین
چمکتی پتلیاں لیکر نچاتے اپنی آنکھوں سے

جو ہوتا انکے آگے آئینہ اور انکے پیچھے ہم
انھیں کی آڑ مین انکو بچاتے اپنی آنکھوں سے

لگایا قہقہہ دشمن نے اس عاشق کے رونے پر
جو دیکھا اُس نے اُنکو مسکراتے اپنی آنکھوں سے

بتاثیرِ نظر ہم خواب مقناطیس حیوانی
تصور یار کا اسکو دکھاتے اپنی آنکھوں سے

سُنا ہے مرگیا دشمن مگر باور نہیں آتا
مزا ملتا اگر ہم دیکھ آتے اپنی آنکھوں سے

اسی میں خیر گزری ہم نے آنے سے نہیں روکا
اگر آتے تو پھر بچکر نہ جاتے اپنی آنکھوں سے

نقاب اُٹھتی نہ رکھ لیتے اگر ہاتھ اپنی آنکھوں پر
تو بیتابی سے پھر ہم ہاتھ اُٹھاتے اپنی آنکھوں سے

ازل میں تیرے حسن آتشیں کی گر خبر ملتی
ترے سر کی قسم ہم باز آتے اپنی آنکھوں سے

دوا ہے شربتِ دیدار بیمار محبت کی
دم بچ جاتا جو تم ساغر پلاتے اپنی آنکھوں سے

سنا ہے خاکِ در کحلِ بصارت ہے بصیر ونکا
جو ملتی ہو کے اندھے آزماتے اپنی آنکھوں سے

تمھاری ہمرہی کا فخر گر قسمت سے ملجاتا
ہم اُسے دامن کشو دامن اُٹھاتے اپنی آنکھوں سے

تماشاے رُخِ انور میں اپنے مہر روشن کے
مصیبت ہم پہ جو پڑتی اُٹھاتے اپنی آنکھوں سے

جو ہم ہوتے نہ ہوتا کربلا میں تشنہ لب کوئی
وہاں رو رو کے ہم دریا بہاتے اپنی آنکھوں سے

قدم رنجہ اگر کرتے ہمارے خانۂ دل میں
ولاؔ فرشِ قدم ہم بھی بچھاتے اپنی آنکھوں سے

(۲۶۷)

اگر وہ چشم حیران کو ملاتے اپنی آنکھوں سے
ہم اونکو اُنکی تصویریں دکھاتے اپنی آنکھوں سے

اجازت ہم کو مل جاتی تو پھر اشک حنائی سے
ہم اُنکے پاؤں میں مہندی لگاتے اپنی آنکھوں سے

جب آئینہ مقابل ہوگیا برق نگہ چمکی
تحیر میں ہیں تک وہ کیوں جلاتے اپنی آنکھوں سے

اگر دونوں کی آنکھوں میں اُترتا عکس رخ ونکا
تو ہم تجکو ترے آنکھیں دکھاتے اپنی آنکھوں سے

غنیمت ہے نقاب اُنکی ہے عارض بے نقابی میں
وہ آجاتے تو ناحق ہم بھی جاتے اپنی آنکھوں سے

ہوس باقی نہ رہتی دلمیں ہوجاتی مری تسکین
اگر منہ دیکھکر وہ مسکراتے اپنی آنکھوں سے

جو آجاتی نظر صورت تمھاری خواب مین پھر تم
نظر بازونکو دیوانہ بناتے اپنی آنکھون سے

تمھارے شربت دیدار کا تشنہ ہون مدت سے
دعا دیتا جو تم مجھکو پلاتے اپنی آنکھون سے

دکھاتے آئینہ انکو جو ہم اپنے تحیر کا
سبب وہ دلمین اپنے جان جاتے اپنی آنکھون سے

زبان سے انکی جھڑتے پھول گر حسن تکلم مین
ہم اپنے روضۂ دل پر چڑھاتے اپنی آنکھون سے

سفینہ اپنے دل کا ساحل مقصد پہ گر جاتا
تو پھر رو رو کے ہم دریا بہاتے اپنی آنکھون سے

نگہ گر انکی پڑ جاتی ہماری چشم گریان پر
تو پھر ہم اپنی قسمت آزماتے اپنی آنکھون سے

نہ سنتے کچھ مگر وہ دیکھ لیتے چشم گریان کو
تو ہم بیتابی دلکو دکھاتے اپنی آنکھون سے

نظر تجھپر جو پڑ جاتی تو اپنی لوح خاطر پر
تری صورت کا نقشہ کھینچ لاتے اپنی آنکھون سے

مزا آنکھون کے ملنے کا یقیناً انکو مل رہتا
جو آئینے مین وہ آنکھین ملاتے اپنی آنکھون سے

نہتے پر کوئی حاجت نہ تھی خنجر چلانیکی
ہوے تھے گر خفا ہم سے ڈراتے اپنی آنکھون سے

اگر آنکھون مین آکر دیکھتے معلوم ہو جاتا
پھر انکو کس طرح ہم بھی چھپاتے اپنی آنکھون سے

حقیقت نرگس گلشن کی ہنسکر پھول کھلجاتی
اگر تم اسکی آنکھونکو ملاتے اپنی آنکھون سے

ظفر تم سے جلیل نامور فائق ہین مضمون مین
اگر ہوتے یہان تم دیکھ جاتے اپنی آنکھون سے

جلیل انکو اگر ہم دیکھ پاتے نیند مین غافل
ہم اپنی سوتی قسمت کو جگاتے اپنی آنکھون سے

ولا گر عین بیداری مین ملجاتے قدم انکے
جگاتے بخت خفتہ کو لگاتے اپنی آنکھون سے

(۳۹۸)

رنگ زلفون نے کیا نکالا ہے
ایک کالی ہے ایک کالا ہے

کان باہنی ہے زلف کالا ہے
سانپ نے بل سے سر نکالا ہے

ہم پریشان ہین اسکے کالون سے
زلف نے کس بلا مین ڈالا ہے

بک رہے ہو تم اے ولا ناحق
کیا کوئی اس کو سننے والا ہے

(۲۶۹)

قد تمھارا بلند و بالا ہے
عاشقوں [illegible] جگر پہ بھالا ہے

رشک شمشاد قد بالا ہے
سرو قامت پہ مرنے والا ہے

ساغر چشم سے ڈرا ے عاشق
سامنے زہر کا پیالا ہے

روٹھتا ہے پرانی باتون پر
یہ طریقہ نیا نکالا ہے

تجھ سے کرتے ہین اے خدا فریاد
تو غریبون کی سننے والا ہے

غیر کے ساتھ چلدیا اُٹھ کر
ہم کو محفل سے یون نکالا ہے

دل مین بے تار آرہی ہے خبر
قد بالا کا بول بالا ہے

مجکو اُمید التیام نہین
زخم اس تیغ کا نرالا ہے

عاشق زار سے بچے رہنا
آہ سے بم گرانے والا ہے

آج تک عشق کے تصدق مین
ہوش ہم نے نہین سنبھالا ہے

اپنے جور و جفا سے ہے بدنام
نام ظالم نے کیا نکالا ہے

دیکھتا کیا ہے پیچھے پھر پھر کر
ہم نے دامن ترا سنبھالا ہے

اس خوشی کا کچھ اعتبار نہین
ابھی دم بھر مین پھر کسالا ہے

دشمن بے حیا ہے رشوت دوست
پیٹ بھر کر وہ کھانے والا ہے

عاشق زار داستان اپنی
آج تم کو سنانے والا ہے

وہ سھاگن ہے جسکو چاہے پیا
وہی گورا ہے گرچہ کالا ہے

گوہر اشک سے مرے تیرے
موتیون کا گلے مین مالا ہے

سرمگین آنکھ مین وہ وسما لہ
تیرے خنجر کے ساتھ بھالا ہے

یار کوٹھے کا واقعہ کل کا ہے
طشت از بام ہونے والا ہے

امتحان ہوچکا خدا جانے
کیا نتیجہ نکلنے والا ہے

اسکے پالے یہ دل کہین نہ پڑے
لاڈ سے جس کو ہم نے پالا ہے

نہ رکھو اُسپہ دوستو الزام
وہ ابھی طفل خورد سالا ہے

عشق کے تہلکے سے ہین برہم
کاروبار اپنا زیر و بالا ہے

فکر ہے اپنی کچھ نہ غیر کا غم
ہم نے جسدن سے گھر سنبھالا ہے

اپنے سر کی بلا کو غیرون پر
اے ولا تو نے خوب ٹالا ہے

(۲۷۰)

تو نہ نشّا ہے اور نہ بالا ہے
کہین باتون مین آنے والا ہے

چاند عارض خط اس کا ہالا ہے
اسکے پرتو کا سب اجالا ہے

ہاے دشمن ہمارے یار کے ساتھ
ہم نوالا ہے ہم پیالا ہے

بڑھ گیا مرتبے مین ہم سے عدو
دوستو شان حق تعالے ہے

دل عاشق بنا ہے جلکے کباب
کسکی آتش نے بھون ڈالا ہے

مین ہون کشتہ تمھاری آنکھون کا
مجھکو خنجر سے مار ڈالا ہے

نکس خال پر ہین تار نظر
سامنے مکڑیون کا جالا ہے

آگ سینے مین ہو رہی ہے بلند
داغ دل پر ہے لب پہ چھالا ہے

دیکھ لی قدر عالم بالا
ایک کا ایک پر حوالا ہے

اپنی تقدیر پر ہین ہم شاکر
ہو رہیگا جو ہونے والا ہے

صانع حسن لایزالی نے | اپنے ہاتھون سے تجھکو ڈھالا ہے
درد دل بھر کے گھٹ ہی جاتا دم | یہ غنیمت ہے لب پہ نالا ہے
ہو گیا تھا کبھی کا کام تمام | سخت جانی نے کچھ سنبھالا ہے
چاہتے ہین تجھی سے ہم انصاف | تو ہی فریاد سننے والا ہے
زلف کے دام مین ہے دانۂ خال | دال مین کچھ ضرور کالا ہے
گالیان کھا رہے ہین ہم تیری | کیا مزیدار یہ نوالا ہے
ارے عارض فدا ہین گل تجھپر | رنگ تو نے بھی کیا نکالا ہے
ہاے وہ طفل اشک گرتا ہے | مین نے آنکھون مین جسکو پالا ہے
تو نے کیون منہ لگا کے دشمن کو | سانپ اک آستین مین پالا ہے
اس دل داغدار کا ہمرنگ | ایک تیرے چمن مین لالا ہے
سختیان ہم پہ جو گزرتی ہین | کون اُن کو سمجھنے والا ہے
ہم بھی اسکے ہین ایک حلقہ بگوش | کان مین جس کے آج بالا ہے
سادہ لوحی پہ اسکے ہین قربان | کبھی لولو کبھی وہ لالا ہے
ہم نے کیا کام اس غزل مین کیا | کون اس کا سمجھنے والا ہے

کام آئی ولا تری رندی
رند کا آج بول بالا ہے

(۲۷۱)

خدا جانے مرے کہنے کا مطلب آپ کیا سمجھے | اُلٹ کر بات کے سمجھانے والونکو خدا سمجھے
تری تقریر کو قول حکم محکم قضا سمجھے | تری تحریر کو ہم اپنی قسمت کا لکھا سمجھے
خطا تھی اسقدر دلدار کو ہم دلربا سمجھے | سزا کافی ہے بس اتنی وہ ہم کو ناسزا سمجھے

(۲۷۲)

خدا جانے وہ اپنی کاکل پیچان کو کیا سمجھے
بہت کچھ ہمنے سمجھایا مگر انکی بلا سمجھے

وہ ہم کو غیر سمجھے غیر کو کیون آشنا سمجھے
انھین جو کچھ بھی ہم سمجھے مگر وہ ہم کو کیا سمجھے

خطا اپنی تھی یہ ناآشنا کو آشنا سمجھے
یہ اونکی بے وفائی ہے جو ہم کو بے وفا سمجھے

برائی اون سے کی دشمن نے وہ اسکو بھلا سمجھے
بھلائی ہم نے کی انسے تو کیون اسکو برا سمجھے

کٹے لاکھون ہزارون مٹ گئے پھر تم کو کیا پروا
تم اپنی تیغ ابرو کے اشارونکو ادا سمجھے

شفا پائی عیادت کرکے اس بیمار نے ہم سے
ہم اپنے گھر کو دشمن کے لئے دار الشفا سمجھے

کیا کرتا ہے کیوا ہی زاہد پرستش آتش مے کی
یہ دھوکا تھا جو ہم اس پارسی کو پارسا سمجھے

ادا مین ناز ہے اور ناز مین انداز مستی کا
یہ مدہوشی تھی جو دونون کو ہم ناز و ادا سمجھے

غضب ہی ہو گیا کہنے کی گنجائش نہین باقی
بھلے کو جب برا سمجھے برے کو جب بھلا سمجھے

تمہارا خرق عادت جانتے ہین لطف جفا کو
ستم کو ہم طبیعت کا تمہاری مقتضا سمجھے

کیا پرہیز تم نے پیکے مے جب اسکی تلچھٹ سے
یہ اسکو حضرت زاہد تمہارا اتقا سمجھے

کیا قتل عمد حکم دیت پر ہو گئے راضی
بہا کر خون ہمارا وہ اسی کو خون بہا سمجھے

سمجھے ہم موشگافی سے جو فرق زلف و کاکل مین
حقیقت اونکی یہ سمجھے کہ دونونکو بلا سمجھے

اگر مٹی مین ملکر ہو گئے برباد ہم ایجان
یہی بس ہے ہمارے خاک کو تم خاک پا سمجھے

ہوے خاموش ہمکو دیکھکر غیرون کی محفل مین
سمجھ مین کچھ نہ آیا اپنے دلمین آپ کیا سمجھے

سمجھ سکتے نہین جب تم خود اپنی بات کا مطلب
تمہین سمجھو پھر اسکو گر کوئی سمجھے تو کیا سمجھے

عیادت کیا ہوئی جان آگئی ایسی کہ اٹھ بیٹھے
پکڑ کر ہاتھ تیرا ہم اسے دست شفا سمجھے

نہ جانے کیون ظفر نے مختصر ایسی غزل لکھی
اسیر زلف کی غزلونکو ہم زلف دوتا سمجھے

جو اپنی موت آئی ہم ولا مرنے لگے اسپر

اسے اپنی قضا سمجھے اُسے حکم قضا سمجھے

(۲۶۳) بتوں کے حسن کو ہم نور حق اے مہ لقا سمجھے
تم اپنے کو خدا سمجھے تو پھر تم سے خدا سمجھے

تمہارے حکم کو ہم اے بتو حکم خدا سمجھے
مگر تم اس سے بڑھکر اور کوئی تم کو کیا سمجھے

بگڑ کر خلق سے جب اسنے پوچھا ہم کو کیا سمجھے
خدائی خود پکار اٹھی خدا سمجھے خدا سمجھے

حقیقت کی خبر ہم کو ملی ہم کیا برا سمجھے
اگر عشق مجازی کو ہم اپنا رہنما سمجھے

اگر ہم روز روشن میں تجھے شمس الضحیٰ سمجھے
چھٹکتی چاندنی میں ہم تجھے بدر الدجیٰ سمجھے

تری الفت کی اے محبوب بس حد ہو چکی جب تو
ترا عاشق رقیب اپنا تھا ہم اسکو خدا سمجھے

وجود وحدت خالق کا شاہد ہے وجود ترا
شہود کثرت شاہد کو کیوں ہم سے جدا سمجھے

ورق توبہ ہوا مسدود آنکھیں کھل گئیں اپنی
قضا جب آگئی سر پر ہم اب سمجھے تو کیا سمجھے

پھنسا دشمن تو پھر ہر ایک مشکل ہو گئی آسان
تمہاری زلف کے پیچوں کو ہم مشکلکشا سمجھے

ترے ہاتھوں میں پاکر قوت دست یداللٰہی
تری خلقت کو حسن صنعت دست خدا سمجھے

عبادت عشق کو ہم سمجھے اور تم نے گنہ جانا
سزا ایسی تم نے دیں ہم کو تو ہم خیر الجزا سمجھے

کدورت جب ہوئی رخصت محبت آگئی دل میں
ہم اس دم معنی دع ماکدر خذ ما صفا سمجھے

فنا ہو کر گئے ملک بقا کو جب جہاں سے ہم
شہادت پاکے آب تیغ کو آب بقا سمجھے

اٹھائے ہاتھ اور مانگی دعا خالق سے رو رو کر
اگر وہ بد دعا سمجھے تو پھر اون سے خدا سمجھے

برائی کیا ہوئی اے سنگدل بت کی پرستش میں
پڑیں پتھر تجھ پر پروا نہ سمجھے تو کیا سمجھے

خفا کیوں ہے غلط فہمی سے اپنی منفعل ہیں ہم
نجانے کیا ترا مطلب تہا اور ہم اسکو کیا سمجھے

ذرا اگر مدعی سے منع تم کرتے ہو آنے سے
تمہارے خط کو پڑھکر ہم تمہارا مدعا سمجھے

سمجھتے ہیں عبادت سجدہ درگاہ کو تیرے
تری تعریف کو اے یار ہم حمد و ثنا سمجھے

بہت روئے ہین ہم ونا اس غزل میں جو رنظام کا ۔۔۔ عزاداروں سے شاید کوئی اسکو مرثیہ سمجھے

مذاقِ شاعری کچھ اور ہے ذوقِ سخنور کا ۔۔۔ جسے ذوقِ سخن کامل نہ ہو وہ اسکو کیا سمجھے

ہوا از روئے طبیعت سے جو ہر اک قافیہ موزون ۔۔۔ غزل کو تیری ہم اسے ذوق اپنا رہنما سمجھے

سمجھنے مین غلط فہمی ہوئی جب لڑ گئین انکھین

ہم اسکی ناخوشی کو اے ولا عین رضا سمجھے

(۱۲۴۳)

جو طبیعت مری کہ جان خوفِ خدا کرتی ہے ۔۔۔ وہ برائی مین بھی عالم کا بھلا کرتی ہے

شرم عاشق سے اگر تیری حیا کرتی ہے ۔۔۔ آنکھ کیون غیر سے اے یار لڑا کرتی ہے

قتل سے تو بھی بچا اور بچی جان اپنی ۔۔۔ جان میری مری کہ جان شکر خدا کرتی ہے

ہے وہ تارِ نگہ و سوزن مژگان کی مشین ۔۔۔ چاکِ زخم دلِ عاشق جو سیا کرتی ہے

جب پری آتی ہے سر پر تو دہائی کے لئے ۔۔۔ پھر زبان میری ترا نام لیا کرتی ہے

آتش دل کی حرارت سے دخانی کشتی ۔۔۔ رات دن اشک کے دریا مین چلا کرتی ہے

بیگنا ہون کے گلے مین ہے دنا گھونگی پھانسی ۔۔۔ خوفِ خالق سے کرا ے زلف یہ کیا کرتی ہے

زلفِ سنبل سے وہ کیون الجھین لیتی اپنے زلف ۔۔۔ کیون صبا تیرے تجسس مین رہا کرتی ہے

نظرِ بد سے خدا تجھکو بچائے اے جان ۔۔۔ تاک مین کیون تری دن رات رہا کرتی ہے

خواہش زلف ہے یہ دام مین پھانسے مجکو ۔۔۔ رات بھر فکر مین وہ اسکی رہا کرتی ہے

کیسی جرأت ہے لئے ہاتھ مین عارض کا چراغ ۔۔۔ رہزنی رات مین وہ زلف کیا کرتی ہے

مین حقیقت سے خبردار ہون اسکی مجھ سے ۔۔۔ زلف الجھی ہوئی ہر وقت رہا کرتی ہے

یاد مین زلف کی رہتا ہون پریشان شب بھر ۔۔۔ کیا ستم مجھپہ تری کالی بلا کرتی ہے

جان لینے مین ہے مشتاق تری بے رحمی ۔۔۔ وہ تو دن رات یہی کام کیا کرتی ہے

ساعت دلمین ہے نالونکی مرے بیداری
رات بھر یہ شب فرقت مین بجا کرتی ہے

آہ انجن ہے تو نالون سے ہے ریلو کی قطار
میل کی طرح یہ ذرات چلا کرتی ہے

دن مین دس بار ارے زاہد یہ تری بیہوشی
پانچ وقتون کی نمازونکو قضا کرتی ہے

وہ تو آتی ہے یہ سینے مین اتر جاتی ہے
آنکھ تیری مدد دست قضا کرتی ہے

اے دعا تجکو ستاتی ہے تری بے اثری
بددعا کیون مرے حق مین تو کیا کرتی ہے

تیری قدرت نے بنایا ہے مدبر سکو
میری تقدیر بھی تدبیر کیا کرتی ہے

یہ ولا کی ہے محبت کا اثر اے دلبر
تجھپہ اپنے کو مریجان فدا کرتی ہے

کیون نسیم سحری روز چلا کرتی ہے
فتنہ برپا وہ گلستان مین کیا کرتی ہے

آنکھ تیری جو اداؤن کی ادا کرتی ہے
جانجان مجھپہ ستم تیری ادا کرتی ہے

بدمزاجی تری ایجان جفا کرتی ہے
تجکو ناحق کسی عاشق سے خفا کرتی ہے

اے ادا تجھسے کسی جانکی اب خیر نہین
اری ظالم تو ذرا دیکھ یہ کیا کرتی ہے

تیری انگلی کی ادا پر ہے فدا عالم مین
تیرے عاشق کو وہ انگشت نما کرتی ہے

آگ بلبل کے بدن مین وہ لگاتی ہے مدام
آتش افروزی گلزار صبا کرتی ہے

دیکھ سکتا نہین ایجان ترے جوبن کا ابھار
تنگ عاشق کو تری تنگ قبا کرتی ہے

زندہ درگور ہون مجھ مین نہین کچھ دم باقی
آگے لیجانے مین کیون دیر قضا کرتی ہے

تیرے حلقون کے ہم اے زلف دکن پابند ہین
پاؤن مین بن کے تو زنجیر پا کرتی ہے

تو سلامت رہے قسمت مین مری ہو شب وصل
یہ دعا شام و سحر لب پہ رہا کرتی ہے

جب کبھی غیر سے ملکر تو ہنسا کرتا ہے
مجھپہ بجلی ترے دانتونکی گرا کرتی ہے

خاک آنکھون مین مری ڈال رہا ہے دشمن
ساری محنت مری مٹی مین ملا کرتی ہے

تاؤ مین خاک اڑانا انھین آتا ہے بہت
تہمت اک روز نئی ہمپہ لگا کرتی ہے

حیلہ بازی تری لاتی ہے اگر غیر کو ساتھ
یہ پھبت ہے کہ وعدے کو وفا کرتی ہے

صید پر رحم کے آثار نظر آتے ہین
تیری بندوق نشانے پہ خطا کرتی ہے

دیکھکر خنجر خونریز کا چلنا میری
موت آنکھون مین مریجان پہ پھرا کرتی ہے

ماجرا کیا ہے مری موت کو ڈر کس کا ہے
کیون وہ آتی نہین جینے کی دعا کرتی ہے

تذکرہ موے کمر کا ہے رقیبو کس کے
بال کی کھال جو محفل مین کھچا کرتی ہے

کیون نہ حیرت ہو مجھے آینہ رو کے مُنہ کو
دیکھکر عقل مری دنگ رہا کرتی ہے

زندہ درگور ہے تن مین مریجان مری
آپکے حق مین شب و روز دعا کرتی ہے

قسمت خفتہ ولا رات کی بے خوابی مین
بخت بیدار سے کچھ کام لیا کرتی ہے

(۲۷۶)

ہے زبان تیز بہت کچھ تو کہا کرتی ہے
دیکھتا ہون اری تلوار تو کیا کرتی ہے

جب طبیعت تری محفل سے اُٹھا کرتی ہے
تیری قامت تو قیامت ہی بپا کرتی ہے

ہاے اس ناؤ مین کیون خاک اُڑا کرتی ہے
ہمپہ تہمت نئی ہر روز لگا کرتی ہے

تیرے بیمار کو ہے شوق شفاخانۂ عشق
چشم بیمار علاج مرضا کرتی ہے

اُسکے جوہر سے کھلا نبض کی رفتار کا راز
نبض انکی حرکت سے وہ چلا کرتی ہے

تر و تازہ ہے مرے اشک سے تیرا جو چمن
یہ وہ شبنم ہے جو آنکھون سے گرا کرتی ہے

ڈھونڈھتا کیون ہے مریجان کو ظالم دلمین
اسکا مسکن نہین دل لب پہ رہا کرتی ہے

تیرے کوچے کی تمنا مین ہوئی وہ برباد
یہ سبب ہے جو مری خاک اُڑا کرتی ہے

میں ہوں آئینہ حیرت تری کاکل کے لئے
جب بگڑتی ہے وہ مجھ سے تو بنا کرتی ہے

ایک ٹھوکر تری ڈہا دیتی ہے سو قبروں کو
واہ کیا طوف مزار شہدا کرتی ہے

کچھ نئی بات نہیں غیر سے کانا پھوسی
یار کے ساتھ ہمیشہ سے ہوا کرتی ہے

قتل عاشق پہ تلی ہے جو طبیعت تیری
بے خبر ہے وہ خدا جانے یہ کیا کرتی ہے

پوچھتے کیوں ہو مری جان ٹھکانا اس کا
کوئے جانان میں مری جان رہا کرتی ہے

میں بھلائی تری کرتا ہوں طبیعت تیری
کر برائی مری کرتی ہے برا کرتی ہے

آج آئیگا کبوتر خط دلدار کے ساتھ
کئی دن سے یہ خبر روز اڑا کرتی ہے

میری تقدیر کا سودا ہے یہی جان مری
تیری رنجش مری جان مول لیا کرتی ہے

وصل کے دن لب جان بخش کی حاجت ہے عبث
شب فرقت مری جان تن سے جدا کرتی ہے

خیر ہے کس کا یہ صدقہ ہے نصیب اعدا
زلف کیوں اپنے مقید کو رہا کرتی ہے

مجتہد آج ہیں کیوں ساغر مے کے پیرو
کیوں ہر اک بات میں تقلید ہوا کرتی ہے

شکر ہے ختم ترک الاول للآخر کا
غزل ریختہ بھی تعریف ولا کرتی ہے

۲۲

خدا جو عاشق میں بناتا تو عاشق چار یار ہوتے
جو بخت سے ہمیں ملاتا تو جان دل سے نثار ہوتے

جو ہم کو عاشق خدا بناتا تو عاشق کردگار ہوتے
جو ہم کو معشوق کر دکھاتا حبیب پروردگار ہوتے

وہ جلوہ افروز بام و منظر جو مہر یوسف لقا نہ ہوتے
تو ماہ کامل میں ماہ کامل فروغ لیلیٰ نہار ہوتے

جو میری آہیں نکلتے ہم زمین میں ہی جاتے تو خاک ہوتے
مری سپر اک آتشیں میں نفس کے سو سو شرار ہوتے

قد و خط سبز عنبرین پر چمن میں جب سبزہ زار ہوتے
تو انکے رخسار پر گل تر دہن پہ غنچے نثار ہوتے

یہی ہے بس دل میں اک تمنا کبھی جو زلفیں دو چار ہوتے
پھر انکے ہاتھوں پہ دیکھے بوسے لپٹ کے ہم ہمکنار ہوتے

جو سر دھرتے انکی روتے تو اشک سے ژالہ بار ہوتے
جو اپنی آہوں سے گرم ہوتے کسی کے دل کا بخار ہوتے

وہ ہمکو ہو کا ضرور دیتے وہ مصحف انکو سر پہ لیتے
یقین عدو نکا کرہی لیتے جو ہم بھی کوئی گنوار ہوتے

جو وہ لکے چشمے مرے اٹھتے تو منہ سے ناؤ کی طرح چلتے
جو میری آنکھوں سے بہ نکلتے تو پھیل کر جو بہار ہوتے

معاشقے سے ہے انکو نفرت مصافحے سے انھیں ہے وحشت
نہیں کچھ اخلاق کی ضرورت وہ ہمسے کیوں ہمکنار ہوتے

نہ انکی ہیر جیون پہ پڑتے نہ اپنے جینے سے ہاتھ دھوتے
جو اسقدر سنگدل نہ ہوتے خوشی سے ہم اشکبار ہوتے

جو ہم سیہ مست بنکے پڑتے تڑپتے پڑے سے ایڑیاں رگڑتے
جو نشے کی طرح چڑھتے کسی کے سر پر سوار ہوتے

جو ساقی خوش خرام ہوتا تو مے سے چھلکا جام ہوتا
تمہاری آنکھوں کا جام ہوتا تو ہم بھی پھر بادہ خوار ہوتے

گلے افشان سے جب ستارے کرن سے خورشید کے گزرتے
تو عارض و زلف سے تمہارے ہمارے لیل و نہار ہوتے

خیال میں انکے ہم نہ سوتے نگہ کے تیر و نسے خون روتے
ستم کے ڈھانیکو خوب ہوتے کہیں بھی دلفگار ہوتے

نہ نقض پیمان میں کچھ بھلائی نہ ہونے پائی کوئی برائی
نہ ایسے ہوتی یہ بیوفائی نہ ہمسے قول و قرار ہوتے

جو انکی تیغ نگاہ چلتی قضا ہماری کبھی نہ ٹلتی
کبھی جو بھولے سے آنکھ ملتی ہرن کا پھر ہم شکار ہوتے

ادھر ہے آپکا انکو ایقان ادھر ہے جاپیکا دین و ایمان
جو میرے دشمن سے ہیں یہ پیمان تو پھر کیوں اعتبار ہوتے

جو اپنا دل یار ہم کو دیتے تو جان و دل سے ہم انکو لیتے
نہ اسطرح صبر اپنا کھوتے نہ اسقدر بیقرار ہوتے

اگرچہ کرتے ہیں بت پرستی مگر کچھ ایسی ہے فاقہ مستی
وہ دیکے دعوت اگر بلاتے تو ہم ولا روزہ دار ہوتے

(۲۶۸)

جو ہم کو پتھر خدا بناتا کسی کی لوح مزار ہوتے
جو سنگدل سے کبھی ملاتا تو ایک ٹھوکر میں چار ہوتے

جو آتش غم میں وہ جلاتا کسی کی شمع مزار ہوتے
جو ہم کو پروانہ وہ بناتا تو شمع پر ہم نثار ہوتے

ہماری آنکھوں میں گر وہ آتے نہ ہم کبھی اشکبار ہوتے
جدا نگہ سے ہمکو وہ کرتے ہم اپنے اشکوں کا تار ہوتے

وہ کرکے وعدہ اگر نہ آتے تو ہم بہت بیقرار ہوتے
فقط یہی حالت جو دیکھ جاتے تو دیدۂ انتظار ہوتے

مایۂ ناز ہے وسس شعر کی مومن کی غزل
ہے یہ عالم کا بیان ہم نہین قائل اس کے

مدعی عشق کا دشمن ہے مقابل عاشق
کیسا جھوٹا ہے یہ قابل ہے ولاؔ دشمن کے

(۲۸۰)

وہ سرپٹتے ہین ہمیشہ کلام سے پہلے
وہ گھورتے ہین جواب سلام سے پہلے

کسی پہ کرتے ہین شفقت کلام سے پہلے
کسی کو کرتے ہین رخصت سلام سے پہلے

یہ واپسی کا اشارہ ہے یا کوئی اخلاق
جو ہاتھ اُٹھاتے ہو میرے سلام سے پہلے

سلام ایسی ملاقات اور محبت کو
وہ روکتے ہین پیام و سلام سے پہلے

نماز کیا ہوئی زاہد جو آج پھر پھر کر
کسیکو دیکھ رہا ہے سلام سے پہلے

جو آئے جی مین کرین میری داستان سنکر
وہ روکتے ہین مجھے کیون کلام سے پہلے

وفاے وعدہ و پیمان کا اونکے کیا کہنا
مکر ہی جاتے ہین اپنے کلام سے پہلے

مغلظات کی برداشت اب نہین ہم کو
زبان اپنی سنبھالو کلام سے پہلے

کسی کے نام سے کرتے ہین ہم بھی بسم اللہ
کسی کی یاد مین ہر ایک کام سے پہلے

بناؤ کرتے ہو تم ساتھ مجھپہ عتاب
نبٹ تو لو مری جان اپنے کام سے پہلے

وہین سے دیکھ کے قاصد کو پھر بگڑ بیٹھے
خفا وہ ہو گئے عرض پیام سے پہلے

ابھی تو حکم ہوا پھر یہ دوسرا فرمان
سنبھل تو جاؤن ذرا ایک کام سے پہلے

طفیل غیر وہ راغب ہین اب بحمد اللہ
چراغ پاتھے جو عاشق کے نام سے پہلے

عدو سے پوچھ رہے ہین یہ کون ہے گویا
وہ آشنا ہی نہ تھے میرے نام سے پہلے

وہ کون ہے جسے تم پوچھتے ہو رہ رہ کر
خبر تو دو مجھے دشمن کے نام سے پہلے

چڑھاؤنگا مین پھر اپنے عدو کے منہ مین لگام
سمجھ تو لون مین ذرا بد لگام سے پہلے

ہمارے اشک بہتے ہیں بن کے ڈھیٹ نہایت
رہے وہ خانہ خرابی میں بام سے پہلے

نکاح باندھکے دیدی طلاق قاضی نے
حلال دختر رز تھی حرام سے پہلے

مرے ہوئے ہیں کسی پر کرو جو جی چاہے
عبث ڈراتے ہو تم انتقام سے پہلے

حلال ہوگئے اور دل میں کھٹکے رہ گئے ہم
لٹے وہ دشمن صورت حرام سے پہلے

خدا ہی خیر کرے شیخ کسکی دعوت ہے
اٹھا رہے ہیں ہمیں آج شام سے پہلے

لگے جو وعدے پہ ہم لوگ ہنسکے کہنے لگے
کہیں سنے ہیں وہ دن بن کے شام سے پہلے

خطا معاف بگڑنیکی وجہ کچھ تو کہو
خفا کبھی نہ ہوئے تھے غلام سے پہلے

ہوا ہے ناک میں دم آج تیرے دربان سے
نہ سابقہ تھا کبھی روک تھام سے پہلے

تمہارے ساغر مخمور پر خدا عاشق
تاڑ بیٹھے لگا دو جام سے پہلے

جو دیکھتے تو سمجھتے کہ کون ہے محبوب
ملے نہ تھے وہ حضور نظام سے پہلے

لگا دو ہاتھ کسی کام کو تو استاد و
کرو نہ ترک کبھی اختتام سے پہلے

کیا تخیل رفتار ناز نے پامال
مٹے ہیں ہم ترے ناز خرام سے پہلے

ہری جراحت دلکو لب نمک زا سے
وہ چھیڑتے ہیں عبث التیام سے پہلے

کسی سے مرغ دل اے زلف پھر نہ چھوٹیگا
سنبھال تو بات ذرا تیرے دام سے پہلے

خطا ولا کی معین اس نے سنا ہے اے داغ
غزل ہے اسکی تمہارے کلام سے پہلے

(۲۹۱)

اگر گزر کی خبر آئی ہی سزا سے پہلے
تیری بخشش نظر آئی ہے خطا سے پہلے

ہمت آگے ہے [illegible] جا سے پہلے
یاد آتی ہے سزا انکو خطا سے پہلے

لگ لیتا ہوں منافی میں ثنا سے پہلے
مجھے کچھ پوچھ لیا کرو تو سزا سے پہلے

خندہ روئی ہے تری میری دعاؤنکا اثر
خوب روتا ہون مریجان دعا سے پہلے

بعد سننے کے کہونگا جو ہے دلکا مطلب
مجکو آگاہ تو کر اپنی رضا سے پہلے

آپ پیتی ہین کہا چاہتا تھا غیر کے بعد
جب ہے اصرار تو کہد ونگا بلا سے پہلے

بعد مغرب نہ کھلا راز سیہ مستی کا
سو رہا زاہد مکار عشا سے پہلے

پیتے ہین خون جگر کھاتے ہین غم جان سے
ہضم بگڑا ہے ٹہلتے ہین غذا سے پہلے

یہ اثر ہے مریجان تیری ہوا جوئی کا
زلف کی بو مجھے آتی ہے صبا سے پہلے

استخوان میرے چبائے ہین سگ دربان نے
ذوق ہڈی کا ملا اس کو ہما سے پہلے

تھین سراپا کے لئے ایسی کہان تشبیہین
منزلت آپکی کب تھی شعرا سے پہلے

ہوش اپنے جو سنبھالے تو ہوے ہم بیہوش
نہین واقف تھے ترے ناز وادا سے پہلے

دیکھکر اس لب جان بخش کو ہم مان گئے
تھی عقیدت نہ ہمین دست شفا سے پہلے

ہم قصیدہ ترے اوصاف کا لکھین گے ضرور
یہ ہے تشبیب غزل مدح وثنا سے پہلے

کیون تری تیغ نگہ کر نہ سکی قطع نظر
تھی وہ دو چار قدم تیغ ادا سے پہلے

آتشین آہ سے پایا کہ نکلتی ہے فغان
نظر آتی ہے چمک ہم کو صدا سے پہلے

ہم عدم سے ہوے منت کش اقلیم وجود
کبھی واقف ہی نہ تھے ملک فنا سے پہلے

لے چکے ہین ترے بچپن مین لبونکے بوسے
لطف پایا ہے بہت شرم وحیا سے پہلے

خوف باقی نہ رہا اب تو قیامت کا ہمین
ہمین ملتی ہے سزا روز جزا سے پہلے

کیا محبت تھی مریجان کسی غیر کے ساتھ
کیا عداوت کبھی ایسی تھی وِلا سے پہلے

(۲۸۲)

آنکھ عاشق کی لڑی شرم وحیا سے پہلے
پھر وہ عارض پہ پڑی زلف رسا سے پہلے

ہم مرینگے نہ کبھی تیری رضا سے پہلے
زندہ در گور ہین گو اپنی قضا سے پہلے

مر چکے ہین مریجان اپنی قضا سے پہلے
مل گئی ہم کو سزا روز جزا سے پہلے

ہون ہین بیمار وہ آگئے ہین عیادت کیلئے
ملک الموت بھی آتے ہین قضا سے پہلے

ہاتھ اُٹھاتا ہون تو عارض سے ہٹانے کو نقاب
ہے یہ عارض کا اثر عرض دعا سے پہلے

کیون لگا کر وہ لہو آج شہیدون مین ملی
خون عاشق نے رنگے ہاتھ حنا سے پہلے

قبل پیمان وہ کہا کرتے ہین انشاء اللہ
شرط جس طرح سے ہوتی ہے جزا سے پہلے

آج کل ہون مین گرفتار تری زلفون کا
سابقہ تھا نہ کبھی دام بلا سے پہلے

روکنے کے لئے لیتا ہون بلائین اے زلف
کام کرجاتی ہے تو ردّ بلا سے پہلے

اپنے ہاتھون مین عیان ہے اثر کے سامان
دست بردار اثر سے ہین دعا سے پہلے

کام قندیل کا دیتا ہے فروغ عارض
شب وہ دو چار قدم ماہ لقا سے پہلے

تیرے آنے کی خبر تیرے ہوا جو کو ملی
آگیا باغ مین وہ باد صبا سے پہلے

پتلیان دیدۂ عاشق کی پھرا کرتی ہین
تیرے کوچے کی طرف قبلہ نما سے پہلے

آپ ہین حسن خداداد مین اپنی ہی مثال
جس طرح ذات خدا کی تھی خدا سے پہلے

اے مسیحا نکرو نبض سے تشخیص مرض
پوچھ لو وجہ تمارض مرضا سے پہلے

ہان طبیب ہو کسی جراح کی جراحی کا
مشورہ چاہیے تجویز دوا سے پہلے

سر قدم پر وہ کیا کرتے ہین اب کشف قبور
انکو کاوش تھی مزار شہدا سے پہلے

انکے پیچھے ہے عدو وعدے پہ آئے ہین حضور
بے وفائی نظر آتی ہے وفا سے پہلے

خضر ہوکے سے ہوے ملک فنا مین محبوس
تھے نہ واقف اثر آب بقا سے پہلے

تشنہ ناک دریا پہ ہین ہم سا جیا نہ
تم بھی کرتے تھے یہی خاک شفا سے پہلے

حیدرآباد پہ فائق نہ ہوا فیض آباد
گرچہ گزرے ہین وہان رند ولا سے پہلے

(۳۸۳)

عارض سے تری زلف رسا جب اتر آئی
عاشق کو ترے اسکی خبر تار پر آئی

خط وصل مین آیا تو خبر تار پر آئی
دلکو مرے ان دونون سے پہلے خبر آئی

عاشق کو نظر جب تری تیغ نظر آئی
یہ دلکو ہوا اس کے یقین جان پر آئی

جب [illegible] رنگی آنکھ سے سر نو کی بر آئی
اُس سبزۂ عارض کی حقیقت نظر آئی

لیجائیگی خوشبو چمنستان کو اُڑا کر
زلفین جو کھلین اسکی نسیم سحر آئی

دلبر ترے قبضے مین گئی میری تمنا
خوش ہون مین ترے دلکی تمنا جو بر آئی

جب ہاتھ ملا تھا نہ جواب خط عاشق
پھر موت تجھے کیون نہ مرے نامہ بر آئی

آگے اسے جانے نہ دیا ہائے فلک نے
واپس ترے عاشق کی دعا بے اثر آئی

بعد از سر ما کن نیکون شد شدہ باشد
ہم مر گئے دشمن کی تمنا ہی بر آئی

بے خود ہوا آنے کی خبر پاکے تمھارے
اپنی نہ رہی مجکو خبر جب خبر آئی

رکنے نہ دیا چشمۂ جاری کو کسی وقت
رو رو کے بہایا جو مری آنکھ بھر آئی

اے عشق مین بے بس ہون کہ مجھسے نہین [illegible]
ہو سکتی نہین مجھ سے تری عہدہ بر آئی

ہے چشمۂ جاری تری فرقت مین مری آنکھ
بہہ کر ہوئی خالی تو تہ دل سے بھر آئی

رو رو کے مین مایوس ہوا وصل سے تیرے
جب تفرقہ پردازی گردون نظر آئی

نام اُس کا ہوا زلف صبا زلف سے تیری
بو لیکے چمن مین جو نسیم سحر آئی

جوشِ دلِ محزون سے ٹپکنے لگے آنسو
کھولے ہوے دامن جو مری چشم تر آئی

کیون وقت پہ آیا نھین تو کوئی نہ کوئی
مشکل تجھے درپیش ارے نامہ بر آئی

تسخیر کی فکر دن سے بچے ہنگئے عامل
اس شیشۂ دلمین وہ پری جب اتر آئی

جانان بعشق تو ولا زندہ بگو راست
اے عمر ہمان بہ کہ بسرعت بسر آئی

(۲۴۴)

بچھوڑے سے ادہر آج سواری کدہر آئی
امید سے بڑھکر مری امید بر آئی

جب مرگئے ہم رنج کی اسکے خبر آئی
کیا آئی پس رحلت عاشق اگر آئی

فرقت مین مری آہ رسا کام کر آئی
شعلون مین چھپی رات تو سمجھا سحر آئی

تلوار تری جب مرے پہلو مین در آئی
نوک اسکی مرے دلمین جگر مین اتر آئی

پھر حضرت زاہد کو خضابونکی ہوئی فکر
جب آپکی داڑہی مین سپیدی نظر آئی

وہ آئے تو سے آئے عدو کو مرے ہمراہ
مین جل ہی دیا اپنی تو شامت نظر آئی

تھا نور کا پتلا مری آنکھون مین شب وصل
صفائی ترے کچھ نہ علامت نظر آئی

رونے سے ہوا دور مرا ساحل مقصد
اے دیدۂ تر چھپ گئی آنکھون سے ترائی

یہ چاند سی صورت جو ہوئی اسکے مقابل
تصویر تری لوٹ فلک پر اتر آئی

کرنی ہی پڑی ڈاکیون کی آج خوشامد
چٹھی مرے دلدار کی جب ڈاک پر آئی

یہ تیری محبت تھی جو اے گریۂ مسکین
گھر اپنا بہت دور سے تو ڈھونڈکر آئی

ہم جاتے ہین دنیا سے تجھے چھوڑ کے دلدار
افسوس ہے یہ دل کی تمنا نہ بر آئی

دنیا سے جو ہم جانے لگے رک گئے سنکر
جانا ترے آنے کی خبر وقت پر آئی

چلنے جو لگی تیغ دو دم آپ کی مجھ پر
کام آئی مری آہ جو بنکر سپر آئی

پانی تری تلوار کا گزرا مرے سر سے
پھر اسکی [illegible] آئی

چلنے لگے وہ تیر نظر تو ہے نشانہ
تیار ہو باری تری اب او جگر آئی

ہم بے خبری سے ہوے ہشیار بہت کچھ
ہشیار ہی دشمن کی جو ہم کو خبر آئی

رہتے ہین گنہ گار ترے فضل کے طالب
مشکل ہے طبیعت جو تری عدل پر آئی

خورشید لب بام کنون منتظر تست
بر سر ننہد پاے تو چون بام بر آئی

ترسم کہ نہ پیچی بسر موے میانش
اے زلف از ینان چہ بد و رکمر آئی

دشمن پہ پڑہا فاتحہ خیر خوشی سے
جب مجکو ولا موت کی اس کی خبر آئی

(۲۸۵)

الحمد للہ کہ امید بر آئی
قسمت سے مجھے یار کی صورت نظر آئی

جب اپنی طبیعت کسی دلدار پر آئی
بس ہو رہے ہم یار اُدہر کے جدہر آئی

کیون زلف تری خواب مین مجکو نظر آئی
کیون آج بلا ہو کے پری میرے سر آئی

اے جان محبت جو تری جوش کر آئی
وہ چوٹ جو دل پر تھی ہمارے اُبھر آئی

الزام کو تھوپا مرے سر روپ بدل کر
دشمن کو برادرت کی یہ صورت نظر آئی

یان قوت برقی سے دل زار کے بے تار
ہمکو ترے آنے کی خبر نامہ بر آئی

انوار سے بھر ہو گئی آنکھون مین چکاچوند
جب مجکو تری چاند سی صورت نظر آئی

یہ دور تسلسل ہے کہ روتے رہے دن بھر
جب کٹ گئی غم مین شب ہجران سحر آئی

دل ہم نے دیا جان کو لو ہاتھ سے اپنے
وہ مال تھا اپنا یہ امانت ہے پرائی

صد شکر کہ کہا کے ترے پاؤن کی ٹھوکر
اب اپنی طبیعت مری جان راہ پر آئی

لپٹونگا محبت سے کمر بند کی صورت
قسمت سے اگر ہاتھ مرے وہ کمر آئی

بے خواب فرقت نے شب وصل ستایا
کیون نیند مجھے اے مری جان اسقدر آئی

خالی جو ہوا آج ترے غم سے مرا دل
آنکھون مین شب وصل مری نیند بھر آئی

دل تھا مرے پہلو مین اور آغوش مین لیلا — راحت سے بہت نیند مجھے رات بھر آئی

کیون آئی شبِ وصل سحر وقت سے پہلے — لوگا تری زلفون سے خبر پھر اگر آئی

کیا بات ہے کیون ہوگئی کوتاہ شبِ وصل — حیران ہون کیون وقت سے پہلے سحر آئی

حسن پایا ہے شاید مرے معشوق کا آنا — اسے خوری عشق [illegible] تو کدھر آئی

تھا وصل مین یہ جوش تری آنکھ کی تلوار — بھر پور پڑا ہاتھ تو دل [illegible] آئی

آئینۂ عارض نے تعجب کو مٹایا — عاشق کی تری شکل جو آئینہ نظر آئی

جب مرنے لگا مین تو تری تیغ نگہ سے — کہتی ہوئی کیون موت مری الحذر آئی

وہ تیری ادا اور اداؤن کی نزاکت — آنکھون سے تری دل مین سماتے نظر آئی

مارا کند از خویش برون وصل تو جانان — زنہار نہ اگر [illegible] بیابان خبر آئی

در ہجر گل اندام بآئین من اے گل — بلبل بفراق تو کند نغمہ سرائی

اس بحر مین دیکھی جو غزل زند کی ہم نے
پھر اپنی طبیعت بھی ولا جوش پر آئی

(۲۹۶)

اگر تیری کمانِ ابروِ پرخم سے خم نکلے — غضب ہو جلئے اس تلوار سے تیغ دو دم نکلے

تمھارے خوف سے اے یار اپنا کیون نہ دم نکلے — ہمارے حق مین تم اے مہربان تیغ ستم نکلے

سمند ناز پر اک تازیانہ ہو جو زلفون کا — تو میدانِ شبستان کن مین بھر قدم نکلے

سمجھ کر بے خبر ہم کو عدو سے وصل کی ٹھہری — غضب ہے نہ پایا آ تری خلوت مین ہم نکلے

قلمرو عشق کی وہ ہے سخندان جسکے ہین حاکم — سخنور عشق کے عالم مین مرفوع القلم نکلے

بنی آدم ہین ہم جنت ہے جانان آپکی محفل — نکالے وہ گئے اور ذلت و خواری سے ہم نکلے

بظاہر ہم نے سمجھا زلف کو اک ریل کی سیڑھی — مگر چلنے لگے آگے تو لاکھون پیچ و خم نکلے

مرے آگے عدو سے ناتوانی کیا حقیقت ہے
پکڑ لون ناک جب اسکی تو پھر گھٹ گھٹ کے دم نکلے

کچھ ایسے تنگدل ہین وصل کیون ہونے لگا انکا
اگر بوسہ بھی اک مانگون تو پھر حضرت کا دم نکلے

ارادہ جب سنا ہم نے ترے ڈیل اڑانیکا
رقو چکر تھا دشمن ٹھوک کر ہم جبکہ خم نکلے

اٹھے سب ہڑبڑا کر نصف شب مین پا کر کی
وہ کوٹھے پر جو مثل آفتاب صبحدم نکلے

ملے وہ موڑ پر دشمن کے گھر جاتے ہوے چھپکر
شب ہجران جو بیتابی مین اپنے گھر سے ہم نکلے

رسائی ہو فلک تک اس کمند عرش پیمائی
تمہاری زلف پیچان کا اگر یہ پیچ و خم نکلے

جو حبس دم کا عادی مین نہ ہوتا دم اکھڑ جاتا
نہ دم بھر چین تھا مجھکو جو نالے دمبدم نکلے

صف عشاق مین جانبازی گر ہو تلاش انکی
نہ بڑھکر ہم سے کوئی شائق تیغ ستم نکلے

ہوئی ساری خدائی اک طرف تم اک طرف لیکن
کسی کی کچھ نہ چلنے پائی ایسے ہٹ دھرم نکلے

کسی کے غم مین ماتم کر رہے تھے اے **ولا** ہم بھی
وہ کوٹھے پر کھڑے تھے سر برہنہ جب علم نکلے

(۱۲۸۷)

تمہارے عشق مین ثابت قدم دنیا مین ہم نکلے
تمہین آسان کوئی اس ادا مین ثابت قدم نکلے

نکلنے کو تو لاکھون تیغ کی کچھ بیش و کم نکلے
مگر پورے تمہارے امتحان مین ایک ہم نکلے

نکلواتے بڑی ذلت سے گر ہم خود نہ اٹھ جاتے
جبھی تو بندہ پرور آپکی محفل سے ہم نکلے

خلش باقی رہے جب تک نکالا ہے سوزن مژگان
تمہین ممکن ہے جو دل سے مرے خار الم نکلے

وہ فرمانے لگے دشمن سے میری داستان سنکر
تعجب - یہ تو کچھ اپنے حبیب محترم نکلے

سمند ناز تیرا ٹاپتا ہے کیون مرے دل پر
دہلتا ہے کلیجہ یہ تو ناگن کے قدم نکلے

نکلتے ہین رات خلوت مین غنیمت ہے ملا آؤ
اثر ہے اس لب جان بخش کے ہم تازہ دم نکلے

کھلا اب چاہتا ہے راز دل بے اعتباری سے
انھین مقصود جب یہ ہے کہ عاشق کا بھرم نکلے

بڑھایا ہاتھ ظالم نے تمہارے منہ لگانے سے
عدو کے ہاتھ چادر سے بہت باہر قدم نکلے

نہ ہو گر وصل بوسہ ہی سہی کچھ تو ملے ایجاں
کوئی تو کام اس عاشق کا تم سے کم سے کم نکلے

جنھیں پروا ہے سر کی کب یہ منزل سر ہوئی ان سے
بنے سرباز جو وہ عشق میں ثابت قدم نکلے

بچاتے ہیں وہ پہلو وصل میں خاموش ہیں لیکن
ڈر اس کا ہے اگر کچھ دوں گدی پہلو سے دم نکلے

سچائی اس میں ہے وعدے پہ آ کر لپٹ جاتیں
نہ رنجیت ہو نہ منہ سے آپکے جھوٹی قسم نکلے

یہ ٹھہری تھی کہ ہوگا وصل انکا انکی خلوت میں
کہیں وہ چلدے باہر جو اپنے گھر سے ہم نکلے

غزل لکھنے میں ہم تھے منہمک جب انکا یاد آیا
ہم آئے اس دم سے پھر کان پر رکھکر قلم نکلے

ہمارے معشوقۂ ہندوستاں پر داس ہے وہ عاشق
کچھ اسکے قدرداں نکلے تو خوبانِ عجم نکلے

مے وحدت کے میخواروں میں جیسے حضرت کیفی
اڑا کر ایک شیشہ اس طرح بے کیف و کم نکلے

یہی عزت ہے کافی ہم کو رہبر مل گیا ایسا
سخن سنجی میں غالب ہم تمہارے ہمقدم نکلے

ہماری خاکساری نے بنایا اسے ولا رہبر
اُبھر کر ہم زمیں سے صورتِ نقشِ قدم نکلے

(۲۸۶)

نہ ارماں دل سے نکلے اور نہ ناکامی کا غم نکلے
نکلنا ہے اگر ممکن تو ممکن ہے کہ دم نکلے

جدھر سے غم جدا انکا اٹھا کر آج ہم نکلے
ادھر سے ہو کے جاناں آپ اور دشمن بہم نکلے

وہاں تھا دانۂ گندم یہاں تھا خال کا بوسہ
جب آدم خلد سے نکلے تری محفل سے ہم نکلے

غضب یہ ہے کہ گو عاشق بچا ہے چاہتے ہیں وہ
نہ دم سینے سے نکلے اور نہ دل سے رنج و غم نکلے

مرے جاتے ہیں ہم تجھپر اگر بوسے سے ہو منکر
لبوں پر جان آ جائے ترے ہونٹوں پہ دم نکلے

اجل آیا محتسب کیا اپنے گزری تم سمجھ جاؤ
وہ دروازے سے چپکے سے پہنچا تھا کہ ہم نکلے

نہ دوڑیگی مثل ریل ملک شام تک تیری
جو سیدھی ہو سڑک زلفوں سے تیری پیچ و خم نکلے

رہی سب ہمدمی جب آگئے ہم زلف کے دم میں
یہی تھی دمبدم فریاد آکہی جلد دم نکلے

نہ نکلے اس سے خنجر بس یہی ہے آرزو دل کی
الٰہی آرزو نکلے کہ اس سینے سے دم نکلے

نکالے پیٹ سے پاؤں آپ نے کیا کیا جوان ہو کر
ہوئے غیروں پہ مائل گھر سے باہر جب قدم نکلے

اسی تیغ دو دم یا ابرو ہمدم کا صدقہ تھا
دم و ارمان تڑپ کر آج دونوں ایک دم نکلے

سنا جب سر قلم ہوتا ہے میرا تیغ ابرو سے
قلمدان پہ چھوڑ کر غم کے لئے لاکھوں قلم نکلے

خبر جب ہم کو پہونچی وصل کی شب نکلے آنے کی
تو لینے کو قدم پھر ہم بھی گھر سے دو قدم نکلے

رہوں قدموں کے آگے جب تلک ہو دم میں دم باقی
دعا اپنی ہے اے خالق انھیں قدموں پہ دم نکلے

وہ لیتے ہیں حساب اشک عاشق روز گن گن کر
کبھی وہ پوچھتے ہیں آج کیوں گنتی میں کم نکلے

ہم آہنگ فغاں تار نفس سے ہوں مرے نالے
تو دل کے تارِ نیم سے صدائے زیر و بم نکلے

ملی ہے کاتب قدرت سے قدرت جب خلیفہ کو
قلم سے خط جو نکلے کیوں نہ پھر خط سے قلم نکلے

فلق پیچھے تھے اور داغ و ظفر تھے ساتھ آگے
جدھر غالب چلے ہم اُن سے آگے دو قدم نکلے

رہے قائم درازی زلف شب کی صبح محشر تک
شب وصل انکی کاکل سے ولاؔ گر پیچ و خم نکلے

(۳۸۹)

کیوں تیرے آستاں پہ بہت دھوم دھام ہے
کیا بات ہے جو آج بڑا اہتمام ہے

حد سے زیادہ در پہ ترے روک تھام ہے
ایجان عاشقوں کا بڑا ازدحام ہے

دشمن ترے جنوں پہ ہنستے ہیں پختہ مغز
یہ ہے ترا خیال کہ سودائے خام ہے

راتوں کو مے کبھی نہ بکے نو بجے کے بعد
اے مے فروش حکم مدار المہام ہے

قامت سے تیرے آج قیامت کا ہے قیام
اے بادشاہ حسن یہ دربار عام ہے

روز ازل سے بندۂ بے دام زلف ہوں
اندیشۂ کمند نہ پروائے دام ہے

ہم نے کیا سلام تو خاموش ہو گئے — اتنا نہ سر ہلا نہ جواب سلام ہے

چاہا معانقہ تو کہا ہٹ کے دور ہو — ان بدتمیزیوں کو ہمارا سلام ہے

بد دل نہیں ہوا ہوں ترے ظلم و جور سے — مدت سے میرے دل میں ترا احترام ہے

زخم خدنگ چشم میں ہے زہر کا اثر — دل میں مرے عبث ہوس التیام ہے

تیرے سوا کسی کی محبت نہیں مجھے — تہمت ہے نفس [illegible] فقط اتہام ہے

وعدوں پہ ٹالتا ہے ہر اک کو خوشی کے ساتھ — ولیپٹ عاشقوں میں بڑا نیک نام ہے

اُس بارگاہ سے نہ پھرا کوئی نامراد — دادودہش کی دھوم یہاں صبح و شام ہے

کوٹھے پہ ماہ رو جو برآمد ہوا ہے آج — برج شرف میں مہر فلک کا مقام ہے

زلفوں میں مرغ دلکو پھنسایا ہے خال نے — دانے کی کی ہوس تو گرفتار دام ہے

غیروں سے سابقہ ہے مگر دل نے کیا غرض — ہمکو تو صرف تیری محبت سے کام ہے

یہ خیر ہے کہ نفس مخالف کے ساتھ ساتھ
دلمیں وِلا محبت خیر الانام ہے

(۲۹۰)

ہم کو جہان میں عشق بت سبز فام ہے — زہر نگہ سے کام ہمارا تمام ہے

تیری جدھر نظر ہے اُدھر قتل عام ہے — تیری جفا زبان زد ہر خاص و عام ہے

خاطر سے شیخ کی ہوئی میخانے میں نماز — بیہوش مقتدی ہیں تو ساقی امام ہے

لیل و نہار اپنے گزرتے ہیں اسطرح — عارض کی یاد زلف کا غم صبح و شام ہے

چہرہ کتاب صفحۂ عارض پہ سبز خط — اکہی ورق میں حسن کا مطلب تمام ہے

قاصد کو دیکھ کر بخدا دم نکل گیا — ایجان پیام موت تمہارا پیام ہے

ناکام کل ہوا تھا مقابل مرے جبھی — دشمن تو آج مستعد انتقام ہے

در عفو لذتیست کہ در انتقام نیست
ضرب المثل یہ اہل کرم کا کلام ہے

افطار ہم شراب سے کرتے ہین وقت شام
اے روزہ دار حرمت ماہ صیام ہے

دربان کوے یار ہے رضوان باغِ خلد
داروغۂ بہشت برین جس کا نام ہے

کیا طرز ہے یہ ہم سے عداوت علانیہ
چھپ چھپ کے دشمنون سے پیام سلام ہے

عزت ہے دلمین سورۂ واللیل زلف کی
مصحف کا جزو ہے یہ خدا کا کلام ہے

پامال ہر قدم پہ ہوے عاشقونکے دل
کیسی ادا ہے اور یہ کیسا خرام ہے

دل اپنا اٹھ گیا نہ رہا لطف زندگی پہ
اب ایسی زندگی کو ہمارا سلام ہے

زاہد ہے آج عید کرو فکر اکل و شرب
تم جانتے ہو آج کا روزہ حرام ہے

عاشق کو کیون نہو مرے جان خودکشی حلال
اسکو ترے فراق مین جینا حرام ہے

کیون پوچھتے ہو اہلزبان کون ہے وِلا
وہ اِک وظیفہ خوار حضور نظام ہے

(۲۹۱)

طوطی کی طرح یار تو شیرین کلام ہے
ذوق سخن حلاوت جان اس کا نام ہے

قائل ہین لب کے جن کو دہن مین کلام ہے
ہے اس مین گفتگو کہ دہن کس کا نام ہے

گر حلت شراب مین تجھکو کلام ہے
واعظ نکاح دختر رز کیون حرام ہے

بوسے سے لا کلام ہوا لب کا اعتراف
گرچہ دہن مین اہل سخن کو کلام ہے

تیری زبان سے سنکے سخنور ہین فق دق یاب
یہ راز ہے جو انکو مذاق کلام ہے

حرکت حلال مین ہے تو برکت حرام مین
مختار کل وہ دشمن صورت حرام ہے

مین تیرے ترک چشم سے کیا گفتگو کرون
ایکہی سوال مین مری ترکی تمام ہے

آتے ہین خط پیام ترے وحی کی طرح
قاصد بھی جبرئیل علیہ السلام ہے

دل کھنچ رہا ہے مصحف عارض کے شوق مین
لوکا فران زلف ہمارا اسلام ہے

اسلام مین شراب کی حرمت ہے جسطرح
اے شیخ میکشون کی مذمت حرام ہے

پھر پھر کے دیکھتا ہے تو زاہد نماز مین
رکعت مین چار بار یہ کیسا سلام ہے

کوچے مین تیرے جا بجا ہین پڑے ہوے
اس سرزمین پہ جب سے ہمارا قیام ہے

گلشن مین لالہ رخ ہین گردون پہ مہر و ماہ
سرو قد ہر ... تمہین کا غلام ہے

سرورِ روان نے سرو کو آزاد کر دیا
شمشاد ... کا غلام ہے

کہتے ہین جان سے تمھارے لیے کو وہ عزیز
یوسف جو اپنے حسن مین تیرا غلام ہے

عارض کا نور تیرگی زلف کی مثال
صبح وطن ہے اور غریبی کی شام ہے

دکھلا رہے ہین آنکھ سے وہ اپنا میکدہ
شیشہ ہے اور شراب ہے ساغر ہے جام ہے

وان ہے خم فلک تو یہان کاسۂ شراب
وان گردش سپہر یہان دور جام ہے

مومن ظہیر و آتش و رند و اسیر و داغ
سب کہہ چکے وِلا یہ ہمارا کلام ہے

(۲۹۴)

آپکے قدمون پہ جب قربان ایمان ہم ہوے
یہ ہوا کیا مجھ مین آپ کیون برہم ہوے

جب سے بیگانون مین داخل آپکے ہمدم ہوے
آشنا ناآشنا اغیار سب محرم ہوے

حکمران ہین سلیمان کا تمھارا پریون پر کرم
تم پری ہو ... بنی آدم ہوے

خال لب نے ایک پر نقطہ لگا کر دس کیا
امتحان مین جب مرے دشمن کے نمبر کم ہوے

اسکے حسن سیرت و صورت کا باعث تھا اگر ہم
چھوڑ کر عشق ستم خو عاشق بیدم ہوے

ہو گئے خوش دلربا تم بے تکلف لیکے دل
کھو کے اپنے مال کو ہم مبتلائے غم ہوے

حسن کی شہرت نہ ایسی تھی تمھارے جسقدر
بدمزاجی سے تم اپنی شہرۂ عالم ہوے

دھوں کی رسّی سے بڑھکر تھا نہ کوئی اجتناب
تیر پیمان صبر بھی سے تمہارے کامیاب
پھنس گئے بے دام کچھ ایسے اُڑیئر دام مین
تھا اشارہ نوکِ تیغِ ابرو خمدار کا
ایک کو ہم نے نہ پایا حسن مین تیرا عدیل
تیر شیدا انکھو کے اپنا دل ہوا جب سینہ زن
تھی گرفتاری دل عشاق کی تقدیر مین
مثلِ اخگر آنکھ سے اُترنے لگے جب اشکِ گرم
رنگ لایا عکس چشم نیلگون یار جب
گرمی خورشید عارض کا تمھارے ہے اثر
دم دیا تو نے کچھ ایسا ہمارے نکو اپنے یار
نغمہ سنجی بلبلو نکی نالۂ عاشق کے ساتھ
ہین پریشان آپکے عارض کے اوراقِ کتاب
تیغ ماری تیر برسائے نگاہِ ناز نے
جسم نازک نرمی پوشاک کی انکی تمیز
ایک بوسے کا لب جان بخش کے تھا یہ اثر
اسم اعظم کا ترے تھا نقش انکے دل پہ یار
ہے نہ ہو گی حشر تک اغیار کو اسکی خبر
غم کی ہمدردی کچھ ایسی تھی ترے مغرورنکے ساتھ

یون تو ہونیکو ہزارون وعدۂ محکم ہوے
ہم سے وعدے یار جتنے بھی ہوے برہم ہوے
وصف کاکل مین سیہ اخبار کے کالم ہوے
جو سرِ تسلیم تیرے عاشقون کے خم ہوے
سیکڑون معشوق گو عالم مین بیش و کم ہوے
سیکڑون عاشق شریکِ حلقۂ ماتم ہوے
یہ سبب تھا جو تری زلفون مین پیچ و خم ہوے
بام دلبر پر گرے پھٹکر عدیل بم ہوے
اشک کے نایاب موتی غیرتِ نیلم ہوے
میرے اشک سرد تابانی مین جو شبنم ہوے
آج دم بھرنے لگے تیرا تو وہ بیدم ہوے
ملکے دونون باغ مین مصداقِ زیر و بم ہوے
تھے اگر شیرازہ گیر زلف کیون برہم ہوے
اے ستمگر جب ہوے ہم پر ستم پیہم ہوے
سخت مشکل تھی جو رنگین پوششِ ابریشم ہوے
معجزے پر اپنے نازان عیسیٰ مریم ہوے
راز یہ تھا جو سلیمان صاحب خاتم ہوے
راز رعنائی سے واقف تم ہوے یا ہم ہوے
داغ اپنے۔ زخم کے پنبۂ مرہم ہوے

لال ڈورونسے ہوئے قائم خطوط ہندسی — پھر تری آنکھوں کے ساغر رشک جام جم ہوئے
انما الاعمال بالنیات کا تھا یہ اثر — جھگڑے بدنیتوں کے درہم و برہم ہوئے
مبتلائے زلف ہے عارض بلا مین لگئے ہم — اپنے سر اغیار لین انکو یہ بھی ہم ہوئے

طرح مشکل تھی بدلکر بحر غالب نے کہا — نکتہ سنجی مین وِلا تم شہرۂ عالم ہوئے

۲۹۳

جواب صاف ہم کو مل گیا اپنے مقدر سے — الٰہی آج ہم مایوس جاتے ہین ترے در سے
کیا آوارہ عاشق کو نکالا یار نے گھر سے — ملایا اسکو مٹی مین ستایا ایک ٹھوکر سے
بخار دل کی ٹکر سے ہے بجلی کی چمک پیدا — گرجتی ہے فغان پھر کیا عجب گر چشم تر برسے
لبون سے اسکے ٹپکی رال ہین غرق تحیر ہون — جدا کیونکر ہوئی یہ آب اون دانتونکے گوہر سے
وہ مخرج اور منفذ ہے ہوائے گرم و تازہ کا — لئے ہین ہندسے نے کام دونون نتھنی لیکر
بنا آئینہ حوض کوثر آئینہ ترا عارض — دکھا کر آئینہ دھلواؤنگا منہ آب کوثر سے
اسے صنع سکندر کیون کہا کرتے ہو نادانو — بلوری آئینہ روشن ہوا پارے کے جوہر سے
زبان حال سے کہنے لگا گھبرا کے آئینہ — نظر آئینہ رو آج آرہے ہو کیون مکدر سے
چلاتا ہے کوئی چرخ زمین یا چرخ گردونکو — چلا کرتا ہے جیسے ریل کا انجن ڈرایور سے
حکیمان سلف کرتے ہین دور آسمان ثابت — پھرے اون سے ہم اپنے کرۂ ارضی کے چکر سے
عکس بنکر پھنسیگا خال تیرا میرے سینے مین — بنونگا مین اگر مکڑی کا جالا جسم لاغر سے
چھپائیگا حقیقت اسطرح گر ہم سے اے واعظ — پکڑکر ہم اتارینگے تجھے بالائے منبر سے
جھلک ایسی نظر آئی تری آنکھونکے پیچھے مین — کہ پھر کر چوکڑی نکلا کوئی آہو برابر سے
بت کافر ہمارا گر وہان جائے تو ہم جانین — نکالین پھر خلیل اللہ اسے اللہ کے گھر سے

وفورِ تشنگی سے خشک لب ہوں آج اے ساقی
پلادے آب آتش رنگ اپنے آتش تر سے

خطِ سبز آشنا رخسارِ تاباں سے ہوا پیدا
نکل آیا زمرد کا نگینہ معدنِ زر سے

گھرا ہوں میں صفِ مژگاں سے یہ ندا [illegible]
بچانا جان کا مشکل ہے اب ترکوں کے لشکر سے

تری تلوار سے ذوقِ شہادت پا کے عاشق [illegible]
پکارا قاتلو کاٹو مرے سر کو تنِ سر سے

طبیعت مشتعل [illegible] محبت جان ہے [illegible]
اگر مر جائے اسکی دہار منہ موڑے نہ خنجر سے

ہم اپنی ناتوانی سے ہوئے [illegible] اسقدر لاغر
پڑے رہتے ہیں بستر پر لپٹ جاتے ہیں بستر سے

کسی تعریف کو آساں ہے آبِ زر سے لکھ دینا
ترے دانتوں کی مدحت کو لکھیں ہم آبِ گوہر سے

کچھ انکی یادِ خلوت میں مزا ہم کو ملا ایسا
نکلتے ہی نہیں ہم اے وِلا باہر کبھی گھر سے

(۲۹۴)

سبق ہم کو ملا اک فلسفی کا عشق دلبر سے
محبت کی کشش ہونے لگی سینے کے اندر سے

صفائے قلب کی صورت نظر آتی ہے فطرت سے
ٹپکتی ہے صفائی دیکھ لو آبِ مقطر سے

ترے لطف و کرم نے کر دیا گستاخ دشمن کو
بہت ہی پاؤں پھیلائے ہیں باہر اپنی چادر سے

نہ سمجھے ہم اگر آہن ربا اور کہربا کیا ہے
رموزِ دلربائی کو سمجھ لو اپنے دلبر سے

چمن میں اس کا [illegible] پھول کے [illegible]
صبا لائی ہے خوشبو یار کی زلفِ معنبر سے

بھری آنکھوں کے شیشوں نے [illegible]
جبھی تو لال ہے ساغر میں مے خونِ کبوتر سے

بھڑکی آتش تصادم کے دھماکے سے [illegible]
حقیقت رعد کی روشن ہوئی بجلی کی ٹکر سے

تمہیں جانو نہ نکلا بوند بھر پھر خون بہا کیسا
ٹپکا ایک قطرہ خون کا قاتل کے خنجر سے

چمن کی سیر میں سروِ رواں کہنے لگے مجھکو
قیامِ باغ میں تشبیہ میری ہے صنوبر سے

چلیں گے دوزخی کیا جا کے قدرت کے کرشمو کو
سبق لو گر نہیں باور نہیں آتا سمندر سے

وہ آئے فاتحہ کو دل بھر آیا دیکھکر تربت
چھپایا میرے دشمن نے اسے پھولوں کی چادر سے

لگانے اور بجھانے مین بڑا ممتاز ہے ظالم
خدا محفوظ رکھے ہم کو اے دشمن ترے شر سے

وہ منہ ہی منہ مین باتین کر رہے ہین بیدہان ہنسکر
صدائین گونجتی گنبد مین ہین نالوں کی ٹکر سے

دلیل وسعت رحمت بھلا کیا اس سے بہتر ہو
کوئی جاتا نہین مایوس اے خالق ترے در سے

وہ شاہین نگہ سے بچکے پہنچا ہے خط میرا
بہت بگڑے ہوئے رہتے ہین وہ میرے کبوتر سے

ہمیشہ چلرہا ہے دور سے ساقی کا کیا شکوہ
کمی ہے اپنی استعداد کی قسمت کے چکر سے

لیا آئینہ برقی سے تو جب مرے دل کا
ہوا ثابت کہ ٹکڑا رہ گیا ہے نوک خنجر سے

[illegible] وہ میکش ہون مست دیدۂ مخمور ساقی
نہ مے سے کام ہے کوئی نہ تیرے دور ساغر سے

[illegible] بوسہ چاہتا ہون ایک تیرے شکرین لب کا
شکر خورے کو اے شیرین دہن ہے کام شکر سے

[illegible]مارا دیدۂ میگون نظر آتا ہے ساغر مین
تمہاری آنکھ کی گردش ہے پیدا دور ساغر سے

[illegible] کے نامہ بر کیون نگہ بدلی ہے اے ظالم
عداوت ہے ترے شاہین کو کیون میرے کبوتر سے

[illegible] دل زلف اور اسکی محبت مین پریشان دل
دعا کرتا ہے یارب یہ بلا نکلے مرے سر سے

پری شیشے مین ہے [illegible] اپنی گھورتے کیون ہو
لڑا کرتی ہین پریان آئنے مین اپنے پیکر سے

منیر و صابر و رند و اسیر و بحر و اشک آتش
پکار اٹھے ولا دیوان ترا بہتر ہے بہتر سے

تمام شد دیوان اردو
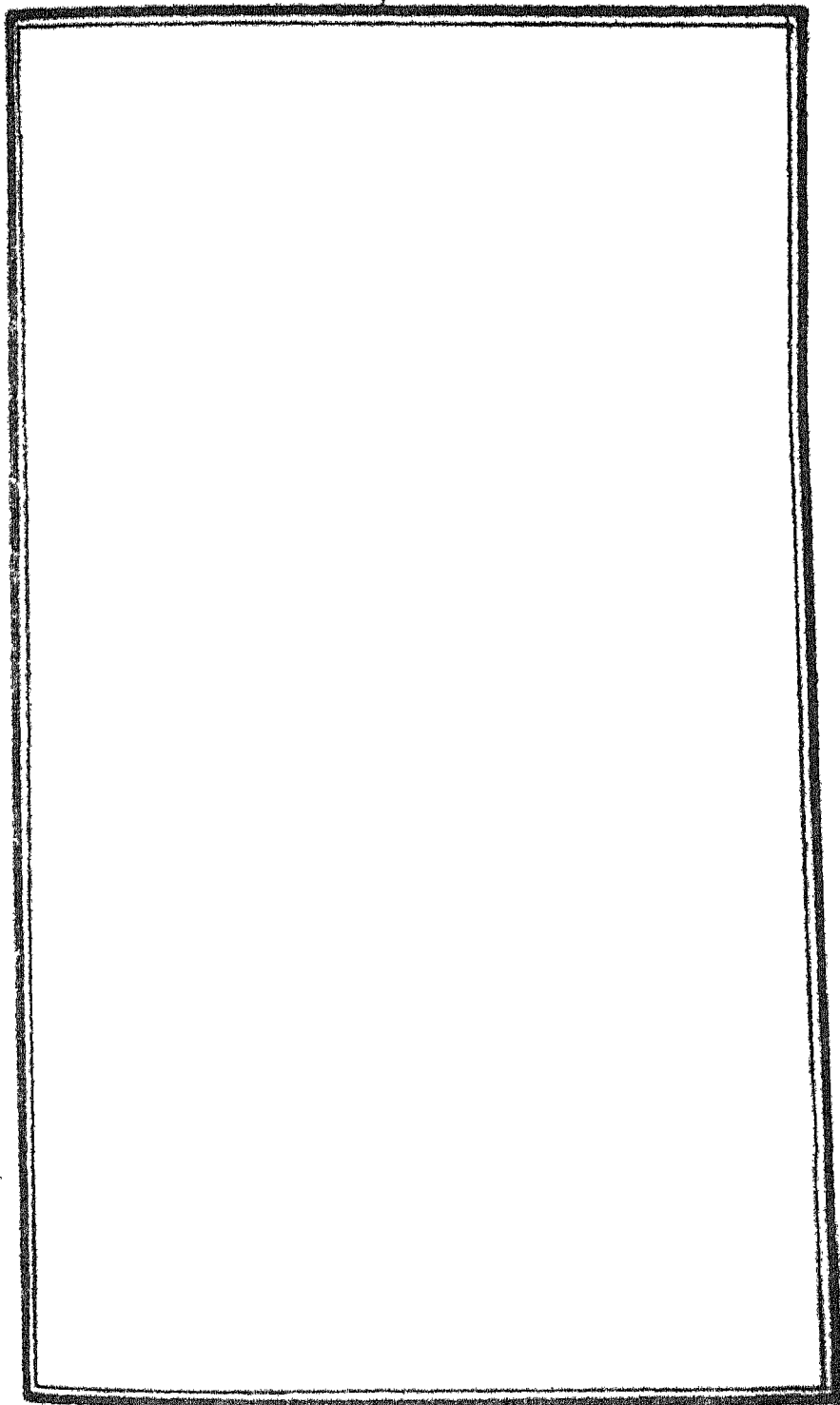
رباعیات

۱
ہر ایک رباعی مین مثل کا کہنا
کہتے ہین جلیل اے ولا کہنے مین
مشکل ہے کچھ آسان نہین ایسا کہنا
عالم مین مثل ہے تو۔ ترا کیا کہنا

۲
یون ہم سے نہ آنے کا کرو تم نہ گلا
بھاتی ہے بہت گوشہ نشینی دلکو
ملنے جلنے سے ہمکو نفرت ہے ولا
ہم آپ بھلے اور اپنا گھر ہمکو بھلا

۳
دنیا مین نہین ہے ماہ رو تجھ جیسا
غیرون سے نہین تو پھر ولا سے کیا شرم
معیوب ہے خورشید پہ پردہ ایسا
نکلے جب ناچنے کو گھونگٹ کیسا

۴
عاشق ہون مریض چشم جانان ہون ولا
اے عیسی مین ہون جس مرض کا بیمار
معشوق کے ہاتھ ہے فقط میری شفا
لقمان کے پاس بھی نہین اسکی دوا

۵
آنکھون پہ عدو کی آگیا ہے پردا
دونون کو مزا ملے ولا محفل مین
فریاد سے میری یار ہے بہرا
اندھا گائے اگر بتائے بہرا

۶
اس عاشق زار نے محبت مین ولا
سچ کہتے ہین ارباب بصیرت اسکو
جان و دل اک نگہ پہ قربان کیا
اندھا آنکھون کا گانٹھ کا ہے پورا

۷
ہین حسن و جمال مین وہ یکتا لاریب
سیرت ہے ولا انکی خلاف صورت
اور حسن پرستون کے لئے نعمت غیب
سچ ہے کہ فقط ذات خدا کی ہے بے عیب

۸
کیون چال سے بے خبر ہین ہم خانہ خراب
پامالی آج جو ولا کو ہے نصیب
کیون آپ کے ہر قدم پہ دل ہے بیتاب
آپ کی جوتیون کا صدقہ ہے جناب

۹
کچھ کام نہ رکھئین حرم و دیر سے آپ
صد شکر وہ دل لیکے یہ فرمانے لگے
بچتے رہین اے اہل طلب غیر سے آپ
اب گھر کو سدھارئے ولا خیر سے آپ

جنت میں ولا جھنجی بنگئے ہم
عاشق کو لگی دشمن مکار کی پیچ

۲۰

دل اپنا گیا بر آئی غیروں کی مراد
فیاض ایسے کہ گھر ہمارا برباد
شیخی ہے متاع غیر پر انکی ولا
کرتے ہیں وہ پرائے بروے آزاد

۲۱

کیسے آزاد جب ہوئے زلف میں قید
کہتے ہو شکاری ہوں نظر آتے ہو صید
قربان ہے ولا تمہاری فلاحی پر
بویا ہے ببول آم کی ہے امید

۲۲

زانیہ سے دکن کے وہ کچھ ایسا ہے مسٹنڈ
شیرین لب یار کو سمجھتا ہے وہ کھانڈ
کہتے ہیں ولا وہ گاو پرواری ہے
گھوڑا ہے تجار تکا عدو رانڈ کا سانڈ

۲۳

تم تیغ نگہ پرند کرو ہاتے گھمنڈ
منہ آب ندامت کا نہ دکھلائے گھمنڈ
ضرب المثل دکن ہے ایسا دو ولا
لڑ جائیں جو آنکھیں تو نکل جائے گھمنڈ

۲۴

دل سے بچھڑے ہوئے ہیں ارمان سے دور
الجھے ہوئے بیٹھے ہیں پریشان سے دور
زلفوں میں پھنسے ہیں انکی نام ولا
ڈرتے ہیں کسی پہ آنکی جان سے دور

۲۵

آنکھ انسے لڑی مری نظر آنکھوں پر
کیا بات ہے اور کیوں ہے اثر آنکھوں پر
شرمائے ہوئے ہیں کس ادا سے ولا
خفت حضرت کی میرے سر آنکھوں پر

۲۶

کل محفل میں تھا ساغر چشم کا دور
اب گھیر رہا ہے یار اُس خط کا دور
دور دوران کا ہے یہی رنگ ولا
آج اِس کا دور ہے تو کل اُسکا دور

۲۷

کیا سنگ دلی ہے اے بت غارتگر
کچھ بھی تو پرستش کا نہیں تجھپہ اثر
ہے تیری خدائی سے خبردار ولا
مانو تو دیوتے ہیں تم ہو پتھر

۲۸

واں آپ چڑھی ہے تیت پر تیوری پر
یاں آنکھ لگی ہے نگہ دلبر پر
تم آنکھ لڑانے کے ولا ہو مشتاق
کیا موت تمھاری کھیلتی ہے سر پر

۲۹

کہتے ہو مین آنے کو وِلا تھا تیار
وعدہ جب کرکے بولے انشاء اللہ
قسمت تیری سنا کر تو ہے بیمار
میرا ماتھا جبھی سے کھٹکا تھا یار

۳۰

تقدیر مین ہے جو ہے خدا کو منظور
پہنچے ہین دکن سے لکھنؤ ہم بھی وِلا
پاؤنگا مراد اک نہ اک دن مین ضرور
کیون کہتے ہین وہ ہے ابھی دلی دور

۳۱

وعدہ کل شام کا تھا آئے وہ سحر
لیجانے مین شیطنت تھی دشمن کی وِلا
جاگا تھا صبح مین تھا غافل شب بھر
آنے کی نہ تھی میرے فرشتون کو خبر

۳۲

وہ دشمن ہے جو ہو امارت پہ نثار
جو ساتھ نہ دے وہی ہے بیگانہ وِلا
وہ دوست نہین جو مفلسی مین ہو مرا
وہ ہی اپنا جو اپنے کام آئے یار

۳۳

دریا دل کے مکان مین دیکھے نہ کواڑ
چلتی نہین خشکی مین وِلا دیکھی ناؤ
دریائے کرم کو نہین ساحل کی آڑ
کہتے ہین کہ داتا کی چڑھے ناؤ پہاڑ

۳۴

لکھا نہین تقدیر کا ٹلتا ہرگز
گر کر ذرا اشک ہاتھ آیا نہ وِلا
کانٹا دل کا نہین نکلتا ہرگز
نظرون کا گرا نہین سنبھلتا ہرگز

۳۵

کیون بکتے ہو اب نہین ہے سننے کی ہوس
ضرب مثل زبان کا قائل ہے وِلا
آگے نہ بڑھو زبان سنبھالو بس بس
گر ایک کہوگے تو سنوگے تم دس

۳۶

دل مین عاشق کے ہے کچھ ایسا وسواس
کعبے کا خیال ہے پرستش ہے وِلا
رہتا ہے فراق مین جو دن رات اداس
سر سجدے مین ہے دل کسی بت کے پاس

۳۷

خاموشی بازل ہے کمال بخشش
منعم کو وِلا جواب انکار حرام
سنتا نہین کوئی قیل و قال بخشش
مفلس کو حلال ہے سوال بخشش

۳۸

جب مر گئے ہم پھر آب لئے بیٹھے ہین پاس
فرماتے ہین دیکھتے یہ اسکو اے کاش

معشوق ولا پہ صادق آئی یہ مثل
جب ناک کٹی تو نتھ کی ہوتی ہے تلاش

۳۹

رکھتے تھے جو عشق مین کسیکے اخلاص
مرکر بھی نہین انکو مصیبت سے خلاص
الٹی منطق ہے عشق قاتل کی ولا
مرتے کو شہید کرکے لیتا ہے قصاص

۴۰

وعدہ کی وفا ہے بیوفا سے مخصوص
ہے انکی رزالت شرفا سے مخصوص
لعنت ہے ولا ایسی خصوصیت پر
دشمن ہے عطا سے ہم جفا سے مخصوص

۴۱

کیا انکو مریض کے دوا سے غرض
جو ہجر نہ مٹے تو دفع کیونکر ہو عرض
تشخیص غلط کی اے ولا ہے یہ دلیل
بڑھتا ہی گیا دوا سے عاشق کا مرض

۴۲

وان غیر کے نام پر چلے آتے ہین خط
یان ہم سے ہوے جلتے ہین ہجے غلط
سچ یہ ہے ولا عدو کی خوشحالی سے
ہوتا نظر آتا نہین غم اپنا غلط

۴۳

سنکر لب مینا سے مقال واعظ
کیون آج ہے منتشر خیال واعظ
ہے حرمت مے مین لطف تجنیس ولا
بانگ قلقل ہے قیل و قال واعظ

۴۴

ہم یاد شمع رو مین روتے ہین شمع
منہ اپنا سرشک غم سے دہوتے ہین شمع
معشوق ولا بنا مخالف تیرا
رو پشت برابر ترے ہوتے ہین شمع

۴۵

مہتاب ہو تم اور مرے دل پر داغ
پروانہ مین ہون تم ہو محفل کے چراغ
عالم کو خبر ہے اے ولا کے معشوق
خورشید زمین ہو آسمان پر ہے دماغ

۴۶

جو عاشق ہین انھین کہان حشر کا خوف
تصور سے ہے دلبر کے عیان حشر کا خوف
کیسی آفت مین ہین ولا دنیا دار
یان فکر معیشت ہے وہان حشر کا خوف

۴۷

ولد اوہ نام شرفا تھے اسلاف
رکھتے تھے شرافت کے بہت کچھ اوصاف
اب اس کا ہوا ہے فیصلہ اسپہ ولا
ہے جسکے پاس اشرفی وہ اشراف

جس دل مین وِلا ہے آتش عشق بلند
وان یار فرشتون کے بھی پر جلتے ہین

۵۸
لوہے کے چنے ہین یہ چبانے کٹھن
یہ دانون حریفون کو دکھانیکے کٹھن
ظاہر پہ وِلا نہ کہا وانکے دہمو کا
یہ دانت دکھانے کے ہین کھانے کے کٹھن

۵۹
دشمن کی طرف سے خط پہ خط جاتے ہین
خط اسکو بھی سُنا چلے آتے ہین
کاغذ کی ناؤ مین وِلا ہم ہین سوار
گھوڑے کاغذ کے غیر دوڑاتے ہین

۶۰
منہ دیکھ کے فرماتے ہین کیون آئے ہو
کچھ مین نے کہا تو کہدیا کچھ نہ لکھو
بوسے کے اشارے پہ وہ فرمانے لگے
اشکون سے وِلا تم اپنا منہ دہو رکھو

۶۱
کیون سرد ہین اسقدر خدا جانے ہاتھ
کہتے ہین ترے گرم ہین دیوانے ہاتھ
شکوہ کیا مین سرد مہر تمہے وہ تو وِلا
ہے ضرب مثل ہاتھ کو پہچانے ہاتھ

۶۲
آنے کا یہ چراغ گھر رکھون جو ہاتھ آئے
باہر رکھون تو اسکو ہوا لیجائے
یہ پردہ نشینون کی دکھاوت ہے وِلا
ہر پہلو سے جہان کو نقصان نظر آئے

۶۳
زلفون مین پھنسا دیا ترے بوسے نے
جب وہ نہلا لگے بلائین لینے
دل دیتے بن پڑی پریشان ہین وِلا
لینے کے پڑ گئے ہین الٹے دینے

۶۴
فرمود جہ میخانہ وِلا کاسے قاضی
چیزے کہ حلال است حرامش گفتی
فتویٰ یہ بلا سے دو وہ ہمسایہ سے
قاضی کو حلال ہے شراب مفتی

۶۵
چھوڑین جو وطن تو ہو طلب منزل کی
پیدل جو چلین تو قدر ہو محمل کی
غربت کا مزا اٹھائین تو پہچانین وِلا
کھلتی کیا جانین اس پرائے دل کی

۶۶
سنکر یہ جب حال انکے منہ سے
منہ عاشق کا تھا لال انکے منہ سے
بوسہ دشمن کو دیکے کہتے ہین وِلا
ٹپکی پڑتی ہے رال انکے منہ سے

کل تک تھی وِلا دھوم شتر غمزون کی		ہاں دیکھیے آج اونٹ کس کل بیٹھے
دشمن سے جھڑپ بر سرِ بازار ہوئی	۷۷	اُس کیل سے ٹکر مری سو بار ہوئی
کیا اسکے بچانے مین وِلا گر گئے ؤ		دو قصّابون مین گائے مردار ہوئی
خلوت مین گئے تو وہ بہت گھبرائے	۷۸	ہم خوف سے انکے کچھ نہ کرنے پائے
یہ اپنی حماقت ہے وِلا یا قسمت		دریا پر جاکے آج پیاسے آئے
ناراض وہ ہم سے غیر سے ہین راضی	۷۹	بوسے دینے مین اُس سے ہے فیاضی
کس سے کرین فریاد وِلا کیا حاصل		دو دل راضی تو کیا کریگا قاضی
جب آتے ہین وہ عدو بھی ساتھ آتا ہے	۸۰	جب آتا ہے تو جوتیان کھاتا ہے
اس گندہ دہن کو ہے وِلا عقل پہ ناز		کوا جو سیانا ہے وہ گہہ کھاتا ہے
معشوقۂ ہند کیون خفا ہوتی ہے	۸۱	کیون مستعد جور و جفا ہوتی ہے
خوبان عجم نے سچ کہا ہم سے وِلا		عورت کی ذات بے وفا ہوتی ہے
شاہون کے لئے اور وزیرون کیلئے	۸۲	راحت ہے دوشالہ۔شال امیرون کیلئے
سرما مین وِلا اسی سے گرماتے ہین		کمّل ہی دوشالہ ہے فقیرون کیلئے
ہے تیغ ادا مین جوہر فتنہ گری	۸۳	شمشیر نگہ مین سر بسر خیرہ سری
بچتے رہو اے وِلا جفا کارون سے		نیت ہے بُری جسکی بغل مین ہے چھری

قطعات تاریخی

متعلق بہ میلاد

قطعہ تاریخ ولادت باسعادت شاہزادۂ بلند اقبال آقاے ولی نعمت اعلیحضرت حضور پرنور دام اقبالہٗ

دیا اپنے کرم سے حق نے شہ کو چاند سا بیٹا	۱	رہے بُرج امارت مین بلند اختر یہ شہزادہ

فلک جب تک ہے یارب آصف ہفتم کے سایے میں — چمکتا ہی رہے مثل شہ خاور یہ شہزادہ
رہے قائم صد و سی سال فضل الٰہی سے — زمانے میں دکھائے علم کے جوہر یہ شہزادہ
فنون جنگ میں یکتا شجاعت میں ہوا ثانی — امیر البحر ہوا و ناظم لشکر یہ شہزادہ
شہ ذیجاہ کا پیارا ولی عہد کا حامی — صفات و خلق میں بہتر سے ہو بہتر یہ شہزادہ
الٰہی اسکے حامی ہوں ابوبکر و عمر عثمان — قیامت تک رہے وابستہ حیدر یہ شہزادہ

ولا نے عرض کی تاریخ اسکی خدمت شہ میں
مبارک آپکو ہو اے شہ صفدر یہ شہزادہ
۱۳۳۴

قطعہ تاریخ میلاد نبیرۂ نواب فخر الملک بہادر معین المہام عدالت و کوتوالی و امور عامہ

۲

مبارکباد دی خود شاہ نے لڑکے کے دادا کو — ہوا نوباوۂ اقبال فخر الملک کا پوتا
ولا کیا خوب تاریخ ولادت عرض کی ہے — مبارک آپ کو اے مہر انور چاند سا پوتا
۱۳۳۴

قطعہ تاریخ ولادت باسعادت شہزادہ بلند اقبال حضرت آقائے ولی نعمت اعلیٰحضرت حضور پرنور دام اقبالہ

۳

پھر آئی بہار آج گلستان دکن میں — رنگینی مضمون ہو سخندان کو مبارک
پھر باد بہاری کے چلے آتے ہیں جھونکے — غنچوں کا چٹکنا لب خندان کو مبارک
بلبل کی چہک نغمۂ مطرب کو ہے پیوند — پھولوں کی مہک نفخۂ خوش الحانکو مبارک
پھر جشن کا سامان ہوا قصر شہی میں — یہ بزم طرب خسرو ذیشان کو مبارک
اس بزم کی شمعوں میں ہے قوت بینی — فانوس تجلی شبستان کو مبارک
اس بزم میں گل ہونے لگے ہار گلے کے — داماں گل تر ہو گریبان کو مبارک
اس بزم میں مسرور ہیں شہ حضرت بابا — آثار تبسم گل خندان کو مبارک

ہے گوہر دندانکی جھلک خندۂ لب مین — موتی کی چمک لعلِ بدخشان کو مبارک
آثارِ طرب اُس لبِ خندان کو جہنا — وہ لعل ہے لب گوہرِ دندان کو مبارک
گرتے ہین گہر ابرکفِ دست سے شہ کے — جوہر کا شرف قطرۂ نیسان کو مبارک
زربخشی عثمان غنی ہم پہ ہے روشن — ذرون پہ عطا مہر درخشانکو مبارک
ہم آصف سابع کی ریاست پہ ہین نازان — آصف کی وزارت ہو سلیمانکو مبارک
محبوب کے صدقے سے تصدق ہے علی کے — فرزند ہمایون شہِ عثمان کو مبارک
ممدوح مرا چاند ہے وہ چاند کا ٹکرا — یہ لختِ جگر آصفِ دوران کو مبارک

محفل مین وِلا آئی ندا اوج فلک سے
یہ چاند سا بیٹا مہِ تابان کو مبارک
۱۳۴۳ھ

ایضاً

۴

شہ دکن کو دیا حق نے چاند سا فرزند — بحق آل محمد طفیلِ شاہِ نجف
وِلا سے سال ولادت جستجو نے کہا — حمل سے نکلا وہ آفتاب اوج شرف
۱۳۴۳ھ

ایضاً

۵

مبارک بلبلو باغ دکن مین پھر بہار آئی — شہِ گل پیرہن کو آج پھر حق نے دیا بیٹا
فلک سے یہ ندا آئی وِلا سالِ ولادت مین — مبارک آپکو ایسے ماہِ تابان چاند سا بیٹا
۱۳۴۵ھ

ایضاً

۶

عطا حق نے کیا اپنے کرم سے چاند سا بیٹا — سلیمان بخت ہے آیا ہے آصفِ دوران یہ شہزادہ
منور کیون نہ اے مہر کرم ہو منزل شاہی — سراپا نور ہے مثلِ مہ تابان یہ شہزادہ
ابوبکر و عمر عثمان و حیدر اسکے ہون حامی — پھلے پھولے جہان مین اے شہ عثمان یہ شہزادہ

اسی جشن ہمایون مین ولی نعمت کے صدقے سے — نمک خواران دولت کی ہوئی ہے آج مہمانی
سلامت یا خدا شاہِ جوان بخت و جوان دولت — رہے قائم الٰہی تا قیامت دورِ عثمانی

ولا نے عرض کی تاریخ اس تقریب سنّت کی
ہوئی شہزادگان راحت جانکی مسلمانی
۱۳۳۳ھ

ایضاً

(۷)
مبارک بلبلو باغ دکن مین پھر بہار آئی — ہو چمن مین شاہ کے ہے آج شہزادونکی گلپوشی
گلے ملتے ہین باہم شاخساران چمن مل کر — گل و بلبل مین پھر ہونے لگی باہم ہم آغوشی
زرِ گل سے قبائے گل ہوئی زربفت گلشن مین — پر طوطی سے جب ثابت ہوئی اسکی چمن پوشی
سرور جام صحت بعد مہمانی ہوا حاصل — مے الفت سے جب ہونے لگی محفل مین مدہوشی
سمجھ کر اٹھ گئی محفل سے غفلت کلفت دل کی — ہوئی ساغر سے جب دم قلقل مینا کی سرگوشی
نکل پڑتا تھا دل مے کی طرح جوش مسرت سے — ہوئی جب بار دل سے آج مینا کی سبکدوشی
بلائین شاہ کی لیتا تھا کوئی اور قدم کوئی — خوشی سے پھول کر باہر ہوئی جامے سے مدہوشی
وفاداران دولت کو عطا کی شاہ نے عزت — عیان تھی بندگان سلطنت کی حلقہ در گوشی
بحکم شاہ آصف جاہ جب ہونے لگین نذرین — ادب سے ہو گئی چارونطرف محفل مین خاموشی

ولا نے عرض کی تاریخ شہزادون کی خدمت مین
جوان طالع مبارک آپکو ختنہ کی گل پوشی
۱۹۱۵ع

ایضاً

(۸)
بعد ختنہ کر دئے دو گل خلیفہ کو عطا — پھولکر شہزادگان گلبدن گلفام نے
کہدیا پروانہ فکر ولا نے سال نیک — تا رک دو شمع سے دو گل لئے حجام نے
۱۳۳۳ھ

قطعات تاریخ روزہ داری

قطعہ تاریخ گلپوشی روزہ داری شہزادگان بلند اقبال آقائے ولی نعمت حضور پر نور بندگانعالی ادام اللہ اقبالہم

(۹)

گل پیراہن شہزادوں کی ہے آج محل میں گلپوشی | ایوان شہی تھا مثل چمن گلپوش ہوے جب شہزادے
آثار تبسم تھے لب پر چہرے سے عیاں فرحت کا اثر | مسرور تھے بیدار شاہ دکن گلپوش ہوے جب شہزادے
گل گون کے گلے کا ہار بنا رخسار گل بے خار بنا | اور دامن گل تھا پیراہن گلپوش ہوے جب شہزادے
آہنگ بنی بلبل کی چہک نغمے سے ملی غنچے کی چٹک | تھے نغمہ سرا مرغان چمن گلپوش ہوے جب شہزادے
بچہ بچہ تھی خوشی مسرور تھا راج سبھا ہر اک گل | آنکھوں میں بسی جامے کی پھبن گلپوش ہوے جب شہزادے
شمع محفل تھا شعلۂ گل پروانہ دل مثل بلبل | پھولوں سے ہوا ایوان وطن گلپوش ہوے جب شہزادے

رنگین بنی نظم ولا تاریخ ہوئی بلبل کی صدا
پھولوں نے بنایا اب گلشن گلپوش ہوے جب شہزادے

قطعات تاریخ عروسی

قطعہ تاریخ عروسی شاہزادیان بلند اقبال حضرت غفران مکان علیہ الرحمہ و ہمشیرگان آقائے ولی نعمت اعلیحضرت حضور پر نور دام اقبالہ

(۱۰)

شاہ کے اقبال سے ہمشیرگان شاہ کی | ہو گئیں دو شادیاں الحمد للہ ایک ساتھ
غرض کی میں نے ولا دو عقد کی تاریخ ایسا | ہیں مبارک دو قران الحمد للہ ایک ساتھ

ایضاً

(۱۱)

قصر شہی میں آج ہے جشن خجستہ فال | رونق فروز ہیں شہ عثمان نامدار
ہمشیرگان شاہ کی ہیں آج شادیاں | حاضر حضور میں ہیں امیران باوقار

ہین دلہنین حریم مین فی اللیل کالقمر — دولھے ہین قصر عام مین کالشمس فی النہار

وابستگان دامن دولت ہین میہمان — خوان کرم پہ جن کو ملا آج افتخار

درگاہِ شاہ مین نقبا نے یہ عرض کی — پھاٹک پہ ہے حضور ولا آسے وفا شعار

یاد اسکی جب ہوئی تو قدم چومکر کہا — مین جان و دل سے آپکے قدمون پہ ہون نثار

قول نجوم مصرع تاریخ ہے حضور — اک دن مین دو قران ہین مسعود بیشمار ۱۳۴۳ھ

قطعہ تاریخ عروسی شہزادی فرخندہ فال ہمشیرۂ فرمانروا ے بلند اقبال آقا ے ولی نعمت حضور پرنور بندگانعالی مدظلہ العالی

(۱۲)

آج نوشاہ بنے ہین بنِ سلطان الملک — ہے بنی خسرو محبوب کی اک نور العین

جلوہ گر تخت عروسی پہ ہین نوشاہ و عروس — اقران شمس و قمر کا ہے بصد زینت و زین

مصحف رخ سے ادا ہوتے ہین جلوہ کی رسوم — رونمائی کے کرشمے ہین یہان فیما بین

تو سلامت رہے عثمان غنی تا بہ ابد — اقربا تیرے ہی صدقے مین کیا کرتے ہین بین

عرض کی عقد ہمایون کی ولا نے تاریخ

جلوۂ جشن عروسی ہے قران السعدین ۱۳۴۳ھ

قطعات تاریخ جشن دربار و سالگرہ

قطعۂ تاریخ دربار سالگرہ مبارک آقا ے ولی نعمت حضور پرنور بندگانعالی متعالی دام اقبالہ

(۱۳)

للہ الحمد مرے دل کی تمنا نکلی — مسند افروز ہین ایوان شہی مین سرکار

نذر دی مین نے ولا شاہ کو تاریخ سعید — ہو مبارک گرہ سال کا شاہی دربار ۱۳۴۳ھ

ایضاً

قطعۂ تاریخ جشن سالگرہ مبارک آقا ے ولی نعمت حضور پرنور بندگانعالی متعالی مدظلہ العالی

(۱۴)

شکر حق پنجتن پاک کے صدقے سے ہوا ۔ پچھلے سالوں کی طرح آج چھٹا جشن جلوس
شاہ کی تخت نشینی کی ہے یہ سالگرہ ۔ ہے بہ سال جلوس خلفا جشن جلوس
مدت سال جلوسی کا ہے نوروز یہ جشن ۔ عید نوروز سے بڑھکر ہے ولا جشن جلوس
پادشاہان سلف کے ہیں یہ آئین قدیم ۔ نظر آتا ہے ہر اک سال نیا جشن جلوس
آج حاصل ہوئی عین رمضان میں یہ عید ۔ عید شوال سے ہے بہتر ہوا جشن جلوس
میرے آقا ترے اقبال سے قائم ہر سال ۔ تا قیامت رہے دنیا میں ترا جشن جلوس

عرض کی میں نے ولا تحفۂ تاریخی
آج ہر شہ کو ہمایوں یہ چھٹا جشن جلوس

ایضاً

(۱۵)

افضال خدا و لطف نبی و مولیٰ کی حمایت سے آئی ۔ پھر نوبت جشن سلطانی یہ سالگرہ شہزادی کی
ہے تار نفس رشتۂ سال کی دعا اور لکھ دے تاریخ ولا ۔ ہے عقدہ کشا ہے ہمایونی یہ سالگرہ شہزادی کی

قطعات تاریخ وزارت

تاریخ وزارت نواب سالار جنگ بہادر ثالث

(۱۶)

دی خواب میں ہاتف نے بشارت ہے آج ۔ دیکھو تو شرف مہر امارت ہے آج
تعبیر سے تاریخ نکلتی ہے ولا ۔ سالار کو دی شہ نے وزارت ہے آج

قطعات تاریخ تالیفات و تصنیفات

تاریخ طبع تاج سخن دیوان جناب استاذی استاذ السلطان مولوی حافظ جلیل حسن صاحب
المخاطب نواب فصاحت جنگ بہادر جلیل تخلص

(۱۷)

جس روز چھپا ہوا وہ مطبوع جہان ۔ دیوان سخنور جلیل ذیشان

کیا خوب کہی ولا نے اسکی تاریخ
سلطان قلمرو سخن کا دیوان

تاریخ کلیات عابد مصنفہ نواب صولت جنگ بہادر ناسخی عابد تخلص حیدرآبادی ۱۳۲۸ھ

(۱۸)

کلام اچھا چھپا نواب صولت جنگ عابد کا
انھیں اوراق میں سب کائنات نظم عابد ہے

مطالب کی لطافت چستی بندش کا کیا کہنا
عبادت کی ہدایت حسن ذات نظم عابد ہے

مفید مختصر تعریف ہے شیرازۂ گل کی
مطالب کا اثر وجہ صفات نظم عابد ہے

فصاحت نقش ہے آئینۂ الفاظ روشن پر
بلاغت سر بسر محو نکات نظم عابد ہے

رہیگا فیض جاری تا ابد اس خضر صورت کا
ہر اک مضمون تر آب حیات نظم عابد ہے

مصنف کی رہیگی نیک نامی روز محشر تک
یہ نسخہ باقیات الصالحات نظم عابد ہے

ولا نے خوب لکھی عیسوی تاریخ نورانی
کلام انوری ہے کلیات نظم عابد ہے

تاریخ طبع (جان سخن) دیوان دوم حضرت جلیل جلیل الشان استاذی استاذ السلطان

(۱۹)

دیوان جلیل ہے جلیل الشان ہے
یہ جان سخن ہے اور سخن کی جان ہے

تاریخ سے ظاہر ہے ولا شان اسکی
اقلیم سخن کے شہ کا دیوان ہے

ایضاً

(۲۰)

عکس کلام جلیل دیدہ حیران میں ہے
جوہر نظم جمیل آئینۂ جان میں ہے

مطلع دیوان کا ڈھنگ مصرع مشکین کا رنگ
ابرو خوبان میں ہے زلف پریشان میں ہے

ہے سخن دلفروز مہر فلک نیم روز
اس کا گداز اس کا سوز شمع شبستان میں ہے

شاخ گل و گلبدن میوہ سیب ذقن
غنچۂ شیرین دہن اس چمنستان میں ہے

طبع روان جوئبار فکر سخن آبیار
باغ سخن کی بہار طبع سخندان میں ہے

حامیِ طرحِ عمارت ہیں عماد ابن عماد	شحنۂ شہر وہ وفا کیش ہیں وہ رکن رکین
۱۳۳۵ ہجری	۱۹۱۷ عیسوی
میر تعمیر ہیں احمد علی ماہ کمال	ہے لبِ بام پہ پُر شور صدائے تحسین
۱۳۳۵ ہجری	۱۳۲۶ فصلی
دیدبانِ آصفِ سابع ہوں ترے ہفت رواق	ہفت اقلیم ہوں یکبار ترے زیر نگین
۱۸۳۸ شالیواہن	۱۹۱۷ عیسوی
تیری ناچیز رعایا کا ہے یہ ایڈریس ہال	شکرِ نعمات کا ہے نقش یہ ایوان رزین
۱۳۳۵ ہجری	۱۹۱۷ عیسوی
اے وِلا نور کے سانچے میں ڈھلیں تا بجبیں	ہیں ہر اک بیت کے بحریں ہیں وہ دُرِ ثمین
۱۹۷۴ سمت	۱۹۱۷ عیسوی
نور طالع سے بھلا کیوں نہ ہو محفل روشن	ہے فلک شاہ نشین ۔ چاند شہ ماہ جبین
۱۳۳۵ ہجری	۱۳۳۵ ہجری

ایضاً

(۲۳)

فضلِ خالق سے بنا ایڈریس ہال　　یہ رعایا کی ہے خوش اقبالی

دورِ عثمان کے تصدق سے ہوئی　　حیدرآباد کی فرخ فالی

تا قیامت رہے قائم یارب　　خلق کے سر پہ دکن کا والی

بر محل ہے مری تاریخ وِلا

پُر فضا ہے یہ مکانِ عالی ۱۳۳۵ھ

قطعاتِ تاریخِ رحلت

تاریخ رحلت نواب شجاع الملک بہادر صاحبزادہ نواب خانخانان بہادر

(۲۴)
امیر نیک سیرت آخر ماہ محرم میں ۔ جلیبان شہید کربلا میں ہوگئے شامل
ہوئی آئی ولاؔ مانند جان تاریخ رحلت کی ۔ شجاع الملک واخلد میں جسدم ہوئے داخل
[illegible]

تاریخ رحلت شاہزادی یاور النسا بیگم صاحبہ نور اللہ مرقدہا

(۲۵)
ہزار حیف سر پر دکن کی شہزادی ۔ جہان سے آج ہوئی رہگرائے ملک عدم
ہر اک مقام پہ اس سانحہ کی ہے فریاد ۔ ہر ایک ملک میں اس واقعہ کا ہے ماتم
ہر اک زبان پہ ہے اس کی وفات کا افسوس ۔ ہر ایک بیان میں ہے داستان رنج و الم
ہر ایک لب پہ ہے (انا مصیبتا) کی فغان ۔ ہر ایک دل میں ہے ہے وقت اس وفات کا غم
ہوا نصیب میں جو تھا مگر غضب یہ ہے ۔ وفور رنج سے محزون ہیں خسرو عالم
بلند ہوتی ہے تکبیر سوز غم دل سے ۔ ٹپکتے ہیں گہر اشک آنکھ سے پیہم
اسی سبب سے ہیں اعلیٰ حضرت بیتاب ۔ ہوا اسی سبب سے شیرازہ سکون برہم
ادب سے بڑھکے ولاؔ جان نثار دولت نے ۔ لگا کے آنکھوں سے کہنے لگا وہ شہ کے قدم
سلامتی سے ہے سرکار کی یہان سب کچھ ۔ جہان پناہ کا غم ڈھا رہا ہے جسم پہ ستم
اگر وہ عالم دنیا سے چل بسین معصوم ۔ سوا ہے عالم عقبیٰ میں اونکا جاہ و حشم
بغیر صبر و تحمل نہیں ہے چارہ کار ۔ نہ بڑھ سکیگا مشیت سے ایک انچہ قدم
ہمارے سر پہ سلامت ہو آپکا سایہ ۔ خدا سے پاک نگہبان ہو آپکا ہر دم
حضور کو ہو تسلی کہ آج رضوان نے ۔ سوال سال پہ یون کر دیا جواب رقم

جوار رحمت حق میں جگہ ملی فی الحال
جنان خلد میں ہیں یاور النسا بیگم
۱۳۴۲

مرثیۂ تاریخی رحلت جناب معلی القاب وقار الدولہ وقار الملک نواب مشتاق حسین خان بہادر انتصار جنگ مرحوم

(۲۶)

مٹایا اے فلک چن چن کے تو نے اہل دانش کو
ہمیشہ خانہ بربادی ہے داخل تیری عادت میں

نہ سرسید رہے باقی ۔ نہ محسن قوم کا ہادی
نذیر احمد پڑے سوتے ہیں تنہا اپنی تربت میں

کہاں ہیں حالی و شبلی کدھر ہیں وہ سمیع اللہ
نہ چھوڑا ایک کو تو نے مسلمانوں کی خدمت میں

ستم پر ہے ستم تیرا جفا پر ہے جفا تیری
سمجھ ہم لینگے تیرے ساتھ کل روز قیامت میں

مسلمانو اٹھو جاگو خبر لو اپنی قسمت کی
پڑے سوتے ہو تم کیوں بیخبر اس خواب غفلت میں

تمہارے سرپرستوں سے زمانہ ہوگیا خالی
یہی تقدیر تھی اپنی یہی لکھا تھا قسمت میں

اسی کا نام ہے دنیا ۔ اسی کا وصف ہے فانی
مسلم ہے کبھی رہتی نہیں وہ ایک حالت میں

وقار الملک آخر چل بسے افسوس دنیا سے
ودیعت تھیں صفات نیک بختی جنکی فطرت میں

مرادآباد میں جن کا وطن تھا خاص امروہہ
خمیر تھا سراپا خاندان ان کا شرافت میں

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں
یہ مصرع داغ کا موزوں ہے ایدل انکی سیرت میں

زمانے میں مثل تھیں انتظامی قوتیں ان کی
ید طولے تھا ان کو مقصد قانون قدرت میں

زکوۃ و حج صلوۃ و صوم اشراق و تہجد سے
بڑے محتاط تھے پابندی حکم شریعت میں

امارت میں فقیرانہ بسر تھی زندگی انکی
نظر آتی تھی ان کی سادگی طرز معیشت میں

صداقت نقش ہے انکی قلوب اہل ایمان پر
قسم کھاتے ہیں انکے نام کی عرض و دیانت میں

کیا کرتے تھے وہ ارباب حاجت کی خبرگیری
لیا کرتے تھے حصہ بیکسوں کے رنج و راحت میں

عطا خالق کی تھی ہمدردی خلق خدا ان کو
عدیم المثل تھے وہ اپنے اخلاق و مروت میں

عدیل انکا نہیں مجموعۂ اوصاف میں کوئی
تحمل انکسار و بردباری میں متانت میں

کریم النفس تھے لیکن متنفر تھا نمایش سے … چھپے رستم تھے وہ دادودہش جود وسخاوت مین
بڑے ثابت قدم تھے حادثات دور گردون پر … رہے وہ مستقل ولا دسکے غم کی مصیبت مین
زبان سے اُف نہ کی جب مرگیا ان کا جوان بیٹا … کہا دا مجکو نہین کچھ دخل خالق کی مشیت مین
نہ ہوتا تھا مخاطب کی وجاہت کا اثر اونپر … بہت مضبوط تھے اسلام کے جوش حمیت مین
رسائی فکر روشن کی تلاش اونکی طبیعت کی … نہ پائی ہونگے ارباب علوم اہل فضیلت مین
قلم برداشتہ لکھتے تھے ہر مضمون نازک کو … طبیعت آپکی رہتی تھی ہر دم درس تدریس مین
نظر آتا نہین عالم مین ایسا عالم جامع … فنون خاص مین علم وہنر فہم و فراست مین
بھروسہ قوم کو تھا ان کے قول و فعل پہ پورا … فدائے قوم تھے ایثار تھا ان کی طبیعت مین
تملق چاپلوسی سے ہمیشہ انکو تھی نفرت … نصیحت کی جھلک رہتی تھی پیدا انکی الفت مین
بڑے وقتون مین ہمدرد خلائق ذات عالی انکی … کیا کرتے تھے دشمن کی مدد وقت مصیبت مین
بیان کیا کیا ہون اوصاف حمیدہ انکے ذکی گو … مگر تصویر اخلاق نبی تھے وہ حقیقت مین
بلایا انکو جب سالار جنگ کشتہ پرور نے … ہوے پہلے پہل وہ ناظر اول عدالت مین
بشیر الدولہ ذیجاہ نے پھر مستعد اپنا … بنایا آپ کو صدر المہامی کی صدارت مین
امین الملک خان دہلوی جب ہو گئے رخصت … ہوے وہ معتمد سرکار عالی کے عدالت مین
عماد السلطنت نے رکن مجلس کر دیا ان کو … ہوا جب انتظام مال آئین ریاست مین
دورنگی کی ہوئی جب صدر داری آپ کو حاصل … مدارج بڑھ گئے شامل ہوے ارکان دولت مین
بنے بہ بال گے وہ فضل الٰہی سے … امیر اکبر پائگاہ کے عہد وزارت مین
مددگار وزیر اعظم دولت لقب پایا … مددگار انکے تھے ہم بھی اسی دور حکومت مین
بسالی اور حکومت انکی تھی دولت … وہ مستثنی تھے سارے عہدہ داران ریاست مین

کیا قربان اپنے آپ کو دو بار دولت پر
مراعات مناسب بر محل احسان مین تھے حاتم
خطاب خان بہادر جنگ وو دولہ ملک کی عزت
ملا جب حسن خدمت کا وظیفہ تب علیگڈھ کے
گورنر جنرل ہندوستان (ہز اکسلنسی) آنے
ہوے معذور جب فالج کے شکوہ سے تو مجبورا
ادب کرتے تھے ان کا حاکمان ہند سر تا سر
قریش و عاجز و مجبور و محتاج مدد پایا
تنزل انکی صحت مین نظر آتا تھا ہر ساعت
حواس انکے بجا تھے اور زبان پر قوم کا رونا
جو آیا ذکر ان سے انتظام ملک و ملت کا
خدا کے فضل سے قائم ہوئی ہے میرے کہنے پر
دعا کرتا ہون امروہہ مین کالج ہو رہے قائم
بس اب اک تمنا دل مین باقی رہ گئی میرے
مین بولا تھا بہت مشکل ہے اس مشکل کا حل ہونا
جو ہم چلنے لگے وان سے تو فرمانے لگے بھائی
نظر آتے ہین کچھ آثار ایسے اپنی آنکھون مین
انھین کا قول صادق آگیا واحسرتا آخر
معین قوم سے ہے ہے زمانہ ہو گیا خالی

وفاے سلطنت اعیان دولت کی اعانت مین
نہ لٹوایا کبھی دولت کو نا واجب رعایت مین
ملی تھی حضرت غفران مکان کے عہد دولت مین
بنے وہ آنریری معتمد کالج کی خدمت مین
دیا نواب کا اعزاز اُن کو اپنی دولت مین
رہے گوشہ نشین اپنے وطن کے کنج عزلت مین
گورنر نے قدم رنجہ کیا ان کی عیادت مین
سفر ہم نے کیا جب پار سال انکی علالت مین
ترقی ہو رہی تھی رات دن انکی نقاہت مین
یہی رہتا تھا ان کا ورد تنہائی کی حالت مین
تو فرمانے لگے ذکر و دعا مین عین فرحت مین
بنائے مذہبی تعلیم انگریزی حکومت مین
ضرورت ہے اسکی احتیاج ملک و ملت مین
خدا بر لاے اس کو یادگار حسن نیت مین
تو فرمایا نہین سب کچھ ہے اس خالق کی قدرت مین
خلل انداز ہو جائیگی میری فکر صحت مین
تمنا اپنی لیجائینگے ہم ساتھ اپنی تربت مین
وہی ہو کر رہا افسوس جو لکھا تھا قسمت مین
بزرگ قوم اب باقی رہا کوئی نہ ملت مین

حبذا مہر دیکھو زبان خلق پر ہے ذکر خیر ان کا　　دعاے مغفرت جاری ہے بیتابی کی حالت میں
خدا انکو جزاے خیر دے اعمال صالح کی　　جگہ انکو عطا ہو یا الٰہی قرب رحمت میں
خبر جب موت کی آئی ہوا دل پر بڑا صدمہ　　رہے ہم رات بھر بے خواب فکر سال رحلت میں

ندا آئی وِلا وقت سحر رضوان جنت سے
جگہ پائی وقار الملک نے لاریب جنت میں ۱۳۳۵ھ

متفرقات

آم کی پہلی سرفرازی کا شکریہ جو بارگاہ اقدس و اعلیٰ دام ظلہٗ سے ہوئی

میرے مالک سے مجھے آج عنایت ہوئے آم　　مسرور رحمت نعمت سے سبکار رہوں میں
ناز ہے مجھ کو اسی کا مرے ہم چشموں میں　　میرے آقا کی غلامی میں وفادار رہوں میں
شکر نعمت میں وِلا میری زبان ہے قاصر　　ذوق نعمت سے اعانت کا طلبگار رہوں میں
کہدیا ابقت اللہ نباتاً حسناً　　ہاتھ اٹھائے ہوئے آمین کو تیار رہوں میں
صد و سی سال سلامت رہے عثمان غنی　　تیری دولت کا زمانے سے نمکخوار رہوں میں

آم کی دوسری سرفرازی کا شکریہ

پھر مرے نخل تمنا میں وِلا بار آیا　　پھر عنایت ہوئے مجھ کو مرے سرکار سے آم
منزلت انکی ہے یاقوت و زمرد سے سوا　　جب عنایت ہوئے اس دست گہربار سے آم
میرے مالک نے کیا آم سے جب مالامال　　میں خریدونگا نہ اب پھر کبھی بازار سے آم
فصل امسال نہ آئی مری امریان میں　　کرم شہ سے ٹپکنے لگے گلزار سے آم
سرخروئی مجھے حاصل ہوئی ہم چشموں میں　　خوب ہاتھ آئے مجھے طالع بیدار سے آم
قلمی آم سے الفت تھی مرے خامے کو　　کرم شاہ سے ٹپکے مرے اشعار سے آم

بارور تو ہو ترے سائے مین ہم اے آقا
جب تلک دہر مین ملتے رہین اشجار سے آم

آم کی تیسری سرفرازی کا شکریہ

پھر نخل آرزو مین مرے آ گئے ثمر
ظلِ الہ سے مجھ کو ملے آم دلپسند

نیلم ہین بے نشان ہین مرغوبہ دکن
اس میوۂ لطیف کے ہین نام دلپسند

ہر ملک مین ہین آم کی قسمین جدا جدا
ہر اعتبار سے ہوے اقسام دلپسند

اِن کے سِوا چار و مربّے کے واسطے
ہوتا نہین کوئی ثمر خام دلپسند

محنت مری ٹھکانے لگی باغ علم مین
مالک سے ملگیا مجھے انعام دلپسند

دیتے ہین ہم دعا تہ دل سے خلوص سے
کھاتے ہین ہم ولاؔ سحر و شام دلپسند

پھولے پھلے جہان مین مرا شاہ نامدار
مخلوق مین ہو اس کا ہر اک کام دلپسند

آم کی چوتھی سرفرازی کا شکریہ

پھر مطلع اقبال پہ چمکا مہ طالع
ہے اوجِ شرف پر مری قسمت کا قمر آج

پھر ساحل مقصد سے لگی آم کی کشتی
ہاتھ آئے حلاوت کے سمندر سے گہر آج

پھر مجکو عنایت ہوئی سرکار سے ڈالی
پھر آئے مرے نخل تمنا مین ثمر آج

پھر مجکو عطا آم ہوے حضرتِ شہ سے
پھر مجھ پہ ہوئی لطف و عنایت کی نظر آج

آمون کے درختون سے ٹپکنے لگین شاخین
پھر آم کے انبار لگے ہین مرے گھر آج

بندہ تری دولت کا نمک خوار تھا آقا
آمون کی حلاوت سے ملا ذوق شکر آج

شکرانۂ نعمت سے زبان ہے مری قاصر
ممنون ہون قدمون پہ ہے تیرے مرا سر آج

شیرین ہے زبان میری ترے لطف و کرم سے
ہے میری دعاؤن مین حلاوت کا اثر آج

دائم رہے مخلوق کے سر پر ترا سایہ
پھولا ہے مرے دلکی دعاؤن کا شجر آج

آداب بجا لا کے ادب سے ہوں میں خاموش
ہے مجکو وِلا حد ادب پیش نظر آج

آم کی پانچویں سرفرازی کا شکریہ

عطا مجکو ہوے سرکار سے پھر آم ہونڈی کے
یہ ثمرہ ہے ترے قدموں سے پیوند محبت کا

ملے جب دست گوہر بار سے یاقوت رمانی
مزا مجکو ملا تب آب گوہر کی حلاوت کا

عطا ہونے لگے گمنام کو جب بے نشاں ہم
بجا تب عین گمنامی میں ڈنکا میری شہرت کا

حلاوت سے انھیں آموں کی ہے میری زباں شیریں
سخن میں ذائقہ پیدا ہوا مصری کے شربت کا

میں آبائی نمک پروردۂ دربار شاہی ہوں
مرے والد کو دیوانی میں تھا عہدہ نظامت کا

تعلق ادا اول تھا وِلا عہد جوانی میں
مزا اسکو ملا اضلاع کی اعلیٰ حکومت کا

وفاداری سے آپ کے جب سے مطلع ہوئی سرکار
ملا سرکار سے مجکو وظیفہ حسن خدمت کا

خطابوں سے تری دولت کے میری بڑھ گئی عزت
چمکتا ہے مرے سینہ پہ تمغا میری عزت کا

بڑھاپے میں جواں آقا سے نعمت کے قدم چھوکے
زوال عمر میں چمکا ستارا میری قسمت کا

وِلا اس دور عثمانی میں شہ کی قدردانی سے
صلہ مجکو ملا سرکار سے ہر ایک محنت کا

ٹھکانے لگ گئی محنت مرے اشغال علمی کی
دل و جاں سے ہوا میں معترف شہ کی عنایت کا

کسی تقریب میں دعوت سے مجکو مل گئی عزت
شرف حاصل ہوا مجکو کبھی زربفت خلعت کا

مری اولاد کی تعلیم میں امداد کی تو نے
ملا ہر اک کو تعلیمی وظیفہ انکی قسمت کا

میری اولاد کو عہدے ملے تیری ریاست میں
ترے اقبال سے سکہ جما انکی دیانت کا

نوازا تو نے اپنی لونڈیوں کو میری خاطر سے
بھروسہ انکو آگے ہوگیا وجہ معیشت کا

بیاں کس کس عنایت کا کروں اے خسرو دوراں
مجھے سب کچھ ہے حاصل آج صدقہ تیری دولت کا

دعاے دولت و اقبال ہے وردِ زبان میرے
یہی ہے اے وِلاؔ بہتر طریقہ شکرِ نعمت کا

باؤلی کی کہانی کاشتکاروں کی زبانی

چلدیا بارش کا موسم کاشتکاری ہو چکی
سر پہ سرما آگیا بارش کی باری ہو چکی

چشمۂ اُمید کی اُمیدواری ہو چکی
بجلیان رخصت ہوئین اب بیقراری ہو چکی

ہان ہواے سرد جاڑے کی خبر لائی ہے آج
ابر رخصت ہو چکا غم کی گھٹا چھائی ہے آج

ابر آنسو پوچھنے آیا تھا کل بالاے بام
ناز تھا جسکی ہواخواہی پہ مجکو صبح و شام

آج اس کی سرد مہری نے کیا قصہ تمام
دیدیا آخر ہوا نے اُسکو رخصت کا پیام

شیشۂ شبنم مین عکس اسکا نظر آنے لگا
کاشتکارون کا دل بیتاب گھبرانے لگا

دور سے آئی جو بجلی کی چمک مجکو نظر
دلمین تھی اُمید شاید وہ پلٹ آئے ادہر

بیقراری سے تڑپتا رہ گیا مین رات بھر
یہ خیالِ خام تھا مجکو نہ تھی کل کی خبر

یک بیک سورج نکل آیا اُجالا ہو گیا
فصل تابی کا غم دیرین دوبالا ہو گیا

کیا مزا اے ابر آتا ہے تجھے امساک مین
دہوم تیری بجلیون کی مچ گئی افلاک مین

ایک قطرہ بھی نہ پایا دیدۂ نمناک مین
تخم جلکر رہ گئے افسوس جرمِ خاک مین

منفعت مین گاوِ زمین کو آب و دانہ مل گیا
تیری بیرحمی کو کیا اچھا بہانہ مل گیا

سخت دل پاکر زمین کو مین جو گھبرایا نہ تھا
ہائے تو نے اشک تک آنکھون سے برسایا نہ تھا

چھپ گیا اے ابر تیرے لطف کا سایا نہ تھا
رحم تجھ کو میری بربادی پہ کیا آیا نہ تھا

نالہ و فریاد کا تجھ پر اثر ہوتا نہین
تو کبھی بد قسمتون کے حال پر روتا نہین

ہائے اے دریا بڑی ہی دور سے آتا ہے تو
سیکڑون لاشونکو گودی مین اُٹھا لاتا ہے تو

پر سمندر کی محبت مین کھچا جاتا ہے تو
دیکھکر اونچے کنارے سخت گھبراتا ہے تو

تیری پستی نے کیا تجھکو ندامت سے نڈھال
کاشتکارون کو ترے پانی کا پانا تھا محال

جب الٹی کٹ دور سے آنے لگا تجھکو نظر
تو جب اُسکی سینہ زوری سے ہوا شوریدہ سر

تب وفور غم سے تو پیٹنے لگا خون جگر
نہر نے پہلو سے دبچلی پہ تب باندھی کمر

آب جو بگریست کز دریا جدائی میشود
خندہ زد نہرش کہ با ما آشنائی میشود

کھیتون مین جب زبردستی سے تو لایا گیا
رات بھر اے آب تو کھیتی مین ٹھیرایا گیا

کامیابی پر مری تب ابر تھرایا گیا
صبح تیرے رخ پہ خشکی کا اثر پایا گیا

مین سمجھتا ہون کہ تیری حیلہ بازی تھی کوئی
ابر کی اس مین بھی شاید کارسازی تھی کوئی

ہے غضب تالاب نے بھی دیدیا آخر جواب
خشک ہے میرا گلا دل کھا رہا ہے پیچ و تاب

کہدیا ہے نے یون نالے سے با چشم پُر آب
پھر گیا ہے مجھپہ پانی - ابر کا خانہ خراب

کاشتکارون کو مری جانب سے دیدینا پیام

سال آئندہ تلک لینا نہ پھر پانی کا نام

باؤلا بنکر کوئین سے کی جو مین نے التجا
قطرۂ اشک اسکی آنکھون جو رہ رہ کر گرا
دل بھر آیا اس کا میری زار نالی سے ذرا
قطرہ قطرہ سیل کا مطلب سمجھ مین آگیا

مین تہِ دل سے ہون اسکے شکر یے مین تر زبان
ایسے گہرے دوست اس دنیا مین ملتے ہین کہان

سوت نے پانی کو قعرِ چاہ مین پہنچا دیا
نالیون کی دَوڑ نے نہرونکو جیب شرما دیا
رستیون نے ڈول کر کھے مین اوپر لا دیا
قطرۂ اشکِ ندامت ابر نے برسا دیا

بولی شبنم کام کچھ ہم کو بھی کرنا چاہیئے
چرخِ مینا نے کہا اب ڈوب مرنا چاہیئے

کہیت میرا باؤلی سے جس گھڑی شاداب تھا
پستیٔ ہمت سے دریاے روان پایاب تھا
خشک لب افسردہ دل خالی شکم تالاب تھا
نہر کو دریا کی ناکامی پہ پیچ و تاب تھا

ابر کو صدمہ ہوا خلقت کی قیل و قال سے
پُر دلی اسکی برستی تھی اُسی کی چال سے

ناگہان دفعِ ندامت کو جو ابر آیا ادہر
ڈہال سے دریا سے حائل کی انی کٹ کی سپر
برق کی تیغِ دو دم دونون طرف زیب کمر
آنکھ مین چشمے کی جم کر رہ گیا تیرِ نظر

دہار پانی کی ہوئی تھم تھم نہین تیزی سے روان
نالیون کے لب سے جاری تھی صداے الامان

بارش بیوقت سے جنگل مین جب چل پڑ گئی
کہیتیون مین ہر طرف ناگل کی ہلچل پڑ گئی
تشنہ کامی سے کہ دل ناشاد کو کل پڑ گئی
گردنِ مہتاب مین ہالے کی ہیکل پڑ گئی

باؤلی کو ژالہ باری نے نشانہ کر دیا
بادلوں نے چاند ماری کا بہانہ کر دیا

نالیاں چلنے لگیں جنگل میں زور و شور سے
سوج نے بڑھ کر الی کٹ کو دبایا زور سے

ندیوں نے پھیل کر مڑ دے اکھیڑے گور سے
ندیاں کالی نظر آئیں گھٹا گھنگھور سے

جب سمندر میں ہوا سب جنگا طوفان آشکار
ابر نے وحشت سے لی آخر پناہ کوہسار

تھم گیا پانی تو دیکھا کھیت غرقِ آب تھا
میرے محسن کا نشان اک حلقۂ گرداب تھا

گھر مرا کھیتوں کے آگے پشتۂ تالاب تھا
کیا مرے حق میں الٰہی یہ پریشان خواب تھا

کھنچ گیا پانی تو پایا گھر کو روتے ہوئے
پشتۂ تالاب کو اشکوں سے منہ دھوتے ہوئے

ریت کی کثرت سے چوپٹ ہو گئیں کھیتیاں تمام
پشتۂ تالاب کا ختم تھا گھرنے کا پیام

مٹ گئے دریا کے حملے سے الی کٹ کے مقام
پر مرے معشوق کا قائم تھا سارا انتظام

سوکھ کر اپنی جگہ تھی قطب شمالی کی طرح
جیب تھا چکر میں جیسے ... ان کی طرح

جس طرف سیل رواں گزرا ادھر ویرانہ تھا
بنگالیوں کی ربا پھر بھی یہی افسانہ تھا

کھیت کو پانی میں پایا کبھی آسان نہ تھا
ابر کا گھر میری بربادی سے عشرت خانہ تھا

میری چاہیتی کے صدقے سے ہوا قصہ تمام
جذبۂ الفت میں وہ دینے لگی فاطر کا کام

انکسار کا شکار ان جہان سب باؤلی
جسم خاکی کے لئے در اصل جان ہے باؤلی

قلتِ بارش میں تالاب نہاں ہے باولی
کثرتِ باران میں دریائے رواں ہے باولی

وہ وفاداری میں اپنی شہرۂ آفاق ہے
اُس کے صدقے ہی سے محصولِ زمیں بیباق ہے

خشک سالی میں اسیکے دم سے ہے کھیتی کا دم
ہے یہ وصفِ آبیاری میں بڑی ثابت قدم
کھیت کو سرسبز رکھتا ہے اسی کا دم قدم
ابرِ رحمت چشمۂ امید دریائے کرم

اس کی تیاری کا صرفہ رائگاں جاتا نہیں
قحط اس کے پاس بھولے سے کبھی آتا نہیں

منزلِ دشت و بیاباں میں اسی کا نام ہے
قصۂ محبوبِ کنعاں میں اسی کا نام ہے
رونقِ رنگِ گلستاں میں اسی کا نام ہے
شہرۂ حسنِ زنخداں میں اسی کا نام ہے

ماہِ نخشب کی ہوئی شہرت اسیکی ذات سے
آبِ زمزم کو ملی عزت اسیکی ذات سے

باولی نے آبروریزی سے دی مجکو نجات
دل میں اسکے جمع ہیں دریادلی کی صفات
ہے اسیکی آبپاشی پر مری کل کائنات
کاشتکاروں کا یہی ہے چشمۂ آبِ حیات

قلتِ بارش میں اسکی جز رسی مشہور ہے
کثرتِ باران میں ندی کی طرح پُرزور ہے

یا الٰہی نہر میں جب تک چلے پانی کی دھار
جب تلک پیدا [illegible] ہو تر آبدار
یا خدا جب تک الٰی کشت [illegible] دریا کا ابھار
باولی جب تک رہے یارب انہیں کا شتکار

ابر [illegible] آصفی سے [illegible] شاداب ہو
کشتِ امید [illegible] دریا سے [illegible] ہو

بھٹا یا مین گھوڑی بگی اور رکھا چھپر؎
سوار اسپہ پھرتے ہین پولس کے افسر؎

طلائے مین چھوڑا خور و خواب ہم نے
بنائے ہزارون ہی تالاب ہم نے
کیا مجرمون کو سزایاب ہم نے
زمین کو کیا جن سے سیراب ہم نے

ہم اک دہاک اپنی جمائے ہوئے تھے
رعایا کو شکمی بنائے ہوئے تھے

سواڑون مین موقع جہان ہم نے پایا
سرون پر کیا اپنے چھپر کا سایا
وہین رہ کے جنگل مین منگل منایا
غرض لاکھ وقت سے موضع بسایا

جہان عرق ریزی سے کی آبیاری
وہین جم کے ہونے لگی کاشتکاری

کیے کھیت پر سیٹ سندی مقرر
شب و روز تھامتے واڑون کو جگہ
خبر پائی مذکوریون سے برابر
طلاری طلائے پہ جاتے تھے گھر گھر

ٹھوکہ دیا ہم نے بیگاریون کو؎
کیا ہم نے آسان دشواریون کو؎

اسی شغل مین ہم نے کھوئی جوانی
تلنگانے کی جا بجا خاک چھانی
جوانی کی کچھ قدر ہم نے نہ جانی
برستا تھا جب موسلا دھار پانی

حفاظت کو تالاب کی ہم کھڑے تھے
سرون پر ہمارے ہی اوسلے پڑے تھے

رعایا کی تفہیم کی ہم نے اسدم
اجیرون کی تعلیم کی ہم نے اسدم

کسی سال جب ہوگئی قحط سالی
رعیت کی تھی ہر طرف زار نالی
ہوا پرگنہ اپنا غلّے سے خالی
خداوند عالم نے عزت بچالی

نصیحت بزرگوں کی جب یاد آئی
تو دل کھول کر ہم نے دولت لٹائی

رعایا سے بہتوں کو ہم نے سنبھالا
غریبوں نے اُجرت پہ پیٹ اپنا پالا
ہٹیلوں نے اپنا ذخیرہ نکالا
رئیس ریاست کا تھا بول بالا

سوالی پہ اس نے قناعت نہ کی تھی
مصیبت کے ماروں کو روٹی بھی دی تھی

رعایا کو غلّہ دلایا ہمیں نے
تباہی سے اُن کو بچایا ہمیں نے
ضمانت میں نوٹا اُٹھایا ہمیں نے
کھلایا انہیں اور نہ کھایا ہمیں نے

کسی رات راحت سے سونے نہ پائے
کسی روز مَنہ اپنا دھونے نہ پائے

نہ تھی اُس زمانے میں کچھ ریل جاری
برآمد کی روک ایک مشکل تھی بھاری
درآمد کی راہیں تھیں مسدود ساری
شب و روز ہم کو رہی بے قراری

لٹیرے دن کا سب خوف کھائے ہوئے تھے
بھوکے سے کر کاٹا اچھا سے ہوئے تھے

نہ تھا کوئی دل جو پریشاں نہیں تھا
تجارت کو درِ عشق پیاں نہیں تھا
ولا سا غریبوں کا آساں نہیں تھا
نہ تھا خدو دولت کا سامان نہیں تھا

شب و روز بڑھتا رہا غم ہمارا

چہ خوش گفت فرزانۂ نیک بختے
رعیت چو بیخست سلطان درختے

۔۔گر ہم سلامت تو دنیا سلامت
نہ ہون ہم تو آجاسے سر پر قیامت

۔۔زمیندار ہین مستحق رعایت
ہوی کاشتکاری کی جنسے بدایت

جو ذی ہوش ہین ہم کو پہچانتے ہین ؛
زمیندار قدر زمین جانتے ہین ؛

۔۔زمینداریان مٹ گئین جبکہ ساری
ہمارے لئے رہ گئی کاشتکاری

۔۔تسلط ہوئی ہم پہ تحصیلداری
اب آئی ہے اس کی حکومت کی باری

سلیقے سے جچنے لگی میز و کرسی ؛
زمینداروں کے حق مین ہے کس مپرسی ؛

۔۔انھین لطف فن فلاحت کہان ہے
انھین اپنے دہندون سے مہلت کہان ہے

۔۔رعایا سے اِن کو محبت کہان ہے
لگاتار لکھنے سے فرصت کہان ہے

وہ کھیتون کی حالت سے ناآشنا ہین
طریق زراعت سے ناآشنا ہین

۔۔کبھی انکو رغبت نھین لاڈونی سے
کرین جمعبندی کا دورہ خوشی سے

۔۔ہمیشہ بگڑتے ہین نامکی سے
مخالف ہین دائم برآیندگی سے

وہ کرتے ہین اس طرح سے موشگافی
کہ ہم مین سے کوئی نہ پائے معافی

۔۔گر ہم نے سرکار سے کی شکایت
ملی ہم کو اس کے کرم سے حمایت

مقامی حکومت سے کرلی عداوت
تو پھر صادق آئی پرانی کہاوت

مگر مچھ سے آن بن سمندر میں رہکر
کسی اور دریا میں جینا ہے بچ کر

حقیقت کا اظہار بیجا نہیں ہے
برا جاننا اسکو اچھا نہیں ہے
عداوت کا کہنا ہوں کیا نہیں ہے
مگر خیر خواہوں کو پروا نہیں ہے

وہی دوست ہے جو کہے دل رکھا کر
مثل ہے کہ دشمن ڈبوئے ہنسا کر

زمیندار جیتے ہیں آصف کے دم سے
نہال ہو رہے فضل سے اور کرم سے
دعا ہے دل سے زبان قلم سے
ترقی اقبال و جاہ و حشم سے

رعایا کے سر پر رہے وہ سلامت
شجر اس کا پھولے پھلے تا قیامت

فلک کرے جب تک شب و روز چکر
شجر پر ہوں جب تک کہ خوشے گچھے بر
رہیں جب تلک کھیت سطح زمیں پر
رہیں جب تلک تخم خوشوں کے اندر

زمیں پر ریاست کی ہو آبیاری
شب و روز ہوتی رہے کاشتکاری

زمانے میں ہوں فصل و ہنگام جب تک
صنعتیں ہوں اجناس کے نام جب تک
تو تیز رہیں تختہ و خام جب تک
مویشی سے پڑتا رہے کام جب تک

رہے کاشتکاروں پہ آصف کا سایا
وہ دائم رہے خیر خواہ رعایا

رہے ملک یارب یہ آباد دائم
رعایا کو ملتی رہے داد دائم

وزیر ریاست رہے شاد دائم
چمکتا رہے حیدرآباد دائم

بہے اس کی نہروں میں دن رات پانی
زمیندار کرتے رہیں فصلیں رانی

خَتم شُد